مجلہ
الواقعۃ کراچی
۷۰-۷۱ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ/ دسمبر ۲۰۱۷ء و جنوری ۲۰۱۸ء

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ① لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ②

"جب قیامت قائم ہو جائے گی۔ جس کے وقوع پذیر ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔" (سورۃ الواقعۃ)

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (الحدیث)

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اشاعت خصوصی برائے

ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

مجلہ
الواقعۃ
کراچی

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ. لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ

"جب قیامت قائم ہو جائے گی، جس کے وقوع پذیر ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔"

سلسلہ نمبر: ۷۰ - ۷۱، ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ/ دسمبر ۲۰۱۷ء و جنوری ۲۰۱۸ء

مدیر: محمد تنزیل الصدیقی الحسینی ❋ ادارتی معاونین: ابو عمار سلیم، ابو الحسن، محمد ثاقب صدیقی، محمد ساجد صدیقی

قال رسول اللہ ﷺ: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔"

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اشاعتِ خصوصی

"ختم نبوت"

قیمت شمارہ خاص

600 روپے

سالانہ زرِ تعاون

400 روپے

(بمع ڈاک خرچ)

خصوصی شماروں کی قیمت

اس میں شامل نہیں

رابطہ برائے تار و مراسلہ

مکتبہ دار الاحسن

مبارک پرائڈ، یاسین آباد، بلاک ۹،

فیڈرل بی ایریا، کراچی

برائے رابطہ: 0300-2277551، 0333-3738795

ای-میل: mujalla.alwaqia@gmail.com

ویب ایڈریس: alwaqiamagzine.wordpress.com

فیس بک: https://www.facebook.com/AlWaqiaMagazine/

ادارے کا مضمون نگار کی آراء سے اتفاق ضروری نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئینہ مضامین

اداریہ	خاتم النبیین سے خاتم الامۃ تک	محمد تنزیل الصدیقی الحسینی	۵

①-عقیدہ ختم نبوت

۱	قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر	مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی	۸
۲	ختم نبوت اور خاتم النبین کے معنی	مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی	۱۴
۳	خاتم النبیین. تکمیل نبوت. تکمیل دین	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی	۳۱
۴	فلسفہ ختم نبوت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی	۳۶
۵	قرآن میرا معجزہ ہے	محمد عالمگیر / ابو عمار سلیم	۴۵
۶	ختم نبوت	پروفیسر یوسف سلیم چشتی	۵۱
۷	قرآن اور ختم نبوت	مولانا منظور احمد چنیوٹی	۵۸
۸	ختم نبوت	مفتی عبد الخالق	۶۱

②-عقیدہ ختم نبوت اور سلسلہ کذابین

۹	وحی و نبوت کے جھوٹے دعویدار	محمد تنزیل الصدیقی الحسینی	۶۶
۱۰	ختم نبوت کے بعد مدعیانِ نبوت	شیخ محمد السید البلاسی / سید علیم اشرف جائسی	۷۸
۱۱	یک نظر بر عقیدہ ختم نبوت و مدعیانِ نبوت کاذبہ	مولانا عبد الرحیم اظہر الکریمی	۸۵
۱۲	جھوٹے مدعیانِ نبوت	مولانا سید محبوب حسن واسطی	۸۹

③-مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت

۱۳	مرزا صاحب قادیانی کا انتقال	علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری	۹۴
۱۴	مسیح الہند	علامہ سید رشید رضا مصری	۹۷
۱۵	قادیانی اور انی متوفیک و رافعک الی کی تفسیر	علامہ عبد العزیز رحیم آبادی	۹۸
۱۶	ختم نبوت اور قادیانی فتنہ	مولانا محمد منظور نعمانی	۹۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۷	فتنہ انکار ختم نبوت	جسٹس پیر کرم شاہ ازہری	۱۰۶
۱۸	اسلام اور قادیانیت	مولانا محمد داود غزنوی	۱۲۴
۱۹	مجازی نبی اور ظلی نبی	مولانا محمد حنیف ندوی	۱۲۹
۲۰	مرزائی نبوت کا خاتمہ	مولانا سید انور حسین مونگیری	۱۳۰
۲۱	مرزا قادیانی اپنے دعاوی کی روشنی میں	مولانا محمد اسماعیل سلفی	۱۳۶
۲۲	ختم نبوت اور مرزائے قادیاں	مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی	۱۴۰
۲۳	مرزا قادیانی کا مباہلہ	ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان	۱۴۴
۲۴	میں کیسے تمہیں نبی مان لوں؟	ابو عمار سلیم	۱۴۸
۲۵	فتنہ قادیانی	مولانا محمود احمد رضوی	۱۵۳
۲۶	نبوت و رسالت کا منطقی جائزہ	مولانا محمد اسحاق بھٹی	۱۵۷
۲۷	قادیان کا خود ساختہ نبی	مولانا شاہ احمد نورانی	۱۵۸
۲۸	قادیانی مشن۔ یہود و نصاریٰ کی چاکری اور جہاد کی مخالفت	عبید اللہ لطیف	۱۵۹
۲۹	معیارِ انسانیت اور مرزا قادیانی	عبد المنان شورش	۱۶۳

④-عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں خدمات

۳۰	فتنہ ارتداد اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ	عمر ابو النصر	۱۶۸
۳۱	حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ	ابو محمد معتصم باللہ	۱۸۲
۳۲	فتنہ قادیانیت اور حضرت مونگیری رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ	مولانا سید منت اللہ رحمانی	۱۸۳
۳۳	پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمہ اللہ اور تردید قادیانیت	محمد ثاقب صدیقی	۱۸۸
۳۴	تحریکِ ردّ قادیانیت اور مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ	مولانا محمد ابو القاسم فاروقی	۱۹۰

⑤-عقیدہ ختم نبوت آئین و قانون کی روشنی میں

۳۵	قادیانی حقائق اور آئین پاکستان	مولانا حمید اللہ خان عزیز	۱۹۸
۳۶	تحریکِ دفاع ختم نبوت، مفصل عدالتی فیصلہ	مولانا محمد یٰسین شاد	۲۳۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۷	قادیانیت عدالت کے کٹہرے میں	مولانا گلزار احمد مظاہری	۲۴۰
۳۸	فتنہ قادیانیت آئین و قانون کی نظر میں	محمد متین خالد	۲۴۳

⑥-عقیدہ ختم نبوت اور فرائض امت

۳۹	ختم نبوت اور امت کی ذمہ داریاں	مولانا سعید احمد پالن پوری	۲۴۸
۴۰	عقیدہ ختم نبوت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں	مولانا منظور احمد الحسینی	۲۵۰
۴۱	غدارانِ ختم نبوت کا انجام	آغا شورش کاشمیری	۲۵۴

⑦-حصہ انگریزی

1	My Miracle is the Quran	Muhammad Alamgir	262
2	Let not the Doctrine of the Finality of Prophethood be subjected to Controversy	Muhammad Tanzeel as-Siddiqui al-Hussaini / Muhammad Alamgir	256

دعائے خصوصی

وہ تمام احباب جنھوں نے"الواقعۃ" کی اشاعتِ خاص"ختم نبوت" کے لیے ہماری دامے، درمے و سخنے کسی بھی نوع کی مدد کی اور ہمیں ولولہ تازہ عطا کیا۔ ان کے لیے ہم دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ، نبی کریم ﷺ سے ان کی محبت کو ان کے لیے سرمایہ آخرت بنا دے اور تحفظ ختم نبوت کے لیے کی جانے والی اس مساعی حسنہ کو سندِ قبولیت عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

خاتم النبیین سے خاتم الامۃ تک

اسلام میں توحید اور ختم نبوت، یہ دو ایسے عقیدے ہیں جو محض رسمی نظریات نہیں بلکہ عملی قوت کی حیرت انگیز تاثیر رکھتے ہیں۔ توحید کا تقاضا تو ہر امت اور ہر فردِ بشر سے کیا گیا اور اس میں اسلام اور مذاہب گزشتہ کی کوئی تخصیص نہیں مگر ختم نبوت کا عقیدہ صرف اس امتِ آخر سے مخصوص ہے اور سر دست یہاں اسی عقیدے سے متعلق گزارشات پیش کرنا مقصود ہے۔

عقیدہ ختم نبوت کا نظریہ مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی کے لیے موت وحیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ محض ایک عقیدہ نہیں جسے مسعود دل پر مقام تقدیس عطا کر دیا جاتا ہے یہ ایک زندہ نظریہ ہے جو اپنی ہمہ گیر تاثیر رکھتا ہے۔ اس نظریے کی ہی زندگی، اس امت اور گزشتہ امتوں کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔

نبی کریم ﷺ کو اللہ رب العزت نے اپنی وحی و الہام کا آخری مخاطب بنایا اور اس طرح آپ ﷺ تمام نبوتوں کے خاتم بنے۔ اس غیر معمولی عز وشرف کی بدولت ان کی امت بھی پیغام ربانی کی آخری مخاطب بنی۔ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں تو اس شرف کے ساتھ کہ ان کی امت خاتم الامۃ بنی۔

امت مسلمہ کو اپنا یہ فخر سلامت رکھنا ہے تو عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ لازم ہے۔ یہ تحفظ فرائض امت کے اہم ترین مقاصد میں سے ایک ہے اور اسلامی وحدت کی بقا ختم نبوت ہی پر منحصر ہے۔

یہ امت جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے احسانات سے کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ جنھوں نے انتہائی نا مساعد حالات میں بھی اس عقیدے کا تحفظ کیا اور ہر مدعی نبوت کاذبہ کو کیفر انجام تک پہنچایا۔

اس عقیدے کی عظمت حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے اسوہ سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انھوں نے اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کروانا پسند کیا مگر ایک کاذب کی تصدیق گوارا نہیں۔

اقبال نے کہا تھا: "خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی"، ترکیب کا وہ نسخہ ختم نبوت ہی ہے۔ مسلمانوں کے لیے اس عقیدے کی تہذیبی قدر و قیمت بیان کرتے علامہ اقبال فرماتے ہیں:-

"اس کے معنی بالکل سلیس ہیں محمد ﷺ کے بعد جنھوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیر انسان کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھا دیا ہے، کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیاز خم نہ کیا جائے۔ دینیاتی نقطہ نظر سے اس نظریہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے۔ محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار، کفر کو مستلزم ہو جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔" (حرف اقبال، ص ۱۲۷)

اس عقیدے نے نبی کریم ﷺ کو اپنی امت کے ساتھ ایک ایسی خاص نسبت دی ہے جس سے گزشتہ امتیں محروم تھیں۔

اس لیے یہ کسی بھی طرح ممکن نہیں کہ کوئی مسلمان ایک لمحے کے لیے بھی اپنی اس متاعِ گراں مایہ سے دستبردار ہو جائے۔ آج عالم کفر کے جہابذہ علم و دانش اس نکتے کو جان گئے ہیں۔ اسی لیے وہ نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کی محبت کی آزمائش کرتے رہتے اور عقیدہ ختم نبوت پر زد لگانے کی پیہم کوشش کرتے ہیں۔ یہ رشک و حسد کی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قسم ہے جو منفی ذہنیت کی کوکھ سے جنم لیتی ہے۔ جس میں انسان کی نفسانی کیفیت اس درجہ غالب آجاتی ہیں کہ حق کی شناخت کے باوجود وہ تسلیم حق کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بھی اس نسبت میں مسلمانوں کے شریک ہو جاتے۔ اسلام صرف مسلمانوں کا دین نہیں ہے اور نہ ہی رسول کریم ﷺ صرف مسلمانوں کے پیغمبر ہیں۔ اسلام کی آفاقیت دائمی اور ابدی ہے اور اپنے دامن میں ہر طالبِ حق و صداقت کے لیے جگہ رکھتی ہے۔ مبارک ہیں وہ سعید روحیں جنھوں نے اپنے قلب کی اس پکار کو سنا اور قبولِ حق کی سعادت حاصل کی:-

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

--★--★--★--★--★--

عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس عظیم فخر میں ہر مسلمان یکساں شریک ہے۔ کوئی مسلمان عقیدہ ختم نبوت کا اقرار کیے بغیر مسلمان نہیں رہ سکتا۔ ایسے میں کسی بھی طبقے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ نبی کریم ﷺ کی محبت پر اپنی اجارہ داری قائم کرے۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد قادیانی نے عقیدہ ختم نبوت پر نقب زنی کی مذموم کوشش کی تھی تو ہر طبقہ فکر سے تعلق رکھنے والے ہر مسلمان نے اس کی مخالفت کی۔ تمام مکاتب فکر کے اکابر آگے بڑھے اور انھوں نے اس دجال کاذب کے دعویٰ نبوت کی سختی سے تردید کی۔ آج مسلکی عصبیت اور فرقہ وارانہ تعصب کے زیر اثر ایک طبقہ دوسرے طبقے کی خدمات کا اعتراف نہیں کرتا اور ہر طبقہ اپنے طبقے کے اکابر کے ذخیرہ حسنات کو محض اپنے طبقے کی خدمات باور کراتا ہے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، علامہ انور شاہ کشمیری رحمہم اللہ کو دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث کے خانوں میں دیکھنا خود ان کی خدمات کو چھوٹا بنا دینا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ ان بزرگوں نے اپنے ایمانی غیرت کا تقاضا سمجھ کر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیا ہے۔ جس نے عقیدہ ختم نبوت کی چوکیداری کی وہ سب ہی امت کے محسن ہیں۔ اس میں کسی قسم کی تفریق غیر مناسب ہے۔

اس اتفاق میں ہرگز دراڑ نہ ڈالی جائے۔ ورنہ اسلامی وحدت کا سارا تصور مجروح ہو کر رہ جائے گا۔ اس عقیدے کے خلاف سازشیں کرنے کے لیے عالم کفر کے نمائندے کم نہیں ہیں ہمیں شعوری یا غیر شعوری طور پر ان کے کارِ مذموم کا حصہ نہیں بننا چاہیے اور اس ضمن میں کی جانے والی ایسی ہر کوشش کو جو وحدت اسلامی کے تصور کو مجروح کرے سختی سے مسترد کر دینا چاہیے۔

آفرید کارِ عالم انسانیت نے ہمیں ''خاتم الامۃ'' بنا کر ''خیر الامۃ'' کے مقام رفیع پر فائز کیا ہے مگر ہم نے اس مقام کی قدر نہیں کی۔ نتیجہ معلوم زمانے کی ٹھوکریں ہمارا مقدر بن گئیں۔ اب بھی وقت نہیں گزرا، درِ توبہ و انابت کھلا ہے۔ آؤ اپنے سر نہیں دل جھکا دو۔ کمر کو خم نہیں روح کو خمیدہ کر دو۔

ہم اگر چاہیں تو آج بھی دنیا بدل سکتی ہے۔ اگر مصائب کے پہاڑ بلند ہیں تو کیا ہوا ہمارے عزائم کی بلندی سے بلند نہیں ہو سکتے۔ اگر پوری کائنات بھی رب کی توحید اور رسول کی رسالت کے خلاف در آئے تو کیا غم ہے، ہمارے ایمان کی طاقت کو زیر نہیں کر سکتی۔ ظلمتوں کی دھند خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو حق کا آفتاب کبھی تاریکی سے گہنا نہیں سکتا اور تیرہ و تیرگی خواہ کتنی ہی بڑھ جائے مگر روشنی کی ایک کرن کے سامنے ہار جاتی ہے۔ غدارانِ ختم نبوت اور منکرین نبوت محمدی خواہ کچھ ہی کر لیں، نبی کریم ﷺ کی قدر و منزلت کے لیے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فیصلہ الٰہی اور نوشتہ تقدیر ہے، ناممکن ہے کہ کبھی رسالت محمدی ﷺ پر کوئی حرف آسکے۔

آج بھی مسلمان اگر قرآن کے مخاطب مسلمان بن جائیں۔ آج بھی مسلمان اگر رسول کے متوالے مسلمان بن جائیں۔ آج بھی مسلمان اگر نقوشِ صحابہ کو اپنا معیارِ زندگی بنا لیں۔ فلسفہ دجل و فریب کی پرستش ترک کر کے صدیق اور فاروق کو اپنا امام بنا لیں تو دنیا فتح کر سکتے ہیں۔ ہم صرف ایک بار توحید کی عملی طاقت اور ختم نبوت کے پیغام وحدت کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی حقیقت بنا لیں تو یقین جانیے ہم تاریخ بدل دیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

①

عقیدہ ختم نبوت

از قلم

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی،

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی، پروفیسر یوسف سلیم چشتی، مولانا منظور احمد چنیوٹی،

محمد عالمگیر، ابو عمار سلیم، مفتی عبد الخالق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی رحمہ اللہ

قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر

وہی صحیح اور معتبر ہے جو قرآن حمید سے ثابت ہو

اس وقت ہم کو مسلمانوں کی عام جماعت کے سامنے قرآن مجید کے لفظ "خاتم النبیین" کی تفسیر اور صحیح مفہوم و مراد سمجھنے کے متعلق چند امور پیش کر دینا ہے۔

--- ① ---

کسی لفظ کے مفہوم کی تعیین دو اعتبار سے ہوتی ہے۔ ایک لغوی معنی کے حیثیت سے، دوسرے اصطلاحی مراد کے لحاظ سے۔ پھر اگر اصطلاحات چند ہیں تو ہر اصطلاح کے اعتبار سے اس کا مفہوم خاص خاص ہو سکتا ہے، لا مناقشۃ فی الاصطلاح۔[1] لیکن جو لفظ جس اصطلاح میں استعمال ہوگا اس کی صحیح تفسیر اور صحیح مراد وہی متعین کرنا ہوگا جو اس اصطلاح کے مطابق ہو۔ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں۔[2]

اس بنا پر لفظ خاتم النبیین چونکہ شریعت اسلام کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے۔ اس لیے اس کا مفہوم و مراد علماء صوفیہ یا حکماء و فلاسفہ یا متکلمین یا معتزلہ وغیرہ وغیرہ کے خاص خاص اصطلاحات کے اعتبار سے جو کچھ لیا جائے وہ ان لفظوں کی صحیح تفسیر نہیں کہی جا سکتی ہے بلکہ شریعت اسلام کی ہدایتوں کے مطابق جو مفہوم متعین ہو وہی صحیح تفسیر ہے اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت اسلام کی بنیادی کتاب ہے اور رسول مقبول ﷺ اس کے حامل امین اور صادق و مصدوق ہیں اس لیے خود قرآن مجید سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے جو مراد و مفہوم واضح ہو وہی حقیقی اور صحیح و شرعی تفسیر ہے۔

--- ② ---

یہ امر تو نص صریح ہے اور متفق علیہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب: ۴۰)

یعنی: "محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔"

لیکن لفظ "خاتم النبیین" میں دو الفاظ کا مفہوم شرعی اور مراد قرآنی تعیین و تنقیح طلب ہے۔ ایک لفظ نبی اور ایک لفظ خاتم۔ پہلے ہم لفظ نبی کے مفہوم شرعی و مراد قرآنی کی وضاحت کر دیتے ہیں جو شریعت اسلام اور قرآن مجید کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے۔

اصطلاح شریعتِ اسلام میں رسول اور نبی کا منصب بہت متقارب ہے لیکن دونوں لفظوں میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ لفظ نبی عام ہے اور رسول اس سے خاص ہے۔ یعنی ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ عامہ علمائے اسلام کی یہی تحقیق ہے لیکن بعض علماء کی تحقیق میں دونوں لفظ ایک ہی منصب کے دو خطاب و لقب ہیں اور دونوں میں عموم و خصوص مطلق نہیں ہے بلکہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول ہے لیکن بہر حال نبی و رسول میں یہ باتیں قدر مشترک ہیں اور ہر رسول اور ہر نبی میں ان باتوں کا ثابت ہونا لازم ہے اور جس میں ان باتوں کا ہونا ثابت نہ ہو وہ شریعتِ اسلام کی زبان میں نبی و رسول نہیں ہوگا اور شرعاً اس پر نبی یا رسول ہونے کا استعمال صحیح نہیں ہوگا۔

① صاحب وحی ہونا یعنی اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے جبرئیل امین کا ہر رسول و نبی کے پاس وحی لایا کرنا ضروری ہے:-

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء: ۱۶۳-۱۶۴)

یعنی: "اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجا جیسا کہ نوح کے پاس اور نوح کے بعد نبیوں کے پاس وحی بھیجا تھا۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجا تھا اور ہم نے داؤد کو زبور دیا۔ اور ان رسولوں کو بھیجا جس کا ذکر ہم نے آپ سے کیا اور ان رسولوں کو بھیجا جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا اور اللہ نے موسیٰ سے یقینی کلام کیا۔"

② ہر نبی و رسول پر باذن اللہ ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (النساء: ۶۴)

یعنی: "ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی

① اصطلاح میں کوئی جھگڑا نہیں۔ (الواقعہ)

② مصنف اپنی تصنیف کو بہتر بیان کر سکتا ہے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے۔"

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّ لَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِهٖ فَیَنۡسَخُ اللّٰهُ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ ثُمَّ یُحۡكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ وَ اللّٰهُ عَلِیۡمٌ حَكِیۡمٌ - لِّیَجۡعَلَ مَا یُلۡقِی الشَّیۡطٰنُ فِتۡنَةً لِّلَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡقَاسِیَةِ قُلُوۡبُهُمۡ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیۡنَ لَفِیۡ شِقَاقٍۭ بَعِیۡدٍ - وَّ لِیَعۡلَمَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّكَ فَیُؤۡمِنُوۡا بِهٖ فَتُخۡبِتَ لَهٗ قُلُوۡبُهُمۡ (الحج: ۵۲-۵۴)

یعنی: "ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نبی و رسول نے جب اللہ کی آیتوں کو پڑھا تو شیطان نے اس میں لگاوٹ کی پھر اللہ شیطان کی لگاوٹ کو مٹا دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے تاکہ شیطان کی لگاوٹ کو باعث فتنہ بنا دے ان لوگوں کے واسطے جن کے دل میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ دور از اتفاق پھوٹ میں ہیں۔ اور تاکہ علم والے جانیں اور سمجھیں کہ آپ کے پروردگار کی طرف سے یہی حق ہے پس اس پر ایمان رکھیں اور اس کے واسطے ان کے دل جھک جائیں۔"

وَ كَمۡ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ نَّبِیٍّ فِی الۡاَوَّلِیۡنَ - وَ مَا یَاۡتِیۡهِمۡ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّا كَانُوۡا بِهٖ یَسۡتَهۡزِءُوۡنَ - فَاَهۡلَكۡنَاۤ اَشَدَّ مِنۡهُمۡ بَطۡشًا وَّ مَضٰی مَثَلُ الۡاَوَّلِیۡنَ (الزخرف: ۶-۸)

یعنی: "اگلوں میں ہم نے کتنے نبی بھیجے اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے استہزاء کرتے تھے پس ہم نے ان لوگوں کو غارت کر دیا جو ان سے قوت میں سخت تھے اور ان اگلوں کے قصے گزر گئے۔"

③ ہر نبی اور رسول کی بعثت ضابطہ شرعیہ اور اللہ کی سنت جاریہ ثابتہ کے مطابق ہونا ضروری ہے:-

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ۱۴۴)

یعنی: "اور محمد (ﷺ) نہیں ہیں مگر رسول ان سے پہلے بہت سے رسول گزرے ہیں۔"

قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف: ۹)

یعنی: "آپ کہہ دیجیے کہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ہوں۔"

ان سب آیتوں سے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ شریعتِ اسلام کی اصطلاح میں اور فرقانِ حمید کی زبان میں نبی و رسول ہونے اور نبی و رسول کہے جانے کے واسطے ان تین باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ اس کا صاحبِ وحی ہونا صاف صاف شرعی ماخذ سے ثابت ہو۔ دوسرے یہ کہ اس کا باذن اللہ واجب الاطاعت ہونا ثابت ہو اور اسی بنا پر امم سابقہ کے جن لوگوں کی نسبت نبوت و رسالت کا کوئی شخص دعویٰ کرے جس کی شہادت صریح شریعتِ اسلام میں نہ ہو تو نہ اس کے تصدیق کی ہدایت کی گئی ہے اور نہ تکذیب کا حکم ہے بلکہ اجمالی ایمان باللہ وکتبہ ورسلہ پر اکتفا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے حتیٰ کہ حضرت خضر، حضرت لقمان، حضرت ذو القرنین کے اوصاف قرآن مجید میں موجود ہونے کے باوجود ان لوگوں کی نبوت و رسالت پر کوئی واضح شہادت نہ ہونے کے سبب سے ان لوگوں کے نبی یا رسول ہونے پر ایمان نہیں لایا جا سکتا ہے۔ تیسرے یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی صداقتِ نبوت میں اللہ جل شانہ نے اپنے سنتِ جاریہ کے مطابق آپ کی بعثت ہونے کو خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوۡلٌ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِ الرُّسُلُ. اور آپ کو اس اعلان کا حکم فرمایا ہے: قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ. اس سے امت محمدیہ کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس کے بعد کسی نبوت کا ظہور ہو یا کوئی بعثت رونما ہو تو یہ معیار صداقت بھی نہایت ضروری طور پر سامنے رکھنا ہوگا۔ پس جو نبی ایسا ہو کہ اس کے صاحبِ وحی ہونے کی اور اس کے نبوت پر ایمان لانے کی اور بحیثیت نبی اس کی اطاعت فرض ہونے کی شہادت فرقانِ حمید اور حاملِ وحی ﷺ کے لسانِ صدق سے ثابت نہ ہو اور وہ علیٰ سنۃ الاولین نہ ہو بلکہ بدعًا من الرسل ہو تو اپنے طور پر اس کو کچھ کہہ لیا جائے لیکن وہ شرعی اور اسلامی نبی کہا نہیں جا سکتا ہے۔ الحاصل جماعت انبیاء و رسل جن میں اوصافِ مخصوصہ نبوت و رسالت جن کا ذکر ہوا موجود ہوں اور جن کو شریعتِ اسلام کی اصطلاح میں اور قرآن مجید کی زبان میں نبی و رسول کہا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ ان سب کے خاتم ہیں اور اس سے انحراف کی گنجائش نہیں ہے اور نبوت تشریعی وغیر تشریعی اور بروزی و تمثیلی وغیرہ خاص خاص مصطلحات مخترعہ ہیں جو اصطلاح قرآن و لسانِ حامل قرآن ﷺ سے باہر ہیں اور اگر بالفرض ان سب مصطلحات کو بھی شرعی اصطلاح اور ان سب اقسام کو بھی نبوت قرآنی تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی ذاتِ اقدس ان سب اقسام نبوت و رسالت کی بھی خاتم ہوگی اور آپ بجمیع الوجوہ خاتم النبیین ہیں۔

--- ③ ---

رہا لفظ خاتم۔ تو آیۂ کریمہ صدر میں خاتم کی قراءت بفتح التاء بھی ثابت ہے اور بکسر التاء بھی۔ خاتم بفتح التاء کا معنی ہے مہر اور خاتم بکسر التاء کا معنی ہے مہر کر دینے والا، ختم کر دینے والا، آگے نہ بڑھنے دینے والا۔

تاویلات وغیرہ سے صافی الذہن ہو کر اس کے معنی سے صاف صاف جو مفہوم و مراد متبادر ہوتا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا مفہوم متبادر فی الذہن نہیں ہوتا ہے یہ ہے کہ آپ کا وجود اقدس سلسلہ انبیاء پر مہر ہے جس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہے اور اس سلسلہ کی آپ آخری کڑی ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہے۔ کوئی شخص آپ کے بعد نہ ہوگا جس کو نبی کہا جائے۔ اگر قرآن مجید سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے یہ ظاہر ہو کہ آپ کے بعد بھی بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری رہے گا اور نبی ہوا کریں گے تب تو لفظ خاتم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ مراد و مفہوم نہیں ہو سکتا ہے اور کوئی دوسرا مفہوم تلاش کرنا ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ شواہد شرعیہ سے حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی نبی کا ہونا نہ ثابت ہو بلکہ نہ ہونا ثابت ہو تو پھر اس مفہوم کے سوا کوئی دوسرا مفہوم اختیار کرنا در حقیقت مفہوم قرآن کو بدل دینا ہے۔

--- ④ ---

نبوت و رسالت کوئی کسبی و اکتسابی صفت نہیں ہے اور نہ مقام نبوت و رسالت کوئی ایسا مقام ہے جس کو عبادت و ریاضت اور مجاہدات یا دیگر علوم و فنون کے ذریعہ حاصل کیا جا سکے۔ بلکہ یہ ایک جلیل القدر رفیع الشان محض وہبی منصب و عہدہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جس کو چاہا اس منصب سے سرفراز فرمایا:-

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (الانعام: ۱۲۴)

یعنی: ''اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں دیگا اور اپنے منصب رسالت کا حامل کس کو بنائے گا۔''

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لیے اس عہدہ کے عہدہ داروں (انبیاء و رسل) کے پاس بہت زبردست اور واضح خط و سرٹیفیکیٹ اور ثبوت و شہادت اپنے اس منصب کا ہونا اشد ضروری اور کسی نبی و رسول کی اپنی بیان کردہ وحی اس تقرری کی سند نہیں ہو سکتی ہے جب تک خود مقرر کرنے والے اللہ سبحانہ کی شہادت نہ ہو اور اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے واسطے بالکل قطعی و پختہ اور آخری شہادت کے لیے اپنی کتاب مہیمن فرقان حمید کو اپنے آخری پیامبر خاتم النبیین ﷺ پر نازل فرما دیا ہے، اس کو خوب تعمق کے ساتھ نظر غائر کے ساتھ دیکھنے سے یہ شواہد بالکل واضح طور پر عیاں ہو جاتے ہیں۔ جن سے حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی جدید نبی یا رسول کا بحیثیت نبی و رسول پیدا اور مبعوث نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سابق انبیاء و رسل کا نہایت کثرت کے ساتھ اور بہت متعدد اور متنوع اسلوب بیان کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے اور ان کی نبوت و رسالت کی واضح شہادت دی ہے لیکن وہ سلسلہ آپ کی ذات اقدس پر ختم کر دیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد کسی ایک نبی یا متعدد انبیاء کی آمد کا ذکر تک نہیں فرمایا جاتا ہے بلکہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے ہی کا حکم ہوتا ہے اور ان کی سرفرازی اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے لقب سے کی جاتی ہے:-

اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (آل عمران: ۶۸)

یعنی: ''سب لوگوں میں زیادہ خصوصیت ابراہیم کے ساتھ ان لوگوں کو تھی جو ان کے متبع ہوئے اور اس نبی کو ہے اور جو اس نبی پر ایمان لائے۔''

اور ارشاد ہوا:-

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۔ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء: ۱۶۳-۱۶۴)

اس میں اللہ تعالیٰ نے گزشتہ چند انبیاء و رسل کا نام ذکر فرما کر یہ بھی فرما دیا کہ اور ایسے رسول بھی گزرے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ہے اور ان سب کی نبوت و رسالت پر شہادت دیدی۔ لیکن آپ کے بعد کسی آنے والے نبی کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور اس کی نبوت و رسالت پر کوئی شہادت نہیں دی جاتی ہے۔ اگر خاتم النبیین ﷺ کے بعد یہ سلسلہ نبوت باقی رہنے والا ہوتا تو اسی آیت میں یہ ارشاد بھی ہو جاتا اور یہ شہادت بھی دیدی جاتی کہ ''رسلاً یاتون من بعدک''[1] اور اسی طرح نزول وحی کے سلسلہ میں ''انا اوحینا الیک''[2] کے بعد ''و نوحی الی الذین من بعدک''[3] بھی واضح فرما دیا جاتا۔ مگر اللہ سبحانہ کی مشیت خاتم النبیین کے بعد سلسلہ نبوت کو باقی رکھنے اور کسی نبی کو مبعوث کرنے کی نہیں تھی۔ اسی لیے اس کا کلام پاک ان بیانات اور ایسی شہادت سے منزہ رہا۔

② سابق انبیاء سے محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا میثاق لیا جاتا ہے اور آپ کی تشریف آوری کی بشارت ان لوگوں کی زبان مبارک سے دلوائی جاتی ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی آنے والے نبی کی نہ بشارت دلوائی جاتی ہے اور نہ اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کا میثاق کسی نبی سے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:-

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف: ۶)

یعنی: ''جب عیسیٰ بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تم لوگوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تورات کی تصدیق کرنے والا اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا (ﷺ)۔''

اور ارشاد ہوتا ہے:-

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ (آل عمران: ۸۱)

یعنی: ''جب اللہ نے پیغمبروں کا عہد لیا کہ جب

---

① رسول جو آپ کے بعد آئیں گے۔ (الواقعۃ)

② بے شک ہم نے آپ کی طرف وحی کی۔ (الواقعۃ)

③ اور ہم ہی وحی کریں گے ان لوگوں کو جو آپ کے بعد آئیں گے۔ (الواقعۃ)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں تم کو کتاب و حکمت دے چکوں، پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی نصرت و مدد کرو گے۔"

اس آیہ کریمہ میں رسل بصیغہ جمع کے عوض رسول بصیغہ واحد ذکر فرما کر کے ایک رسول خاتم النبیین کے سوائے کسی دوسرے نبی کی آمد کا سد باب فرما دیا گیا ہے۔

④ ہر نبی و رسول پر جس کی تصدیق شریعت محمدیہ نے کی ہو اور جو کچھ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ان سب پر ایمان لانا شریعت اسلام نے فرض قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک میں جا بجا اللہ پر اور محمد رسول اللہ ﷺ پر اور اس پر جو آپ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل ہوا ایمان لانے کے ساتھ انبیاء و رسل سابقین پر اور جو کچھ ان پر بذریعہ وحی نازل ہوا اس پر بھی ایمان لانے کا حکم صادر ہوا ہے مگر کسی آنے والے نبی پر اور اس کے بیان کردہ وحی پر ایمان لانے کا حکم ایک جگہ بھی نہیں ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور قرآن پاک کا آغاز اسی سے کیا جاتا ہے :-

الٓمٓ - ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ - الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ - وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (البقرۃ : ۱-۴)

یعنی : "وہ یہی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے جو نہایت ہے پرہیزگاروں کے واسطے، جو ایمان لاتے ہیں، غیب پر اور نماز قائم رکھتے ہیں اور میرے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ پر اتارا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے اتارا گیا اور آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے اور خود حاملِ قرآن ﷺ کو حکم ہوتا ہے :-

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ (آل عمران : ۸۴)

یعنی : "آپ کہیے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا ہے اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور دیگر انبیاء، اپنے رب کی طرف سے دیئے گئے۔"

ایک اور جگہ ایمان مفصل کا اس طرح پر حکم ہوتا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا (النساء : ۱۳۶)

یعنی : "اے ایمان والو ! ایمان رکھو اللہ پر اور اس کے رسول (محمد ﷺ) پر اور اس کتاب (قرآن) پر جو ان پر اتاری گئی ہے اور اس سب کتاب پر جو پہلے اتاری گئی ہے اور جو منکر ہو اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور روز آخرت کا تو وہ بڑی گمراہی میں پڑا۔"

اور بھی ایسی بہت سی آیتیں ہیں جن میں اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ پر اور قرآن مجید پر ایمان لانے کے ساتھ انبیاء سابقین اور ان کی کتابوں پر ایمان لانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ الحاصل تذکرۂ انبیاء اور تصدیق انبیاء اور ایمان بالانبیاء کے متعلق اسلوب بیان و تصریحات سے شواہد قرآنیہ کو جس قدر تتبع کیا جائے اور ان میں جس قدر تعمق کے ساتھ تفکر و تدبر کیا جائے اسی قدر پختگی کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی آنے والے نبی کا کوئی ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فرقانِ حمید میں نہیں کیا اور ایسے نبی کی کوئی تصدیق نہیں فرمائی اور شہادت نہیں دی ہے اور ایسے کسی نبی پر اور اس کے بیان کردہ وحی پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے کا حکم ایمان والوں کو نہیں دیا ہے۔ پس خاتم کی تفسیر یہی ہونا متعین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔

--- ⑤ ---

شواہد قرآنیہ کے ساتھ خود حامل قرآن ﷺ کے ارشادات و ہدایات کثیرہ میں سے بھی چند کو ہم پیش کر دیتے ہیں جس سے آپ کے بعد کسی نبی کا نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

① آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو مجموعہ چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے راہ سے نہ بھٹکو گے : اللہ کی کتاب اور اپنا اسوۂ حسنہ۔

② آپ کا ارشاد ہے کہ میری سنت و طریقہ و خلفائے راشدین کی سنت و طریقہ کی پابندی کرنا۔

③ آپ کا حکم ہے کہ میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرنا۔

④ آثار قیامت میں آپ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام روح اللہ کے آسمان سے نزول فرمانے کی خبر دی ہے لیکن اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی نہیں ہوں گے بلکہ افراد امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہوں گے۔

⑤ صاف اور صریح لفظ میں بھی ارشاد ہے کہ "لا نبی بعدی" یعنی : "میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔"

یہ سب وہ احادیث ہیں جن کی صحت پر کوئی تنقید نہیں ہے اور نہ معنی میں کوئی اغلاق و ابہام ہے۔ پہلی حدیث میں قرآن مجید اور سنت نبوی کو مضبوط پکڑے رہنے کی امت کو تاکید کی گئی ہے اور دوسری حدیث میں سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین کے التزام کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ اور تیسری حدیث میں مخصوص طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اقتدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا حکم دیا گیا ہے لیکن کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے یا اس کی اطاعت کرنے یا ان کی اقتدا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ پھر بھی اگر امت محمدیہ میں کسی مدعی نبوت کا خروج ہو جائے تو ایک مشکل سوال یہ بھی ہوگا کہ اس کا درجہ نبوت بڑا ہوگا یا ابوبکر و عمر و دیگر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا درجہ صحابیت و منصب خلافت جیسا چوتھی حدیث میں ایک اہم واقعہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کی اطلاع دی گئی ہے جو سابق میں ایک جلیل القدر نبی تھے مگر اب وہ صرف ایک فرد افراد امت محمدیہ سے ہوں گے۔ اس سے اور بھی زیادہ وضاحت اس کی ہوتی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت بالکل منقطع کر دیا گیا ہے۔

پانچویں حدیث تو خاتم النبیین ﷺ کی تفسیر میں نص صریح ہے جو بالکل محتاجِ بیان نہیں ہے۔ ان احادیث صحیحہ تو یہ مرفوعہ کے مقابلے میں تین مقولے جو حدیث کے نام سے منقول ہیں ان کو بھی پیش نظر رکھ کر جو شکوک غلط فہمیاں ان سے ہو سکتی ہیں ان کا رفع ہو جانا بہتر ہے۔

① رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند ابراہیم کے متعلق فرمایا کہ: لو عاش لکان صدیقا نبیا[1]۔ یہ روایت ابن ماجہ کی ہے لیکن اوّل تو یہ اس درجہ ضعیف ہے کہ جماعت محدثین نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ یہاں تک کہ ملا علی قاری موضوع کو موضوع کہنے میں بہت نرم اور متساہل ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث سے بھی موضوع ہونے کی جرح کو دفع کرنے کی انھوں نے کوشش کی ہے، لیکن اس کے ضعیف ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیہ کریمہ کے نزول کے بعد یہی رسول اللہ ﷺ کے یہاں ولا ذکر کی ولادت ہونے والی تھی اور حضرت ابراہیم کی ولادت ظہور میں بھی آئی۔ لیکن عالم الغیب سبحانہ وتعالیٰ نے اس سے قبل ہی اس کی اطلاع دے دی اور اپنے مشیت و علوم غیبیہ میں سے اس کو ظاہر فرما دیا کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ چنانچہ اس کی صداقت از قبیل مشاہدات ہونا لازمی تھا اور ہر شخص نے مشاہدہ و معائنہ کر لیا کہ حضرت ابراہیم کی ولادت بھی ہوئی اور قبل اس کے کہ رجل ہونے کا اطلاق حضرت ابراہیم پر کیا جا سکے بہت ہی صغر سنی میں ان کا انتقال بھی ہو گیا لیکن یہ نظر امور دنیا اور بہ اقتضائے بشریت یہ اطلاع اور یہ خبر مسرت بخش نہ تھی۔ اس لیے اسی کے ساتھ ساتھ بنظر سعادت اخروی و بہ اقتضائے فضل و شرف نبوت یہ مژدہ فضیلت بھی بخشا: وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ اس کے بعد جملہ: لو عاش لکان صدیقا۔ اگر قول پیغمبر ﷺ ہونا تسلیم کر کے آیہ کریمہ کے سامنے رکھا جائے تو اس کا مطلب صرف یہی ہو سکتا ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ نبی صدیق ہوتے۔ جس سے دنیاوی نقطہ نظر سے تو وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے لیکن شرف و سعادت اُخروی کے لحاظ سے میری فضیلت خاتم النبیین ہونے کی نہ ہوتی۔ اس لیے اللہ سبحانہ نے اپنے ارادہ و مشیت کے مطابق ابراہیم کو اٹھا لیا اور میرے واسطے حقیقی و اُخروی شرف ختم نبوت کو پسند و مقرر فرمایا، جس کو ابراہیم کی ولادت سے بھی پہلے ظاہر فرما دیا تھا۔ تیسرے یہ کہ جملہ: لو عاش لکان صدیقا نبیا میں لفظ لو کا استعمال ہی ابراہیم ہی کی زندگی کو بھی اور ان کے نبی صدیق ہونے کو بھی مطابق قواعد نحو ممتنع الوقوع ہونا ظاہر کر رہا ہے جیسے: لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا[2] (الانبیاء: ۲۲) میں تو آلہۃ اور فساد کونین دونوں کا ممتنع الوقوع ہونا ظاہر ہے۔

② ایک مجہول روایت یہ منقول ہے:-

انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء۔[3]

اول تو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر نص صریح قرآنی وارد ہے۔ جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے اور اس سے انکار کرنا قرآن مجید سے انکار کرنا ہے جو کفر کے مرادف ہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد سے اب تک کسی مصدق نبی کا نہ ہونا کلام ربانی کی صداقت کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ بخلاف اس مجہول روایت کے کہ اس کے ضعیف اور غیر صحیح ہونے کی روشن دلیل بھی کافی ہے کہ اہل سنت کے یہاں بھی اور اہل تشیع کے یہاں بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد سے بہت سے ولی گزرے ہیں۔ جن کو اکابرین علمائے امت نے ولی تسلیم کیا ہے اور ولی ہونے کا جو معیار شریعت اسلام نے بتایا ہے وہ ان میں موجود تھا۔ دوسرے یہ کہ لفظ خاتم کا معنی مہر ہے اور مہر زیادہ تر تو آخر میں ثبت کی جاتی ہے لیکن کبھی سرنامہ پر بھی ثبت کر دی جاتی ہے اس لحاظ سے اس جملہ کا اگر یہ معنی کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا اور غیر صحیح اور غیر مقبول و نا قابلِ قبول کہے جانے سے محفوظ رہ سکے گا کہ ہم آخری نبی ہیں اور تم اے علی اوّلین ولی ہو۔ چونکہ سلسلہ نبوت رسول اللہ ﷺ کے بہت قبل سے جاری تھا اور آپ کے بعد اس کے باقی رہنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور سلسلہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد برابر جاری رہا اور زمانہ مرتضوی سے پہلے کسی ولی کا ثبوت نہیں ہے۔[4]

③ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ جملہ منسوب کیا جاتا ہے کہ

---

① اگر وہ زندہ رہتا تو نبی صدیق ہوتا۔ (الواقعۃ)

②

③ میں خاتم الانبیاء ہوں اور تم اے علی! خاتم الاولیاء ہو۔ (الواقعۃ)

④ یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ یہ تمام تر توجیہات فاضل مضمون نگار نے ایک مجہول روایت کی کی ہے۔ و نیز از روئے قرآن نبوت کے بعد صدیقیت کا مرتبہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ صدیق اکبر ہیں، اور یہ بھی کہ شرف صحابیت مقام ولایت سے بلند تر ہے۔ (تنزیل)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قولوا انه خاتم الانبياء و لا تقولوا لا نبی بعده۔ ①

بلا شک و شبہ جملہ اہل سنت و الجماعت کے یہاں حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا پایہ دینی مشاغل میں بہت بڑا ہے اور بہت وافر دینی مسائل کی بنیاد آپ کی روایت بلکہ آپ کے اجتہاد پر بھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ایک طرف تو یہ روایت صحیح خود رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ عالی ہے کہ: لا نبی بعدی۔ اور دوسری طرف یہ روایت مجہولہ غیر مقطوع الصحۃ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ٹھیک اس کی تردید میں پیش کیا جائے کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بدلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بھی اس طرح کی روایت منسوب ہوتی تو بھی اس مرفوع صحیح حدیث کے مقابلہ میں یہ مجہول الروایت غیر مقطوع الصحۃ موقوف جملہ لا یعبا بہ ہوتا۔ اگر بہ سند صحیح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث: لا نبی بعدی کی کوئی توضیح مروی ہوتی تو البتہ اس پر غور کیا جاتا۔ پھر یہ کہ ایک طرف قول رسول صادق مصدوق ہے کہ لا نبی بعدی اور ایک طرف قول عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہے کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ تو تاویل دلے برندش حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول میں کرنا ہوگا نہ کہ قولِ پیغمبر میں جو کہ خود خاتم النبیین کی تفسیر ہے۔

ان حقائق و شواہد کی بنا پر خاتم النبیین کی صحیح اور حقیقی تفسیر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی ہے کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق جن لوگوں پر لفظ نبی کا اطلاق صحیح ہے اور زمرۂ انبیاء میں جو داخل ہیں۔ حضور اقدس ﷺ ان سب کے خاتمے پر ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے اور یہ وصف آپ کا منتہائے کمال ہے کہ سلسلہ نبوت آپ پر منتہی کر دیا گیا۔

سرور انبیاء ہونے میں وہ توصیف نہیں ہے جو وصف سلسلہ نبوت کے منتہائے کمال ہونے میں ہے۔

یہاں پر کلام ربانی کے کمالِ بلاغت کا ایک لطیف و دقیق نکتہ بھی خیال میں رکھنا چاہیے وہ یہ کہ اس آیہ کریمہ میں لفظ خاتم النبیین خود آپ اپنی تفسیر ہے۔ اس اجمال کی تفصیل و توضیح یہ ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ کے دو وصف موقع مدح میں بیان کیے ہیں۔ ایک رسول اللہ ہونا، دوسرا خاتم النبیین ہونا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے مقرب و برگزیدہ بندے جو صلحائے بنی آدم ہیں دو حال سے خالی نہیں اور دو تقسیم سے باہر نہیں ہیں۔ ایک گروہ انبیاء اور ایک گروہ غیر انبیاء۔ یعنی ایک وہ جماعت جن کو منصب نبوت عطا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے ان کی نبوت کی شہادت دی ہے اور تصدیق کی ہے اور ان کو نبی کے لقب سے ممتاز کیا ہے۔ اور ایک وہ جماعت جن کو یہ منصب نہیں عطا ہوا ہے۔ پھر بعض خصوصی امتیازات کی بنا پر گروہ انبیاء میں سے ایک جماعت کو نبوت کا بھی ایک اخص درجہ رسالت کا عنایت کیا گیا جو باقی زمرۂ انبیاء کو نہیں تفویض ہوا۔ اور یہ ایسی واضح اور کھلی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہ ہوگا۔ اب بہت توجہ اور غور کے ساتھ بالکل صافی الذہن ہو کر یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر لفظ خاتم سے مقصود سروری اور سیادت و امامت ہوتی تو بجائے خاتم النبیین کے خاتم الرسل کے لفظ میں مدح و وصف کی شان زیادہ اعلیٰ ہوتی اور خاصانِ خدا کی سرداری سے اخص خاصانِ خدا کی سرداری کے لفظ میں بدرجہا زیادہ علو و رفعتِ شان ہے اور اگر اس کے عوض نبیین کا لفظ افادۂ عمومیت کے واسطے ذکر کیا گیا ہے تو پھر سید ولد آدم خاتم البشر وغیرہ میں افادۂ عمومیت بہ نسبت خاتم النبیین کے بہت زیادہ تھا بہ خلاف اس کے خاتم کا حقیقی اور اصلی و صحیح معنی اپنی جگہ پر رکھنے سے کمالِ مدح و وصف ٹھیک ٹھیک باقی رہتا ہے اور خاص لفظ خاتم النبیین ہی سے وہ مفہوم و مقصود ادا ہوتا ہے کیونکہ منصب رسالت بھی منصب نبوت ہی کا ایک اعلیٰ درجہ ہے۔ اگر خاتم الرسل کہا جاتا تو صرف اس اعلیٰ درجہ کا سلسلہ آپ پر منتہی ہونا ظاہر ہوتا اور خاتم النبیین فرما دینے سے منصب رسالت اور اس سے عام منصب نبوت دونوں کا آپ پر ختم ہو جانا واضح ہو جاتا ہے جس سے آپ کا انتہائے مدح و وصف اور علو و رفعتِ شان بیان کر دینا مقصود باری تعالیٰ ہے اور اسی توضیح و تشریح سے نبی کا بھی وہی معنی اس آیت میں مراد ہونا متعین ہو جاتا ہے جس معنی میں خود اللہ سبحانہ نے نبی کا لفظ اپنی کتاب عزیز میں استعمال فرمایا ہے کیونکہ شریعتِ اسلام کی اصطلاح اور قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق اگر نبی کا مفہوم نہ مراد لیا جائے بلکہ ہر من گھڑت مدعی نبوت اس میں شامل کر لیا جائے تو وہ سلسلہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے عہد مبارک ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ اور اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ سلسلہ بدع من الرسل کا کس پر ختم ہوگا۔ ایسے نبیوں کے آپ بے شک اور ہرگز خاتم نہیں ہیں۔ لیکن آپ خاتم النبیین ہیں ضرور اور اس پر ایمان نہ رکھنا خلاف ایمان ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس آیت میں نبی کا وہی معنی مراد ہے جو قرآن مجید میں ہر جگہ مراد ہے۔

ان شواہدِ واضحہ و حقائق ثابتہ کے باوجود بھی سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد کسی نبی کا بروز و ظہور نبوت تشریعی و غیر تشریعی اور نبوت بروزی و تمثیلی وغیرہ الفاظ لایعنی و تاویلات سخیفہ کی آڑ میں شریعتِ اسلام کے مسلک کے مطابق قابل قبول نہیں ہو سکتا ہے۔

وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ (آل عمران: ۸۵)

یعنی: ''جس نے اسلام کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔''

اور یہی نہیں کہ وہ نبی غیر تشریعی ہوگا بلکہ غیر شرعی و نا مشروع ہوگا اور شرعی نقطۂ نگاہ سے وہ منجملہ طواغیت کے ہوگا جس کو کوئی تائید و شہادت اللہ سبحانہ کی طرف

بقیہ صفحہ ... پر ملاحظہ کریں

① کہو کہ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (الواقعۃ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ

ختم نبوت اور خاتم النبیین کے معنی

ایک گروہ، جس نے اِس دور میں نئی نبوت کا فتنۂ عظیم کھڑا کیا ہے، لفظ خَاتَم النَّبِیّین کے معنی ''نبیوں کی مہر'' کرتا ہے اور اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد جو انبیاء بھی آئیں گے وہ آپ ﷺ کی مُہر لگنے سے نبی بنیں گے، یا بالفاظِ دیگر جب تک کسی کی نبوت پر آپ ﷺ کی مُہر نہ لگے وہ نبی نہ ہو سکے گا۔

لیکن جس سلسلۂ بیان میں یہ آیت وارد ہوئی ہے اس کے اندر رکھ کر اسے دیکھا جائے تو اس لفظ کا یہ مفہوم لینے کی قطعاً کوئی گنجائش نظر نہیں آتی، بلکہ اگر یہی اس کے معنی ہوں تو یہاں یہ لفظ بے محل ہی نہیں، مقصودِ کلام کے بھی خلاف ہو جاتا ہے۔ آخر اس بات کی کیا تُک ہے کہ اوپر سے تو نکاحِ زینب رضی اللہ عنہا پر معترضین کے اعتراضات اور ان کے پیدا کیے ہوئے شکوک و شبہات کا جواب دیا جا رہا ہو اور یکا یک یہ بات کہہ ڈالی جائے کہ محمد ﷺ نبیوں کی مُہر ہیں، آئندہ جو نبی بھی بنے گا، ان کی مُہر لگ کر بنے گا۔ اس سیاق و سباق میں یہ بات نہ صرف یہ کہ بالکل بے تکی ہے، بلکہ اس سے وہ استدلال اُلٹا کمزور ہو جاتا ہے جو اوپر سے معترضین کے جواب میں چلا آ رہا ہے۔ اس صورت میں تو معترضین کے لیے یہ کہنے کا اچھا موقع تھا کہ آپ یہ کام اِس وقت نہ کرتے تو کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس رسم کو مٹانے کی ایسی ہی کچھ شدید ضرورت ہے تو آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی مہر لگ کر جو انبیاء آتے رہیں گے اُن میں سے کوئی اسے مٹا دے گا۔

ایک دوسری تاویل اس گروہ نے یہ بھی کی ہے کہ ''خاتم النبیین'' کے معنی افضل النبیین کے ہیں، یعنی نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوا ہے، البتہ کمالاتِ نبوت حضور ﷺ پر ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ مفہوم لینے میں بھی وہی قباحت ہے جو اوپر ہم نے بیان کی ہے۔ سیاق و سباق سے یہ مفہوم بھی کوئی مناسبت نہیں رکھتا، بلکہ اُلٹا اس کے خلاف پڑتا ہے۔ کفار و منافقین کہہ سکتے تھے کہ حضرت، کم تر درجے کے ہی سہی بہرحال آپ کے بعد بھی نبی آتے رہیں گے۔ پھر کیا ضرور تھا کہ اس رسم کو بھی آپ ہی مٹا کر تشریف لے جاتے۔

لغت کی رُو سے خاتم النبیین کے معنی:

پس جہاں تک سیاق و سباق کا تعلق ہے وہ قطعی طور پر اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں خاتم النبیین کے معنی سلسلۂ نبوت کو ختم کر دینے والے ہی کے لیے جائیں اور یہ سمجھا جائے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ لیکن یہ صرف سیاق ہی کا تقاضا نہیں ہے، لغت بھی اِسی معنی کی مقتضی ہے۔ عربی لغت اور محاورے کی رُو سے ''ختم'' کے معنی مُہر لگانے، بند کرنے، آخر تک پہنچ جانے، اور کسی کام کو پورا کر کے فارغ ہو جانے کے ہیں۔

خَتَمَ العَمَل کے معنی ہیں: فَرَغَ مِنَ العَمَلِ، ''کام سے فارغ ہو گیا۔''

خَتَمَ الاناء کے معنی ہیں ''برتن کا منہ بند کر دیا اور اس پر مُہر لگا دی تاکہ نہ کوئی چیز اس میں سے نکلے اور نہ کچھ اس کے اندر داخل ہو۔''

خَتَمَ الکتاب کے معنی ہیں ''خط بند کر کے اس پر مُہر لگا دی تاکہ خط محفوظ ہو جائے۔''

خَتَمَ عَلَی القلب، ''دل پر مُہر لگا دی کہ نہ کوئی بات اس کی سمجھ میں آئے، نہ پہلے سے جمی ہوئی کوئی بات اس میں سے نکل سکے۔''

خِتَامُ کُلِّ مَشْرُوب، ''وہ مزا جو کسی چیز کو پینے کے بعد آخر میں محسوس ہوتا ہے۔''

خَاتِمَۃُ کُلِّ شَیءٍ عاقبتہ وآخرتہ، ہر چیز کے خاتمے سے مراد ہے ''اس کی عاقبت اور آخرت۔''

خَتَمَ الشَّیء، بلغ آخرہ، ''کسی چیز کو ختم کرنے کا مطلب ہے اس کے آخر تک پہنچ جانا۔'' اسی معنی میں ختم قرآن بولتے ہیں اور اسی معنی میں سورتوں کی آخری آیات کو خواتیم کہا جاتا ہے۔

خَاتَمُ القَومِ، آخرھم، خاتم القوم سے مراد ہے: ''قبیلے کا آخری آدمی''۔ (ملاحظہ ہو لسان العرب، قاموس اور قرب الموارد)[1]

اس بنا پر تمام اہلِ لغت اور اہلِ تفسیر نے

---

[1] یہاں ہم نے لغت کی صرف تین کتابوں کا حوالہ دیا ہے۔ لیکن بات انہی تین کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ عربی زبان کی کوئی معتبر لغت اٹھا کر دیکھ لی جائے، اس میں لفظ ''خاتم'' کی یہی تشریح ملے گی۔ لیکن منکرینِ ختمِ نبوت خدا کے دین میں نقب لگانے کے لیے لغت کو چھوڑ کر اس بات کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی شخص کو خاتم الشعراء، یا خاتم الفقہاء، یا خاتم المفسرین کہنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس شخص کو یہ لقب دیا گیا ہے اس کے بعد کوئی شاعر یا فقیہ یا مفسر پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس فن کے کمالات اُس شخص پر ختم ہو گئے۔ حالانکہ مبالغے کے طور پر اس طرح کے القاب کا استعمال یہ معنی ہرگز نہیں رکھتا کہ لغت کے اعتبار سے خاتم کے اصل معنی ہی کامل یا افضل کے ہو جائیں، اور آخری کے معنی میں یہ لفظ استعمال کرنا سرے سے غلط قرار پائے۔ یہ بات صرف وہی شخص کہہ سکتا ہے جو زبان کے قواعد ==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالاتفاق خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے لیے ہیں۔ عربی لغت و محاورے کی رُو سے خاتم کے معنیٰ ڈاک خانے کی مہر کے نہیں ہیں جسے لگا لگا کر خطوط جاری کیے جاتے ہیں، بلکہ اس سے مراد وہ مہر ہے جو لفافے پر اس لیے لگائی جاتی ہے کہ نہ اس کے اندر سے کوئی چیز باہر نکلے، نہ باہر کی کوئی چیز اندر جائے۔

ختم نبوت کے بارے میں نبی ﷺ کے ارشادات:

قرآن کے سیاق و سباق اور لغت کے لحاظ سے اس لفظ کا جو مفہوم ہے اسی کی تائید نبی ﷺ کی تشریحات کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر چند صحیح ترین احادیث ہم یہاں نقل کرتے ہیں:-

① - قال النبی ﷺ کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء۔ ھلک نبی خلفہ نبی، وانہ لا نبی بعدی و سیکون خلفاء۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب ماذکر عن بنی اسرئیل)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی مر جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ بلکہ خلفاء ہوں گے۔''

② - قال النبی ﷺ ان مثلی و مثل الانبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتاً فاحسنہ واجملہ الا موضع لبنۃ من زاویۃ فجعل الناس یطوفون بہ ویعجبون لہ ویقولون ھلا وضعت ھذہ اللبنۃ، فانا اللبنۃ۔ و انا خاتم النبیین۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النبیین)

نبی ﷺ نے فرمایا: ''میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں (یعنی میرے آنے پر نبوت کی عمارت مکمل ہو چکی ہے، اب کوئی جگہ باقی نہیں ہے جسے پُر کرنے کے لیے کوئی آئے)۔''

اسی مضمون کی چار حدیثیں مسلم، کتاب الفضائل، باب خاتم النبیین میں ہیں، اور آخری حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں: فجئت فختمت الانبیاء۔ ''پس میں آیا اور انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔''

یہی حدیث انہی الفاظ میں ترمذی، کتاب المناقب، باب فضل النبی، اور کتاب الآداب، باب الامثال میں ہے۔

مسند ابوداود طیالسی میں یہ حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث کے سلسلے میں آئی ہے اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: ختم بی الانبیاء، ''میرے ذریعے سے انبیاء کا سلسلہ ختم کیا گیا۔''

مسند احمد میں تھوڑے تھوڑے لفظی فرق کے ساتھ اس مضمون کی احادیث حضرت ابی بن کعب، حضرت ابوسعد خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے نقل کی گئی ہیں۔

③ - ان رسول اللہ ﷺ قال فضلت علی الانبیاء بست، اعطیت جوامع الکلم، ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم، وجعلت لی الارض مسجداً و طھوراً، وارسلت الی الخلق کافۃ، و ختم بی النبیون۔ (مسلم، ترمذی، ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے (۱) مجھے جامع و مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی، (۲) مجھے رعب کے ذریعے سے نصرت بخشی گئی، (۳) میرے لیے اموال غنیمت حلال کیے گئے، (۴) میرے لیے زمین کو مسجد بھی بنا دیا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی (یعنی میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں میں ہی نہیں بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جا سکتی ہے اور پانی نہ ملے تو میری شریعت میں تیمم کر کے وضو کی حاجت بھی پوری کی جا سکتی ہے اور غسل کی حاجت بھی)، (۵) مجھے تمام دنیا کے لیے رسول بنایا گیا، (۶) اور میرے اوپر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔''

④ - قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ (ترمذی، کتاب الرؤیا، باب ذھاب النبوۃ۔ مسند احمد، مرویات انس بن مالک ؓ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ میرے بعد اب نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔''

== سے ناواقف ہو۔ کسی زبان میں بھی یہ قاعدہ نہیں ہے کہ اگر کسی لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کبھی کبھی مجازاً کسی دوسرے معنی میں بولا جاتا ہو تو وہی معنی اس کے اصل معنی بن جائیں اور لغت کی رُو سے جو اس کے حقیقی معنی ہیں اُن میں اس کا استعمال ممنوع ہو جائے۔ آپ کسی عرب کے سامنے جب کہیں گے کہ جاء خاتم القوم، تو وہ اس کا یہ مطلب ہرگز نہ لے گا کہ قبیلے کا فاضل و کامل آدمی آ گیا، بلکہ اس کا مطلب وہ یہی لے گا کہ پورا قبیلہ آ گیا ہے حتیٰ کہ آخری آدمی جو رہ گیا تھا وہ بھی آ گیا۔

اس کے ساتھ یہ بات بھی نگاہ میں رہنی چاہیے کہ خاتم الشعراء، خاتم الفقہاء، اور خاتم المحدثین وغیرہ القاب جو بعض لوگوں کو دیے گئے ہیں ان کے دینے والے انسان تھے، اور انسان کبھی یہ نہیں جان سکتا کہ جس شخص کو وہ کسی صفت کے اعتبار سے خاتم کہہ رہا ہے اس کے بعد پھر کوئی اس صفت کا حامل پیدا نہیں ہوگا۔ اسی وجہ سے انسانی کلام میں ان القاب کی حیثیت مبالغے اور اعتراف کمال سے زیادہ کچھ ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے متعلق یہ کہہ دے کہ فلاں صفت اُس پر ختم ہو گئی تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اسے بھی انسانی کلام کی طرح مجازی کلام سمجھ لیں۔ اللہ نے اگر کسی کو خاتم الشعراء کہہ دیا ہوتا تو یقیناً اس کے بعد کوئی شاعر نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اس نے جسے خاتم النبیین کہہ دیا، غیر ممکن ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی ہو سکے۔ اس لیے کہ اللہ عالم الغیب ہے اور انسان عالم الغیب نہیں ہیں۔ اللہ کا کسی کو خاتم النبیین کہنا اور انسانوں کا کسی کو خاتم الشعراء، اور خاتم الفقہاء، وغیرہ کہہ دینا آخر ایک درجے میں کیسے ہو سکتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤- قال النبی ﷺ انا محمد، و انا احمد و انا الماحی الذی یحشر الناس علی عقبی، و انا العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ (بخاری و مسلم، کتاب الفضائل، باب اسماء النبی۔ ترمذی، کتاب الآداب، باب اسماء النبی۔ موطا، کتاب اسماء النبی۔ المستدرک للحاکم، کتاب التاریخ، باب اسماء النبی)

نبی ﷺ نے فرمایا: "میں محمد ہوں، میں احمد ہوں۔ میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعے سے کفر محو کیا جائے گا۔ میں حاشر ہوں کہ میرے بعد لوگ حشر میں جمع کیے جائیں گے (یعنی میرے بعد اب بس قیامت ہی آنی ہے)، اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔"

⑥- قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لم یبعث نبیاً الا حذر امتہ الدجّال و انا أخر الانبیاء وانتم أخر الامم وھو خارج فیکم لا محالۃ۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الدجّال)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجّال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو (مگر اُن کے زمانے میں وہ نہ آیا) اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ لا محالہ اب اس کو تمہارے اندر ہی نکلنا ہے۔"

⑦- عن عبد الرحمن بن جبیر قال سمعت عبد اللہ بن عمرو بن العاص یقول خرج علینا رسول اللہ ﷺ یوماً کالمودّع فقال انا محمد النبی الامی ثلاثاً و لا نبی بعدی۔ (مسند احمد، مرویات عبد اللہ بن عمرو بن العاص)

عبد الرحمن بن جُبَیر کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے مکان سے نکل کر ہمارے درمیان تشریف لائے اس انداز سے کہ گویا آپ ﷺ ہم سے رخصت ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: "میں محمد نبی امی ہوں"۔ پھر فرمایا: "اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

⑧- قال رسول اللہ ﷺ لا نبوۃ بعدی الا المبشرات۔ قیل وما المبشرات یا رسول اللہ؟ قال الرؤیا الحسنۃ۔ او قال الرؤیا الصالحۃ۔ (مُسند)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے، صرف بشارت دینے والی باتیں ہیں۔" عرض کیا گیا "وہ بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں یا رسول اللہ ﷺ؟" فرمایا: "اچھا خواب" یا فرمایا "صالح خواب۔" (یعنی وحی کا اب کوئی امکان نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ ملے گا بھی تو بس اچھے خواب کے ذریعے سے مل جائے گا)۔

⑨- قال النبی ﷺ لو کان بعدی نبیّ لکان عمر بن الخطاب۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

نبی ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔"

⑩- قال رسول اللہ ﷺ لعلیٍّ انت منّی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ، الا انہ لا نبی بعدی۔ (بخاری و مسلم، کتاب فضائل الصحابہ)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے ساتھ تمہاری نسبت وہی ہے جو موسیٰؑ کے ساتھ ہارونؑ کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

بخاری و مسلم نے یہ حدیث غزوہ تبوک کے ذکر میں بھی نقل کی ہے۔ مسند احمد میں اس مضمون کی دو حدیثیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہیں، جن میں سے ایک کا آخری فقرہ یوں ہے: الا انہ لا نبوۃ بعدی، "مگر میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔" ابو داود و طیالسی، امام احمد اور محمد بن اسحاق نے اس سلسلے میں جو تفصیلی روایات نقل کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوہ تبوک کے لیے تشریف لے جاتے وقت نبی ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کی حفاظت و نگرانی کے لیے اپنے پیچھے چھوڑنے کا فیصلہ فرمایا تھا۔ منافقین نے اس پر طرح طرح کی باتیں ان کے بارے میں کہنی شروع کر دیں، انھوں نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ، کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟" اس موقع پر حضور ﷺ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ "تم میرے ساتھ وہی نسبت رکھتے ہو جو موسیٰ کے ساتھ ہارون رکھتے تھے۔" یعنی جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارونؑ کو بنی اسرائیل کی نگرانی کے لیے پیچھے چھوڑا تھا اسی طرح میں تم کو مدینے کی حفاظت کے لیے چھوڑے جا رہا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حضور ﷺ کو اندیشہ ہوا کہ حضرت ہارونؑ کے ساتھ یہ تشبیہ کہیں بعد میں کسی فتنے کی موجب نہ بن جائے، اس لیے فوراً آپ ﷺ نے یہ تصریح فرما دی کہ میرے بعد کوئی شخص نبی ہونے والا نہیں ہے۔

⑪- عن ثوبان قال رسول اللہ ﷺ .... و انہ سیکون فی أمتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ (ابو داود، کتاب الفتن)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اور یہ کہ میری امت میں تیس کذّاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبی ہونے کا دعویٰ کرے گا، حالاں کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

اسی مضمون کی ایک اور حدیث ابوداود نے کتاب الملاحم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ ترمذی نے بھی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ دونوں روایتیں نقل کی ہیں اور دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلا ثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ، "یہاں تک کہ اٹھیں گے تیس کے قریب جھوٹے فریبی، جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا وہ اللہ کا رسول ہے۔"

⑫- قال النبی ﷺ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلّمون من

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیران یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد عمر۔ (بخاری، کتاب المناقب)

نبی ﷺ نے فرمایا: "تم سے پہلے جو بنی اسرائیل گزرے ہیں ان میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ہوا تو وہ عمرؓ ہوگا۔"

(۱۳) - قال رسول اللہ ﷺ لا نبی بعدی و لا امۃ بعدی امتی۔ (کتاب الرؤیا، طبرانی، بیہقی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی اُمت (یعنی کسی نئے آنے والے نبی کی اُمت) نہیں۔"

(۱۴) - قال رسول اللہ ﷺ فانی اخر الانبیاء و ان مسجدی اخر المساجد۔ (مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکہ والمدینۃ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (یعنی مسجد نبوی) ہے۔" (مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجد مکہ والمدینۃ)[1]

یہ احادیث بکثرت صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی ﷺ سے روایت کی ہیں اور بکثرت محدثین نے ان کو بہت سی قوی سندوں سے نقل کیا ہے۔ ان کے مطالعے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مختلف مواقع پر، مختلف طریقوں سے، مختلف الفاظ میں اس امر کی تصریح فرمائی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد جو بھی رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ دجال و کذاب ہے۔[2] قرآن کے الفاظ "خاتم النبیین" کی اس سے زیادہ مستند و معتبر اور قطعی الثبوت تشریح اور کیا ہو سکتی ہے! رسول پاک ﷺ کا ارشاد تو بجائے خود سند و حجت ہے۔ مگر جب وہ قرآن کی ایک نص کی شرح کر رہا ہو تب تو وہ اور بھی زیادہ قوی حجت بن جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر قرآن کو سمجھنے والا اور اس کی تفسیر کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کا کوئی دوسرا مفہوم بیان کرے اور ہم اسے قبول کرنا کیا معنی، قابلِ التفات بھی سمجھیں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع:

قرآن و سنت کے بعد تیسرے درجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کی حجیت ہے۔ یہ بات تمام معتبر تاریخی روایات سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کی وفات کے فوراً بعد جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، اور جن لوگوں نے ان کی نبوت تسلیم کی، اُن سب کے خلاف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق جنگ کی تھی۔

اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ مُسیلمہ کذاب کا معاملہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ شخص نبی ﷺ کی نبوت کا منکر نہ تھا بلکہ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ اُسے حضور ﷺ کے ساتھ شریکِ نبوت بنایا گیا ہے۔ اُس نے حضور ﷺ کی وفات سے پہلے جو عریضہ آپ ﷺ کو لکھا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

من مسیلمۃ رسول اللہ الی محمد رسول اللہ سلام علیک فانی اشرکت فی الامر معک۔ (طبری، جلد دوم، ص ۳۹۹، طبع مصر)

"مُسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ آپ پر سلام ہو۔ آپ کو معلوم ہو کہ میں آپ

---

(۱) منکرینِ ختم نبوت اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ نے اپنی مسجد کو آخر المساجد فرمایا، حالانکہ وہ آخری مسجد نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی بے شمار مسجدیں دُنیا میں بنی ہیں، اسی طرح جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں آخر الانبیاء ہوں تو اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد نبی آتے رہیں گے، البتہ فضیلت کے اعتبار سے آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ ﷺ کی مسجد آخری مسجد ہے۔ لیکن درحقیقت اس طرح کی تاویلیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے کلام کو سمجھنے کی اہلیت سے محروم ہو چکے ہیں۔ صحیح مسلم کے جس مقام پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے اس کے سلسلے کی تمام احادیث کو ایک نظر ہی آدمی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ حضور ﷺ نے اپنی کس مسجد میں فرمایا ہے۔ اس مقام پر حضرت ابوہریرہ، حضرت عبد اللہ بن عمر اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جو روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں ان میں بتایا گیا ہے کہ دنیا میں صرف تین مساجد ایسی ہیں جن کو عام مساجد پر فضیلت حاصل ہے، جن میں نماز پڑھنا دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے۔ اور اسی بنا پر صرف انہی تین مسجدوں میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کر کے جانا جائز ہے، باقی کسی مسجد کا یہ حق نہیں ہے کہ آدمی دوسری مسجدوں کو چھوڑ کر خاص طور پر اُس میں نماز پڑھنے کے لیے سفر کرے۔ ان میں سے پہلی مسجد الحرام ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بنایا تھا۔ دوسری مسجد، مسجد اقصیٰ ہے جسے حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اور تیسری مسجد، مدینہ طیبہ کی مسجد نبوی ہے جس کی بنیاد حضور نبی اکرم ﷺ نے رکھی۔ آپ ﷺ کے ارشاد کا منشا یہ ہے کہ اب چونکہ میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے میری اس مسجد کے بعد دنیا میں کوئی چوتھی مسجد ایسی بننے والی نہیں ہے جس میں نماز پڑھنے کا ثواب دوسری مسجدوں سے زیادہ ہو، اور جس کی طرف نماز کی غرض سے سفر کر کے جانا درست ہو۔

(۲) منکرینِ ختم نبوت، رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات کے مقابلے میں اگر کوئی چیز پیش کرتے ہیں تو وہ یہ روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "یہ تو کہو کہ حضور ﷺ خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔" لیکن اول تو حضور ﷺ کے صاف صاف ارشادات کے مقابلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کسی قول کو پیش کرنا ہی سخت گستاخی و بے ادبی ہے، اس پر مزید یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جس روایت میں یہ قول منسوب کیا گیا ہے وہ بجائے خود غیر مستند ہے۔ اسے حدیث کی کسی معتبر کتاب میں کسی قابلِ ذکر محدث نے نقل نہیں کیا ہے۔ تفسیر کی ایک کتاب دُرِ منثور اور لغت حدیث کی ایک کتاب تکملہ مجمع سے اس کو نقل کیا جاتا ہے، مگر اس کی سند کا کچھ پتا نہیں ملتا۔ ایسی ضعیف ترین روایت اور وہ بھی ایک صحابیہ کے قول کو لاکر نبی اکرم ﷺ کے اُن ارشادات کے مقابلے میں پیش کیا جاتا ہے جنہیں تمام اکابر محدثین نے صحیح سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ نبوت کے کام میں شریک کیا گیا ہوں۔"

علاوہ بریں مورخ طبری نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اُس میں اشہد ان محمداً رسول اللہ کے الفاظ بھی کہے جاتے تھے۔ اس صریح اقرارِ رسالتِ محمدی کے باوجود اسے کافر اور خارج از ملت قرار دیا گیا اور اس سے جنگ کی گئی۔ تاریخ سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنو حنیفہ نیک نیتی کے ساتھ (In good faith) اُس پر ایمان لائے تھے اور انھیں واقعی اس غلط فہمی میں ڈالا گیا تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کو خود شریکِ رسالت کیا ہے۔ نیز قرآن کی آیات کو اُن کے سامنے مسیلمہ پر نازل شدہ آیات کی حیثیت سے ایک ایسے شخص نے پیش کیا تھا جو مدینہ طیبہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کر کے گیا تھا (البدایہ والنہایہ لابن کثیر، جلد ۵، ص ۵۱)۔ مگر اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو مسلمان تسلیم نہیں کیا اور ان پر فوج کشی کی۔ پھر یہ کہنے کی بھی گنجائش نہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے خلاف ارتداد کی بنا پر نہیں بلکہ بغاوت کے جرم میں جنگ کی تھی۔ اسلامی قانون کی رُو سے باغی مسلمانوں کے خلاف اگر جنگ کی نوبت آئے تو ان کے اسیرانِ جنگ غلام نہیں بنائے جا سکتے، بلکہ مسلمان تو درکنار، ذمی بھی اگر باغی ہوں تو گرفتار ہونے کے بعد ان کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔ لیکن مسیلمہ اور اس کے پیروؤں پر جب چڑھائی کی گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا جائے گا۔ اور جب وہ لوگ اسیر ہوئے تو فی الواقع ان کو غلام بنایا گیا۔ چنانچہ انھی میں سے ایک لونڈی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی جس کے بطن سے تاریخ اسلام کی مشہور شخصیت محمد بن حنفیہ نے جنم لیا (البدایہ والنہایہ، جلد ۶، ص ۳۱۶، ۳۲۵)۔ اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جس جرم کی بنا پر ان سے جنگ کی تھی وہ بغاوت کا جرم نہ تھا، بلکہ یہ جرم تھا کہ ایک شخص نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا اور دوسرے لوگ اس کی نبوت پر ایمان لائے۔ یہ کارروائی حضور ﷺ کی وفات کے فوراً بعد ہوئی ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہوئی ہے، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کے اتفاق سے ہوئی ہے۔ اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اس سے زیادہ صریح مثال شاید ہی کوئی اور ہو۔

تمام علمائے امت کا اجماع:

اجماعِ صحابہ کے بعد چوتھے نمبر پر مسائلِ دین میں جس چیز کو حجت کی حیثیت حاصل ہے وہ دورِ صحابہ کے بعد کے علمائے اُمت کا اجماع ہے۔ اس لحاظ سے جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر زمانے کے، اور پوری دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء اس عقیدے پر متفق ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا، اور یہ کہ جو بھی آپ ﷺ کے بعد اس منصب کا دعویٰ کرے، یا اس کو مانے، وہ کافر خارج از ملّتِ اسلام ہے۔ اس سلسلے کے بھی چند شواہد ملاحظہ ہوں:-

① - امام ابو حنیفہ (۸۰-۱۵۰ھ) کے زمانے میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا "مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی علامات پیش کروں۔" اس پر امامِ اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے نبوت کی کوئی علامت طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرما چکے ہیں کہ "لا نبی بعدی" (مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ لابن احمد المکی، ج ۱، ص ۱۶۱، مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۲۱ھ)

② - علامہ ابن جریر طبری (۲۲۴-۳۱۰ھ) اپنی مشہور تفسیر قرآن میں آیت : وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ کا مطلب بیان کرتے ہیں: الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لاحد بعدہٗ الی قیام الساعۃ۔ "جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مُہر لگا دی، اب قیامت تک یہ دروازہ کسی کے لیے نہیں کھلے گا۔" (تفسیر ابن جریر، جلد ۲۲ ص ۱۲)

③ - امام طحاوی (۲۳۹-۳۲۱ھ) اپنی کتاب "عقیدہ طحاویہ" میں سلف صالحین، اور خصوصاً امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے عقائد بیان کرتے ہوئے نبوت کے بارے یہ عقیدہ تحریر فرماتے ہیں: "اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے، چیدہ نبی اور پسندیدہ رسول ہیں اور وہ خاتم الانبیاء، امام الاتقیا، سید المرسلین اور حبیبِ ربّ العالمین ہیں، اور ان کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہشِ نفس کی بندگی ہے۔" (شرح الطحاویہ فی العقیدۃ السلفیہ، دار المعارف مصر، صفحات ۱۵، ۸۷، ۹۶، ۱۰۰، ۱۰۲)

④ - علامہ ابن حزم اندلسی (۳۸۴-۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: "یقیناً وحی کا سلسلہ نبی ﷺ کی وفات کے بعد منقطع ہو چکا ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ وحی نہیں ہوتی مگر ایک نبی کی طرف، اور اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ محمد ﷺ نہیں ہیں تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ، مگر وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔" (المحلی، ج ۱، ص ۲۶)

⑤ - امام غزالی (۴۵۰-۵۰۵ھ) فرماتے ہیں (امام غزالیؒ کی اس رائے کو ہم ان کی اصل عبارت کے ساتھ اس لیے نقل کر رہے ہیں کہ منکرینِ ختم نبوت نے اس حوالے کی صحت کو بڑے زور شور سے چیلنج کیا ہے):-

"لو فتح ھذا الباب (ای باب انکار کون الاجماع حجۃ) انجر الی امور شنیعۃ وھو ان قائلا لو قال یجوز ان یبعث رسول بعد نبینا محمد ﷺ فیبعد التوقف فی تکفیرہ، ومستبعد استحلۃ ذالک عند البحث تستمد من الاجماع لا محالۃ، فان العقل لا یحیلہ، وما نقل فیہ من قولہ لا نبی بعدی، ومن قولہ تعالی خاتم النبیین، فلا یعجز ھذا القائل عن تاویلہ، فیقول خاتم النبیین اراد بہ اولو العزم من الرسل، فان قالوا النبیین عام، فلا یبعد تخصیص العام، وقولہ لا نبی بعدی لم یرد بہ الرسول وفرق بین النبی والرسول والنبی اعلی مرتبۃ من الرسول الی غیر ذالک من انواع الھذیان، فھذا وامثالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا یمکن ان ندعی استحالته من حیث مضرد اللفظ، فانا فی تاویل ظواهر التشبیه قضینا باحتمالات ابعد من هذه، ولم یکن ذالک مبطلاً للنصوص، ولکن الرد علی هذا القائل ان الامة نهمت بالاجماع من هذا اللفظ و من قرائن احواله انه الهم عدم نبی بعده ابداً و عدم رسول الله ابداً وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص فمنکر هذا لا یکون الامنکر الاجماع۔" (الاقتصاد فی الاعتقاد، المطبعة الادبیه، مصر، ص ۱۱۴)

"اگر یہ دروازہ (یعنی اجماع کو حجت ماننے سے انکار کا دروازہ) کھول دیا جائے تو بڑی قبیح باتوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً اگر کہنے والا کہے کہ بعثت ممکن ہے تو اس کی تکفیر میں تامل نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن بحث کے موقع پر جو شخص اس کی تکفیر میں تامل کو نا جائز ثابت کرنا چاہتا ہو اسے لامحالہ اجماع سے مدد لینی پڑے گی۔ کیونکہ عقل اس کے عدم جواز کا فیصلہ نہیں کرتی۔ اور جہاں تک نقل کا تعلق ہے اس عقیدے کا قائل لا نبی بعدی اور خاتم النبیین کی تاویل کرنے سے عاجز نہ ہوگا۔ وہ کہے گا کہ خاتم النبیین سے مراد اولوالعزم رسولوں کا خاتم ہونا ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ نبیین کا لفظ عام ہے تو عام کو خاص قرار دے دینا اس کے لیے کچھ مشکل نہ ہوگا۔ اور لا نبی بعدی کے متعلق وہ کہہ دے گا کہ لا رسول بعدی تو نہیں کہا گیا ہے، رسول اور نبی میں فرق ہے، اور نبی کا مرتبہ رسول سے بلند تر ہے۔ اور غرض اس طرح کے اعتبار سے ایسی تاویلات کو ہم محال نہیں سمجھتے، بلکہ ظواہر تشبیہ کی تاویل میں ہم اس سے بھی زیادہ بعید احتمالات کی گنجائش مانتے ہیں اور اس طرح کی تاویلیں کرنے والے کے متعلق ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ نصوص کا انکار کر رہا ہے۔ لیکن اس قول کے قائل کی تردید میں ہم یہ کہیں گے کہ اُمت نے بالاتفاق اس لفظ (یعنی لا نبی بعدی) سے اور نبی ﷺ کے قرائنِ احوال سے یہ سمجھا ہے کہ حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ آپ کے بعد کبھی نہ کوئی نبی آئے گا نہ رسول۔ نیز امت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں کسی تاویل اور تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو منکرِ اجماع کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"

⑥- محی السنۃ بغوی (متوفی ۵۱۰ھ) اپنی تفسیر "معالم التنزیل" میں لکھتے ہیں: "اللہ نے آپ ﷺ کے ذریعے سے نبوت کو ختم کیا، پس آپ ﷺ انبیاء کے خاتم ہیں"...... اور ابن عباس کا قول ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے (اس آیت میں) یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔" (جلد ۳، ص ۱۵۸)

⑦- علامہ زمخشری (۴۶۷-۵۳۸ھ) "تفسیر کشاف" میں لکھتے ہیں: "اگر تم کہو کہ نبی ﷺ آخری نبی کیسے ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں نازل ہوں گے؟ تو میں کہوں گا کہ آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا اس معنی میں ہے کہ آپ ﷺ بعد کوئی شخص نبی نہ بنایا جائے گا، اور عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے، اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدیہ کے پیرو اور آپ ﷺ کے قبلے کی طرف نماز پڑھنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے، گویا کہ وہ آپ ﷺ ہی کی امت کے ایک فرد ہیں۔" (جلد ۲، ص ۲۱۵)

⑧- قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

"جو شخص خود اپنے حق میں نبوت کا دعویٰ کرے، یا اس بات کو جائز رکھے کہ آدمی نبوت کا اکتساب کر سکتا ہے اور صفائی قلب کے ذریعے سے مرتبۂ نبوت کو پہنچ سکتا ہے، جیسا کہ بعض فلسفی اور غالی صوفی کہتے ہیں، اور اسی طرح جو شخص نبوت کا دعویٰ تو نہ کرے مگر یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے...... ایسے سب لوگ کافر اور نبی ﷺ کے جھٹلانے والے ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اور آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خبر پہنچائی ہے کہ آپ ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں اور تمام انسانوں کی طرف آپ ﷺ کو بھیجا گیا ہے۔ اور تمام امت کا اس پر اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر مفہوم پر محمول ہے، اس کے معنی و مفہوم میں کسی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا ان تمام گروہوں کے کافر ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں، بر بنائے اجماع بھی اور بر بنائے نقل بھی۔" (شفاء، جلد ۲، ص ۲۷۰، ۲۷۱)

⑨- علامہ شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) اپنی مشہور کتاب "الملل و النحل" میں لکھتے ہیں: "اور اسی طرح جو کہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہے (بجز عیسیٰ علیہ السلام کے) تو اس کے کافر ہونے میں دو آدمیوں کے درمیان بھی اختلاف نہیں ہے۔" (جلد ۳، ص ۲۴۹)

⑩- امام رازی (۵۴۳-۶۰۶ھ) اپنی "تفسیر کبیر" میں آیت خاتم النبیین کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس سلسلۂ بیان میں وخاتم النبیین اس لیے فرمایا کہ جس نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی ہو وہ اگر نوبت (ارادہ) اور توضیح احکام میں کوئی کسر چھوڑ جائے تو اس کے بعد آنے والا نبی اُسے پورا کر سکتا ہے۔ مگر جس کے بعد کوئی آنے والا نبی نہ ہو وہ اپنی امت پر زیادہ شفیق ہوتا ہے اور اس کو زیادہ واضح رہنمائی دیتا ہے، کیونکہ اس کی مثال اُس باپ کی ہوتی ہے جو جانتا ہے کہ اس کے بیٹے کا کوئی ولی و سرپرست اُس کے بعد نہیں ہے۔" (جلد ۶، ص ۵۸۱)

⑪- علامہ بیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) اپنی تفسیر "انوار التنزیل" میں لکھتے ہیں: "یعنی آپ ﷺ انبیاء میں سب سے آخری نبی ہیں جس نے ان کا سلسلہ ختم کر دیا، یا جس سے انبیاء کے سلسلے پر مہر کر دی گئی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ کے بعد نازل ہونا اس ختمِ نبوت میں قادح نہیں ہے کیونکہ جب وہ نازل ہوں گے تو آپ ﷺ ہی کے دین پر ہوں گے۔" (جلد ۴، ص ۱۶۴)

⑫- علامہ حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) اپنی تفسیر "مدارک التنزیل" میں لکھتے ہیں: "اور آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ﷺ خاتم النبیین ہیں..... یعنی نبیوں میں سب سے آخری۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ رہے عیسیٰ علیہ السلام تو وہ اُن انبیاء میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔ اور وہ جب نازل ہوں گے تو شریعتِ محمد ﷺ پر عمل کرنے والے کی حیثیت سے نازل ہوں گے، گویا کہ وہ آپ ﷺ کے افراد میں سے ہیں۔'' (ص ۴۷۱)

⑬- علامہ علاء الدین بغدادی (متوفی ۷۲۵ھ) اپنی تفسیر ''خازن'' میں لکھتے ہیں: 'وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ، یعنی اللہ نے آپ ﷺ پر نبوت ختم کر دی، اب نہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی اس میں شریک..... وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا، یعنی یہ بات اللہ کے علم میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (ص ۴۷۱، ۴۷۲)

⑭- علامہ ابنِ کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) اپنی مشہور و معروف تفسیر میں لکھتے ہیں: ''پس یہ آیت اس باب میں نص صریح ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اور جب آپ ﷺ کے بعد نبی کوئی نہیں تو رسول درجۂ اولیٰ نہیں ہے، کیوں کہ رسالت کا منصب خاص ہے اور نبوت کا منصب عام، ہر رسول نبی ہوتا ہے مگر ہر نبی رسول نہیں ہوتا..... حضور ﷺ کے بعد جو شخص بھی اس مقام کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، مفتری، دجّال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے خواہ وہ کیسے ہی خرق عادت اور شعبدے اور جادو اور طلسم اور کرشمے بنا کر لے آئے..... یہی حیثیت ہر اُس شخص کی ہے جو قیامت تک اس منصب کا مدعی ہو۔'' (جلد ۳، ص ۴۹۳، ۴۹۴)

⑮- علامہ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) ''تفسیر جلالین'' میں لکھتے ہیں: ''وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا، یعنی اللہ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپ ﷺ کی شریعت ہی کے مطابق عمل کریں گے۔'' (ص ۷۶۸)

⑯- علامہ ابن نُجیم (متوفی ۹۷۰ھ) اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب ''الاشباہ والنظائر''، کتاب السیر، باب الرِّدّہ میں لکھتے ہیں: ''اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے، کیوں کہ یہ اُن باتوں میں سے ہے جن کا جاننا اور ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔'' (ص ۱۷۹)

⑰- مُلّا علی قاری (متوفی ۱۰۱۶ھ) ''شرح فقہ اکبر'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔'' (ص ۲۰۲)

⑱- شیخ اسماعیل حقی (متوفی ۱۱۳۷ھ) ''تفسیر رُوح البیان'' میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''عاصم نے لفظ خاتَم ت کے زبر کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی ہیں آلہ ختم کہ جس سے مہر کی جاتی ہے۔ جیسے طابع اس چیز کو کہتے ہیں جس سے ٹھپا لگایا جائے۔ مراد یہ ہے کہ نبی ﷺ انبیاء میں سب سے آخر تھے جن کے ذریعے سے نبیوں کے سلسلے پر مہر لگا دی گئی۔ فارسی میں اسے ''مہر پیغمبراں'' کہیں گے، یعنی آپ ﷺ سے نبوت کا دروازہ سربمہر کر دیا گیا اور پیغمبروں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ باقی قاریوں نے اسے 'ت' کے زیر کے ساتھ خاتِم پڑھا ہے، یعنی آپ ﷺ مُہر کرنے والے تھے۔ فارسی میں اس کو ''مہر کنندہ پیغمبراں'' کہیں گے۔ اس طرح یہ لفظ بھی خاتَم کا ہم معنی ہی ہے..... اب آپ ﷺ کی اُمت کے علماء آپ ﷺ سے صرف ولایت ہی کی میراث پائیں گے، نبوت کی میراث آپ ﷺ کی ختمیت کے باعث ختم ہو چکی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ کے بعد نازل ہونا آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے میں قدح نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا...... اور عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ سے پہلے نبی بنائے جا چکے تھے۔ اور جب وہ نازل ہوں گے تو شریعتِ محمدی ﷺ کے پیروی کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی کے قبلے کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھیں گے۔ آپ ﷺ کی امت کے ایک فرد کی طرح ہوں گے۔ نہ اُن کی طرف وحی آئے گی اور نہ وہ نئے احکام دیں گے۔ بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ ہوں گے..... اور اہلِ سنت و الجماعت اس بات کے قائل ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرما دیا'' لانبی بعدی''۔ اب جو کوئی کہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی ہے تو اس کو کافر قرار دیا جائے گا، کیونکہ اس نے نص کا انکار کیا۔ اور اسی طرح اس شخص کی بھی تکفیر کی جائے گی جو اس میں شک کرے، کیونکہ حجت نے حق کو باطل سے ممیز کر دیا ہے، اور جو شخص محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے اس کا دعویٰ باطل کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔'' (جلد ۲۲، ص ۱۸۸)

⑲- ''فتاویٰ عالمگیری''، جسے بارہویں صدی ہجری میں اورنگ زیب عالمگیر کے حکم سے ہندوستان کے بہت سے علماء نے مرتب کیا تھا، اس میں لکھا ہے: ''اگر آدمی یہ نہ سمجھے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں تو وہ مسلم نہیں ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں یا میں پیغمبر ہوں تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔'' (جلد ۲، ص ۲۶۳)

⑳- علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) اپنی تفسیر ''فتح القدیر'' میں لکھتے ہیں: ''جمہور نے لفظ خاتم کو 'ت' کے زیر کے ساتھ پڑھا ہے اور کچھ نے زبر کے ساتھ۔ پہلی قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ نے انبیاء کو ختم کیا، یعنی سب کے آخر میں آئے۔ اور دوسری قرأت کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ ان کے لیے مہر کی طرح ہو گئے جس کے ذریعے سے ان کا سلسلہ سربمہر ہو گیا اور جس کے شمول سے ان کا گروہ مزین ہوا۔'' (جلد ۴، ص ۲۷۵)

㉑- علامہ آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) ''تفسیر روح المعانی'' میں لکھتے ہیں: ''نبی کا لفظ رسول کی بہ نسبت عام ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے خود بخود لازم آتا ہے کہ آپ ﷺ خاتم المرسلین بھی ہوں۔ اور آپ ﷺ کے خاتم انبیاء و رُسل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں وصفِ نبوت سے آپ ﷺ کے متصف ہونے کے بعد اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جن و انس میں سے ہر ایک کے لیے نبوت کا وصف منقطع ہو گیا۔'' (جلد ۲۲، ص ۳۲) ''رسول اللہ ﷺ کے بعد جو شخص وحیٔ نبوت کا مدعی ہو، اُسے کافر قرار دیا جائے گا۔ اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' (جلد ۲۲، ص ۳۸) ''رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی بات ہے جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا، سنّت نے واضح طور پر اس کی تصریح کی، اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا جو اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرے اسے کافر قرار دیا جائے گا۔'' (جلد ۲۲، ص ۳۹)

یہ ہندوستان سے لے کر مراکش اور اندلس تک، اور ترکی سے لے کر یمن تک ہر مسلمان ملک کے اکابر علماء و فقہاء اور محدثین و مفسرین کی تشریحات ہیں۔ ہم نے ان کے ناموں کے ساتھ ان کے سنینِ ولادت و وفات بھی دے دیے ہیں جن سے ہر شخص بیک نظر معلوم کر سکتا ہے کہ پہلی صدی سے تیرہویں صدی تک تاریخِ اسلام کی ہر صدی کے اکابر ان میں شامل ہیں۔ اگرچہ ہم چودھویں صدی کے علمائے اسلام کی تصریحات بھی نقل کر سکتے تھے، مگر ہم نے قصداً انہیں اس لیے چھوڑ دیا کہ اُن کی تفسیر کے جواب میں ایک شخص یہ حیلہ کر سکتا ہے کہ ان لوگوں نے اس دور کے مدعیٔ نبوت کی ضد میں ختمِ نبوت کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔ اس لیے ہم نے پہلے علماء کی تحریریں نقل کی ہیں جو ظاہر ہے کہ آج کے کسی سے کوئی ضد نہ رکھ سکتے تھے۔ ان تحریروں سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی سے آج تک پوری دنیائے اسلام متفقہ طور پر ''خاتم النبیین'' کے معنی ''آخری نبی'' ہی سمجھ رہی ہے، حضور ﷺ کے بعد نبوت کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند تسلیم کرنا ہر زمانے میں تمام مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ رہا ہے، اور اس امر میں مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا کہ جو شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد رسول یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور جو اس کے دعوے کو مانے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

اب یہ دیکھنا ہر صاحبِ عقل آدمی کا اپنا کام ہے کہ لفظ خاتم النبیین کا جو مفہوم لغت سے ثابت ہے، جو قرآن کی عبارت کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے، جس کی تصریح نبی ﷺ نے خود فرما دی ہے، جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے، اور جسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک تمام دنیا کے مسلمان بلا اختلاف مانتے رہے ہیں، اس کے خلاف کوئی دوسرا مفہوم لینے اور کسی نئے مدعی کے لیے نبوت کا دروازہ کھولنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے، اور ایسے لوگوں کو کیسے مسلمان تسلیم کیا جا سکتا ہے جنہوں نے بابِ نبوت کے مفتوح ہونے کا محض خیال ہی ظاہر نہیں کیا ہے بلکہ اس دروازے سے ایک صاحب حریمِ نبوت میں داخل بھی ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی نبوت پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔

اس سلسلے میں تین باتیں اور قابلِ غور ہیں:

① کیا اللہ کو ہمارے ایمان سے کوئی دشمنی ہے؟

پہلی بات یہ ہے کہ نبوت کا معاملہ ایک بڑا ہی نازک معاملہ ہے۔ قرآن مجید کی رُو سے یہ اسلام کے ان بنیادی عقائد میں سے ہے جن کے ماننے یا نہ ماننے پر آدمی کے کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ ایک شخص نبی ہو اور آدمی اس کو نہ مانے تو کافر، اور وہ نبی نہ ہو اور آدمی اس کو مان لے تو کافر۔ ایسے ایک نازک معاملے میں تو اللہ تعالیٰ سے کسی بے احتیاطی کی بدرجۂ اولیٰ توقع نہیں کی جا سکتی۔ اگر محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ خود قرآن میں صاف صاف اس کی تصریح فرماتا، رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے اس کا کھلا کھلا اعلان کراتا اور حضور ﷺ دنیا سے کبھی تشریف نہ لے جاتے جب تک اپنی امت کو اچھی طرح خبردار نہ کر دیتے کہ میرے بعد بھی انبیاء آئیں گے اور تمہیں ان کو ماننا ہوگا۔ آخر اللہ اور اس کے رسول کو ہمارے دین و ایمان سے کیا دشمنی تھی کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ تو کھلا ہوتا اور کوئی نبی آنے والا بھی ہوتا جس پر ایمان لائے بغیر ہم مسلمان نہ ہو سکتے، مگر ہم کو نہ صرف یہ کہ اس سے بے خبر رکھا جاتا، بلکہ اس کے برعکس اللہ اور اس کا رسول دونوں ایسی باتیں فرما دیتے جن سے تیرہ سو برس تک ساری امت یہی سمجھتی رہی اور آج بھی سمجھ رہی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

اب اگر بفرضِ محال نبوت کا دروازہ کھلا بھی ہو اور کوئی نبی آ بھی جائے تو ہم بے خوف و خطر اس کا انکار کر دیں گے۔ خطرہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی بازپرس ہی کا تو ہو سکتا ہے۔ وہ قیامت کے روز ہم سے پوچھے گا تو ہم یہ سارا ریکارڈ برسرِ عدالت لا کر رکھ دیں گے جس سے ثابت ہو جائے گا کہ معاذ اللہ اس کفر کے خطرے میں تو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہی نے ہی ہمیں ڈالا تھا۔ ہمیں قطعاً کوئی اندیشہ نہیں ہے کہ ریکارڈ کو دیکھ کر بھی اللہ تعالیٰ ہمیں کسی نئے نبی پر ایمان نہ لانے کی سزا دے ڈالے گا۔ لیکن اگر نبوت کا دروازہ فی الواقع بند ہے اور کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی مدعی کی نبوت پر ایمان لاتا ہے تو اسے سوچ لینا چاہیے کہ اس کفر کی پاداش سے بچنے کے لیے وہ کون سا ریکارڈ خدا کی عدالت میں پیش کر سکتا ہے جس سے وہ رہائی کی توقع رکھتا ہو۔ عدالت میں پیشی ہونے سے پہلے اسے اپنی صفائی کے مواد کا یہیں جائزہ لے لینا چاہیے، اور ہمارے پیش کردہ مواد سے مقابلہ کر کے خود ہی دیکھ لینا چاہیے کہ جس صفائی کے بھروسے پر وہ یہ کام کر رہا ہے کیا ایک عقلمند آدمی اس پر اعتماد کر کے کفر کی سزا کا خطرہ مول لے سکتا ہے؟

② اب نبی کی آخر ضرورت کیا ہے؟

دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ نبوت کوئی ایسی صفت نہیں ہے جو ہر اُس شخص میں پیدا ہو جایا کرے جس نے عبادت اور عملِ صالح میں ترقی کر کے اپنے آپ کو اس کا اہل بنا لیا ہو۔ نہ یہ کوئی ایسا انعام ہے جو کچھ خدمات کے صلے میں عطا کیا جاتا ہو۔ بلکہ یہ ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منصب ہے جس پر ایک خاص ضرورت کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو مقرر کرتا ہے۔ وہ ضرورت جب داعی ہوتی ہے تو ایک نبی اس کے لیے مامور کیا جاتا ہے، اور جب ضرورت نہیں رہتی تو خواہ مخواہ انبیاء پر انبیاء نہیں بھیجے جاتے۔

قرآن مجید سے جب ہم یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی کے تقرر کی ضرورت کن کن حالات میں پیش آئی ہے تو پتا چلتا ہے کہ صرف چار حالتیں ہیں جن میں انبیاء مبعوث ہوئے ہیں:-

اوّل: یہ کہ کسی خاص قوم میں نبی بھیجنے کی ضرورت اس لیے ہو کہ اس میں پہلے کبھی کوئی نبی نہ آیا تھا، اور کسی دوسری قوم میں آئے ہوئے نبی کا پیغام بھی اس تک نہ پہنچ سکتا تھا۔

دوم: یہ کہ نبی بھیجنے کی ضرورت اس وجہ سے ہو کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کی تعلیم بھلا دی گئی ہو، یا اس میں تحریف ہو گئی ہو، اور اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

سوم: یہ کہ پہلے گزرے ہوئے نبی کے ذریعے مکمل تعلیم و ہدایت لوگوں کو نہ ملی ہو اور تکمیلِ دین کے لیے مزید انبیاء کی ضرورت ہو۔

چہارم: یہ کہ ایک نبی کے ساتھ اس کی مدد کے لیے ایک اور نبی کی حاجت ہو۔

اب یہ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی ضرورت بھی نبی ﷺ کے بعد باقی نہیں رہی ہے۔

قرآن خود کہہ رہا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام دنیا کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا گیا ہے اور دنیا کی تمدنی تاریخ بتا رہی ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت سے مسلسل ایسے حالات موجود رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعوت سب قوموں کو پہنچ سکتی تھی اور ہر وقت پہنچ سکتی ہے۔ اس کے بعد الگ الگ قوموں میں انبیاء آنے کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

قرآن اس پر بھی گواہ ہے اور اس کے ساتھ حدیث و سیرت کا پورا ذخیرہ اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ حضور ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم بالکل اپنی صحیح صورت میں محفوظ ہے۔ اس میں مسخ و تحریف کا کوئی عمل نہیں ہوا ہے۔ جو کتاب آپ ﷺ لائے تھے اس میں ایک لفظ کی بھی کمی و بیشی آج تک نہیں ہوئی، نہ قیامت تک ہو سکتی ہے۔ جو ہدایت آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے دی اُس کے تمام آثار آج بھی اس طرح ہمیں مل جاتے ہیں کہ گویا ہم آپ ﷺ کے زمانے میں موجود ہیں۔ اس لیے دوسری ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پھر قرآن مجید یہ بات بھی صاف صاف کہتا ہے کہ حضور ﷺ کے ذریعے سے دین کی تکمیل کر دی گئی۔ لہٰذا تکمیلِ دین کے لیے بھی اب کوئی نبی درکار نہیں رہا۔

اب رہ جاتی ہے چوتھی ضرورت، تو اگر اس کے لیے کوئی نبی درکار ہوتا تو وہ حضور ﷺ کے زمانے میں آپ ﷺ کے ساتھ مقرر کیا جاتا۔ ظاہر ہے کہ جب وہ مقرر نہیں کیا گیا تو یہ بھی ساقط ہو گئی۔

اب ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ پانچویں وجہ کون سی ہے جس کے لیے آپ ﷺ کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہو؟ اگر کوئی کہے کہ قوم بگڑ گئی ہے اس لیے اصلاح کی خاطر ایک نبی کی ضرورت ہے، تو ہم اس سے پوچھیں گے کہ محض اصلاح کے لیے نبی دنیا میں کب آیا ہے کہ آج صرف اس کام کے لیے وہ آئے؟ نبی تو اس لیے مقرر ہوتا ہے کہ اس پر وحی کی جائے، اور وحی کی ضرورت یا تو کوئی نیا پیغام دینے کے لیے ہوتی ہے، یا پچھلے پیغام کی تکمیل کرنے کے لیے، یا اس کو تحریفات سے پاک کرنے کے لیے۔ قرآن اور سنتِ محمد ﷺ کے محفوظ ہو جانے اور دین کے مکمل ہو جانے کے بعد جب وحی کی سب ممکن ضرورتیں ختم ہو چکی ہیں، تو اب اصلاح کے لیے صرف مصلحین کی حاجت باقی ہے نہ کہ انبیاء کی۔

③ نئی نبوت اب امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے

تیسری قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ نبی جب بھی کسی قوم میں آئے گا فوراً اس میں کفر و ایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہو گا۔ جو اس کو مانیں گے وہ ایک امت قرار پائیں گے، اور جو اس کو نہ مانیں گے وہ لامحالہ دوسری امت ہوں گے۔ اِن دونوں امتوں کا اختلاف محض فروعی اختلاف نہ ہو گا بلکہ ایک نبی پر ایمان لانے اور نہ لانے کا ایسا بنیادی اختلاف ہو گا جو انھیں اُس وقت تک جمع نہ ہونے دے گا جب تک ان میں سے کوئی اپنا عقیدہ نہ چھوڑ دے۔ پھر ان کے لیے عملاً بھی ہدایت اور قانون کے مآخذ الگ الگ ہوں گے، کیوں کہ ایک گروہ اپنے تسلیم کردہ نبی کی پیش کی ہوئی وحی اور اس کی سنت سے قانون لے گا، اور دوسرا گروہ اس کے مآخذِ قانون ہونے کا سرے سے منکر ہو گا۔ اس بنا پر ان کا ایک مشترک معاشرہ بن جانا کسی طرح بھی ممکن نہ ہو گا۔

ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اُس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختمِ نبوت اُمتِ مسلمہ کے لیے اللہ کی ایک بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس چیز نے مسلمانوں کو ایسے ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہو۔ اب جو شخص بھی محمد ﷺ کو اپنا ہادی و رہبر مانے اور ان کی دی ہوئی تعلیم کے سوا کسی اور مآخذِ ہدایت کی طرف رجوع کرنے کا قائل نہ ہو وہ اس برادری کا فرد ہے اور ہر وقت ہو سکتا ہے۔ یہ وحدت اس امت کو کبھی نصیب نہ ہو سکتی تھی اگر نبوت کا دروازہ بند نہ ہو جاتا۔ کیوں کہ ہر نبی کے آنے پر یہ پارہ پارہ ہوتی رہتی۔

آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے، اور جب اس نبی کے ذریعے سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے، اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ بھی کر دیا جائے، تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اہلِ ایمان کی ایک ہی امت بن سکے اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امت میں بار بار تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے۔ نبی خواہ ''ظلّی'' ہو یا ''بروزی''، اُمتی ہو یا صاحب شریعت اور صاحب کتاب، بہرحال جو شخص نبی ہو گا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہو گا، اس کے آنے کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ اس کے ماننے والے ایک امت بنیں اور نہ ماننے والے کافر قرار پائیں۔ یہ تفریق اس حالت میں تو ناگزیر ہے جب کہ نبی کے بھیجے جانے کی فی الواقع ضرورت ہو، مگر جب اس کے آنے کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے تو خدا کی حکمت اور اس کی رحمت سے یہ بات قطعی بعید ہے کہ وہ خواہ مخواہ اپنے بندوں کو کفر و ایمان کی کشمکش میں مبتلا کرے اور انھیں کبھی ایک امت نہ بننے دے۔ لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے عقل بھی اسی کو صحیح تسلیم کرتی ہے اور اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔

''مسیح موعود'' کی حقیقت

نئی نبوت کی طرف بلانے والے حضرات عام طور پر ناواقف مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ احادیث میں ''مسیح موعود'' کے آنے کی خبر دی گئی ہے، اور مسیح نبی تھے، اس لیے ان کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ختمِ نبوت بھی برحق اور اس کے باوجود مسیح موعود کا آنا بھی برحق۔

اسی سلسلے میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''مسیح موعود'' سے مراد عیسیٰ ابن مریم نہیں ہیں۔ ان کا تو انتقال ہو چکا۔ اب جس کے آنے کی خبر نبوت کے خلاف نہیں ہے۔

اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم یہاں پورے حوالوں کے ساتھ وہ مستند روایات نقل کیے دیتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان احادیث کو دیکھ کر ہر شخص خود معلوم کر سکتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کیا فرمایا تھا اور آج اس کو کیا بنایا جا رہا ہے۔

احادیث در باب نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

① عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیوشکنّ ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر ویضعَ الحرب و یفیضَ المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیراً من الدنیا و ما فیہا۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مسلم، باب بیان نزول عیسیٰ۔ ترمذی ابواب الفتن، باب فی نزول عیسیٰ۔ مسند احمد، مرویات ابوہریرہؓ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ضرور اتریں گے تمہارے درمیان ابن مریم حاکم عادل بن کر، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے، اور خنزیر کو ہلاک کر دیں گے۔[1] اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے (دوسری روایت میں حرب کے بجائے جزیہ کا لفظ ہے، یعنی جزیہ ختم کر دیں گے۔[2]) اور مال کی وہ کثرت ہو گی کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور (حالت یہ ہو جائے گی کہ لوگوں کے نزدیک خدا کے حضور) ایک سجدہ کر لینا دنیا و مافیہا سے بہتر ہو گا۔''

② ایک اور روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں ہے کہ ''لا تقوم الساعۃ حتّٰی ینزل عیسی ابن مریم......'' ''قیامت قائم نہ ہو گی جب تک نازل نہ ہو لیں عیسیٰ ابن مریم......'' اور اس کے بعد وہی مضمون ہے جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوا ہے (بخاری، کتاب المظالم، باب کسر الصلیب۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

③ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کیف انتم اذ انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ۔ مسلم، بیان نزول عیسیٰ۔ مسند احمد، مرویات ابی ہریرہؓ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیسے ہو گے تم جبکہ تمہارے درمیان ابن مریم اتریں گے اور تمہارا امام اُس وقت خود تم میں سے ہو گا۔'' (یعنی نماز میں حضرت عیسیٰ امامت نہیں کرائیں گے بلکہ مسلمانوں کا جو امام پہلے سے ہو گا اسی کے پیچھے وہ نماز پڑھیں گے۔)

④ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال: ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الخنزیر و یمحو الصلیب و تجمع لہ الصلوٰۃ و یعطی المال حتی لا یقبل و یضع الخراج و ینزل الرَّوحاء فیحج منہا او یعتمر او یجمعہما۔ (مسند احمد،

---

① صلیب کو توڑ ڈالنے اور خنزیر کو ہلاک کر دینے کا مطلب یہ ہے کہ عیسائیت ایک الگ دین کی حیثیت سے ختم ہو جائے گی۔ دین عیسوی کی پوری عمارت اس عقیدے پر قائم ہے کہ خدا نے اپنے اکلوتے بیٹے (یعنی حضرت عیسیٰ) کو صلیب پر ''لعنت'' کی موت دی جس سے وہ انسان کے گناہ کا کفارہ بن گیا۔ اور انبیاء کی امتوں کے درمیان عیسائیوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے صرف عقیدے کو لے کر خدا کی پوری شریعت رد کر دی، حتیٰ کہ خنزیر تک کو حلال کر لیا جو تمام انبیاء کی شریعتوں میں حرام رہا ہے۔ پس جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر خود اعلان کر دیں گے کہ نہ میں خدا کا بیٹا ہوں، نہ میں نے صلیب پر جان دی، نہ میں کسی گناہ کا کفارہ بنا، تو عیسائی عقیدے کے لیے سرے سے کوئی بنیاد ہی باقی نہ رہے گی۔ اسی طرح جب وہ بتائیں گے کہ میں نے تو نہ اپنے پیروؤں کے لیے سور حلال کیا تھا اور نہ ان کو شریعت کی پابندی سے آزاد ٹھہرایا تھا، تو عیسائیت کی دوسری امتیازی خصوصیت کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔

② دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس وقت ملتوں کے اختلافات ختم ہو کر سب لوگ ایک ملت اسلام میں شامل ہو جائیں گے، اور اس طرح نہ جنگ ہو گی اور نہ کسی پر جزیہ عائد کیا جائے گا۔ اسی بات پر آگے احادیث نمبر ۵ و ۱۵ دلالت کر رہی ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بسلسلہ، مرویات ابی ہریرہؓ مسلم، کتاب الحج۔ باب جواز التمتع فی الحج والقرآن)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گی، پھر وہ خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹا دیں گے اور ان کے لیے نماز جمع کی جائے گی اور وہ اتنا مال تقسیم کریں گے کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا، اور وہ خراج ساقط کر دیں گے اور زوحاء (مدینہ سے ۳۵ میل کے فاصلے پر ایک مقام) کے مقام پر منزل کر کے وہاں سے حج یا عمرہ کریں گے، یا دونوں کو جمع کریں گے۔" (واضح رہے کہ اس زمانے میں جن صاحب کو مثیلِ مسیح قرار دیا گیا ہے انھوں نے اپنی زندگی میں نہ حج کیا اور نہ عمرہ) راوی کو شک ہے کہ حضور ﷺ نے ان میں سے کون سی بات فرمائی تھی۔

⑤- عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (بعد ذکر خروج الدجال) فبینما ھم یعدون للقتال یسوون الصفوف اذا اقیمت الصلوٰۃ فینزل عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم فامھم فاذا راٰہ عدو اللہ یذوب کما یذوب الملح فی الماء فلو ترکہ لانذاب حتی یھلک ولکن یقتلہ اللہ بیدہ فیریھم دمہ فی حربتہ۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، باب الملاحم، بحوالۂ مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (دجال کے خروج کا ذکر کرنے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا) "اس اثنا میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں گے، صفیں باندھ رہے ہوں گے اور نماز کے لیے تکبیر اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ عیسیٰ ابنِ مریم نازل ہو جائیں گے۔ اور نماز میں مسلمانوں کی امامت کریں گے۔ اور اللہ کا دشمن (یعنی دجال) ان کو دیکھتے ہی اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام اس کو اُس کے حال پر چھوڑ دیں تو وہ آپ ہی گھل کر مر جائے۔ مگر اللہ اس کو اُن کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور وہ اپنے نیزے میں اُس کا خون مسلمانوں کو دکھائیں گے۔"

⑥- عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال لیس بینی وبینہ نبی (یعنی عیسیٰ) و انہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ و البیاض، بین ممصرتین کان رأسہ یقطروان لم یصبہ بلل فیقاتل الناس علی الاسلام فیدق الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ و یھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام ویھلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنۃ ثم یتوفی فیصلی علیہ المسلمون۔ (ابو داود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال۔ مسند احمد مرویات ابو ہریرہؓ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "میرے اور اُن (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔ اور یہ کہ وہ اُترنے والے ہیں، پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا، وہ ایک میانہ قد آدمی ہیں، رنگ مائل بہ سُرخی و سپیدی ہے، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں گے گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے، حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں گے، صلیب کو پاش پاش کر دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے، اور اللہ ان کے زمانے میں اسلام کے سوا تمام ملتوں کو مٹا دے گا، اور وہ مسیح دجال کو ہلاک کر دیں گے، اور زمین میں وہ چالیس سال ٹھہریں گے۔ پھر ان کا انتقال ہو جائے گا اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔"

⑦- عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ ......فینزل عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فیقول امیرھم تعال فصلِ فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ اللہ ھذہ الامۃ۔ (مسلم، بیان نزول عیسیٰ ابن مریم۔ مسند احمد بسلسلہ مرویات جابرؓ بن عبد اللہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ "پھر عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر اُن سے کہے گا کہ آیئے، آپ نماز پڑھائیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تم لوگ خود ہی ایک دوسرے کے امیر ہو۔ (یعنی تمہارا امیر خود تم ہی میں سے ہونا چاہیے۔) یہ وہ اُس عزت کا لحاظ کرتے ہوئے کہیں گے جو اللہ نے اس اُمت کو دی ہے۔"

⑧- عن جابر بن عبد اللہ (فی قصۃ ابن صیاد) فقال عمر بن الخطاب ائذن لی فاقتلہ یارسول اللہ ﷺ ان یکن ھو فلست صاحبہ انما صاحبہ عیسیٰ ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام، و ان لا یکن فلیس لک ان تقتل رجلا من اھل العھد۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن، باب قصۃ ابن صیاد، بحوالہ شرح السنۃ بغوی)

جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ (قصہ ابن صیاد کے سلسلے میں) روایت کرتے ہیں کہ پھر عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب نے عرض کیا، یارسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اسے قتل کر دوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ وہی شخص (یعنی دجال) ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو بلکہ اسے تو عیسیٰ ابن مریم ہی قتل کریں گے۔ اور اگر یہ وہ شخص نہیں ہے تو تمہیں اہلِ عہد (یعنی ذمیوں) میں سے ایک آدمی کو قتل کر دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔"

⑨- عن جابر عبد اللہ (فی قصہ الدجال) فاذاھم بعیسی ابن مریم علیہ السلام فتقام الصلوٰۃ فیقال لہ تقدم یاروح اللہ فیقول لیتقدم امامکم فلیصلِ بکم فاذاصلی صلوٰۃ الصبح خرجوا الیہ، قال فحین یری ان کذاب کما ینماث الملح فی الماء فیمشی الیہ فیقتلہ حتی ان الشجر والحجر ینادی یا روح اللہ ھذا الیھودیٔ، فلا یترک ممن کان یتبعہ احدا الا قتلہ۔ (مسند احمد، بسلسلۂ روایات جابر بن عبد اللہ)

جابر رضی اللہ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ (دجال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا قصہ بیان کرتے ہوئے نبی ﷺ نے فرمایا) "اس وقت یکایک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مسلمانوں کے درمیان آ جائیں گے۔ پھر نماز کھڑی ہوگی اور ان سے کہا جائے گا کہ اے روح اللہ آگے بڑھیے، مگر وہ کہیں گے کہ نہیں، تمہارے امام ہی کو آگے بڑھنا چاہیے، وہی نماز پڑھائے۔ پھر صبح کی نماز سے فارغ ہو کر مسلمان دجال کے مقابلے پر نکلیں گے۔" فرمایا: "جب وہ کذاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا تو گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے۔ پھر وہ اس کی طرف بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، اور حالت یہ ہوگی کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے کہ اے روح اللہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ دجال کے پیروؤں میں سے کوئی نہ بچے گا۔"

⑩- عن النواس بن سمعان (فی قصة الدجال) فبینما هو كذلك اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهرو ذتین واضعاً كفیه علی اجنحه ملكین اذا طأطأ راسة قطر و اذا رفعه تحد رمنه جمان كاللؤلؤ فلا یحل لكافر یجد ریح نفسه الا مات و نفسه ینتهی الی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدركه بباب لُدٍّ فیقتله۔ (مسلم، ذکر الدجال۔ ابو داود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال۔ ترمذی، ابواب الفتن، باب فتنۃ الدجال۔ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

حضرت نواس بن سمعان کلابی (قصہ دجال بیان کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں: اس اثناء میں کہ دجال یہ کچھ کر رہا ہوگا، اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے شرقی حصے میں، سفید مینار کے پاس، زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے، دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں، اور جب سر اٹھائیں گے تو موتی کی طرح قطرے ڈھلکتے نظر آئیں گے۔ ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی...... اور وہ ان کی حدِ نظر تک جائے گی ...... وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لُدّ[1] کے دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

⑪- عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله ﷺ: یخرج الدجال فی امتی فیمكث اربعین (لا ادری اربعین یوماً او اربعین شهراً او اربعین عاماً) فیبعث الله عیسی بن مریم كانه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلكه ثم یمكث الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوة۔ (مسلم، ذكر الدجال)

عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عاص کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "دجال میری امت میں نکلے گا اور چالیس (میں نہیں جانتا چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال[2]) رہے گا۔ پھر اللہ عیسیٰ ابن مریم کو بھیجے گا۔ ان کا حلیہ عروہ بن مسعود (ایک صحابی) سے مشابہ ہوگا۔ وہ اس کا پیچھا کریں گے اور اسے ہلاک کر دیں گے، پھر سات سال تک لوگ اس حال میں رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی عداوت نہ ہوگی۔"

⑫- عن حذیفة بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا و نحن نتذاكر فقال ما تذكرون قالوا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترون قبلها عشر آیات فذكر الدخان و الدجال والدابة و طلوع الشمس من مغربها و نزول عیسی ابن مریم و یاجوج وماجوج وثلثة خسوف، خسف بالمشرق و خسف بالمغرب، وخسف بجزیرة العرب، و آخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم۔ (مسلم: کتاب الملاحم، باب امارات الساعۃ)

حذیفہ رضی اللہ عنہ بن اسید الغفاری کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ ہماری مجلس میں تشریف لائے اور ہم آپس میں بات چیت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہو رہی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ فرمایا: وہ ہرگز قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر نہ ہو جائیں۔ پھر آپ ﷺ نے وہ دس نشانیاں یہ بتائیں: (۱) دھواں، (۲) دجال، (۳) دابۃ الارض، (۴) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، (۵) عیسیٰ ابن مریم کا نزول، (۶) یاجوج و ماجوج، (۷) تین بڑے خسف (زمین دھنس جانا Landslide)، ایک مشرق میں، (۸) دوسرا مغرب میں، (۹) تیسرا جزیرۃ العرب میں، (۱۰) سب سے آخر میں ایک زبردست آگ جو یمن سے اٹھے گی اور لوگوں کو ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی۔

⑬- عن ثوبان مولی رسول الله ﷺ عن النبی ﷺ عصابتان من امتی احرزهما الله تعالی من النار۔ عصابة تغزو الهند، وعصابة تكون مع عیسی ابن مریم علیه السلام (نسائی، کتاب الجہاد۔ مسند احمد، بسلسلہ روایات ثوبان)

نبی ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں جن کو اللہ نے دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا۔"

⑭- عن مجمع بن جاریة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لُدّ۔ (مسند احمد۔ ترمذی، ابواب الفتن)

① واضح رہے کہ لُدّ (Lyddu) فلسطین میں ریاست اسرائیل کے دارالسلطنت تل ابیب سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے اور یہودیوں نے وہاں بہت بڑا ہوائی اڈہ بنا رکھا ہے۔

② یہ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص کا اپنا قول ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ابن مریم دجال کو لُد کے دروازے پر قتل کریں گے۔

⑮- عن ابی أمامة الباهلی (فی حدیث طویل فی ذکر الدجال) فبینما امامهم قد تقدم یصلّی بهم الصبح اذ نزل علیهم عیسی ابن مریم فرجع ذٰلک الامام ینکص یمشی تهقری لیتقدم عیسی فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقول له تقدم فصل فانها لک اقیمت فیصلی بهم امامهم فاذا انصرف قال عیسی علیه السلام افتحوا الباب فیفتح و وراْه الدجال و معه سبعون الف یهودی کلهم ذو سیف محلی و ساج فاذا نظر الیه الدجال ذاب کما یذوب الملح فی الماء وینطلق هارباً ویقول عیسیٰ ان لی فیک ضربة لن تسبقنی بها فیدرکه عند باب اللُدِّ الشرقی فیهزم الله الیهود ..... و تملأ الارض من المسلم کما یملأ الا ناء من الماء و تکون الکلمة واحدة فلا یعبد الا الله تعالیٰ۔ (ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال)

ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ (ایک طویل حدیث میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے) روایت کرتے ہیں کہ عین اُس وقت جب مسلمانوں کا امام صبح کی نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا، عیسیٰ ابن مریم اُن پر اُتر آئیں گے۔ امام پیچھے پلٹے گا تاکہ عیسیٰ علیہ السلام آگے بڑھیں، مگر عیسیٰ علیہ السلام اس کے شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ نہیں تم ہی نماز پڑھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے ہی کھڑی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہی نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ چنانچہ وہ کھولا جائے گا۔ باہر دجال ۷۰ ہزار مسلح یہودیوں کے ساتھ موجود ہوگا۔ جوں ہی کہ عیسیٰ علیہ السلام پر اس کی نظر پڑے گی وہ اس طرح گھلنے لگے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور وہ بھاگ نکلے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے میرے پاس تیرے لیے ایک ایسی ضرب ہے جس سے تو بچ کر نہ جا سکے گا۔ پھر وہ اُسے لُد کے مشرقی دروازے پر لے جائیں گے اور اللہ یہودیوں کو ہرا دے گا..... اور زمین مسلمانوں سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جائے۔ سب دنیا کا کلمہ ایک ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی۔

⑯- عن عثمان رضی اللہ عنہ بن ابی العاص قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: "..... وینزل عیسیٰ ابن مریم علیه السلام عند صلوة الفجر فیقول له امیرهم یاروح الله تقدم، صلِّ، فیقول هٰذه الامة بعضهم امراء علیٰ بعض فیتقدم امیرهم فیصلی، فاذا قضی صلوٰته اخذ عیسیٰ حربته فیذهب نحو الدجال فاذا یراه الدجال ذاب کما یذوب الرصاص فیضع حربته بین شندوبته فیقتله وینهزم اصحابه لیس یومئذ شیء یواری منهم احداً حتیٰ ان الشجر لیقول یا مومن هٰذا کافر و یقول الحجر یا مومن هٰذا کافر۔" (مُسند احمد۔ طبرانی۔ حاکم)

عثمان بن ابی العاص کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے: "..... اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام فجر کی نماز کے وقت اُتر آئیں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا اے رُوح اللہ آپ نماز پڑھائیے۔ وہ جواب دیں گے کہ اس امت کے لوگ خود ہی ایک دوسرے پر امیر ہیں۔ تب مسلمانوں کا امیر آگے بڑھ کر نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر عیسیٰ علیہ السلام اپنا حربہ لے کر دجال کی طرف چلیں گے۔ وہ جب ان کو دیکھے گا تو اس طرح پگھلے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام اپنے حربے سے اس کو ہلاک کر دیں گے اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگیں گے مگر کہیں انہیں چھپنے کو جگہ نہ ملے گی، حتیٰ کہ درخت پکاریں گے اے مومن! یہ کافر یہاں موجود ہے، اور پتھر پکاریں گے کہ اے مومن! یہ کافر یہاں موجود ہے۔

⑰- عن سمرة بن جُنْدُب عن النبی ﷺ (فی حدیث طویل): فیصبح فیهم عیسی ابن مریم فیهزمه الله و جنوده حتیٰ ان اجذم الحائط و اصل الشجر لینادی یا مومن هٰذا کافر یستتر بی فتعال اقتله۔ (مُسند احمد۔ حاکم)

سمرہ بن جندب (ایک طویل حدیث میں) نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں: پھر صبح کے وقت مسلمانوں کے درمیان عیسیٰ ابن مریم آ جائیں گے اور اللہ دجال اور اس کے لشکروں کو شکست دے گا یہاں تک کہ دیواریں اور درختوں کی جڑیں پکار اٹھیں گی کہ اے مومن! یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہوا ہے، آ اور اسے قتل کر۔

⑱- عن عمران بن حصین انّ رسول الله ﷺ قال: لا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاهرین علی من نوأهم حتیٰ یاتی امر الله تبارک و تعالیٰ و ینزل عیسیٰ ابن مریم علیه السلام۔ (مُسند احمد)

عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اُمت میں ہمیشہ ایک گروہ ایسا موجود رہے گا جو حق پر قائم اور مخالفین پر بھاری ہوگا، یہاں تک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ آ جائے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہو جائیں۔

⑲- عن عائشة رضی الله عنها (فی قصة الدّجال): "فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله ثم یمکث عیسیٰ علیه السلام فی الارض اربعین سنة اماماً عادلاً حَکَماً مقسطاً" (مسند احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (دجال کے قصے میں) روایت کرتی ہیں: "پھر عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام چالیس سال تک زمین میں ایک امامِ عادل اور حاکمِ منصف کی حیثیت سے رہیں گے۔"

⑳- عن سفینة مولیٰ رسول الله ﷺ (فی قصة الدجال) فینزل عیسیٰ علیه السلام فیقتله الله تعالیٰ عند عقبة افیق۔ (مسند احمد)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام سفینہ (دجال کے قصے میں) روایت کرتے ہیں: پھر عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اللہ تعالیٰ دجال کو اُفیق ① کی گھاٹی کے قریب ہلاک کر دے گا۔ (مسند احمد)

(۲۱)- عن حذیفۃ (فی ذکر الدجال) فلما قاموا یصلون نزل عیسی بن مریم امامهم فصلی بهم فلما انصرف قال ھکذا فرجوا بینی و بین عدو اللہ ...... ویسلط اللہ علیہم المسلمین فیقتلونهم حتی ان الشجر و الحجر لینادی یا عبد اللہ یا عبد الرحمن یا مسلم ھذا الیھودی فقتلہ فیفنیهم اللہ تعالی و یظھر المسلمون فیکسرون الصلیب ویقتلون الخنزیر ویضعون الجزیۃ۔ (مستدرک حاکم۔ مسلم میں بھی یہ روایت اختصار کے ساتھ آئی ہے، اور حافظ ابن حجر نے فتح الباری جلد ۶ ص ۴۵۰ میں اسے صحیح قرار دیا ہے)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان (دجال کا ذکر کرتے ہوئے) بیان کرتے ہیں: "پھر جب مسلمان نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوں گے تو اُن کی آنکھوں کے سامنے عیسیٰ ابن مریم اتر آئیں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے، پھر سلام پھیرنے کے بعد لوگوں سے کہیں گے کہ میرے اور اس دشمنِ خدا کے درمیان سے ہٹ جاؤ ...... اور اللہ دجال کے ساتھیوں پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا اور مسلمان انھیں خوب ماریں گے یہاں تک کہ درخت اور پتھر پکار اٹھیں گے: اے عبد اللہ، اے عبد الرحمن، اے مسلمان، یہ رہا ایک یہودی، مار اسے۔ اس طرح اللہ ان کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب ہوں گے اور صلیب توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جزیہ ساقط کر دیں گے۔

یہ جملہ ۲۱ روایات ہیں جو ۱۴ صحابیوں سے صحیح سندوں کے ساتھ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ دوسری بہت سی احادیث میں بھی یہ ذکر آیا ہے، لیکن طولِ کلام سے بچنے کے لیے ہم نے ان سب کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ صرف وہ روایتیں لے لی ہیں جو سند کے لحاظ سے قوی تر ہیں۔

إن احادیث سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

جو شخص بھی ان احادیث کو پڑھے گا وہ خود دیکھ لے گا کہ ان میں کسی "مسیح موعود" یا "مثیلِ مسیح" یا "بروزِ مسیح" کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ نہ ان میں اس امر کی کوئی گنجائش ہے کہ کوئی شخص اس زمانے میں کسی ماں کے پیٹ اور کسی باپ کے نطفے سے پیدا ہو کر یہ دعویٰ کر دے کہ میں ہی وہ مسیح ہوں جس کے آنے کی سیدنا محمد ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی۔ یہ تمام حدیثیں صاف اور صریح الفاظ میں اُن عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی خبر دے رہی ہیں جو اب سے دو ہزار سال پہلے باپ کے بغیر حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔ اس مقام پر یہ بحث چھیڑنا بالکل لا حاصل ہے کہ وہ وفات پا چکے ہیں یا زندہ کہیں موجود ہیں۔ بالفرض وہ وفات ہی پا چکے ہوں تو اللہ انھیں زندہ کر کے اُٹھا لانے پر قادر ہے ② ورنہ یہ بات بھی اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو اپنی کائنات میں کہیں ہزار ہا سال تک زندہ رکھے اور جب چاہے دنیا میں واپس لے آئے۔ بہر حال اگر کوئی شخص حدیث کو مانتا ہو تو اُسے یہ ماننا پڑے گا کہ آنے والے وہی عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہوں گے۔ اور اگر کوئی شخص حدیث کو نہ مانتا ہو تو وہ سرے سے کسی آنے والے کی آمد کا قائل ہی نہیں ہو سکتا، کیونکہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ احادیث کے سوا کسی اور چیز پر مبنی نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب مذاق ہے کہ آنے والے کی آمد کا عقیدہ تو لے لیا جائے احادیث سے اور پھر انہی احادیث کی اس تصریح کو نظر انداز کر دیا جائے کہ وہ آنے والے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام ہوں گے نہ کہ کوئی مثیلِ مسیح۔

دوسری بات جو اتنی ہی وضاحت کے ساتھ ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا یہ دوبارہ نزول نبی مقرر ہو کر آنے والے شخص کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ نہ ان پر وحی نازل ہوگی، نہ وہ خدا کی طرف سے کوئی نیا یا کوئی نئے احکام لائیں گے، نہ وہ شریعتِ محمدی میں کوئی اضافہ یا کوئی کمی کریں گے، نہ ان کو تجدیدِ دین کے لیے دنیا میں لایا جائے گا، نہ وہ آ کر لوگوں کو اپنے اوپر ایمان لانے کی دعوت دیں گے، اور نہ وہ اپنے ماننے والوں کی ایک الگ امت بنائیں گے ③ وہ صرف ایک کارِ خاص کے لیے بھیجے جائیں گے، اور وہ یہ ہوگا

① (اُفیق، جسے آج کل رفیق کہتے ہیں، شام اور اسرائیل کی سرحد پر موجودہ ریاست شام کا آخری شہر ہے۔ اس کے آگے مغرب کی جانب چند میل کے فاصلے پر طبریہ نامی جھیل ہے جس میں سے دریائے اُردن نکلتا ہے، اور اس کے جنوب مغرب کی طرف پہاڑوں کے درمیان ایک نشیبی راستے کو عقبۂ اُفیق کی گھاٹی کہتے ہیں)

② جو لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں انھیں سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۵۹ ملاحظہ فرما لینی چاہیے جس میں اللہ تعالیٰ صاف الفاظ میں فرماتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بندے کو ۱۰۰ برس تک مردہ رکھا اور پھر زندہ کر دیا: فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ.

③ علماء اسلام نے اس مسئلے کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔ علامہ تفتازانی (۷۲۲-۷۹۲ھ) "شرح عقائد نسفی" میں لکھتے ہیں:-

"ثبت انه آخر الانبیاء..... فان قیل قد روی فی الحدیث نزول عیسی علیه السلام بعده قلنا نعم لکنه یتابع محمد علیه السلام لان شریعة قد نسخت لا یکون الیه وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفة رسول الله علیه السلام۔" (طبع مصر، ص ۱۳۵)

"یہ ثابت ہے کہ محمد ﷺ آخری نبی ہیں ..... اگر کہا جائے کہ آپ ﷺ کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر احادیث میں آیا ہے، تو ہم کہیں گے کہ ہاں، آیا ہے، مگر وہ محمد ﷺ کے تابع ہوں گے، کیونکہ ان کی شریعت تو منسوخ ہو چکی ہے، اس لیے نہ ان کی طرف وحی ہوگی اور نہ وہ احکام مقرر کریں گے، بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ==

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ دجال کے فتنے کا استیصال کر دیں۔ اس غرض کے لیے وہ ایسے طریقے سے نازل ہوں گے کہ جن مسلمانوں کے درمیان ان کا نزول ہوگا، انھیں اس امر میں کوئی شک نہ رہے گا کہ یہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئیوں کے مطابق ٹھیک وقت پر تشریف لائے ہیں۔ وہ آ کر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے، جو بھی مسلمانوں کا امام اُس وقت ہوگا اسی کے پیچھے نماز پڑھیں گے ① اور جو بھی اس وقت مسلمانوں کا امیر ہوگا اسی کو آگے رکھیں گے، تاکہ اس شبہ کی کوئی ادنیٰ سی گنجائش بھی نہ رہے کہ وہ اپنی سابق پیغمبرانہ حیثیت کی طرح اب پھر پیغمبری کے فرائض انجام دینے کے لیے واپس آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی جماعت میں اگر خدا کا پیغمبر موجود ہو تو نہ اس کا کوئی امام دوسرا شخص ہو سکتا ہے اور نہ امیر۔ پس جب وہ مسلمانوں کی جماعت میں آ کر محض ایک فرد کی حیثیت سے شامل ہوں گے تو یہ گویا خود بخود اس امر کا اعلان ہوگا کہ وہ پیغمبر کی حیثیت سے تشریف نہیں لائے ہیں، اور اس بنا پر ان کی آمد سے مہر نبوت کے ٹوٹنے کا قطعاً کوئی سوال پیدا نہ ہوگا۔

ان کا آنا بلا تشبیہ اسی نوعیت کا ہوگا جیسے ایک صدرِ ریاست کے دور میں کوئی سابق صدر آئے اور وقت کے صدر کی ماتحتی میں مملکت کی کوئی خدمت انجام دے۔ ایک معمولی سمجھ بوجھ کا آدمی بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ ایک صدر کے دور میں کسی سابق صدر کے محض آ جانے سے آئین نہیں ٹوٹتا۔ البتہ دو صورتوں میں آئین کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ ایک یہ کہ سابق صدر آ کر پھر سے فرائضِ صدارت سنبھالنے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص اس کی سابق صدارت کا بھی انکار کر دے، کیونکہ یہ ان تمام کاموں کے جواز کو چیلنج کرنے کا ہم معنی ہوگا جو اس کے دورِ صدارت میں انجام پائے تھے۔ یہی معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمدِ ثانی کا بھی ہے کہ ان کے محض آ جانے سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ البتہ اگر وہ آ کر پھر نبوت کا منصب سنبھال لیں اور فرائض نبوت انجام دینے شروع کر دیں، یا کوئی شخص ان کی سابق نبوت کا بھی انکار کر دے تو اس سے اللہ تعالیٰ کے آئینِ نبوت کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ احادیث نے پوری وضاحت کے ساتھ دونوں صورتوں کا سدباب کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ تصریح کرتی ہیں کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ اور دوسری طرف وہ خبر دیتی ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ آمدِ ثانی منصب نبوت کے فرائض انجام دینے کے لیے نہ ہوگی۔

اسی طرح ان کی آمد سے مسلمانوں کے اندر کفر و ایمان کا بھی کوئی نیا سوال پیدا نہ ہوگا۔ ان کی سابقہ نبوت پر تو آج بھی اگر کوئی ایمان نہ لائے تو کافر ہو جائے۔ محمد ﷺ خود ان کی اس نبوت پر ایمان رکھتے تھے اور آپ ﷺ کی ساری امت ابتدا سے ان کی امت ہے۔ یہی حیثیت اس وقت بھی ہوگی۔ مسلمان کسی تازہ نبوت پر ایمان نہ لائیں گے بلکہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی سابقہ نبوت پر ہی ایمان رکھیں گے جس طرح آج رکھتے ہیں۔ یہ چیز نہ آج ختم نبوت کے خلاف ہے نہ اُس وقت ہوگی۔

آخری بات جو ان احادیث سے، اور بکثرت دوسری احادیث سے بھی معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دجال، جس کے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنے کے لیے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا جائے گا، یہودیوں

== نائب کی حیثیت کام کریں گے۔"

اور یہی بات علامہ آلوسی "تفسیر روح المعانی" میں کہتے ہیں:-

"ثم انہ علیہ السلام حین ینزل باق علی نبوتہ السابقۃ لم یعزل عنہا بحال لکنہ لا یتعبد بہا لنسخہا فی حقہ و حق غیرہ و تکلیفہ باحکام ہذا الشریعۃ اصلاً و فرعاً فلا یکون الیہ علیہ السلام وحی و لا نصب احکام بل یکون خلیفۃ لرسول اللہ ﷺ حاکماً من حکام ملتہ بین امتہ۔" (جلد ۲۲، ص ۳۲)

"پھر، عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ اپنی سابق نبوت پر باقی ہوں گے، بہرحال اس سے معزول تو نہ ہو جائیں گے، مگر وہ اپنی پچھلی شریعت کے پیرو نہ ہوں گے کیونکہ وہ ان کے اور دوسرے سب لوگوں کے حق میں منسوخ ہو چکی ہے، اور اب وہ اصول اور فروع میں اس شریعت کی پیروی پر مکلف ہوں گے، لہٰذا ان پر نہ اب وحی آئے گی اور نہ انھیں احکام مقرر کرنے کا اختیار ہوگا، بلکہ وہ رسول اللہ ﷺ کے نائب اور آپ ﷺ کی امت میں ملتِ محمدیہ کے حاکموں میں سے ایک حاکم کی حیثیت سے کام کریں گے۔"

امام رازی اس بات کو اور زیادہ وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان کرتے ہیں:-

"انتہاء الانبیاء الی مبعث محمد ﷺ فعند مبعثہ انتہت تلک المدۃ لا یبعد ان یصیر (ای عیسی ابن مریم) بعد نزولہ تبعاً لمحمد ﷺ۔" (تفسیر کبیر، ج ۳، ص ۳۴۳)

"انبیاء کا دور محمد ﷺ کی بعثت تک تھا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہو گئے تو انبیاء کی آمد کا زمانہ ختم ہو گیا۔ اب یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد محمد ﷺ کے تابع ہوں گے۔"

① اگرچہ دو روایتوں (نمبر ۵ و ۲۱) میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونے کے بعد پہلی نماز خود پڑھائیں گے، لیکن بیشتر اور قوی تر روایات (نمبر ۳، ۷، ۱۵، ۱۶) یہی کہتی ہیں کہ وہ نماز میں امامت کرانے سے انکار کریں گے اور جو اُس وقت مسلمانوں کا امام ہوگا اُسی کو آگے بڑھائیں گے۔ اسی بات کو محدثین اور مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سے ہوگا اور اپنے آپ کو "مسیح" کی حیثیت سے پیش کرے گا۔ اس معاملے کی حقیقت کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا جب تک وہ یہودیوں کی تاریخ اور ان کے مذہبی تصورات سے واقف نہ ہو۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل پے در پے تنزل کی حالت میں مبتلا ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ آخرکار بابل اور اسیریا کی سلطنتوں نے ان کو غلام بنا کر زمین میں تتر بتر کر دیا، تو انبیائے بنی اسرائیل نے ان کو خوشخبری دینی شروع کی کہ خدا کی طرف سے ایک "مسیح" آنے والا ہے جو ان کو اس ذلت سے نجات دلائے گا۔ ان پیشین گوئیوں کی بنا پر یہودی ایک مسیح کی آمد کے متوقع تھے جو بادشاہ ہو، لڑ کر ملک فتح کرے، بنی اسرائیل کو ملک ملک سے لا کر فلسطین میں جمع کر دے، اور ان کی ایک زبردست سلطنت قائم کر دے۔ لیکن ان کی ان توقعات کے خلاف جب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آئے اور کوئی لشکر ساتھ نہ لائے تو یہودیوں نے ان کی مسیحیت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور انھیں ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔ اُس وقت سے آج تک دنیا بھر کے یہودی اس مسیح موعود کے منتظر ہیں جس کے آنے کی خوش خبریاں ان کو دی گئی تھیں۔ ان کا لٹریچر اس آنے والے دور کے سہانے خوابوں سے بھرا پڑا ہے۔ تلمود اور ربیوں کے ادبیات میں اس کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اس کی خیالی لذت کے سہارے صدیوں سے یہودی جی رہے ہیں اور یہ امید لیے بیٹھے ہیں کہ یہ مسیح موعود ایک زبردست جنگی و سیاسی لیڈر ہوگا جو دریائے نیل سے دریائے فرات تک کا علاقہ (جسے یہودی اپنی میراث کا ملک سمجھتے ہیں) انھیں واپس دلائے گا، اور دنیا کے گوشے گوشے سے یہودیوں کو لا کر اس ملک میں پھر سے جمع کر دے گا۔

اب اگر کوئی شخص مشرق وسطیٰ کے حالات پر ایک نگاہ ڈالے اور نبی ﷺ کی پیشین گوئیوں کے پس منظر میں ان کو دیکھے تو وہ فوراً یہ محسوس کرے گا کہ اس دجالِ اکبر کے ظہور کے لیے اسٹیج بالکل تیار ہو چکا ہے جو حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق یہودیوں کا "مسیح موعود" بن کر اٹھے گا۔ فلسطین کے بڑے حصے سے مسلمان بے دخل کیے جا چکے ہیں اور وہاں اسرائیل کے نام سے ایک یہودی ریاست قائم کر دی گئی ہے۔ اس ریاست میں دنیا بھر کے یہودی کھنچ کھنچ کر چلے آ رہے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے اس کو ایک زبردست جنگی طاقت بنا دیا ہے۔ یہودی سرمائے کی بے پایاں امداد سے یہودی سائنس داں اور ماہرین فنون اس کو روز افزوں ترقی دیتے چلے جا رہے ہیں، اور اس کی یہ طاقت گرد و پیش کی مسلمان قوموں کے لیے ایک خطرۂ عظیم بن گئی ہے۔ اس ریاست کے لیڈروں نے اپنی اس تمنا کو کچھ چھپا کر نہیں رکھا ہے کہ وہ اپنی "میراث کا ملک" حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مستقبل کی یہودی سلطنت کا جو نقشہ وہ ایک مدت سے کھلم کھلا شائع کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ وہ پورا شام، پورا لبنان، پورا اردن اور تقریباً سارا عراق لینے کے علاوہ ترکی سے اسکندرون، مصر سے سینا اور ڈیلٹا کا علاقہ اور سعودی عرب سے بالائی حجاز و نجد کا علاقہ لینا چاہتے ہیں جس میں مدینہ منورہ بھی شامل ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے صاف محسوس ہوتا ہے کہ آئندہ کسی عالمگیر جنگ کی ہڑبونگ سے فائدہ اٹھا کر وہ ان علاقوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے اور ٹھیک اس موقع پر وہ دجال اکبر ان کا مسیح موعود بن کر اٹھے گا جس کے ظہور کی خبر دینے ہی پر نبی ﷺ نے اکتفا نہیں فرمایا ہے بلکہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس زمانے میں مسلمانوں پر مصائب کے ایسے پہاڑ ٹوٹیں گے کہ ایک دن ایک سال کے برابر محسوس ہوتا ہوگا۔ اسی بناء پر آپ ﷺ فتنہ دجال سے خود بھی خدا کی پناہ مانگتے تھے اور اپنی امت کو بھی پناہ مانگنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اس مسیح دجال کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کسی مثیل مسیح کو نہیں بلکہ اس اصل مسیح کو نازل فرمائے گا جسے دو ہزار برس پہلے یہودیوں نے ماننے سے انکار کر دیا تھا اور جسے وہ اپنی دانست میں صلیب پر چڑھا کر ٹھکانے لگا چکے تھے۔ اس حقیقی مسیح کے نزول کی جگہ ہندوستان یا افریقہ یا امریکہ میں نہیں بلکہ دمشق میں ہوگی کیونکہ یہی مقام اُس وقت عین محاذ جنگ پر ہوگا۔ اسرائیل کی سرحد سے دمشق بمشکل ۵۰، ۶۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پہلے جو احادیث ہم نقل کر آئے ہیں ان کا مضمون اگر آپ کو یاد ہے تو آپ کو یہ سمجھنے میں کوئی زحمت نہ ہوگی کہ مسیح دجال ۷۰ ہزار یہودیوں کا لشکر لے کر شام میں گھسے گا اور دمشق کے سامنے جا پہنچے گا۔ ٹھیک اس نازک موقع پر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام صبح دم نازل ہوں گے اور نماز فجر کے بعد مسلمانوں کو اس کے مقابلے پر لے کر نکلیں گے۔ ان کے حملے سے دجال پسپا ہو کر افیق کی گھاٹی سے (ملاحظہ ہو: حدیث نمبر ۲۱) اسرائیل کی طرف پلٹے گا اور وہ اس کا تعاقب کریں گے۔ آخر کار لُدّ کے ہوائی اڈے پر پہنچ کر وہ ان کے ہاتھوں مارا جائے گا (حدیث نمبر ۱۰، ۱۴، ۱۵) اس کے بعد یہودی چن چن کر قتل کیے جائیں گے اور ملت یہود کا خاتمہ ہو جائے گا (حدیث نمبر ۹، ۱۵، ۲۱) عیسائیت بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے اظہار حقیقت ہو جانے کے بعد ختم ہو جائے گی۔ (حدیث نمبر ۱، ۲، ۴، ۶) اور تمام ملتیں ایک ہی ملت مسلمہ میں ضم ہو جائیں گی۔ (حدیث نمبر ۶، ۱۵)

یہ ہے وہ حقیقت جو کسی اشتباہ کے بغیر احادیث میں صاف نظر آتی ہے۔ اس کے بعد اس امر میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے کہ "مسیح موعود" کے نام سے جو کاروبار ہمارے ملک میں پھیلایا گیا ہے وہ ایک جعل سازی سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے۔

اس جعل سازی کا سب سے مضحکہ انگیز پہلو یہ ہے کہ جو صاحب اپنے آپ کو ان پیشین گوئیوں کا مصداق قرار دیتے ہیں انہوں نے خود ابن مریم بننے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے یہ دلچسپ تاویل فرمائی ہے:-

''اس نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے) براہینِ احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے، دو برس تک صفت مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی۔ ... پھر...... مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ سے نفخ کی گئی اور استعارے کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا، اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے، مجھے مریم سے عیسیٰ بنا دیا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔'' (کشتی نوح، ص ۸۷-۸۹)

یعنی پہلے مریم بنے، پھر خود ہی حاملہ ہوئے، پھر اپنے پیٹ سے آپ عیسیٰ ابن مریم بن کر تولد ہو گئے! اس کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا نزول تو احادیث کی رو سے دمشق میں ہونا تھا جو کئی ہزار برس سے شام کا ایک مشہور و معروف مقام ہے اور آج بھی دنیا کے نقشے پر اسی نام سے موجود ہے۔ یہ مشکل ایک دوسری پُرلطف تاویل سے یوں رفع کی گئی:-

''واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں ...... یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔'' (حاشیۂ ازالۃ اوہام، ص ۶۳، ۷۳)

پھر ایک اور الجھن یہ باقی رہ گئی کہ احادیث کی رو سے ابن مریم کو ایک سفید منارہ کے پاس اترنا تھا۔ چنانچہ اس کا حل یہ نکالا گیا کہ مسیح صاحب نے آ کر اپنا منارہ خود بنوا لیا۔ اب اسے کون دیکھتا ہے کہ احادیث کی رو سے منارہ وہاں ابن مریم علیہ السلام کے نزول سے پہلے موجود ہونا چاہیے تھا، اور یہاں وہ مسیح موعود صاحب کی تشریف آوری کے بعد تعمیر کیا گیا۔

آخری اور زبردست الجھن یہ تھی کہ احادیث کی رو سے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو لُد کے دروازے پر دجال کو قتل کرنا تھا۔ اس مشکل کو رفع کرنے کی فکر میں پہلے طرح طرح کی تاویلیں کی گئیں۔ کبھی تسلیم کیا گیا کہ لُد بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے (ازالہ اوہام، شائع کردہ انجمن احمدیہ لاہور، تقطیع خورد، صفحہ ۲۲۰) پھر کہا گیا کہ

''لُد اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو بے جا جھگڑا کرنے والے ہوں۔ جب دجال کے بے جا جھگڑے کمال تک پہنچ جائیں گے تب مسیح موعود ظہور کرے گا اور اس کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کر دے گا۔'' (ازالہ اوہام، صفحہ ۷۳)

لیکن جب اس سے بھی بات نہ بنی تو صاف کہہ دیا گیا کہ لُد سے مراد لدھیانہ ہے، اور اس کے دروازے پر دجال کے قتل سے مراد ہے کہ اشرار کی مخالفت کے باوجود وہیں سب سے پہلے مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ (الہدیٰ، ص۹۱)

ان تاویلات کو جو شخص بھی کھلی آنکھوں سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹے بہروپ کا صریح ارتکاب ہے جو علی الاعلان کیا گیا ہے۔

سے اس کے فرقانِ حمید میں اور اس کے رسول امین خاتم النبیین ﷺ کے لسانِ صدق سے نہیں حاصل ہے اور نہ اپنی امت کو اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی۔ بلکہ اللہ پاک نے اس سے انکار کرنے کا حکم فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:-

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ (النساء: ۶۰)

یعنی: ''کیا آپ نے ان لوگوں کو خیال نہیں کیا جن کو دعویٰ ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ پر اترا ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے اترا ہے وہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ حاصل کریں غیر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (طاغوت) سے حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سے انکار کریں۔''

اور ایسا غیر مصدق و غیر موثق نبی سنت اللہ کے مطابق نبی نہیں ہوگا بلکہ بدع من الرسل اور انوکھا نبی ہوگا۔

مسیلمہ کذاب اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والوں کی اکابر امت محمدیہ نے انھیں حقائق و شواہد کے پیشِ نظر کبھی تصدیق نہیں کی اور نہ پھر ایسے غیر مصدق کسی نبی نے کبھی بروز و ظہور کیا۔ جس کی تصدیق اکابر و علمائے امت نے کی وہ اور اسی وجہ سے معنی نبوت میں خوب خوب موشگافیوں کے باوجود اور بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اور مجددین کے ہوتے رہنے کے باوجود صحیح معنی میں نہ کوئی نبی پیدا ہوا اور نہ کسی نے مدعی نبوت کی تائید و تصدیق کی۔ سچ فرمایا اور حکم دیا اللہ رب العالمین نے اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کو کہ

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف: ۹)

و فیہ کفایۃ لمن لہ درایۃ و من یستزد فزد۔

و اخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

نبوت اور معجزہ

''نبی صاحبِ معجزہ ہوتا ہے، جو صاحبِ معجزہ نہیں، نبی نہیں ہو سکتا۔ معجزہ نہ کرامت ہے، نہ استدراج ہے، نہ سحر ہے نہ کوئی اور عجوبہ عادی چیز، بلکہ اللہ کا خاص فعل ہے جو عام افعال سے ممتاز ہے۔''

مستفاد: ''ختم نبوت''،

از: مولانا حافظ محمد ایوب دہلوی رحمہ اللہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ

خاتم النبیین - تکمیل نبوت - تکمیل دین

اللہ تعالیٰ نے ادیان سابقہ کے ساتھ اشاعت دین کا معاملہ فرمایا اور آخری دین کے آنے سے پہلے اور نبوت کے ختم ہونے سے پیشتر ان کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو ہدایت ملی اور ان کو نجات ملی۔ لیکن چونکہ ان ادیان کو قیامت تک باقی نہیں رہنا تھا اس لیے حفاظت دین کا ان کے لیے نہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور نہ قرآن مجید میں اس کی کوئی تصریح موجود ہے۔ اس کے برخلاف قرآن مجید میں ان ادیان کے متعلق یہ ہے:-

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (المائدۃ: ۴۴)

یعنی: "کیونکہ وہ (علمائے یہود ونصاریٰ) کتاب اللہ کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے (حکم الٰہی کا یقین رکھتے تھے)۔"

ایک طرف اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے متعلق فرماتا ہے انا لہ لحٰفظون، دوسری طرف صحف سابق کے بارے میں فرماتا ہے۔ بما استحفظوا من کتاب اللہ (وہ لوگ (یعنی: علمائے یہود ونصاریٰ) کتاب اللہ کی حفاظت کے ذمہ دار بنائے گئے۔) اور کسی ایک جگہ بھی یہ نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ نے قدیم آسمانی کتابوں کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہو۔

اس میں بہت بڑا دخل ان ادیان میں ختم نبوت کے عقیدہ اور اعلان کے نہ ہونے کو ہے۔ مدعیان نبوت کے سلسلہ کو روکنے کے لیے ان ادیان میں کوئی دیوار نہیں بنائی گئی، کوئی پشتہ تعمیر نہیں ہوا، کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں مدعیان نبوت کے بعد دیگرے پیدا ہوتے رہے، لوگ ان کی دعوت سے متاثر ہوتے رہے اور یہودی اور مسیحی دنیا کو ایک شدید ذہنی اور مذہبی انتشار سے واسطہ پڑتا رہا۔

یہودی اور مسیحی تاریخ پڑھنے والا اس بات کو صاف طریقہ پر دیکھتا ہے کہ مدعیان نبوت کا کثرت سے پیدا ہونا یہودی دنیا کے لیے اپنے حلقہ اثر میں ایک عظیم الشان آزمائش اور فتنہ بنا ہوا تھا۔ یہ ان کے لیے ایک زبردست بحران (Crisis) اور ایک اہم مسئلہ (Problem) کی حیثیت رکھتا تھا۔ مجھے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ علامہ اقبالؒ (اللہ ان کے درجے بلند فرمائے) کی تحریر سے منعطف ہوئی کہ انہوں نے (میرے مطالعہ میں) پہلی مرتبہ لکھا ہے کہ ختم نبوت اس امت کا طرہ امتیاز اور اس کے حق میں نعمت عظمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو یہ عظیم الشان نعمت عطا فرمائی ہے کہ ختم نبوت کا محکم اعلان کر دیا گیا۔ گویا انسانوں کو یہ بتایا کہ اب تمہیں بار بار وحی کے لیے آسمان کی طرف نہیں دیکھنا ہے، اب زمین کی طرف دیکھو اپنی توانائیاں اور صلاحیتیں زمین کو (جس میں تم خلیفۃ اللہ فی الارض بنائے گئے ہو) آباد کرنے اور اپنی صلاحیتوں سے انسانوں کی قسمت بدلنے، سہولت بہم پہنچانے اور ان کے لیے وہ ماحول بنانے میں صرف کرو جو ان کو نجات اخروی اور سعادت دنیوی کے حصول کے لیے معاون ہو۔ اب تم اپنی توانائی اس میں ضائع نہ کرو کہ ہر تھوڑے وقفہ کے بعد آسمان کی طرف دیکھا کرو کہ کوئی نیا نبی تو نہیں آ رہا ہے، کوئی نیا الہام تو نہیں ہو رہا ہے؟ آسمان سے براہ راست کوئی نئی راہ نمائی ہونے والی ہے؟ انہوں نے یہ لکھا ہے کہ ختم نبوت ایک ایسی نعمت ہے جس نے امت کو انتشار، ذہنی کشمکش اور جعل سازوں کی سازشوں کا شکار ہونے سے بچا لیا۔ ①

میں نے اس روشنی میں یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ براہ راست پڑھنی شروع کر دی تو میں نے دیکھا کہ یہودی اور مسیحی علماء سر پکڑ کر (اور اس کو مبالغہ نہیں کہہ رہا ہوں) رو رہے ہیں۔ اور اس پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں ہم کیا کریں۔ عجیب مصیبت ہے، روز ایک نیا مدعی نبوت پیدا ہوتا ہے۔ اس کو صادق یا کاذب ثابت کرنے کے لیے کوئی پیمانہ چاہیے اور وہ بھی ایسا جو سب کو سمجھ میں آئے۔ ہماری طاقت اور ذہانت اسی میں صرف ہو رہی ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ فلاں جعلی مدعی نبوت ہے، فلاں دجال کاذب ہے۔ صدیوں تک یہودی اور مسیحی دنیا اس آزمائش میں مبتلا رہی ہے۔ میں یہاں معتبر یہودی اور عیسائی ماخذ کے صرف وہ اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ امریکی برطانوی جیوش ہسٹاریکل کا ایک فاضل رکن Albert M. Taymson (البرٹ ایم ٹامسن) "انسائیکلوپیڈیا مذاہب واخلاق" میں لکھتا ہے:-

"یہودی حکومت کی آزادی سلب ہو جانے کے بعد پچھلی چند نسلوں تک بہت سے خود ساختہ مسیحاؤں کا ذکر یہود کی تاریخ میں ملتا ہے، جلا وطنی کے تاریک

① تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:- علامہ اقبال کے مدارس کے لیکچرز۔ Reconstruction of religious thoughts in Islam اور اس کا ترجمہ از نذیر نیازی۔ "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانوں میں امید اور خوشخبری کے یہ پیغامبر خود ساختہ قائدین کی حیثیت سے یہود کو ان کے وطن (جہاں سے ان کے آباؤ اجداد نکال باہر کیے گئے تھے) واپس لے جانے کی امیدیں دلاتے رہتے تھے۔ اکثر اوقات اور خصوصاً قدیم زمانے میں ایسے مسیح ان مقامات پر اور ایسے زمانے میں پیدا ہوتے تھے جہاں یہود پر ظلم وستم انتہا کو پہنچ جاتا تھا اور اس کے خلاف بغاوت کے آثار پیدا ہو جاتے تھے۔ اس قسم کی تحریکیں عموماً سیاسی نوعیت کی حامل ہوتی تھیں۔ خصوصاً بعد کے زمانے میں تو تقریباً ہر تحریک کا یہی رنگ تھا۔ اگرچہ مذہبی رنگ سے کم عاری ہوا کرتی تھیں لیکن اکثر ان کے بانی بدعات کو فروغ دے کر اپنی سیادت کا دائرہ اور اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کرتے تھے جس کے نتیجہ میں یہودیت کی اصلی تعلیم کو بہت نقصان پہنچتا تھا۔ نئے نئے فرقے جنم لیتے اور پھر بالآخر عیسائیت یا اسلام میں ضم ہو جاتے تھے۔" (Encyclopedia of Religion and Ethics)

Edwin Knox Mitchell ہارٹ فورڈ (Hartford) کے مدرسہ مسیحیت کو پیش آنے والے اس ابتلا کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"ان جھوٹے نبیوں کے ظہور نے جو ماورائی حکمت Superior Wisdom کے مدعی ہوتے تھے بہت جلد بے اعتمادی پیدا کر دی اور کلیساؤں اور ان کے رہنماؤں کو اس خطرہ کا احساس دلایا جو ان کی فلاح و بہبود کے گرد منڈلا رہا تھا۔ تاہم ابھی کوئی ایسا تادیبی طریقہ وجود میں نہیں آیا تھا، جو جانا پہچانا بھی ہوتا، اور ان مکاروں کا زور ختم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو، جنہیں یہ دعویٰ تھا کہ اللہ ان سے کلام کرتا ہے، اور ان پر بذریعہ وحی اپنے راز ہائے سربستہ منکشف کرتا ہے، ابھی تک کوئی ایسا معیار دریافت نہیں ہو پایا تھا، جس کے ذریعہ ان مدعیان روحانیت کی صداقت کا امتحان لیا جا سکتا، ایسے معیار کا دریافت ہونا قطعاً ضروری تھا، اور اگر یہ دریافت نہ بھی ہوتا تو بھی کلیسا اس کی تخلیق کر کے رہتا تاکہ اس کے ذریعہ مذہب کو بنیادی اصولوں میں انتشار اور زندگی کو الحاد کے راستے پر جا پڑنے سے بچا سکے۔ اور اس طرح خود اپنی حفاظت کا انتظام کر سکے۔" (Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol.10)

آپ خیال کیجئے کہ جب یہ صورت حال ہو تو پھر دوسرے کام کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہاں پر ہمیں اس حدیث کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے جس کو ہم پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں، میں بھی ان ہی لوگوں میں ہوں جنہوں نے الحمد للہ حدیث کا درس لیا اور دیا بھی ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم اس وقت اس حدیث کی اہمیت کو اچھی طرح سمجھ نہیں سکے، لیکن جب ختم نبوت کا مسئلہ آیا اور ان یہودیوں اور عیسائیوں کی ذہنی پریشانی اور بحرانی کیفیت کا علم ہوا تو اس حدیث کو ہمیں سمجھنے میں مدد ملی۔ بخاری کی حدیث ہے:-

"جاء رجل من اليهود الى عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال: یا امیر المومنین! انکم تقراون آیة فی کتابکم، لو علینا معشر الیھود نزلت لاتخذنا ذٰلک الیوم عیداً، قال: و ای آیة؟ فقال قوله: "الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی" فقال عمر رضی اللہ عنہ: واللہ انی لا علم الیوم الذی نزلت علی رسول اللہ ﷺ والساعة التی نزلت فیھا علی رسول اللہ ﷺ، عشیة عرفة یوم جمعة۔" (روایت صحیح بخاری، کتب صحاح و سنن، مسند امام حنبل، الفاظ مسند احمد بن حنبل کے ہیں)

اس میں ہر چیز قابل توجہ ہے، معمولی یہودی نہیں ایک یہودی عالم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کہا کہ امیر المومنین آپ اپنی مقدس کتاب میں ایک ایسی آیت پڑھتے ہیں کہ اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس روز کو روزِ جشن بنا لیتے لیکن آپ لوگ آسانی سے پڑھ جاتے ہیں (آپ کو اندازہ نہیں کہ وہ آیت کتنی عظیم الشان ہے وہ ایک حد فاصل اور امت کے حق میں ایک نعمت ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ کون سی آیت ہے۔ یہودی نے کہا: الیوم اکملت لکم دینکم۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اس روز بلکہ اس وقت کو بھی خوب جانتے ہیں جب آنحضرت ﷺ پر وہ نازل ہوئی تھی، وہ جمعہ کا دن اور عرفہ کی شام تھی۔

اس جواب میں فاروقی ذہن اور فاروقی رہنمائی کام کرتی نظر آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھی طرح یاد ہے وقوف عرفہ کے دن یہ آیت نازل ہوئی، یہ تو رکھی رکھائی عید ہے، اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اشارہ دے دیا ہمیں کسی نئے تہوار اور جشن کی ضرورت نہیں (اور اسلام حقیقتاً تہواروں اور جشنوں کا مذہب بھی نہیں ہے)۔

میں اس یہودی کے فہم کی اور اس کی نظر کی داد دیتا ہوں، اس کا بیان ایک تاریخی شہادت کا درجہ رکھتا ہے، یہ شہادت روایتی اور تاریخی طور پر بھی معتبر ہے، اور قرائن و آثار کے اعتبار سے بھی قابل فہم ہے، اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ ایک یہودی عالم کی شہادت کے مطابق (جو اپنے مذہب کا واقف کار اور مستند نمائندہ ہے) یہودی مذہب میں کوئی ایسا اعلان نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی، اور ہمارے یہاں اس کا صاف اعلان موجود ہے، اگر ہمارے سامنے وہ یہودی عالم ہوتا تو آپ دیکھتے کہ اس کے چہرے پر کیا اتار چڑھاؤ ہے اور حسرت و افسوس کے کیا آثار ہیں؟ اگر کوئی شخص اس کے الفاظ کی طاقت اور اس کی تعبیر کی گیرائی اور گہرائی پر غور کرے تو اس کو کچھ اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کس طرح اور کس حسرت سے اپنے اس مفہوم کو ادا کیا ہوگا، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مذہب کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس طرح کا کوئی اعلان نہیں کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے دین اسلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی اور دین کے مختتم اور محکم و کامل ہونے کا آخری طور پر اعلان فرما دیا۔

میں یہاں پر یہ عرض کردوں کہ اسلامی تاریخ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ دونوں فرض (اشاعت دین اور حفاظت دین) دوش بدوش اور ساتھ ساتھ چلتے رہے ہیں، لیکن اشاعت دین کے لیے ان دقیق وعمیق، بلند و نازک صفات کی اتنی ضرورت نہیں جتنی حفاظت دین کے لیے ضرورت ہے۔ اشاعت دین کا جہاں تک تعلق ہے، وہ بادشاہوں کے ذریعہ سے بھی ہوئی، فاتحین ممالک اور بانیان سلطنت کے ذریعہ سے بھی ہوئی، تنہا ولید بن عبد الملک کی خلافت کے دور میں (جس کو ہم معیاری نہیں سمجھتے) لاکھوں بلکہ ممکن ہے کہ کروڑوں آدمی مسلمان ہوئے ہوں اس لیے کہ جس وسعت سے ولید کے زمانے میں دنیا فتح ہوئی اس کی نظیر دوسرے خلفاء و سلاطین کے عہد میں مشکل سے ملے گی، عقبہ بن نافع دمشق سے چلتے ہیں اور مصر سے لے کر لیبیا، طرابلس، الجزائر، تونس اور مراکش و درباط تک پہنچ جاتے ہیں، شمالی افریقہ کی پوری پٹی مسلمان ہو جاتی ہے، وہ بحر ظلمات میں گھوڑے ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ! یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں تیری زمین کے آخری سرے تک تیرا دین پھیلاتا جاتا، میں نے مغرب کے سفر میں وہ جگہ دیکھی ہے جس کا نام آج تک "اسفی" ہے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے جس حسرت اور خلوص کے ساتھ وہ الفاظ کہے تھے کہ آج تک اس جگہ کا نام اسفی ہے۔ (تاریخ الکامل ابن اثیر، ج ۳، ص ۴۲، ۴۳)

جہاں تک اشاعت دین کا تعلق ہے، اللہ تعالیٰ فاتحین و قائدین عساکر اسلامیہ کو جزائے خیر دے، ہمیں ان کا احسان ماننا چاہیے، ان کے لیے کلمہ خیر کہنا چاہیے، میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو فاتحین و قائدین کے سارے کارناموں پر پانی پھیر دیتے ہیں اور ان کو خالص دنیا دار اور دنیا طلب سلاطین و ملوک کے طور پر پیش کرتے ہیں، اللہ نے ان سے بڑا کام لیا ہے، خلفائے بنی امیہ کے ذریعہ اور دوسرے مسلمان سلاطین کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر اشاعت اسلام ہوئی۔

لیکن اشاعت اسلام کے لیے ان نازک صفات، اندرونی روحانی طاقت اس دین پر اعتماد کلی اور اس کے بارے میں مکمل شرح صدر اور اس غیرت دینی کی اتنی ضرورت نہیں جتنی حفاظت دین کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے حفاظت دین کا فریضہ علمائے دین کے سپرد کیا گیا ہے، نائبین رسول کے سپرد کیا گیا ہے۔ اشاعت دین میں دونوں شریک ہیں، اس میں کوئی شبہ نہیں سیدنا عبد القادر جیلانی اور ان کے متبعین کے ذریعہ افریقہ میں اسلام جس طرح سے پھیلا، حضری سادات و شیوخ و تجار کے ذریعہ ملیشیا اور انڈونیشیا جس طرح مسلمان ہوئے نائب رسول اللہ ﷺ (میں یہ لفظ قصداً استعمال کر رہا ہوں اس لیے کہ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سب بزرگوں کا اسی طرح نام لیتے ہیں جس طرح لینا چاہیے لیکن جب خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ کا نام لیتے ہیں تو نائب رسول اللہ ﷺ ضرور کہتے ہیں) حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے جانشینوں کے ذریعہ اسلام جس طرح پھیلا ہے افسوس اس کا مکمل ریکارڈ موجود نہیں مگر تاریخ سے متواتر یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ ابو الفضل جیسا Secular مؤرخ بھی بلند الفاظ میں اس کا اعتراف کرتا ہے۔ (ملاحظہ ہو: آئین اکبری، ص: ۲۷۰)

ہندوستان میں اشاعت اسلام کی تاریخ میں تین نام اور بہت نمایاں نظر آتے ہیں، امیر کبیر سید علی ہمدانی جن کے ہاتھ پر کشمیر کا بڑا حصہ مسلمان ہوا، شیخ اسمٰعیل لاہوری اور خواجہ فرید الدین گنج شکر (ملاحظہ ہو "دعوت اسلام" ترجمہ Preaching of Islam By Professor Arnold، ص ۲۷۸، ۲۷۹۔ ص ۲۸۸، ۲۸۹ (اردو) طبع لاہور ۱۹۷۲ء) تیرہویں صدی ہجری کے ایک باخبر عالم و مؤرخ مولانا عبد الاحد کہتے ہیں کہ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ہاتھ پر چالیس ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔ (سوانح احمدی)

لیکن حفاظت دین کا اب سارا انحصار ہمارے علماء پر ہے۔ ہمارے مدارس کے فضلاء پر ہے اور میں اس سلسلہ میں عرض کرتا ہوں کہ اس کی پیشین گوئی موجود ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے:-

"یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفقون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین۔" (مشکوٰۃ، فصل ثانی، ص: ۳۶)

"اس علم کے حامل کے ہر نسل میں وہ لوگ ہوں گے جو دیانت وتقویٰ سے متصف ہوں گے وہ اس دین کی غلو پسندوں کی تحریف، اہل باطل کی غلط نسبت و انتساب اور جاہلوں کی تاویلات سے حفاظت کریں گے۔"

میں پھر آپ سے کہتا ہوں:-

وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ

(النجم: ۳-۴)

"(اللہ کے نبی) نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں، یہ قرآن تو حکم اللہ ہے جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے۔"

ایک نبی مرسل اور صادق و مصدوق کی زبان سے ہی یہ الفاظ نکل سکتے ہیں۔ اسلام کی پوری تاریخ اصلاح وتجدید آپ پڑھیں، حفاظت دین کے جتنے کام ہوئے ہیں، صیانت دین کے جتنے کام ہوئے ہیں ان میں سے ہر کام ان عنوانوں میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آتا ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے ان الفاظ کے اعماق اور آفاق کا جائزہ نہیں لیا اور ان کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ الفاظ کے لیے اعماق بھی ہوتے ہیں، آفاق بھی۔ الفاظ نبوی کے آفاق بھی وسیع سے وسیع تر اور اعماق بھی عمیق سے عمیق تر ہیں۔ اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ سے پہلے کوئی نہیں کہہ سکتا تھا: "ینفون عنه تحریف الغالین و انتحال المبطلین و تاویل الجاہلین۔" ساری تاریخ اصلاح وتجدید اس کی ہی تشریح ہے۔ اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ان فتنوں میں جو امت کی تاریخ میں رونما ہوئے، فتنہ قادیانیت سرفہرست ہے۔ مجھے تاریخ کے اس حصہ سے خصوصی دلچسپی رہی ہے جس کا تعلق ملت اسلامیہ کے دین و عقائد، فکر و رجحان اور تحریکوں سے رہا ہے۔ اس لیے میں اپنے محدود مطالعہ کی روشنی میں کہہ سکتا ہوں کہ ظہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے لے کر اس وقت تک کوئی فتنہ اسلام کی تاریخ میں اتنا نازک اور ابتلا کا نہیں تھا جتنا قادیانیت۔ اس لیے ہمارے بہت سے ان علماء حضرات کو جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا (اللہ تعالیٰ ان کے درجے بلند فرمائے) اس پہلو کے تنقیدی و تفصیلی مطالعہ کا موقعہ نہیں ملا۔ بہت سی چیزیں زمان و مکاں سے تعلق رکھتی ہیں۔ ذہانت، وفور علم اس کے ادراک کے لیے کافی نہیں۔ جو واقعہ ابھی پیش نہیں آیا، جو دعوے ہمارے سامنے نہیں آئے ان دعوؤں کا ہم پہلے سے نوٹس کیسے لے سکتے ہیں۔ حقیقتاً قادیانی لٹریچر اس طرح کھلے طریقے سے سامنے نہیں آیا تھا کہ یہ حضرات اندازہ کر سکتے۔ ہمارے بہت سے مناظرین اور مدافعین نے (جو ہمارے اعتراف اور احترام کے مستحق ہیں) بیشتر نے ایک اسلامی فرقے کی حیثیت سے قادیانیت پر نظر ڈالی، اور اسی دائرہ کے اندر اس کا احتساب کیا، لیکن معاملہ یہ نہیں ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وہ ایک متوازی امت اور ایک مستقل دین کے داعی ہیں۔ یہاں پورا دینی نظام ترتیب دیا گیا ہے۔ شعائر کے مقابلہ میں شعائر، مقدسات کے مقابلہ میں مقدسات، مرکز کے مقابلہ میں مرکز، قبلہ کے مقابلہ میں قبلہ، محبت کی جگہ پر محبت، عظمت کی جگہ پر عظمت، ایک طریق فکر و استدلال کی جگہ پر دوسرا طریق فکر و استدلال، کتابوں کی جگہ پر کتابیں، ہر چیز کا انہوں نے بدل مہیا کیا ہے، اور ہر چیز انہوں نے متبادل دی ہے یہاں تک کہ اسلامی تقویم کی قمری و ہجری مہینوں کے مقابلہ میں انہوں نے مہینوں کے نئے نام رکھے ہیں۔ اتنا وقت نہیں ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ متعدد کتابوں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ خود میری کتاب "قادیانیت" میں ایک مستقل باب "ایک مستقل دین اور ایک متوازی امت" کے عنوان سے موجود ہے۔

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ "قادیانیت" ایک مستقل دین اور متوازی امت بنانے کی کوشش ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کو انبیاء علیہم السلام پر بھی فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے پھر کہنا پڑتا ہے کہ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ میرے علم میں انہوں نے اپنے ان انگریزی مضامین میں جو انہوں نے جواہر لال نہرو صاحب کے اٹھائے ہوئے اس سوال کے جواب میں کہ قادیانیت کے خلاف مسلمانوں میں اتنا جوش و خروش کیوں پایا جاتا ہے، وہ بھی ایک مسلمان فرقہ ہے، کمال اتاترک نے بھی دین میں اصطلاحات کیں، وہ بھی بعض نئی چیزیں پیش کرتے ہیں۔ (مقالات شائع شدہ اخبار Statement) لیکن ان کے خلاف تکفیر و تنقید کی یہ ہنگامہ آرائی نہیں ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس بات کو واضح کیا کہ اس امت کی اجتماعیت مربوط ہے ختم نبوت کے عقیدہ سے۔ یہ خاص توفیق الٰہی تھی۔ میں اس کو اسلام کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد اور وللہ جنود السموات و الارض کی تفسیر سمجھتا ہوں۔ اگر خدا نخواستہ علامہ اقبال کو اس بارے میں ذرا سا تردد پیدا ہو جاتا ہے یا وہ تذبذب کا شکار ہوتے تو اس نئی تعلیم یافتہ نسل کو بچانا کسی کے بس میں نہ ہوتا۔ لیکن ان مخلصین کی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ اللہ کی توفیق سے علامہ اقبال کا ذہن اس بارے میں بالکل صاف تھا۔ انہوں نے اس سلسلہ میں علمی و فکری انداز پر بڑا اہم کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنے اس انگریزی مضمون میں جو جواہر لال نہرو صاحب کے جواب میں شائع ہوا یہ لکھا ہے کہ "اسلام بحیثیت دین و مذہب اپنے عقائد اور اپنی شریعت پر قائم ہے لیکن بحیثیت ایک معاشرہ و جماعت یہ امت ختم نبوت کے عقیدہ پر قائم ہے۔ اسلام کے قیام کے لیے اس کی شریعت کافی ہے لیکن جہاں تک امت کا تعلق ہے اس امت کی شیرازہ بندی، اس امت کا باہمی ربط، اس امت کا دوام، اس کا تسلسل ختم نبوت کے عقیدہ سے وابستہ ہے۔" (ملاحظہ ہو: Islam and Ahmadism. شائع کردہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

اور دوسری بات ان کی گرفت میں یہ آئی کہ یہ فتنہ برطانوی حکومت اور مغربی اقتدار کی سازش اور ایک گہری اور دور رس منصوبہ بندی کا جزو ہے۔ اور یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کا دستاویزی ثبوت موجود ہے۔ خود مرزا صاحب اپنی کتاب "تریاق القلوب" میں لکھتے ہیں:-

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی تمام کتابوں کو تمام ممالک مصر، عرب، شام اور کابل و روم تک پہنچا دیا ہے، میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔ اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔" (تریاق القلوب، ص:۱۵)

انہوں نے لفٹنٹ گورنر پنجاب کو ۲۴ فروری ۱۸۹۸ میں جو درخواست پیش کی تھی اس میں اپنے خاندان کو، اپنی ذات کو گورنمنٹ برطانیہ کا وفادار اور جاں نثار اور سرکار انگریز کا "خود کاشتہ پودا" کے نام سے منسوب کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو: تبلیغ رسالت، ج ۷، ص:۱۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "قادیانیت"، فصل دوم: "انگریزی حکومت کی تائد اور جہاد کی ممانعت") علامہ اقبال نے بڑے لطیف اور حکیمانہ انداز میں اس ربط و تعلق کو ظاہر کیا ہے جو قادیانیت کی تحریک اور برطانوی سیاست کے مصالح و مفادات کے درمیان پایا جاتا ہے۔ (خود مرزا قادیانی نے صاف لفظوں میں اس ربط کا اعتراف کیا ہے) "امامت" کے عنوان سے فرماتے ہیں:-

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینہ میں تجھ کو دکھا کر رخ دوست
زندگی اور بھی تیرے لیے دشوار کرے
دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے
فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

نبوت کے عنوان سے فرماتے ہیں:-

میں نہ عارف نہ مجدد نہ محدث نہ فقیہ
مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام
ہاں مگر عالم اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیر فلک نیلی فام
عصر حاضر کی شب تار میں دیکھی میں نے
وہ حقیقت کہ ہے روشن صفت ماہ تمام
وہ نبوت ہے مسلماں کے لیے برگ حشیش
جس نبوت میں نہیں شوکت و قوت کا پیام

یہ وہ شخص کہہ رہا ہے جس نے کیمبرج کی یونی ورسٹی میں اعلیٰ تعلیم پائی۔ اللہ تعالیٰ نے دو آدمیوں کو پنجاب میں پیدا کیا (میں مولانا سید محمد علی مونگیری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد حسین بٹالوی، علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء و تلامذہ نیز پروفیسر الیاس برنی، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی وغیرہم کا ذکر نہیں کروں گا کہ وہ سب ایک مستقل مضمون بلکہ رسالہ و کتاب کے مستحق ہیں) آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ ان کو دعاؤں میں یاد رکھیں، ایک علامہ اقبال اور دوسرے مولانا ظفر علی خان ایڈیٹر زمیندار۔ اگر یہ دونوں وقت پر میدان میں نہ آتے تو نئی نسل کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا۔ ان کو علامہ اقبال کی اس عمیق و مؤثر اور سحر انگیز شاعری اور مولانا ظفر علی خان کے زور کلام نے قادیانیت کے آغوش میں جانے سے روکا۔

حضرات فضلاء، طلبائے عزیز، مہمانان کرام، میں آپ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ حفاظت دین کا فرض آج بھی اسی طرح سے علماء اور طالبان علوم دینیہ اور ہماری درس گاہوں پرورش پانے والوں اور نائبین رسول کے ذمہ ہے جیسے کہ پہلی صدی سے لے کر اس وقت تک رہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حفاظت دین کے شرائط اور صفات، اشاعت دین کے شرائط و صفات سے زیادہ دقیق اور عمیق اور زیادہ نازک اور زیادہ اہم ہیں۔ اس کے لیے دین کا عمیق فہم ہونا چاہیے۔ اس کے لیے ماہر فن اور اور ماہر علوم دینیہ اساتذہ سے استفادہ و تلمذ اور براہ راست دین کے سمجھنے اور عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے تفسیر و حدیث اور تاریخ اصلاح و تجدید کے وسیع مطالعہ کی ضرورت ہے پھر ایک بیدار ضمیر اور اس سے بھی بڑھ کر حمیت دینی و غیرت اسلامی کی ضرورت ہے، ع

میرے دیکھے ہوئے ہیں مشرق و مغرب کے مے خانے

میں اپنے مطالعہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ دسویں صدی ہجری سے لے کر اس وقت تک حفاظت دین کا فریضہ اس گروہ قدسی نے ادا کیا جس کے سرخیل اور سر گروہ سیدنا مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ہیں (۹۷۱ھ-۱۰۳۲ھ) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (برد اللہ مضجعہ) کے بعد ہمیں اس پایہ کے مجدد دین اور اس پایہ کے محافظین دین کم نظر آتے ہیں۔ لیکن مجدد الف ثانی کے عہد سے لے کر (جن کی ولادت ۹۷۱ھ میں ہوئی اور ۱۰۳۲ھ میں وفات ہے) ہمارے اس عہد تک کم سے کم برصغیر ہند میں۔ یہ فریضہ ان درس گاہوں اور علمی و دینی مرکزوں کے فضلائے کرام نے انجام دیا جو حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے فکر و مسلک اور ان کے بنائے ہوئے نقشہ پر قائم ہوئے، اور آج بھی یہ ان کے کرنے کا سب سے بڑا کام ہے۔

گماں مبر کہ بپایاں رسد کار مغاں
ہزار بادۂ نا خوردہ در رگِ تاکست

اس وقت آپ کی سب سے بڑی ذمہ داری یہ ہے کہ ہندوستان میں دین کا فہم، دین کی صحیح تعبیر، دین کا صحیح تصور اور دین کی اصل بنیادیں متاثر نہ ہونے پائیں۔ یہ سب سے بڑا فریضہ ہے مدارس عربیہ کے فضلاء اور ان سے انتساب رکھنے والے علماء و اہل فکر کا۔ صیانت دین و حفاظت دین کا میدان علماء ہی کا میدان ہے اور علماء ہی اس میدان کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں نے یہ عرض کیا کہ اس کے لیے ان محاذوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے جن کا ذکر حدیث بالا "ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاويل الجاهلين۔" میں آیا ہے۔ ہمیں حضور ﷺ نے فصول و ابواب دے دیے ہیں، ہم کو اہم ناکوں اور فیصلہ کن محاذوں پر کھڑا کر دیا ہے۔ فتنے کے دروازے کیا ہیں، "تحريف الغالين --- انتحال المبطلين --- تاويل الجاهلين" اور میں نے اپنے قابل احترام دوستوں سے کہتا ہوں کہ اس وقت نہیں ایک دو دن میں سوچ کر کوئی چوتھا عنوان تجویز کریں جو اس حدیث میں نہیں آیا ہے۔ وہ دیکھیں گے کہ وہ عنوان ان میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آ جاتا ہے۔ اس میں دعویداران نبوت بھی آتے ہیں، دین میں تحریف کرنے والے بھی آتے ہیں، اہل الحاد بھی آتے ہیں، برخود غلط تجدد و ترقی پسند بھی آتے ہیں، بدعات کے داعی بھی آتے ہیں، فرق ضالہ کے ترجمان بھی آتے ہیں۔ شہرستانی کی "تاریخ الملل والنحل" آج بھی موجود ہے۔ اس کے بعد بھی اس موضوع پر کتابیں ملتی ہیں، آپ ان میں سے وقت کا کوئی فتنہ اور ضلالت لے لیں ان میں سے کسی نہ کسی عنوان کے تحت آ جائے گا۔ "تحريف الغالين" کی حقیقت واضح کرنا، "انتحال المبطلين" کی نقاب کشائی کرنا، اور "تاويل الجاهلين" کی قلعی کھولنا اور ان سب سے امت کی حفاظت کرنا آج بھی علماء کے ہی ذمہ ہے۔

قادیانیت کا پس منظر کیا ہے؟ قادیانیت کو مسلمان معاشرہ اور اس وقت کی بے چین طبیعتوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ

فلسفہ ختم نبوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الذي نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيرا، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدِ الْمَبْعُوْثِ كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْراً وَّ نَذِيْراً، أَمَّا بَعْد!

نبوت و رسالت کا وہ سلسلہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچا تھا رشد و ہدایت کے اسلوب و نہج کے لحاظ سے اس معنی میں یکسانیت رکھتا ہے کہ اس تمام سلسلہ میں نبوت و رسالت جغرافیائی حدود میں محدود رہی ہے اور اس لیے مختلف زبانوں میں ایک ہی وقت میں متعدد انبیاء علیہم السلام کے پیغامِ حق نے اگرچہ ایک گونہ وسعت اختیار کی اور بنی اسرائیل کی گم کردہ راہ بھیڑوں کے علاوہ بھی بعض حلقۂ انسانی اس دعوت کے مخاطب بنے، تاہم انھوں نے عالمگیر دعوت و پیغام کا دعویٰ نہیں کیا اور انجیل شاہد ہے کہ خود ذاتِ قدسی نے بہ صراحت کہہ دیا کہ ان کی بعثت کا تخاطب محدود ہے۔

لیکن یہ سلسلہ آخر کب تک اسی طرح محدود رہ سکتا تھا اور جو حلقۂ دعوت و ارشاد آہستہ آہستہ ترقی پذیر اور وسعت گیر ہوتا جا رہا تھا وہ قانونِ قدرت کے عام اصول کے خلاف کس طرح ہمیشہ کے لیے محصور رہ سکتا تھا۔

البتہ انتظار تھا تو اس کا کہ وہ وقت قریب آ جائے جب کہ دنیا کی وسیع پہنائیوں اور عالمگیر وسعتوں کے درمیان ایسی ہم آہنگی پیدا ہو جائے کہ نہ ایک مفاد و مضار دوسرے حصوں سے اوجھل ہو سکیں اور نہ بیگانہ و بے تعلق رہ سکیں، بلکہ خدا کی یہ وسیع کائنات مادی اسباب کی ہمہ گیری کی بدولت ایک کنبہ بن جائے اور انسان کبیر (عالم) کے تمام جوارح (ممالک و امصار) ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو جائیں کہ ایک کا نفع و ضرر دوسروں کے نفع و ضرر پر اثر انداز ہونے لگے۔ بلکہ قانونِ فطرت اپنا مظاہرہ کرے اور مادی دنیا کی ہمہ گیر ہم آہنگی کے رونما ہونے سے قبل روحانی پیغامِ سعادت کو عالمگیر وسعت اور ہمہ گیر عظمت عطا فرمائے۔ چنانچہ عالمِ اسباب میں فطرت کے عام قانون کی طرح رشد و ہدایت کا جو آغاز پہلے انسان کے ذریعے ہوا تھا اس کا انجام اس مقدس ہستی تک پہنچ کر کامل و مکمل ہو گیا، جس کا نام محمد اور احمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ① (المائدۃ:۳)

مسئلہ کے اس پہلو کی تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ اس عالمِ رنگ و بو میں وہ زندگیاں توام اور ہم رشتہ نظر آتی ہیں، ایک مادی اور دوسری روحانی اور خدائے برتر کی ربوبیت کاملہ نے عالم کی ان ہر دو حیات کی رہ گزر کے لیے روشنی کا بھی انتظام کیا ہے، تاکہ ان پر عمل پیرا ہو کر زندگی کی ٹھوکروں، لغزشوں اور تاریک راہوں سے محفوظ رہا جا سکے، چنانچہ اسی مقصد کے لیے اس نے مادی دنیا کے لیے آگ کا درخت لگایا:

اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ - ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَا اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ② (الواقعۃ: ۷۲-۷۱)

چقماق میں آگ پیدا کی اور تیل کو ذریعہ بنا کر دیئے کو روشنی بخشی۔ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ③ (النور: ۳۵) مگر اس روشنی کو آغاز بھی بخشا اور انجام بھی اور فطری اور مصنوعی دونوں طریقوں سے اس کی ابتدا کو انتہا تک پہنچا کر کامل و مکمل کر دیا کہ اس کے بعد نہ روشنی کی طلب باقی رہے نہ انتظار۔

غرض جو روشنی صنعت کے ہاتھوں دیئے کی شکل میں نمود پذیر ہوئی اور شمع کافوری، لالٹین، روشن گیس اور بجلی کے قمقموں کی شکل میں ترقی کرتی رہی اور جو روشنی براہِ راست فطرت کے ہاتھوں چھوٹے سے ستارہ کی صورت میں چمکی اور بڑے بڑے روشن ستاروں اور بدر و قمر کی شکل میں روبہ ترقی نظر آتی رہی وہی آخر کار ایک ایسی روشنی پر جا کر رک گئی۔ جس کے بعد کسی روشنی کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اور طلب و انتظار کی تمام فرصتیں اس روشنی میں جا کر ختم ہو گئیں۔ دنیا نے جس کو آفتاب کہہ کر پکارا۔

اسی طرح اس کی رحمتِ عام اور ربوبیت کامل نے روحانی روشنی کا آغاز پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعے کیا اور مادی دنیا کی وسعتوں کے ساتھ ساتھ اس کو نوح، ہود، صالح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، موسیٰ، عیسیٰ (علیہم السلام) جیسے نبیوں اور رسولوں کے ذریعے روحانی ستارے اور قمر و بدر بنا کر وسعت عطا فرمائی اور آہستہ آہستہ ترقی دے کر اس درجہ پر پہنچا دیا کہ مناسب وقت آنے پر وہ روشنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام رشد و ہدایت کی شکل میں آفتاب روحانیت بن کر سارے عالم پر چھا گئی۔

یہی وجہ ہے کہ اگر قرآنِ عزیز نے سورت قمر میں مادی آفتاب کے لیے سراج کی تشبیہ دے کر اس

① آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔ (الواقعہ)

② اچھا ذرا یہ بتاؤ کہ جو آگ تم سلگاتے ہو، اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم اس کے پیدا کرنے والے ہیں؟ (الواقعہ)

③ خود وہ تیل، قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی عالمگیر درخشانی کا ذکر فرمایا تو سورت احزاب میں روحانی آفتاب محمد ﷺ کو سراجاً منیراً کہہ کر دونوں آفتاب ہائے درخشاں کی ہم آہنگی کا اعلان فرمایا اور مادی و روحانی ہر دو آفتاب عالمتاب کو سراج (چراغ) سے تشبیہ دے کر ساتھ ہی اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ گو یہ روشنیاں اپنی ہمہ گیر وسعت کے لحاظ سے آفتاب کہلانے کی مستحق ہیں، تاہم یہ بات کس طرح فراموش نہیں ہونی چاہیے کہ یہ انجام اصل کے اعتبار سے اسی آغاز کا کامل و مکمل نمونہ ہے جس کی ابتدائی نمود روحانی اور مادی دیئے (سراج) سے ہوئی اور روحانی وسعت و عظمت کے لحاظ سے بعض کو بعض پر اور ایک کو سب پر فضیلت و برتری حاصل ہوئی، مگر اصل اور بنیاد کے پیش نظر سب کی نہاد ایک ہی روشنی وحی الٰہی سے وابستہ و پیوستہ ہے۔

الأنبياء أخوة من علات
أمهاتهم شتى و دينهم واحد

ان ہر دو حقائق کے پیش نظر لانے کے بعد یہ حقیقت بھی لائق توجہ ہے کہ فطرت ہم کو روز و شب یہ تماشا دکھلا رہی ہے کہ اس کارزار حیات میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ زیر و بم، نشیب و فراز، عروج و زوال اور زوال و کمال کے دائرہ میں محدود و محصور ہے، یعنی جب کسی امر کے متعلق کہا جائے کہ یہ عروج و کمال کو پہنچ رہا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اب سے قبل اس میں جو کمی تھی وہ پوری ہو رہی ہے اور اسی طرح جب یہ سنا جاتا ہے کہ فلاں شے ابھی ابتدائی درجہ میں ہے تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اس کو ابھی یہ حد کمال پہنچنا ہے۔

غرض آغاز اور انجام، ابتدا اور انتہا ان ہی دو لفظوں سے کارزار ہستی کا دائرہ بنتا ہے اور یہی دونوں زوال و عروج، نقص و کمال اور نشیب و فراز کی پرکار بناتے ہیں۔ پس آدم علیہ السلام نبوت کا آغاز تھے اور محمد ﷺ اس کا آخری انجام۔

پس جو شخص بھی دلیل یا وجدان کی ہدایت سے یہ تسلیم کرتا ہے کہ کائنات ہست و بود سب کچھ اسی کی مخلوق ہے تو گویا وہ یہ تسلیم کر لیتا ہے کہ یہ سب نہ ازلی ہیں نہ ابدی بلکہ ان کے لیے آغاز بھی ہے اور انجام بھی اور اس لیے انسانی تخلیق نے کوئی بھی روپ اختیار کیا ہو بہرحال پہلا انسان اپنے ساتھ ہی مادی و روحانی ہدایت لے کر آیا ہے اور یہی وہ آغاز تھا جس کو ادیانِ سماوی نے نبوت آدم کے نام سے یاد کیا ہے اور جس کا سلسلہ برابر اس دنیا میں قائم رہا تاکہ محمد (ﷺ) کا ظہور ہوا اور ذاتِ قدسی صفات نے بعثتِ عام کا اعلان فرمایا۔

تو اب اس روحانی رشد و ہدایت یا پیغام الٰہی کے نشو و ارتقا کے لیے اگر ذاتِ اقدس محمد ﷺ کے ساتھ ختم نبوت کو وابستہ نہ سمجھا جائے تب تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہی وقوع پذیر تسلیم کی جا سکتی ہے۔

ایک یہ کہ سلسلۂ نبوت و رسالت نبی اکرم ﷺ پر ختم نہیں ہوا، بلکہ اس سے آگے ترقی و تکمیل کی راہ پر گامزن ہے یہاں تک کہ اس حدِ کمال تک پہنچ جائے جس کے بعد کسی تکمیل کی حاجت باقی نہ رہے، دوسری صورت یہ کہ اس سلسلہ کے آغاز نے جو ترقی کی راہ اختیار کی ہے وہ تنزل کی جانب مائل ہو جائے اور یہ پیغام کسی طرح بھی شرمندۂ تکمیل نہ ہو سکے۔ تیسری شکل یہ ہے کہ جو سلسلہ ایک خاص حیثیت میں رو بہ ترقی ہے وہ جب حدِ تکمیل کو پہنچ جائے تو پھر کمال صورتِ زوال اختیار کر لے یا یوں کہہ دیجیے کہ حد کمال آغاز کی جانب لوٹ جائے اور تحصیل حاصل کا نمونہ پیش کر دے۔

لیکن آخری دو شکلیں غیر معقول، بلکہ فطری تقاضا کے خلاف ہیں، پہلی صورت تو اس لیے کہ اس سے خدائے تعالیٰ کی ربوبیت کاملہ اور صفتِ رحمت و قدرت کا نقص لازم آتا ہے کہ جس مقصد سے اس نے ایک آغاز کیا تھا اسی مرضی و مشیت کے باوجود اس کو درجہ تکمیل نہ دے سکا۔ تعالى الله علواً كبيراً

اور اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ گویا مان لینا ہو گا کہ کائنات ہست و بود میں نقص، نشیب، زوال اور ابتدا کے علاوہ کمال، فراز، عروج اور انتہا کا وجود ہی نہیں ہے گویا دکانِ فطرت میں عیب کے سوا ہنر کا کوئی سودا موجود ہی نہیں۔ اسی طرح دوسری شکل اس لیے جب کہ تکمیل ایسی حقیقت کا نام ہے جس کے بعد اس سلسلہ کی نہ ضرورت باقی رہے نہ طلب تو پھر رشد و ہدایت اور پیغامِ حق جیسی روشن شے کے پایہ تکمیل تک پہنچ جانے کے بعد اس کو ابتدا سے پھر دہرانا بے معنی بات ہے اور تحصیل حاصل نہ عقل کا کام ہے نہ حکمت و دانائی کا چہ جائیکہ ایسے فعل کی نسبت اس ذات کی جانب ہو جس کے لیے کہا گیا: اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ (یوسف:۶)

پس اگر موخر الذکر دونوں صورتیں غیر معقول اور ناقابل توجہ ہیں تو اب پہلی شکل ہی لائق غور رہ جاتی ہے، مگر جب اس کی تحلیل کی جائے تو یہ سوال خود بخود سامنے آجاتا ہے کہ جب تاریخ ادیان و ملل نے بلکہ واقعات و حقائق نے یہ ثابت کر دیا اور روشن دلائل و براہین سے ثابت کر دیا کہ قرآن عزیز ایک ایسا روحانی قانون، دستور، آئین اور پیغام رشد و ہدایت ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے تمام سابقہ ادیان اور موجودہ مدعیانِ وحی و الہام عاجز و درماندہ رہے اور ہیں تو پھر علم و عقل اور حکمت و دانش کا وہ کون سا تقاضا ہے جس کے پیش نظر: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ (المائدۃ:۳) کا انکار کیا جا سکے اور جو تکمیل کہ محمد ﷺ کے ذریعے ہو چکی اور اس کو جھٹلا کر اور تاریخ ادیان کی صاف اور صادق شہادت کا منکر بن کر اس سلسلہ کی آخری کڑی نبی منتظر کے لیے چشم براہ ہوا جا سکے۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو قرآن عزیز نے: وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الأحزاب:۴۰) کہہ کر روشن کیا ہے اور جس کی شہادت خود ذاتِ قدسی صفات نے یہ کہہ کر دی ہے:-

"قال رسول الله ﷺ مثلي ومثل النبيين كمثل رجل بني داراً فاتمها إلا لبنته واحدة

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محبت أنا فاتممت تلك اللبنة۔" (مسلم)

"میری اور دوسرے انبیاء ﷺ کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے مکان بنایا اور اس کو مکمل کر لیا، مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی پس میں قصرِ نبوت کی وہی اینٹ ہوں نے آ کر اس قصر کی تکمیل کر دی۔"

آپ کہہ سکتے ہیں کہ اس بات کو مان لینے میں کیا حرج ہے کہ قصرِ نبوت کی تکمیل آپ ہی کی ذات سے ہوئی، لیکن پھر آپ کے کمال نبوت کے مختلف اطوار و احوال میں سے یہ امتیازی شان بھی منصۂ شہود پر آئی کہ جو شخص بھی جدید نبی یا رسول بنے اس کا انتساب آپ ہی کے فیضِ نبوت کے ساتھ وابستہ ہو، یعنی آئندہ بھی نبی اور رسول آتے رہیں، مگر وہ مستقل نہ ہوں بلکہ آپ کے ماتحت اور قرآن ہی کے زیرِ نگیں ہوں، لیکن یہ کہنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ جو بات کہی گئی اس کو خواہ کسی خوبصورت سے خوبصورت عنوان سے کہیے سب کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کے بعد نبی اور رسول کی احتیاج باقی ہے اور اس کے بغیر دینِ الٰہی اور پیغامِ ربانی تشنۂ تکمیل ہے ورنہ تو تکمیلِ نبوت کے بعد نبی اور رسول کی جگہ خاتم النبیین کے صرف نائب اور جانشین ہونے چاہئیں، تاکہ ان کے ذریعہ پیغامِ کامل اور ہدایتِ تام کی یاد دہانی ہوتی رہے اور یہی وہ نیابت و وراثت ہے جس کا حق خدمت علمائے امت "علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل"[1] اور "العلماء ورثة الأنبياء"[2] کے مصداق بن کر ادا کرتے چلے آئے ہیں اور تا قیامِ حشر کرتے رہیں گے۔

اس اہم مسئلہ کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ کتابِ کائنات کے وہ صفحات جن پر مذاہب و ملل کی تاریخ ثبت ہے شاہد ہیں کہ انقطاعِ عالم کے درمیان رسل و رسائل اور دیگر وسائل کے مفقود ہونے کی وجہ سے جب فطرت نے رشد و ہدایت کے پیغام کو عرصہ مدید تک جغرافیائی حدود میں محدود رکھا اور اس لیے ایک ہی دور میں متعدد مقامات پر متعدد انبیاء و رسل کا ظہور ہوتا رہا اور پھر جب کائنات پر وہ زمانہ پرتو ڈالنے لگا جس کے قریبی عرصہ میں ساری کائنات کے باہم روابط نے ہم آہنگی اور تعارف کی بنیاد ڈال دی اور فطری تقاضا کی بنا پر روحانی پیغام نے بھی بعثتِ خاص کی جگہ بعثتِ عام کی شکل اختیار کر لی اور ایک ایسا پیغام آ گیا جو تمام عالم کے لیے یکساں طور پر بہ یک وقت رشد و ہدایت کا آفتاب بن کر درخشاں ہے تو اس کے بعد یا تو یہ ہونا چاہیے کہ وہی پیغام رہتی دنیا تک کے لیے رشد و ہدایت کا پیغام بنے اور جس پیغمبر کی معرفت وہ پیغام آیا ہے اس کی ذاتِ اقدس کو اس پیغام کا مکمل و متمم مان کر خاتم الانبیاء والرسل تسلیم کیا جائے، ورنہ غور کیا جائے کہ محدود پیغام و دعوتِ حق کے بعد جب بعثتِ عام نے ساری کائنات کی راہنمائی کا فرض انجام دے دیا تو اس کے بعد ضرورت و طلب کا کون سا عنوان باقی رہا جس کی تکمیل کے لیے اس سلسلے کو پھر بھی جاری رکھا جائے اور یا بعثتِ خاص کو دہرایا جائے جس کا حاصل عروج سے انحطاط کی شکل میں ظاہر ہو اور یا بعثتِ عام کی تحصیلِ حاصل کی غیر معقولیت، معقولیت کی شکل اختیار کرے اور آیت: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ کی بشارت کو بے حقیقت بنا دیا جائے۔

ذاتِ اقدس محمد ﷺ کی بعثتِ عام کے بعد ایسی حیثیت سے اس سلسلے کا اجرا تحصیلِ حاصل اور غیر معقول اس لیے ہے کہ فطرت کے مادی اور روحانی تقاضا کے خلاف اگر قدرتِ حق کو یہ منظور تھا کہ پیغام و دعوت اور نظامِ رشد و ہدایت تدریجی طور پر ترقی پذیر نہ ہوا اور مادی دنیا کے محدود حالات سے بے نیاز ہو کر انجام پائے تو بلاشبہ آغاز ہی میں وحی الٰہی 'بعثتِ عام' کی شکل اختیار کرتی اور پھر رہتی دنیا تک وہی بروئے کار ہوتی اور یا اس کا سلسلہ کسی تکمیل کا محتاج نہ ہو کر رہتی دنیا تک تجدید کی شکل میں جاری رہتا۔

مگر واقعات اور مشاہدات اس کے خلاف ہیں اور اول محدود پیغامات کا سلسلہ اور ان کے درمیان ترقی پذیر وسعت کا دائرہ اور پھر دعوتِ عام کی شکل میں اس ترقی کی انتہا یہ پوری تدریجی کیفیت صاف بتلا رہی ہے کہ فطرتِ الٰہی نے فیصلہ کر لیا ہے کہ دوسرے امور کی طرح رشد و ہدایتِ الٰہی کا یہ پیغام بھی آغاز کی نمود کے ساتھ آہستہ آہستہ ترقی پذیر اور وسعت گیر ہوتا رہے، تا آنکہ وہ وقت آ جائے کہ یہ وسعت عالمگیر دعوت بن کر پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے اور یہ سلسلہ اس حد پر پہنچ کر ختم ہو جائے اور آئندہ نبی و رسول کی جگہ نائبین رسول علماء تا قیامِ ساعت اس مکمل قانونِ دعوت کی روشنی میں تبلیغِ حق کا فرض انجام دیتے رہیں، تاکہ ایک جانب وحدتِ امت کا وہ نظام جو بعثتِ عام اور دعوتِ عام سے وابستہ ہو چکا ہے، پارہ پارہ نہ ہو سکے اور دوسری جانب حیاتِ عالم کے ساتھ ساتھ اس پیغامِ حق کا فرض بھی مسلسل ادا ہوتا رہے اور اس طرح خدائے برتر کا یہ اعلان: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا[3] (الفرقان:1) جدید نبی منتظر اور رسولِ مطلوب کے نظریے کی شکل میں بے روح ہو کر نہ رہ جائے۔

سطورِ بالا میں انبیاء ﷺ کے پیغامِ حق کی وحدت کا تذکرہ آ چکا ہے، مسئلہ ختم نبوت کے ساتھ اس کا بہت گہرا تعلق ہے اور اس سلسلے کی دلیلِ روشن کے لیے تمہید و توطیہ بننے کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

① میری امت کے علماء انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔ (خیال رہے یہ روایت موضوع ہے) (الواقعہ)

② علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ (ترمذی، حدیث حسن) (الواقعہ)

③ بہت بابرکت ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن حکیم) اتارا تاکہ وہ تمام لوگوں کے لیے خبردار کرنے والا بن جائے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب ہم اس خاک دانِ ہستی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت ہر جگہ نمایاں نظر آتی ہے کہ ہر کثرت کے لیے کوئی نقطۂ وحدت ضرور ہے، چنانچہ افراد کے لیے نوع، انواع کے لیے جنس، اجناس کے لیے جوہر، جواہر کے لیے وجود اور وجودات کے لیے وجودِ بحت (خالص) محور و مرکز ہے۔ اسی طرح اجسام کے لیے سطح، سطحات کے لیے خط اور خطوط کے لیے نقطہ مرکز و مدار ہے، نیز اعداد خواہ اپنی کثرت میں کسی حد تک کیوں نہ پہنچ جائیں، ان کا محور و مرکز ہر حالت میں ''اکائی'' ہے۔

غرض جب بھی کسی کثرت کا تصور کیجیے، اس کے ساتھ وحدت کا تصور لازم وضروری ہے اور اگر وحدت کو پیشِ نظر لائیے تو وہ کسی نہ کسی کثرت کے لیے محور و مرکز ہونے کا ضرور پتا دیتی ہے۔ پس وحدت و کثرت کا یہی رابطہ ہے جس نے حدودِ عدم سے گزر کر ہست کے ساتھ تعلق پیدا کیا اور اس کو عالم ہست و بود کا نام دیا۔

تو اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھ کر جب ہم سلسلۂ نبوت و رسالت پر نظر ڈالتے ہیں اور سبع سماوات کی طرح سطحِ عالم پر مختلف ادوار میں ہزاروں سیارگانِ رشد و ہدایت کو ضو فشاں پاتے ہیں تب مسطورہ بالا حقیقت کی بنیاد پر فطرت تقاضا کرتی ہے کہ اس کثرت کا بھی کوئی نقطۂ وحدت ضرور ہونا چاہیے جو کثرت کے لیے محور و مرکز بن سکے اور جس طرح اکائی کے بعد کثرت کے لیے کوئی مبداء و منتہا نہیں ہے اسی طرح انبیاء و رسل کے سلسلۂ کثرت کے لیے بھی ایک ہی مبداء و منتہا ہونا از بس ضروری ہے۔

یہی وہ حقیقت ہے جو ختمِ نبوت کے نام سے موسوم ہے اور اسی کو قرآنِ حکیم نے اس جوہرِ حکمت کے ساتھ ادا کیا ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب:۴۰)

''محمد (ﷺ) مردوں میں سے کسی کے صلبی باپ نہیں ہیں تاہم وہ خدا کے پیغمبر اور آخر الانبیاء ہیں۔''

نبوت ''نَبَاء'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''خبر دینا'' اور رسالت کے معنی پیغام ہیں اور اسلام کی اصطلاح میں نبوت و رسالت خدا کی جانب سے ایک منصب ہے جو مخلوق کی رشد و ہدایت کے لیے کسی مخصوص انسان کو عطا ہوتا ہے اور اس کے لائے ہوئے پیغام کو ''وحی'' کہتے ہیں، کیوں کہ یہ پیغام درحقیقت پیغمبر کا اپنا کلام نہیں ہوتا، بلکہ خدائے برتر کا فرمان ہوتا ہے۔ جس میں خطا و قصور یا سہو و نسیان کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی:-

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ (حم السجدة:۴۲)

''اس (وحی الٰہی) کے سامنے سے اور نہ اس کے پیچھے سے باطل کا گزر بھی نہیں ہوتا یہ تو اتارنا ہے حکمت والے ہر طرح قابلِ ستائش والے کی جانب سے (یعنی خدا کی جانب سے)۔''

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب خدائے برحق کسی شخصیت کو نبوت و رسالت یعنی پیغامِ حق سے سرفراز کر دیتا ہے تو تمام انسانوں کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک خدا کے فرمان کے ''وحی الٰہی'' کے سامنے بے چون و چرا سرِ تسلیم خم کر دیں وہ شخصیت کی صداقت اور خدا کی جانب سے اس کے دعویٔ وحی کی حقانیت کا تو ہر حیثیت سے حق رکھتے ہیں لیکن اگر اس کے دونوں دعووں کی تصدیق و تائیدِ عقل کی راہ سے دلائل و براہین کے ساتھ ہو جائے اور کسوٹی پر اس کی صداقت بے لوث اور صاف روشن ہو جائے، تب اس کے دیئے ہوئے پیغامِ خدا کو ماننے نہ ماننے میں وہ آزاد نہیں رہ سکتے اور بلاشبہ اس کے پیغام کو پیغامِ حق سمجھ کر قبول کر لینا اور اس کے سامنے سرِ نیاز جھکا دینا فرضِ اولین ہے۔ ہاں! چونکہ وہ پیغامِ الٰہی ہے اس لیے وہ خود یہ ضروری سمجھتا ہے کہ جو کچھ کہے عقل کی کنج و کاؤ سے خواہ کتنا ہی بالاتر ہو، لیکن عقل کی نگاہ میں اور دلائل و براہین کی ترازو میں ناممکن اور محال نہ ہو۔ کیوں کہ فطرت اور عقل کے درمیان بیر نہیں ہے، بلکہ عقل، فطرت کے قوانین کے سمجھنے اور سمجھ کر قبول کرنے کے لیے بہترین ذریعہ اور آلہ ہے اور وحی الٰہی درحقیقت فطرت کے روحانی قوانین کی ترجمان ہے۔

بہرحال کسی نبی یا رسول کے مبعوث ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا کی مخلوق جن و بشر اپنی روحانی سعادت اور اخلاق و کردار کی بلندی کے لیے اپنے عقل و دماغ کے اختراع کے بجائے پیغامِ حق کو راہنما بنائے، تاکہ ذی عقل کائناتِ الٰہی اس راہ میں رقیبانہ تضاد و تصادم سے بے نیاز ہو کر انسانوں کے نہیں بلکہ انسانوں کے پیدا کرنے والے خدا کے قوانین پر عمل پیرا ہو کر اجتماعی وحدت، عالمگیر، اخوت و مساوات کی قدروں کو حاصل کر سکیں اور ایک دوسرے کا حاکم و محکوم اور آقا و غلام بننے کے بجائے سب ہی یکساں طور پر صرف اپنے پیدا کرنے والے ہی کے محکوم و غلام بن جائیں۔

دوسری جانب اس خاکدانِ عالم کا یہ حال ہے کہ اس کی ہر شے نشو و ارتقاء کے قانونِ قدرت میں جکڑی ہوئی نظر آتی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر مادی اور روحانی قوانین و نوامیس کی خالق ایک ہی ذات ہے تو بلاشبہ دونوں کے نوامیس میں ہم آہنگی اور وحدت کار فرما نظر آنی چاہیے ورنہ العیاذ باللہ وحدت و اکائی کی جگہ دوئی کو محور و مرکز ماننا پڑے گا جو فطرتاً ناممکن اور عقلاً محال ہے۔

تب از بس ضروری ہے کہ رشد و ہدایت کے اس منصب نبوت و رسالت کا سلسلہ بھی قانونِ ارتقاء سے اسی طرح جکڑا ہوا ہونا چاہیے، جس طرح مادیات کا اور اس لیے تسلیم کرنا ہو گا کہ رشد و ہدایت کا یہ سلسلہ ارتقائی بنیادوں پر اس طرح ترقی پذیر ہو کہ کائناتِ انسانی اپنے بقاء و جود تک کسی وقت بھی اس راہ میں نشو و ارتقاء سے محروم نہ رہے۔

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد اب رشد و ہدایت کے اس نظام کو جو منصب نبوت و رسالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نام سے معنون ہے یوں سمجھنا چاہیے کہ قانونِ قدرت نے ایک جانب انسان کی مادی نشو و ارتقاء کا یہ سامان مہیا کیا کہ اس کی عقل و دانش اور اس کے شعور دماغی کو آہستہ آہستہ ترقی پذیر کرنا شروع کیا اور دوسری جانب اسی معیار پر انسان کو روحانی و اخلاقی تربیت کا ساز و سامان بھی انبیاء و رسل کے ذریعے آہستہ آہستہ ترقی پذیر شکل میں عطا فرمایا اور آخر ایک وقت وہ بھی آیا کہ انسان عقل و شعور کی ابتدائی اور متوسط منازل سے گزر کر بلوغ و کمال کی اس حد پر پہنچ گئے جس کو ان کے لیے حدِ کمال کہا جا سکتا ہے اور جس معراجِ کمال پر پہنچ کر انسان، انسانِ کامل کہلانے کا بجا طور پر مستحق ہو جاتا ہے۔ تاہم حدِ بلوغ کی اس معراجِ ارتقاء پر پہنچ جانے پر بھی اس کی جلاء اور صیقل کے لیے رہتی دنیا تک نت نئے سامان ہوتے رہیں گے اور خالقِ کائنات کی ربوبیتِ کاملہ ان کے کمال کو نقص سے محفوظ رکھنے کے لیے اپنی تربیتِ حق کا ہاتھ ان سے نہ اٹھائے گی۔

ٹھیک اسی طرح نبوت و رسالت کی شمعِ رشد و ہدایت کا یہی حال رہا ہے کہ وہ ہزاراں ہزار سال تک اپنے ابتدائی اور متوسط منازلِ ارتقاء سے گزرتی رہی اور آخر کار وہ وقت آ پہنچا کہ اس کی ترقی اور نشو و ارتقاء نے کمال و تمام کی شکل اختیار کر لی اور اس حدِ کمال پر پہنچ گئی جہاں اس کے ذریعہ کائناتِ ہست و بود کے سامنے ایسا قانونِ مکمل اور دستورِ کامل آ گیا جو ہر طرح عقل و شعورِ انسانی کے حدِ بلوغ کے مناسبِ حال ہے اور جس کی راہنمائی اور روشنی عروجِ کمال کی ضامن و کفیل ہے۔ ساتھ ہی اس میں یہ لچک بھی موجود ہے کہ گو یہ قانونِ قدرت رشد و ہدایت اپنے بنیادی اصول کے لحاظ سے اٹل اور غیر متبدل ہے، مگر عقل و شعور کے کمال و بلوغ کے تحفظ کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کی ربوبیتِ کاملہ نے راہیں مسدود نہیں کیں، بلکہ رہتی دنیا تک اس کی تربیت کے سامان مہیا کیے ہیں اسی طرح اس منصبِ نبوت و رسالت کی تکمیل اور نقطۂ ارتقاء کے حدِ کمال پر پہنچ جانے کے بعد اس کی عطا کردہ رشد و ہدایت کے تحفظ کی راہیں بھی بند نہیں کیں اور تا قیامِ قیامت اس کے جلاء و صیقل کے لیے "عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل" کا سلسلہ قائم و دائم رکھا۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو حدیثِ نبوی ﷺ نے خاتم النبیین کی تفسیر کو ایک روشن مثال کے ذریعے سمجھایا اور ختمِ نبوت کی حقیقی روح کو مادی شکل میں پیش کر کے حرفِ آخر قرار دیا۔

"عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال ان مثلي و مثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا فاحسنه واجمله إلا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هلاّ وضعت هذه اللبنة وانا خاتم النبيين۔" (رواہ البخاري في كتاب الانبياء)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے روایت فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اور اس کو بہت عمدہ آراستہ پیراستہ کیا، مگر اس کے ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ تعمیر سے چھوڑ دی تو اب لوگ اس کو دیکھنے جوق جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، مگر ساتھ ہی کہتے جاتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ بھر دی گئی، تاکہ تعمیر کی تکمیل ہو جاتی۔"

"وفي بعض الفاظه فكنت انا سددت موضع اللبنة وختم بي البنيان وختم بي الرسل" (کنز العمال عن ابن عساکر)

"چنانچہ میں نے اسی جگہ کو پُر کیا ہے اور میں وہی نبوت کی آخری اینٹ ہوں جس سے قصر مکمل ہو گیا اور میں ہی آخر الانبیاء ہوں۔"

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ رب العالمین کی ربوبیتِ کاملہ نے کائناتِ ہست و بود میں قانونِ ارتقاء کو جس طرح نافذ فرمایا ہے اس کا تقاضا ... ہے کہ عقل و شعورِ انسانی کے حدِ بلوغ پر پہنچ جانے کے باوجود اس کی ترقی کا سلسلہ تا ابد جاری رہے اور اس میں ایسی پابندی یا روک نہ ہونی چاہیے جس سے اس کی صلاحیتوں کے نشو و ارتقاء کا سدِ باب ہو جائے اور دوسری جانب پیغامِ حق کا جو سلسلہ نبوت و رسالت (بذریعہ وحی الٰہی) عالم کی رشد و ہدایت کے لیے عطا ہوا ہے وہ حدِ کمال و تمام پر پہنچ جانے کے باوجود فطرت کے قانونِ ارتقاء کے مطابق نہ کمال سے نقص کی جانب رجوع کرے کہ حقیقت ظل اور بروز کے پردہ میں مستور ہو کر رہ جائے اور نہ ربوبیتِ حق کے اس عطا و نوال اور بخشش کا ہی سدِ باب ہو جائے جو رشد و ہدایت کے عنوان سے معنون اور عالمِ انسانی کی حقیقی راہنما ہے اس لیے یہ طریقہ رکھا گیا کہ جب انسان اپنے عقل و شعور میں حدِ بلوغ تک پہنچ گیا یا اس کے سامان پوری طرح مہیا ہو گئے تب نبوت و رسالت کا بھی یہ حدِ کمال و تمام پہنچا کر ختم کر دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ [المائدۃ: ۳]

"آج میں تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت (نبوت و رسالت) کو پورا کر دیا۔"

مگر رشد و ہدایت کو رہتی دنیا تک اس طرح باقی رکھا کہ آخری پیغمبر کے ذریعے جو آخری پیغام کامل و مکمل بن کر آیا وہ اساس و بنیاد قرار پائے اور نت نئی مادی ترقیات کے ساتھ ساتھ اس کا فیضانِ علم بھی درخشاں و تاباں رہے اور یہ خدمت علمائے حق کے سپرد ہو۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کو کلامِ معجز نظام نے اس انداز میں بیان کیا ہے:-

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ [النساء: ۵۹]

"اگر تم کسی معاملہ میں اختلاف کرو تو اس اختلاف کو اللہ اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کی جانب رجوع کرو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ظاہر ہے کہ اگر نبوت و رسالت محمد ﷺ پر پہنچ کر کامل نہ ہوتی اور اس کا سلسلہ کمالِ نبوت ہی کی شکل میں آگے بڑھتا رہتا تو یہ نہ کہا جاتا کہ محمد ﷺ کی جانب یعنی ان کے ارشاداتِ حق کی جانب رجوع کرو بلکہ خطاب یہ ہوتا کہ تم اللہ کی جانب اور جو نبی تم میں موجود ہو اس کی جانب رجوع کرو، اس لیے نبوت و رسالت کو ظل و بروز کی اصطلاحوں کی آڑ میں باقی رکھنے کی کوشش کرنا قانونِ فطرت اور دینِ حق کے صریح خلاف اور باطل ہے، چنانچہ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کے لیے قرآنِ حکیم نے کئی جگہ مختلف معجزانہ خطابت کو اختیار کیا ہے ایک جگہ ارشاد ہے:-

وَ اُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ بَلَغَ [الانعام:۱۹]

"اور میری جانب اس قرآن کی وحی کی گئی، تاکہ اس کے ذریعے میں تم کو (بری باتوں سے) ڈراؤں اور ان تمام لوگوں کو بھی جو کو (رہتی دنیا تک) یہ قرآن پہنچے۔"

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:-

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [الانبیاء:۱۰۷]

"اور نہیں بھیجا ہم نے تم کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔"

مزید ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:-

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا [الفتح:۲۸]

"اللہ وہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق دے کر تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کرے اور اللہ اس کے لیے بطورِ گواہ کافی ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ [النساء:۵۹]

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (محمد ﷺ) کی اور ان کی اطاعت کرو جو تم میں سے اولی الامر ہے۔"

اس آیت میں صاف طور پر یہ کہہ دیا گیا ہے کہ اب انسانی رشد و ہدایت کے لیے صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کی اور محمد ﷺ کی اطاعت کی جائے اور محمد ﷺ کے علاوہ اب کسی نبی و رسول کی اطاعت کا سوال نہیں ہے، بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا آخری طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے جو صاحب امر ہوں (علمائے مجتہدین خلفائے حق) ان کی پیروی کرو۔

ان آیاتِ بینات کے علاوہ قرآنِ حکیم نے جن آیات میں خدا کی کتابوں یا رسولوں پر ایمان لانے کی ہدایت کی ہے وہاں یہ کہہ کر

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ① (البقرۃ:۴)

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ② [النساء:۱۳۶]

کہ محمد ﷺ اور ان سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور قرآن اور اس سے قبل کی کتابوں پر ایمان لاؤ اس حقیقت کو نمایاں کیا اور ابھارا ہے کہ جہاں تک پیغمبر اور کتاب اللہ پر ایمان لانے کا تعلق ذاتِ اقدس، قرآنِ حکیم اور اس سے قبل کے نبیوں، رسولوں اور کتابوں کا ہے اور یہ صرف اس لیے کہ یہ سلسلہ آگے بشکلِ نبوت و رسالت اور وحی الٰہی نہیں چلے گا، بلکہ محمد ﷺ کی رسالت ہی بہ حدِ کمال پہنچ کر قیامت تک بلا فصل باقی اور جاری رہے گی اور قرآنِ حکیم کامل و مکمل دستورِ ہدایت بن کر ہمیشہ اس کے لیے زندہ شہادت دے گا۔

حق تعالیٰ کی جانب سے خاتم النبیین کا جو منصب جلیل ذاتِ اقدس (ﷺ) کو عطا ہوا ہے عقل و نقل دونوں اعتبار سے ایک اور صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد ﷺ آخر انبیاء و رسل ہیں اور نبوت و رسالت کا سلسلہ آپ پر پہنچ کر ختم ہوگیا۔

تاج العروس میں ہے:-

"الخاتم: ومن كل شيء عاقبة وآخرته كخاتمته والخاتم وآخر القوم كالخاتم ومنه قوله تعالى: {وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ} أي: آخرهم الخ" (فصل الخاء من باب الميم)

"تاج العروس" کے علاوہ تمام معتبر اور مشہور عربی لغات ناطق ہیں کہ خاتم، بفتح یا ہو یا بہ کسرہ تا، آخرشی اس کے حقیقی معنی ہیں اور جب کسی شخصیت کے لیے بولا جائے تو "آخر القوم" مراد ہوتے ہیں۔ اس لیے آخر الانبیاء و الرسل ہونا ذاتِ اقدس ﷺ کی وہ خصوصیت ہے جس میں دوسرا کوئی شریک و سہیم نہیں۔

یہ درست ہے کہ خاتم بمعنی "مہر" بھی حقیقی معنی ہیں اور یہی نہیں ان دونوں کے ماسوا اس لفظ کے چند اور معانی بھی حقیقی ہیں، لیکن اطلاقات ہی اس کو ظاہر کر سکتے ہیں کہ ان ہر دو حقیقی معنی میں سے کون سے معنی برمحل ہیں، مثلاً جب آپ ہاتھ میں انگشتری پہنے ہوئے ہوں اور اس پر آپ کا نام کندہ ہو، اس وقت اگر کہا جائے کہ "خاتمک فی..." تو اس وقت خاتم بمعنی "مہر" حقیقی معنی ہوں گے، لیکن اس لفظ خاتم کو اگر کسی انسان پر اطلاق کریں تو اس وقت خاتم بمعنی "آخر" حقیقی معنی ہوں گے اور خاتم القوم یا خاتم الانبیاء تب ہی صحیح ہوگا کہ آنے والا مخصوص قوم کا آخری فرد یا نبیوں کا آخری نبی ہو اور اس حقیقی اطلاق کی موجودگی میں مجازی معنی تب ہی قابلِ اعتنا ہوں گے کہ یا حقیقی معنی اس مقام پر ناممکن الاستعمال ہوں اور یا

① اس پر بھی جو آپ کی جانب نازل کی گئی اور اس پر جو آپ سے قبل نازل کی گئی۔ (الواقعہ)

② ایمان لاؤ اللہ پر، اور اس کے رسولوں پر، اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی، اور ان پر بھی جو اس سے قبل نازل کی گئیں۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجازی معنی حقیقی معنی سے مغائر و متضاد نہ ہوں، بلکہ اس کے ساتھ پوری مطابقت رکھتے ہوں۔

تب یہ بات واضح اور صاف ہے کہ اگر کوئی شخص بلاغتِ قرآن اور اعجازِ نظمِ قرآنی کے خلاف بلکہ عربیت کے عام اصول کے خلاف آیت کریمہ : وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں خاتم کے حقیقی معنی ترک کر کے بلحاظ اطلاق مجازی معنی ''مہر'' کے لیتا ہے تب بھی مجازی معنی اور مفہوم وہی صحیح اور لائقِ توجہ ہو سکتے ہیں جو حقیقی معنی آخر سے متبائن اور متخالف نہ ہوں اور نبیوں کی مہر کا یہ مطلب ہوگا کہ جس طرح کسی تحریر یا کسی شے کے ختم پر ''مہر'' اس لیے لگائی جاتی ہے کہ اس پر تحریر یا شے کا اختتام ہو گیا اور اب کسی بھی اضافے کی گنجائش باقی نہیں رہی اسی طرح ذاتِ اقدس ﷺ انبیاء و رسل میں کسی اضافے کی گنجائش نہیں رہی اور اس سلسلہ پر مہر لگ گئی اور جس طرح کاغذ یا لفافہ پر مہر ثبوت ہے اس امر کا کہ اب اس کے بعد کسی مضمون یا لفظ و جملہ کی توقع عبث ہے اسی طرح نبیوں کی مہر اس کے لیے کھلی دلیل ہے کہ اب کسی اضافے کی توقع محال ہے پس ''مہر'' بہ اطلاق مجاز کے اس مفہوم کو چھوڑ کر اگر کسی خاص مزعومہ کی بنا پر یہ معنی مراد ہوں کہ ذاتِ اقدس ﷺ نبیوں کے لیے مہر ہیں کہ جس طرح کوئی کاغذ یا تحریر جب ہی مستند ہوتی ہے کہ اس پر ذمہ دار شخصیت کی مہر ثبت ہو اس طرح کوئی نبی یا رسول نہیں بن سکتا جب تک آپ اس کے لیے مہر تصدیق نہ بن جائیں تو یہ مراد دو وجہ سے باطل ہے: اول اس لیے کہ یہ مفہوم حقیقی معنی آخر کے متضاد و متبائن ہیں۔ دوم: اس لیے کہ ہزاروں یا لاکھوں انبیاء علیہم السلام جو ذاتِ اقدس ﷺ کے زمانۂ بعثت سے قبل اس کائنات ارضی پر مبعوث ہو چکے اپنی اپنی امت کے زمانہ میں ان کی نبوت غیر مستند اور ناقابلِ قبول رہی اس لیے کہ ان کی نبوت تصدیق کنندہ ''مہر'' ان کی بعثت سے ہزاروں یا سیکڑوں برس کے بعد آئی، جب کہ وہ اپنے اپنے فرضِ منصبی سے سبکدوش ہو چکے تو اب بے سود و بے فائدہ۔

اگر یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد جو نبی آئیں گے ان کے لیے آپ ''مہر'' ہیں تو یہ ترجیح بلا مرجح کیوں! کہ ہزاروں لاکھوں انبیاء و رسل کے لیے تو مہر نہ بنے اور بعد میں آنے والوں کے لیے ''مہر'' قرار پائے۔ اگر یہ مطلب ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سب ہی انبیاء و رسل کے لیے مہر تصدیق ہیں تب بھی اگلوں کے لیے مہر ہونا بے کار رہا کہ ان کے وقتِ نبوت گزر جانے کے بعد مہر تصدیق پہنچی۔

علاوہ ازیں یہ احتمالات خود ساختہ اور ظنی ہیں اور کسی ایک احتمال کے یقینی ہونے کی بھی قرآن میں صراحت موجود نہیں ہے تو پھر حقیقی اطلاق کو ترک اور حقیقی سے مطابق مجازی مفہوم سے روگردانی کے بعد ایسے احتمالات جو حقیقی مفہوم کا حق نہ ادا کرتے ہوں باطل نہیں تو اور کیا ہیں؟

پھر یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ قرآن کا حکیمانہ طریقِ استدلال یہ ہے کہ وہ ایک مقام پر جو بات کہنا چاہتا ہے اس کو متعدد جگہ مختلف اسالیب بیان کے ساتھ اس طرح ادا کر دیتا ہے کہ ایک آیت دوسری آیت کی خود ہی تفسیر بن جاتی اور حقیقتِ حال روشن ہو کر سامنے آ جاتی ہے اس لیے حقیقت کو مفسرین نے اس طرح ادا کیا ہے کہ ''القرآن یفسر بعضہ بعضا'' یعنی قرآن کا بعض حصہ دوسرے بعض حصہ کی خود تفسیر کر دیتا ہے، چنانچہ یہی صورتِ حال یہاں بھی موجود ہے وہ یہ قرآنِ حکیم اسلام کی خوبی بیان کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا [المائدۃ: ۳]

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کی حیثیت میں پسند کر لیا۔''

آیت کریمہ کو ایک مرتبہ خوب غور سے پھر پڑھیے اور دیکھیے کہ اس جگہ نہ ''خاتم'' ہے اور نہ ''خاتم'' کہ اس کو معرضِ بحث میں لا کر خود ساختہ احتمالات پیدا کر لیے جائیں۔ بلکہ یہاں صاف صاف کہا گیا ہے کہ جو دینِ اسلام وجودِ انسانی کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا مرکز بنا ہوا ہے اس کو آج کامل اور اس نعمتِ دین کو تمام کر دیا گیا اور ظاہر ہے کہ ''کامل'' کا مقابل ''ناقص'' اور ''تمام'' کا متوازی ''ناتمام، ادھورا'' ہوتا ہے، یعنی ایک چیز آہستہ آہستہ ترقی پذیر تھی اور رفتہ رفتہ اس حد پر پہنچ گئی جس کے بعد اب ترقی کا خاتمہ ہے، اس لیے کہ وہ کامل و مکمل ہو کر سامنے آ گئی جس کے بعد ناقص یا ناتمام کے دہرانے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔

سو اگر یہ صحیح ہے کہ اسلام دورِ محمدی ﷺ پر پہنچ کر ہی کامل اور تمام ہوا ہے تو بلاشبہ آیت کریمہ: وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ [الاحزاب: ۴۰] کے یہی معنی صحیح ہو سکتے ہیں محمد ﷺ اسی دین کے پیغمبر ہیں جو کائناتِ انسان کی ابتدا سے ہی رشد و ہدایت انسانی کا فرض انجام دے رہا ہے اور خدا کا پسندیدہ ہے: وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ اور انسانیت کی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ وہ بھی روحانی مدارج ارتقاء طے کرتے ہوئے آج، کامل اور تمام ہو گیا اور اب کسی جدید پیغام کی حاجت نہیں رہی اور جب جدید پیغام کی ضرورت نہیں ہے تو اب نئے پیغمبر کی بھی ضرورت خود بخود باقی نہیں رہی اور رہتی دنیا تک یہی کاملِ پیغام اور پیغمبر انسانی دنیا کے لیے کافی اور بس ہے۔ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

لہٰذا حقیقی اطلاق لیجیے یا مجازی ''خاتم'' کے معنی اور مفہوم میں ''آخر'' ہونے کا تصور غیر منفک اور لازم ہے اور اس کے خلاف جو کچھ بھی ہے وہ باطل ہے۔

آیت کریمہ کا شانِ نزول اگرچہ ایک خاص واقعہ سے تعلق رکھتا ہے، لیکن اپنے مفہوم و معنی کے لحاظ سے ہمہ گیر اور غیر موقت ہے اور عربیت اور نقل و روایات دونوں لحاظ سے ایک ٹھوس حقیقت کا اظہار کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے تین حصے ہیں ایک میں کہا گیا ہے کہ محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اس لیے کہ آپ کی اولادِ ذکور حیاتِ مستعار کو پورا کر چکی اور آپ صلبی بیٹا نہیں رکھتے اور اسلام میں لے پالک، متبنّی، بے معنی رسم ہے اور اس سے دوسرے کا بیٹا گود لینے والے کا بیٹا نہیں بن جاتا اور اس کے احکام حاصل نہیں کر لیتا تو ایسی شکل میں زید (رضی اللہ عنہ) کو محمد ﷺ کا بیٹا کہنا ہر طرح غلط ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ مگر اس سے یہ احساس پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ جب آپ مردوں میں سے کسی کے صلبی باپ نہیں ہیں تو امت کے ساتھ کس طرح آپ کو شفقتِ پدری ہو سکتی ہے، حالانکہ امم سابقہ و سالفہ میں انبیاء و رسل اپنی اپنی امتوں کے بیشتر صلبی باپ بھی رہے اور روحانی باپ بھی۔ یہ احساس اس لیے نہیں ہونا چاہیے کہ اگرچہ آپ امتِ مرحومہ کے صلبی باپ نہیں ہیں تو نہ ہوں، مگر روحانی باپ تو ہیں جیسا کہ ہمیشہ انبیاء و رسل اپنی اپنی امتوں کے روحانی باپ ہوتے ہیں، لیکن باپ کا رشتہ و رابطہ تو صلبی باپ سے بھی ہزار ہا درجہ بڑھ چڑھ کر ہے، کیوں کہ وہ مادی و روحانی دونوں تربیتوں کا کفیل و مربی ہے، اس لیے دوسرے نبیوں اور رسولوں کی طرح آپ بھی خدا کے رسول ہیں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ یہ آیت کا دوسرا حصہ ہے۔

پھر بات اسی حد پر پہنچ کر ختم نہیں ہو جاتی، بلکہ امتِ مرحومہ کے لیے اس سے بھی بلند و بالا یہ بشارت ہے کہ آپ سے قبل جس قدر بھی روحانی باپ (انبیاء و رسل) گزرے ہیں علیٰ قدرِ مراتب ان میں امت کے لیے شفقت و رحمت کا جذبہ محدود رہا، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے گزر جانے کے بعد دوسرا روحانی باپ (نبی یا رسول) مبعوث ہو کر امت پر میری ہی طرح یا مجھ سے زیادہ شفقت و تربیت کا حق ادا کرنے والا ہے، لیکن ذاتِ اقدس ﷺ کی یہ شان رفیع ہے کہ آپ صرف اللہ کے رسول ہی نہیں ہیں، بلکہ آخر الانبیاء والرسل ہیں، جن کے بعد کسی نبی اور رسول کی بعثت کی ضرورت نہیں رہی، اس لیے کہ دین کامل ہو گیا اور خدا کی نعمت پوری ہو گئی، ایسی صورت میں تم اندازہ کر سکتے ہو کہ اس کی شفقت و رحمت کا کیا ٹھکانا ہوگا، جو مربی یہ سمجھتا ہو کہ اب اگلوں کی طرح اس کے بعد دوسرا کوئی مربی آنے والا نہیں ہے کہ امت پر اپنی رحمت نچھاور کرے، اب تو رہتی دنیا تک اس کی آغوشِ تربیت وا رہے گی اور اسی کی نبوت و رسالت کا غیر منقطع سلسلہ جاری رہے گا۔ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

خلاصہ یہ کہ محمد ﷺ کی شانِ مبارک اس خصوصی امتیاز کی حامل ہے کہ اس کی بعثت کے بعد کسی نبی یا رسول کی بعثت کی حاجت باقی نہیں رہی اور اس طرح یہ حقیقت بھی روشن ہو گئی کہ ذاتِ اقدس ﷺ اس امر کے باعث نہیں ہیں کہ انھوں نے نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا، بلکہ جب خدا تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اب یہ سلسلۂ نبوت و رسالت اس ارتقائی منزل پر پہنچ گیا ہے کہ آخری پیغام بن کر کامل و تمام ہو جائے تو ذاتِ اقدس ﷺ کو اس نے چن لیا اور بلا شرکت غیرے ان کو یہ منصبِ عظمیٰ عطا فرمایا:۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ① [الحدید:۲۱]

پھر کسی نادان کا یہ کہنا کہ اگر آپ آخر الانبیاء و الرسل ہیں تو یہ آپ کی منقبت نہیں، بلکہ نقص ہے کہ آپ اس رحمت کے لیے سدِ باب ثابت ہوئے جو نبوت و رسالت کے عنوان سے جاری تھی۔

اس نادان کا یہ خیال اسی طرح فاسد ہے جس طرح اس شخص کا خیال جس نے ایک محفل میں شرکت کی اور دیکھا کہ جو معزز مہمان بھی آتا ہے اس پر پُرجوش استقبال ہوتا ہے اور اس سے محفل کی رونق میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، مگر جب اس نے دیکھا کہ ایک شخص ایسا بھی آ پہنچا جس کو سب نے حاصلِ محفل سمجھ کر نہ صرف پُرجوش استقبال ہی کیا، بلکہ تمام محفل کا سرتاج کہا اور اس کے بعد اپنا کام کر کے ختم ہو گئی تو یہ نادان بہت کڑھا اور پچھتانے لگا کہ کاش یہ حاصلِ محفل نہ بنتا اور محفل اسی طرح سجی سجائی رہتی اور مہمانوں کی آمد کا یہ سلسلہ یونہی جاری رہتا۔

ٹھیک اسی طرح محمد ﷺ کے آخر الانبیاء و الرسل ہونے پر یہ نادان اپنے فسادِ خیال کا اظہار کر رہا اور باطل تاویلات کے درپے ہو رہا ہے:۔

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ② [المدثر:۳۱]

قرآنِ عزیز نے اکثر مقامات پر نبی اور رسول کے ایک ہی معنی لیے ہیں، جس کو اردو میں پیغمبر سے تعبیر کیا جاتا ہے، لیکن خاص خاص مقامات پر وہ نبی اور رسول میں فرق بھی کرتا ہے اور اس فرق کو علمائے اسلام نے یوں ظاہر کیا ہے کہ نبی عام ہے اور رسول خاص یعنی خدائے تعالیٰ جس شخصیت کو ہمکلامی کا شرف عطا فرماتے ہیں وہ ''نبی'' کہلاتا ہے، کیوں کہ لغت میں ''نبی'' خبر دینے والے کو کہتے ہیں۔ گویا جو شخص خدا سے براہِ راست لے کر بندگانِ خدا کو اس کے احکام کی خبر دے وہ نبی ہے قطع نظر اس امر کے کہ اس کو جدید کتاب یا جدید شریعت عطا کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، لیکن جب خدا نے ہم کلامی کے منصب کے ساتھ ساتھ اس شخصیت کو کتابِ جدید، شریعتِ جدیدہ بھی عطا کی ہو تو اس کو رسول کہتے ہیں۔ چنانچہ اس مقام پر قرآنِ حکیم نے اسی فرق و امتیاز کو معجزانہ اسلوب کے ساتھ ظاہر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ جہاں تک گزشتہ انبیاء و رسل کی فہرست کا تعلق ہے اس فہرست میں آپ کا منصب صرف نبی نہیں، بلکہ رسول ہے اور خود قرآن اس کے لیے شہادت جاوید ہے اور جب کہ وہ پیغامِ الٰہی کے سلسلہ میں آخری پیغمبر ہیں تو اس جگہ یہ یقین کر لینا چاہیے کہ وہ صرف مصطلحہ رسولوں کے ہی آخر نہیں، بلکہ سرتا سر سلسلہ نبوت کے لیے آخر ہیں، تاکہ ظاہر ہو

① یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا اور عظمت والا ہے۔ (الواقعہ)
② اسی طرح اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے کہ جب وہ خاتم الانبیاء ہیں تو خاتم الرسل بدرجۂ اولیٰ و اتم ہیں، کیوں کہ جب عام ہی کا وجود مفقود ہے تو خاص کا وجود کس طرح کتم عدم سے ظاہر ہو سکتا ہے وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور اسی نمایاں حقیقت کو خود ذاتِ اقدس ﷺ نے ایک طویل صحیح حدیث میں برہان قاطع کے طور پر ظاہر کیا ہے۔

"لَا نَبِيَّ بَعْدِي"

"میرے بعد اب کسی نبی کی بعثت نہیں ہے۔"

"إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدْ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ۔"

"بلاشبہ رسالت اور نبوت دونوں ختم ہو گئے پس میرے بعد نہ رسول ہے اور نہ نبی۔"

"خُتِمَ بِيَ الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔"

"مجھ پر انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا۔"

"أَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ۔"

"میرا نام عاقب [۱] ہے، جس کے بعد نبی کی بعثت نہیں ہے۔"

"وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّوْنَ۔"

"اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔" [۲]

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

متوجہ کرنے کا موقع کیسے ملا؟ آپ دیکھیں گے کہ ذہنی انتشار اور روحانیت کے غلط دعوے اور الزامات اور مبشرات کی ارزانی و گرم بازاری اس کا سبب بنی جس نے اس کے لیے میدان مہیا کیا۔ ذہن سے یہ نکل گیا تھا کہ امت میں عمیق فہم دین صحیح طور پر دینی حقائق پیش کرنے، وقت کے فتنوں کا مقابلہ کرنے اور دین کے خلاف سازشوں کو ناکام بنانے کا سلسلہ بلا انقطاع قرون اول سے اس وقت تک رہا ہے۔ میں آپ کو آگاہی دیتا ہوں (اپنے مطالعہ کی روشنی میں)

کہ نئی نسل اور ہمارے تعلیم یافتہ طبقہ کا اعتماد اسلام کی مردم خیزی، شجر اسلام کی بارآوری، قرآن مجید کی تاثیر و ہدایت کی تسلسل اور اس امت کی طاقت تولید و انتاج کی قابلیت پر اعتماد نئی نسل کے ذہنوں میں آپ کو بحال کرنا پڑے گا۔ قادیانیت سے کم درجہ کے فتنے جن کا نام لینے کی ضرورت نہیں، وہ بھی اسی سے آ رہے ہیں کہ ہمارے اچھے خاصے پڑھے لکھے بھی نہیں جانتے کہ شجر اسلام ہر زمانہ میں سرسبز و شاداب رہا اور دین کا درخت نئے شگوفے کھلاتا رہا اور ہر زمانہ میں نئے برگ و بار لاتا رہا ہے۔ محافظین اسلام مجددین، قائدین ملت، اور مجاہدین اسلام سے کوئی زمانہ خالی نہیں رہا۔ اور قرآنی و دینی حقائق بھی کبھی یکسر و کلیۃً پردہ خفا میں نہیں رہے۔ دین عمومی تحریف اور امت اجتماعی انحراف کا کبھی شکار نہیں ہوئی۔ یہ دعویٰ کروں تو بجا ہے کہ پوری تاریخ اسلام میں ایک سال کی مدت اور کم از کم چھ مہینے کی مدت اور کہوں کہ وسیع عالم اسلام کے کسی محدود سے محدود رقبہ میں بھی کبھی ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ حق بات کہنے والا ناپید ہو گیا ہو اور دین کے بنیادی حقائق بالکل مجہول ہو گئے ہوں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں "لا تجتمع امتی علی ضلالة" یعنی میری امت پورے طور پر کبھی کسی گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی۔ (رواہ ابن ابی عاصم)

آپ کو یہ کام کرنا ہوگا اور یہ ایک مثبت اور ایجابی کام ہے، آپ کو نئی نسل کا اعتماد قرآن مجید کی ابدیت پر قرآن مجید کی قوت تاثیر پر اور اس کی قوت تولید پر اور شریعت اسلامی کے زمانے کا ساتھ دینے پر اور اس کے نئے مسائل اور مشکلات کو حل کرنے اور علوم اسلامیہ کے حیات و نمو کی صلاحیت پر بحال کرنا پڑے گا۔ یہ خیال بہت خطرناک ہے کہ امت اسلامیہ معاذ اللہ عقیم ہو گئی ہے۔ یہ کہ علوم اسلامیہ اپنی طاقت و افادیت کھو چکے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں پھر کوئی داعی پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے جہاں آپ کو ایک طرف دفاعی کام کرنے پڑیں گے جو بسا اوقات ضروری ہو جاتے ہیں، وہیں آپ کو جرات مندانہ و دانشمندانہ اقدام بھی کرنا ہوگا۔ آپ کو دین کی ایسی تشریح کرنی ہوگی جس سے امت کو اس دین کی ابدیت اور ہر زمانہ کا نہ صرف ساتھ دینے، میں دین کو اس سے بالاتر سمجھتا ہوں کہ صرف زمانے کا ساتھ دے سکنے کا ذکر کروں بلکہ نئی نسل کی قیادت کی اور زمانہ کی رہنمائی کی صلاحیت کو ثابت کرنا ہوگا۔ زمانہ کا ساتھ دینا کیا ہوتا ہے، زمانہ کا ساتھ تو سارے مذاہب دے رہے ہیں لیکن اپنے وقت پر صحیح قیادت مسائل و مشکلات کا حل امت اور نئی نسل کو نئے نئے فتنوں سے بچانے کی صلاحیت اس امت کے علماء اور قائدین کی خصوصیت ہے۔

خاتم النبیین

اللہ تعالیٰ کا فرمان: ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

اور حضور ﷺ کا ارشاد: لا نبی بعدی

سن کر کوئی مسلمان کیسے جائز سمجھ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد زمین میں کسی نبی کی بعثت ثابت کی جائے سوائے نزول عیسیٰ علیہ السلام کے آخر زمانہ میں جو رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث مسندہ سے ثابت ہے۔

امام ابن حزم اندلسی رحمہ اللہ

---

۱ انجام کو پہنچانے والا۔

۲ مسند احمد، ترمذی، مسلم، بخاری وغیرہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد عالمگیر

ترجمہ: ابو عمار سلیم

قرآن میرا معجزہ ہے

(ایک نا قابل تردید مشاہدہ)

"کما قال خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ"

اگر ہم اس عظیم دعویٰ کا اس کے سیاق و سباق میں جا کر تفصیل سے جائزہ لیں تو ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہ تاریخ انسانی کا ایک حیران کن معجزہ ہی نہیں بلکہ یہ ایک ایسا نا قابل تردید مشاہدہ ہے جو ہر دور کے لوگوں کے فکر و نظر کو خیرہ کرنے اور حیران رکھنے والا دعویٰ ہے۔ اس ایک اکیلے دعویٰ کے اندر ان تین سوالوں کے جواب چھپے ہوئے ہیں جنہوں نے ذہن انسانی کو آغاز تاریخ سے ہی غلط راستوں پر ڈالا اور معاشرہ میں بگاڑ پھیلایا ہے۔ وہ تین سوالات یہ ہیں:-

① - کیا اس کائنات میں کوئی خدا ہے جو بڑی طاقت اور قدرت والا ہے؟

② - کیا واقعی اس اللہ نے یہ قرآن اتارا اور انسان کے ساتھ کلام کیا ہے تا کہ اسے ایک حتمی علم دے اور ہدایت کا راستہ دکھائے؟

③ - کیا حضرت محمد ﷺ ہی وہ ہستی ہیں جنہیں ہدایت کا یہ علم عطا کیا گیا ہے؟

اگر ان سوالات کا قابل قبول جواب نہ دیا جا سکے تو پھر اسلام کا یہ دعویٰ ریت کا ڈھیر ثابت ہوگا کہ اس کی تعلیمات انسان کی بہتری اور بہبود کے لیے بہترین، کافی اور محفوظ ہیں۔

ہمیں علم ہے کہ یہ سوالات صدیوں سے فلسفیوں اور مفکروں کے ذہنوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔ ان سوالات کے سرسری جائزے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قیاس، منطق اور عقلی توجیہات کی بنیاد پر ہم کبھی بھی ان سیدھی سادی اور سچی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے جن کا تعلق زندگی کی بلند ترین اور پاکیزہ قلمرو سے ہے۔ اس مضمون کا مطمح نظر بھی یہی ہے کہ اس عظیم دعویٰ کو اس تناظر میں دیکھا جائے جو اوپر درج کیے گئے سوالوں کا جواب مہیا کر سکے۔

پہلا سوال: وجود باری تعالیٰ

ہمیں یہ علم ہے کہ ابلیس مردود نے اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کی مہلت مانگی تا کہ وہ انسان کو سیدھے اور سچے راستے سے بھٹکا کر دکھائے۔ اللہ سے کہا:-

فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (ص: ۸۲)

"تیری عزت کی قسم! میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔"

اللہ نے جب بھی اپنے رسول انسان کو اس کے بھٹکے ہوئے راستوں سے صراط مستقیم پر لوٹانے کو بھیجے تو یہ لعین شیطان بھی ان رسولوں سے زیادہ دور نہ ہوتا اور انسانوں کو اللہ کے پیغام کو بگاڑ کر بھٹکانے کے لیے آ موجود ہوتا تا کہ انسان کو ابدی عذاب کے راستے پر لگائے رکھے۔ اپنے بگڑے ہوئے معاشرہ اور تہذیب کے باوجود انسان کے دل کے کسی نہ کسی کونے میں اللہ کی کبریائی اور عظمت ضرور موجود رہی ہے، اور یہی چیز ابلیس مردود کو ناگوار تھی اور اس کی انتہائی کوشش بھی یہی تھی کہ اللہ اور انسان کے درمیان کے اس احترام کے رشتے کو توڑ دے جس میں اس نے پہلے سے ہی کافی دراڑیں ڈال رکھی تھیں۔ انسانی تاریخ کے ایک لمبے عرصہ میں ابلیس نے اسی معاملہ پر زور دیا اور اس کا بڑا حملہ بھی اسی عظمت کے گھٹانے پر محیط رہا۔ اس کے اپنے دل میں اللہ رب العزت کے خلاف جو بغض اور نفرت تھی وہ حضرت انسان کے دل میں بھی ڈالنے کے لیے اسے خوبصورت اور خوش نما انداز میں پیش کرتا رہا۔ گو انسان کے اپنے نفس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنا ایک تصور تھا مگر پھر بھی وہ شیطان کے دھوکے میں آ گیا اور اپنی عقل اور سمجھ کو اولیت دینی شروع کر دی۔ اور یوں اس نے اپنی عقلیت کی بنیاد پر اللہ کے بارے میں عجیب و غریب نظریات قائم کرنے شروع کر دیے۔ ہزاروں رسولوں اور پیغمبروں کے بتائے ہوئے راستے کو چھوڑ کر اپنے معبود خود بنا لیے۔

اس بات کی تشریح کے لیے کہ انسان نے اللہ کے بارے میں کون کون سے باطل خیالات گھڑ رکھے ہیں ان کو دیکھتے ہیں:-

① - خدا اور مادہ ایک ہی چیز ہے۔

② - خدا اور مخلوق باہم جڑے ہوئے ہیں۔ یعنی خدا ہر چیز میں بذات خود موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④ - خدا اپنی تخلیق سے ماورا نہیں ہے اور نہ ہی اس کی اپنی ماہیت تخلیق شدہ چیز سے مختلف ہے۔

④ - خدا کے سوا کسی اور چیز کا کوئی وجود نہیں ہے۔

⑤ - خدا ہی انسان ہے اور انسان ہی خدا ہے۔

جب وہ آسمانوں میں ہوتا ہے تو سماوی انسان ہوتا ہے اور جب زمین پر ہوتا ہے تو زمینی خدا ہوتا ہے۔ ①

ما قبل اسلام کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر معاشرہ کے دانشوروں اور خود ساختہ زعماء نے صدیوں پر محیط باتوں اور معلومات کی پر فریب توجیہ کرنے کی کوشش کی۔ ان معلومات کی بنیاد مذہبی، سائنسی، معاشرتی، فکری اور صوفیانہ کے علاوہ، اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں کی تعلیمات پر بھی بنی تھیں۔ ② ان میں سے ہر ایک دانشمند نے اپنی سوچ کے مطابق ان تمام معلومات کو دنیاوی نظام کے ساتھ مخلوط کر کے اپنا اپنا نظریہ الٰہی قائم کر رکھا تھا۔

پھر ان مغربی مفکروں کے قرون وسطیٰ میں جس کو وہ بزعم خود تہذیب جدید کا نام دیتے ہیں، فلسفیوں کی ایک نئی کھیپ پیدا ہوئی جن کی فلسفیوں کی موجود فہرست میں کوئی سماجی مرتبہ نہیں مگر انھوں نے مختلف مذاہب اور سوچ کے درمیان مماثلت کو دریافت کرنے اور یکجا کرنے کی کوشش کی۔ ان کے اس طرز تخیل کو Perennial Philosophy یعنی دائمی فلسفہ کا نام دیا گیا جس میں معاشرہ میں موجود خدا کے ہر تخیل کو مان لیا گیا اور یوں صدیوں پر پھیلے ہوئے ایک پیدا کرنے والے اور معبود کے تصور کے ساتھ چمٹے رہنے کو قبول کر لیا گیا خواہ وہ کتنے ہی بھٹکے ہوئے کیوں نہ ہوں۔ اس رویے نے ایک مادر پدر آزاد نظریہ کو جنم دیا جس کو Syncretism یا توفیقیت کا نام دیا گیا۔

اس کا نقطہ نظر یہ تھا کہ "اگر تم درست ہو تو میں بھی درست ہوں۔" اور یوں کسی کو غلط کہنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی اور "جیو اور جینے دو" کے رومانی نعرہ کو جلا ملی۔ یہ اس بات کا اظہار تھا کہ اللہ کا کوئی وجود نہیں، ہاں یہ پرانے وقتوں کی ایک دقیانوسی سوچ ہے جسے صرف تصور سمجھ کر چھوڑ دیا جائے۔

اس عظیم افراتفری اور متنوع سوچ کے پس منظر میں نوبل انعام یافتہ بنگالی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور جو سماجی طور پر خدا پرستی کے پرانے تصور سے بندھا ہوا تھا انتہائی جھلاہٹ میں بولا "جب خدا مر جائے گا تو تمام مذاہب ایک ہو جائیں گے۔" (نعوذ باللہ)۔ آج کے عالمی برادری یعنی Globalization کی تحریک کے بانی مفکروں کا یہی مطمح نظر ہے اور ان کی تحاریک کی بنیاد بھی یہی ہے۔ اس تحریک میں بہت سارے خدائی نظریہ کی کوئی گنجائش نہیں جو ہر علاقہ میں جدا جدا شکلوں میں موجود ہے۔ ہاں اس دوران ایک عام آدمی کی تخیلی تسکین کے لیے ایک ایسے ماورائی ہستی کے گن گائے گئے جس کو انسان نے خود تخلیق کیا اور مختلف باطل اوزاروں جیسے شاعری، موسیقی، آرٹ وغیرہ کے ساتھ اس کی خوب آب یاری کی گئی۔

آج کے اس دور میں جہاں تمام تہذیبوں اور ثقافتوں کو ایک ہی کٹھالی میں ڈال کر ان کی کھچڑی پکائی جا رہی ہے وہاں دنیا بھر کی بھانت بھانت معلومات ایک عام آدمی کی دسترس تک بھی پہنچ گئی ہیں اور وہ ان تمام معلومات کو اپنی سوچ اور عقل کے مطابق دیکھ بھی رہا ہے اور استعمال بھی کر رہا ہے۔ اس قدر مختلف النوع سوچوں کے نتیجہ میں کچھ نئے تفکرات نے جنم لیا ہے جن میں "متشکک" یعنی تمام مذہبی روایات اور رسومات کو شک کی نگاہ سے دیکھنا، "لا ادریت" یعنی یہ سمجھنا کہ نہ اللہ کے متعلق کوئی معلومات مل سکتی ہے نہ ہم اس کو سمجھنے کے قابل ہیں اور نہ ہی مستقبل کے بارے میں کسی قسم کا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ الحاد اور کافرانہ جیسے دیگر تفکرات ایک عام انسان کو شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا کیے ہوئے ہیں جن کا آج سے کچھ عرصہ قبل کوئی وجود نہیں تھا۔ اس دور میں یہ ہوا کہ معبود کے بارے میں جو مختلف متضاد تصورات موجود تھے ان کو ملا کر ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی۔ تمام معبودوں کو جن کی ماہیت الگ الگ تھی مگر سب کا خدائی تصور ایک تھا، ملا جلا کر ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ پھر ایک عالمگیر دنیا کی تحریک (Globalization) آنے کے بعد اب یہ ضرورت بھی آن پڑی کہ تمام خداؤں کو چھوڑ دیا جائے اس لیے کہ ان الجھے الجھے خدائی تصورات پر اب کوئی اعتماد باقی نہیں رہا تھا، اور پھر یہ نعرہ بھی لگا کہ "انسان اب بالغ نظر ہو گیا ہے اور اس کو کسی مفروضہ خدائی پیکر کا پابند کرنا درست نہیں ہے۔"

یوں صدیوں سے بھٹکتے ہوئے انسان کی شیطان کی رہنمائی میں پلی ہوئی منکرانہ سوچ نے اس تفکر کا راستہ ہموار کر دیا کہ خدا کے تصور کو عالمگیریت کی قربان گاہ پر قربان کر دیا جائے۔ یہی سوچ تھی جسے وقت کے فلسفیوں نے خوب بڑھاوا دیا اور پھر ٹیگور نے یہ نظریہ پیش کیا:-

"آئیں ہم ایک ایسا مذہب بنائیں جس میں کوئی معبود نہ ہو۔ کیونکہ خدا ابدی ضرور ہے مگر نہ اس کا کوئی نام ہے اور نہ ہم اسے ڈھونڈ سکتے ہیں۔"

اس سوچ کے باوجود ستم ظریفی یہ کہ اس سوچ کو مذہب ہی کہا جائے گا کیونکہ ایک عام غیر مہذب اور بے پڑھے لکھے آدمی کے لیے خدا یا معبود کے بغیر کسی

---

① Collected Poems and Plays of Rabindranath Tagore. MacMillan London Ltd Papermac edition9891 page792

"یہاں خدا کا لفظ اس لیے استعمال ہوا ہے تاکہ ایک ایسی طاقتور ہستی کا تصور ذہن میں آ جائے جو آفاقی ہو اور اللہ کے لفظ کے استعمال سے اس رب العالمین کے وجود اور ہمہ گیریت کا اظہار ہو۔"

② ایک لفظ میں اگر ان تمام کو بیان کیا جائے تو اس کو فلسفہ کہیں گے جس میں علم کا ہر جزو الہام الٰہی کے سمیت صرف قیاس کا شاخسانہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی کے ہونے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ اس موقع پر ہمیں قرآن مجید کی سورۃ یاسین کی آیت ٦٢ کو ضرور یاد رکھنا چاہیے:-

وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ (یٰس: ٦٢)

''اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا (ہے) سو کیا تم نہیں سمجھتے تھے۔''

یہ تھی پہلی مشکل کہ کیا وجود باری تعالی ہے؟ اور اگر ہے تو اس کو کیسے بیان کیا جائے؟

دوسرا سوال: قرآن مجید کی حقانیت

عالمگیریت کے حامیوں نے آسمانی مذہب کی کتابوں کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر دیے ہیں۔ ویسے بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن مجید فرقان حمید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کا منجانب اللہ نازل ہونا کوئی اعتبار سے ناقابل اعتبار ہے۔ مثلاً پوچھیں کہ ''ان کتابوں کی اصل شکل کیا ہے؟''

جواب ملے گا، کسی کو کچھ پتہ نہیں۔

پوچھیں کہ ''جس زبان میں یہ نازل ہوئی تھی اس زبان کا کیا ہوا؟''

جواب ہوگا کہ وہ زبانیں تو کب کی معدوم ہو گئیں۔

پوچھیں کہ ''کیا ان کتابوں کے مندرجات کو انسان نے بھی تبدیل کیا ہے؟''

جواب ملے گا ہاں۔ یہ تو آج بھی تبدیلی کے عمل سے دو چار ہیں۔

پوچھیں کہ ''کیا ان کے مندرجات میں آپس میں اختلاف ہیں؟''

جواب ہوگا ہاں۔

پوچھیں کہ ''کیا ان کتابوں میں ایسے مندرجات ہیں جو معلوم سائنسی حقائق کے برخلاف ہیں؟''

جواب ہوگا ہاں۔

یہاں پہنچ کر ان عالمگیر دہریوں کو مشکل پیش آتی ہے کیونکہ اوپر پوچھے گئے سوالات کے جوابات قرآن مجید پر پورے نہیں اترتے۔ یہ واحد کتاب ہے جو چودہ صدیوں سے بھی زائد سے ذرا بھی تبدیل نہیں ہوئی کیونکہ اس کی اصل کے حفاظت کی ذمہ داری انسان کے بس میں ہے ہی نہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اسی رب جلیل کے ذمہ ہے جس نے اسے اتارا ہے۔ کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے:-

① - اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ٩)

''بیشک ہم ہی نے اس ذکر (قرآن حکیم) کو نازل کیا ہے اور بیشک ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔''

② - وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (النساء: ٨٢)

''اور اگر یہ (قرآن) اللہ کے سوا کسی اور کی جانب سے ہوتا تو تم اس میں بہت سے اختلاف پاتے۔''

③ - وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ (الرعد: ٣٨)

''اور رسول نہیں لاتے کوئی نشانی مگر اللہ ہی کے حکم سے۔''

یوں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس کو اتارنے والا اور ہر زمانے میں اس کو تحاریف سے پاک رکھنے والا صرف اللہ تعالی ہی ہے۔ یقیناً قرآن مجید میں ان آیات کے علاوہ اور بھی بے شمار آیات ہیں جو یہی دعوٰی دہراتی ہیں۔ یہ تمام آیات نہ صرف اس بات کی شاہد ہیں کہ قرآن حق ہے بلکہ یہ اشارہ بھی دیتی ہیں کہ یہ ایک ایسے معبود کی طرف سے ہیں جو کہ موجود ہے، برحق ہے۔ یہ کسی ایسے بے نام خدا کی طرف سے نہیں ہے جس کو کافروں نے اور دہریوں نے الہام کو برطرف کرنے کے لیے ایجاد کر رکھا ہے۔

دہریے اپنے آپ کو انسان دوست کہتے ہیں۔ یہ وہ فکر ہے جس میں انسان ہی مرکز ہے اور سب کچھ ہے اور تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ اپنی زندگی بنانے، سنوارنے اور اچھی طرح گزارنے کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے وہ کوئی خدا یا معبود نہیں بتاتا ہے بلکہ انسان خود ان تمام علوم کا معلوم کرنے والا ہے اور ان کا ماخذ بھی وہ خود ہے، اور اسی سوچ کے پیش نظر یہ دہریے ''متشکک'' بھی ہیں، ان میں ''لا ادریت'' بھی ہے اور وہ کافرانہ طرز عمل بھی رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن کے الفاظ ''اساطیر الاولین'' یعنی پرانے زمانے کی قصہ کہانیوں کے زمرے میں آتے ہیں۔ دیکھیے:-

① - سورۃ النحل، آیت: ٢٤

② - سورۃ النمل، آیت: ٦٨

③ - سورۃ الاحقاف، آیت: ١٧

④ - سورۃ القلم، آیت: ١٥

⑤ - سورۃ المطففین، آیت ١٣

تیسرا سوال: رسالت محمدی ﷺ

پرانے زمانے کے قصہ کہانیوں اور قرون وسطی کے قیاس پر مبنی فلسفہ کو باطل ٹھہرانے کے بعد عالمگیریت کے حامیوں اور دہریوں کو ابھی بھی ایک معمہ کا سامنا ہے۔ انہوں نے خداؤں کا انکار بھی کر دیا اور تمام الہامی کتابوں کو بھی اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان کے تعظیم و توقیر کی کوئی واضح توجیہ نہیں ہے۔ مگر ابھی بھی ان دہریوں اور منکروں کی کامیابی کے درمیان میں ایک انسان کھڑا ہوا ہے، اور وہ انسان ہے محمد عربی ﷺ۔ آپ ﷺ کی ولادت ایک معزز گھرانہ میں ہوئی مگر ان کی زندگی کا آغاز یتیمی سے ہوا۔ اسی وجہ سے انھیں کسی قسم کی تعلیم نہ مل سکی، نہ روایتی اور نہ خصوصی۔ اس لیے وہ نہ پڑھ سکتے تھے نہ لکھ سکتے۔ وہ نہ تو شاعر تھے نہ فلسفی اور نہ ہی ان کو کہانت آتی تھی۔ اس کے باوجود ہر خاص و عام آپ ﷺ کے کھرے کردار، آپ ﷺ کی سچائی اور آپ ﷺ کی امانت داری کی وجہ سے آپ ﷺ کا مداح تھا۔

آپ ﷺ خاموشی سے معاشرہ کی بھلائی کا کام کرتے رہتے۔ مگر پھر آپ ﷺ نے اپنی خاموشی توڑی اور اس نابغہ روزگار ہستی نے (ان پر ہزاروں درود و سلام ہو) ایک ایسی زبان میں گفتگو کرنی شروع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دی جو نہ کسی فلسفی کے بس میں تھی اور نہ ہی کسی شاعر کے۔ انھوں نے واشگاف الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو انسانوں کو سیدھا راستہ دکھانے کے لیے چن لیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ نے یہ اعلان کیا تو مکہ کے سرداروں کو یہ بات ہضم نہ ہوئی اور شدید نا پسندیدگی پیدا ہوگئی۔ نتیجہ کے طور پر آپ ﷺ کی مخالفت ہوئی اور آپ ﷺ کو ایذا بھی پہنچائی گئی مگر آپ ﷺ ثابت قدم رہے۔ شہر کے سارے طاقت ور سرداران ایک کمزور اور بے سہارا شخص کے مدمقابل ہو گئے۔ مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود اللہ کے رسول ﷺ آہستہ آہستہ ایک ایسی کامیابی کی طرف گامزن تھے جس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ آخر کار حضور اکرم ﷺ کو مجبور کر دیا گیا کہ آپ ﷺ جلاوطنی اختیار کریں۔ وہ دیس چھوڑ کر چلے تو گئے مگر یہ دیس نکالا ان کے مخالفین کو بہت بھاری پڑا۔ کیونکہ ان کی ہجرت نے ان کو ایک نیا ٹھکانا دیا اور ان کی فتح مبین کا راستہ ہموار کر دیا۔ اس دوران ان کو بڑی مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ارد گرد کے مختلف لوگوں سے لڑائیاں بھی کرنی پڑیں۔ تقریباً تیس مرتبہ انہیں جنگی دستے ترتیب دینے پڑے جن میں سے اٹھارہ مہموں میں آپ ﷺ نے خود شرکت فرمائی اور یہ سب آپ نے ۵۵ برس کی عمر سے اوپر کے حصہ میں کیا۔ مختصراً یہ کہ زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں تھا جس میں آپ کی کارکردگی دوسروں سے بہتر اور افضل نہ تھی۔ مگر ان تمام حقائق کے باوجود دہریے اور اللہ کے منکر حضور نبی اکرم ﷺ کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ یہ ایک ناتردید حقیقت ہے کہ ابلیس لعین کو شکست دینے اور لوگوں کے ذہنوں میں اللہ کی کبریائی اور بڑائی بٹھانے میں صرف اور صرف آپ ﷺ کا ہاتھ ہے۔ شیطان مردود نے بنی نوع انسان کے ایک بڑے حصے کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیا تھا اور اللہ کی عزت و تکریم کرنے سے روک رکھا ہے۔ اس سلسلہ میں سورۃ الزمر کی آیت ۶۷ کا حوالہ دیا جا سکتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:-

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (الزمر: ٦٧)

''اللہ کو اس طرح نہیں مانا گیا جیسا کہ اس کا حق تھا۔''

اور آج کا مغربی معاشرہ اور اس کے چٹے بٹے نے حضور نبی اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔

چوتھا سوال: معجزوں کا معجزہ

یہاں ہم اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں منطق یا فلسفہ منکروں کو یہ بات ماننے پر مجبور کر دے کہ

① - اللہ اپنی پوری جلالت شان کے ساتھ موجود ہے اور اس کی ذات اس کی تمام تخلیقات سے ماوراء ہے۔ اور یہ کہ

② - قرآن مجید اللہ کی وہ کتاب ہے جو اس نے انسانیت کی ہدایت اور شیطان کی عیار راہوں سے نجات دینے کے لیے نازل کی ہے۔ اور یہ بھی کہ

③ - محمد ﷺ ہی وہ مبارک ہستی ہیں جنہیں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنا پیغام انسانیت تک پہنچانے کے لیے چن لیا ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ منطق، تقابل اور اصرار کی ایک حد ہوتی ہے۔ مگر حقیقت سے پہلوتہی اسی وقت ہوتی ہے جب کوئی بالکل ہی اندھا بن جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے بارے میں تمام اچھی اور قابل تحسین باتیں جو کہی گئی ہیں وہ ان منکروں کے لیے قابل قبول اس لیے نہیں ہوں گی کہ وہ کہیں گے کہ یہ تمام باتیں انتہائی پارسائی، تعظیم و پاکیزگی کی ہیں اس لیے کسی بھی آدمی کا ان باتوں سے متصف ہونا ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس کٹ حجتی کے باوجود وہ اس مشاہدہ اور مظاہرہ سے نظریں نہیں چرا سکتے جو رسول اللہ ﷺ کے وقت سے لے کر آج تک کے تمام مسلمانوں کی زندگی میں ایک اہم حیثیت رکھتی ہے۔

وہ مشاہدہ کیا ہے؟ یہ ایک عام فہم بات ہے کہ مسلمان اللہ مالک کائنات کی تعظیم اور اس کی یاد کے لیے دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ خود حضور ﷺ نے شروع کیا تھا، اور یہ کہ کسی مسلمان کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی نماز میں قرآن مجید کی آیات میں سے کچھ آیات خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی تلاوت نہ کر لے۔ اور اس کے لیے ہر مسلمان کو قرآن کے صفحات میں سے کچھ نہ کچھ اپنی ہمت اور استطاعت کے مطابق زبانی یاد کرنا ضروری ہے۔ منکرین تو یہ کہہ دیں گے کہ یہ کون سی بڑی بات ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں جہاں عبادات میں ان کی الہامی کتاب میں سے کچھ پڑھنا ضروری ہو اس لیے ان کے لیے اس کا زبانی یاد کرنا بھی ضروری نہیں۔ اور یہی سب سے بڑی وجہ ہے کہ ہر معاشرہ کے طاقتور لوگوں نے قرآن مجید کے نزول سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی اپنی مرضی سے اپنے فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی الہامی کتابوں میں من مانی تبدیلیاں کیں۔

پھر مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے پورے کا پورا قرآن حرف بہ حرف یاد کر رکھا ہے جو تقریباً چھ ہزار آیات سے متجاوز ہیں بلکہ مسلسل اپنی پوری زندگی میں اس کو دہراتے رہتے ہیں تاکہ وہ ان کے حافظہ میں محفوظ رہے۔ کیا یہ خود ایک معجزہ نہیں؟ اور یہ لفظ حافظ جس کا مطلب ہی حفاظت کرنے والا ہے امت محمدی ﷺ میں لاکھوں کی تعداد میں ہر وقت موجود ہیں۔ اور اس پر مزید حیران کن بات یہ کہ ان حفاظ میں سے اکثریت لوگوں کی عربی زبان سے نا بلد ہے۔ کیا پوری دنیا میں کوئی شخص ان حفاظ کے علاوہ ہے جس نے ایسی کوئی کتاب پوری کی پوری یاد کر رکھی ہو جو ایسی زبان میں ہو جسے وہ سمجھتا بھی نہ ہو۔ اگر ایسا کوئی شخص مل جائے تو اس کا نام Guinness Book of World Record میں ضرور مل جائے گا۔ مگر مسلمانوں کی یہ ایک انفرادی امتیازی خصوصیت ہے جب کہ اسلامی دنیا میں سیکڑوں ایسے مسلمان بھی مل جائیں گے جنھوں نے احادیث کی کتاب بھی یاد کر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رکھی ہے۔ قرآن مجید کی سورتوں کو ہر نماز میں تلاوت کرنے کے علاوہ حفاظ نماز تراویح میں پورا قرآن مجید اسی ترتیب سے پڑھتے ہیں جس میں آج یہ مقدس کتاب موجود ہے۔ اگر دوران تلاوت یہ حفاظ کہیں غلطی کر جائیں تو ان کی غلطی درست کرنے کے لیے ان کے پیچھے کئی ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو ان کی غلطی لقمہ دے کر درست کر دیتے ہیں۔

مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے مشن شروع کیا اس وقت یہ کتاب تو موجود نہیں تھی۔ آپ ﷺ پر پہلی وحی جو نازل ہوئی وہ صرف پانچ آیت پر مشتمل تھی جب کہ پورا قرآن ۲۳ برس کی طویل مدت میں مکمل ہوا۔ اس پر مستزاد یہ کہ یہ سب آیات اس ترتیب سے نہیں نازل ہوئیں جس میں آج اس قرآن میں یہ موجود ہیں۔ کبھی کوئی پوری سورۃ نازل ہوتی یا چند آیات اترتیں تو ان کو ان کی جگہوں پر درج کر دیا جاتا جہاں کے لیے وہ اتاری گئی تھیں۔ کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ تمام نازل ہونے والی آیت کا حساب رکھا جائے کہ کون سی آیت کس آیت کے پہلے ہے اور کس کے بعد ہے۔ جب سارا قرآن مکمل ہو گیا تو جو پانچ آیات سب سے پہلے نازل ہوئی تھیں وہ قرآن مجید کی ۹۶ نمبر کی سورہ علق کی شروع کی آیات بن گئیں۔ ان حالات میں اس مقدس کتاب کا قاری تو ہمیشہ تذبذب کا شکار رہتا ہو گا۔ مگر اس پر اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ جب کوئی آیت اترتی تو وہ منسوخ یا تبدیل کبھی بھی نہیں ہوتی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کتاب الٰہی کا جزو بن گئی۔ قرآن مجید کا ہر لفظ انسانی زندگی کے تمام معاملات پر روز قیامت تک لاگو ہے۔ کوئی حکم کسی بھی دور میں نہ منسوخ ہوا نہ ہوگا اور نہ ہی غیر متعلق ہے اور نہ ہی بے محل۔ ہم آج اگر کوشش بھی کریں اس طرح سے کوئی کتاب نہ لکھ سکیں جب کہ ہر شاعر اور مصنف لکھتے وقت کاٹ چھانٹ اور تغیر و تبدیلی کے عمل سے ضرور گزرتا ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں یہ عمل آیات کی جگہ کی تبدیلی کی صورت میں ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہر وقت آپ ﷺ کے صحابہ میں سے ایسے لوگ موجود ہوتے جن کا کام یہ ہوتا کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی تو اس کو اس کی جگہ پر حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق لکھ دیتے اور اس کو زبانی یاد بھی کر لیتے۔ مگر اللہ کے رسول ﷺ کو کبھی اپنی یادداشت کو درست کرنے کے لیے ان صفحات کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ جب آپ ﷺ نماز پڑھاتے تھے تو نہ تو آپ ﷺ بھولتے اور نہ کوئی لقمہ دیتا۔

ہم جس قدر اس پورے عمل کی تفصیل میں جائیں اتنا ہی اس کے معجزانہ ہونے کا انکشاف شدید سے شدید تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مافوق البشر اور معجزہ جیسے الفاظ بھی نامناسب لگتے ہیں اور ناکام ہو جاتے ہیں۔ جو کچھ بھی آقائے نامدار سے سرزد ہو رہا تھا وہ کسی بشر کے بس کی بات نہیں تھی۔ جب کہ قرآن بڑی شد و مد سے یہ اعلان کر رہا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد سے ہی تھے اور کوئی ماورائی شخصیت نہیں تھے جو کسی اور دنیا سے زمین پر اتاری گئی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ یہ اعلان کرو:-

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا (الکہف: ۱۱۰)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تو تم جیسا ہی ایک انسان ہوں، تاہم میری جانب وحی کی جاتی ہے کہ تم سب کا معبود صرف ایک ہی معبود ہے، تو جسے بھی اپنے معبود سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔''

یہ بات انتہائی وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ تمام صحابہ کی موجودگی قرآن کا نماز میں پڑھنا اس بات کی عکاسی کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے بغیر ممکن نہ تھا۔ اور صرف اسی ایک حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ

① - اللہ تعالیٰ کا وجود یقیناً ہے۔

② - قرآن مجید انسانیت کے لیے اتارا ہوا اللہ کا کلام ہے۔ اور

③ - یہ کلام حضرت محمد ﷺ کے اوپر اللہ کے حکم سے نازل ہوا۔

بطور ایک انسان حضور ﷺ کے لیے یہ ممکن نہ تھا کہ آپ ﷺ ایک ایسی کتاب لکھ سکتے اور نہ ہی اس کے مندرجات کو زبانی یاد کر سکتے جو کہ انتہائی غیر معمولی طریقہ سے تحریر ہو رہی تھی اور تکمیل پذیر ہو رہی تھی۔ یہ اعلان تھا کہ یہ کام صرف اور صرف اللہ رب العالمین کی ذاتی اور براہ راست مدد سے تکمیل پا رہا ہے۔ اور یہ حقیقت آج بھی ذرا کم پیمانہ پر مگر پوری عالم اسلامی کے لیے ناتردید سچ ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن میرا معجزہ ہے۔ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ نبی اکرم کی زندگی کا ہر لمحہ اور ہر کام معجزانہ تھا مگر نہ تو آپ ﷺ کے ان تمام معجزوں پر اور نہ دیگر پیغمبروں کی زندگی کے معجزوں تک ہماری مکمل رسائی ہے اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ ان کو الہام کے وثوقیت کی وجہ سے قبول کر لیا جائے مگر چونکہ یہ ہماری حسی صلاحیتوں سے بہت پرے کی بات ہے اس لیے متشکک اور لاادریت والے اصحاب اپنے انکار پر اڑے ہوئے ہیں۔ اسی لیے یہ کہنا کہ قرآن مجید فرقان حمید ایک زندہ معجزہ ہے غلط نہ ہوگا۔ اور یہ حقیقت اس مضمون میں بھی اچھی طرح واضح ہو گئی ہے۔ اور خصوصی طور پر یہ بھی غلط نہیں ہے کہ بھٹکے ہوئے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ پوری دنیا کے تمام لوگوں کو شیطان کے چنگل سے نکالنے اور اس کے مکر و فریب سے بچانے کا یہ واحد راستہ ہے، اللہ کی وہ مضبوط رسی ہے جسے پکڑ کر اور نبی الرحمت کے دامن سے وابستہ رہ کر ہی فلاح و بھلائی کی امید ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں سوال: ما حصل

اوپر کی بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قرآن کے اس جاری معجزہ سے مسلمان کی زندگی سے اللہ کی موجودگی، قرآن مجید کی حقانیت اور حضور نبی اکرم ﷺ کے خاتم النبیین ﷺ ہونے کی تائید ہوتی ہے اور تمام خدشات دور ہو جاتے ہیں۔ بغور دیکھا جائے تو یہ تاریخی حقیقت سامنے آتی ہے کہ ما قبل اسلام کے ہزاروں پیغمبروں کا لایا ہوا حکم اور پیغام لوگوں نے تحریف کر کے ایسا بگاڑا کہ اللہ کو ایک نئے پیغمبر کے بھیجنے کی ضرورت پیش آ گئی۔ مگر اس آخری پیغام کی حفاظت الٰہی کی تدبیر اس بات کی غماز ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ بھی درج ہے اس کے مندرجات نہ تو کبھی منسوخ ہوئے، نہ تبدیل کیے گئے اور نہ ہی ان میں کچھ بھی نیا شامل ہو سکا اور نہ ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ اب کسی پیغمبر کو کسی بھی ضرورت کے لیے مبعوث کرنے کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہ گیا ہے۔

اس حقیقت کے پیشِ نظر اللہ کے اس کلام کے کسی نئے ایڈیشن کی یا کسی نئی اشاعت کی ایسی کوئی ضرورت نہیں ہوگی اس لیے کہ اللہ رب کائنات کا یہ اعلان ہے:-

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدۃ: ۳)

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں، اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔"

اس اعلان کی روشنی میں یہ کہا جائے کہ اگر یہ پیغام الٰہی مکمل ہے، اور اس میں کسی تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ کہ اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العالمین پر ہے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قرآن ہی آخری کتاب ہے اور حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہی وہ آخری نبی ہیں جن کے بعد کسی نبی کے آنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ہی گنجائش۔ اور اللہ رب ذو الجلال و الاکرام حضور پاک ﷺ کی یہ حیثیت و مرتبہ بڑی جلالت شان سے بتا رہا ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب: ۴۰)

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

جب ہم نے یہ دیکھ لیا کہ قرآن کا پیغام نا قابل تردید اور نا قابل تنسیخ ہے تو اوپر بیان کی ہوئی دونوں چیزیں یعنی اللہ کے احکامات کی تکمیل اور حضور ﷺ کی نبوت کے اختتام کے بارے میں مزید کسی تفصیل کی ضرورت ہے اور نہ بحث کی گنجائش۔ چونکہ اللہ کے احکامات کی تکمیل ہو گئی اور حضور ﷺ کے نبوت کے اختتام کے بعد حضور ﷺ کے غلاموں کو صرف اللہ کے اس ارشاد کی ضرورت ہے:-

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران: ۱۱۰)

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو، تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو، اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اختتام کلام پر یہ کہنا بہت کافی ہے کہ قرآن کو پڑھو، احسن اعمال اور سیات کو جاننے کے لیے اور اس کو سمجھنے کے لیے حضور اکرم ﷺ کی احادیث مبارکہ کا سہارا لو اور گزرتے ہوئے وقت کے ساتھ ساتھ قرآن کے احکامات کی تطبیق کے لیے پرانے اور نئے علماء کی تحریروں کا مطالعہ کرو۔ ہماری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے کہ ہم اس سے بہتر نتائج اخذ کر سکیں تاکہ امت مسلمہ کی بھی بھلائی ہو اور پوری انسانیت کی فلاح کے راستے بھی ہموار ہوں۔

اس مضمون کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان معجزانہ حقائق کو سمجھا جائے جن سے وجود باری تعالیٰ، قرآن مجید کی نا قابل تردید حقیقت اور نبوت محمدی کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ لوگ جن کے ذہنوں میں ابھی بھی شک ہے اور اسلام کی سچائی کے لیے مزید تفصیلات درکار ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اسلام کے بنیادی عقائد کا موازنہ دنیا کے کسی بھی علم کی بنیادی ماہیت سے کر کے دیکھ لیں خواہ وہ سماویات ہو، طبیعیات ہو، حیوانیات ہو، جینیاتی ہو، یا تہذیبوں کے عروج و زوال سے تعلق رکھتی ہو، یا عمرانیات کے تانے بانے ہوں یا پھر اخلاقی و معاشیاتی ہو۔ یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تمام سوالوں کا حتمی اور مدلل جواب چاہے معلوم دنیا سے ہو یا غائب سے، اس قرآن میں مل جائے گا۔

اللہ ہمارا حامی و مددگار ہے۔

تعمیرِ ختمِ نبوت ([illegible])

ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر وحدتِ ملی کو پارہ پارہ ہونے سے محفوظ کر دیا۔

غور سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ علامہ موصوف نے ان چھے اشعار میں ختم نبوت کے مسئلہ پر قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جو کچھ اس فقیر نے گزشتہ اوراق میں لکھا ہے علامہ موصوف نے کمالِ بلاغت کے ساتھ ان کو ان چھے اشعار میں قلمبند کر دیا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کو توفیق ارزانی فرمائے کہ خالی الذہن ہو کر قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کے مطالب پر غور کریں اور اس حقیقت کو حرزِ جان بنائیں کہ نبوت و رسالت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گئی۔ اگر قرآن مجید کامل، مکمل اور آخری ہدایت ہے تو لا محالہ نبی اکرم ﷺ کامل، مکمل اور آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو نبی تسلیم کرنا آپ ﷺ کی صریح توہین اور تحقیر ہی نہیں، بلکہ اسلام سے خارج ہو جانے کے مترادف ہے اور جیسا کہ ان اوراق کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر یوسف سلیم چشتی رحمہ اللہ

ختم نبوت

تمہید

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کے تمام فرقوں کا متفقہ عقیدہ ہے جس کے متعلق تیرہ سو سال سے کبھی بھی اختلاف آرا نہیں ہوا۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت ضرور پیدا ہوتے رہے، لیکن امتِ مرحومہ نے متفق اللسان ہو کر ان کو خارج از دائرۂ اسلام قرار دیا اور اس طرح گلزارِ اسلام کو پژمردہ ہونے سے محفوظ رکھا۔

مسلمانوں میں بہت سے فرقے پیدا ہوئے، مثلاً: جبریہ، قدریہ، مرجیہ، معتزلہ، شیعہ، تفضیلیہ، مقلد، غیر مقلد، اہلِ قرآن، اہلِ حدیث وغیرہ اور ان میں زبردست مناظرے، مباحثے اور مجادلے بھی برپا ہوئے لیکن آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کبھی اختلاف نہیں ہوا۔ سب نے خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے معنی یہی کیے ہیں کہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ'' ''آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔''

فی الجملہ ختمِ نبوت کا عقیدہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اور مسلمانوں نے ہر زمانہ اور ہر ملک میں توحیدِ الٰہی کے بعد اس عقیدہ کے متعلق بہت کچھ غیرتِ ایمانی اور جوشِ مذہبی کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات معمولی سا غور و فکر کرنے سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ اگر توحیدِ الٰہی کا عقیدہ بمنزلہ بنیاد ہے، تو ختم نبوت کا عقیدہ بمنزلہ عمارت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی انبیاء کا سلسلہ جاری رہتا تو اسلام کا قصرِ رفیع کبھی کا منہدم ہو گیا ہوتا۔ اگر مسلمانوں نے ہمیشہ اس امر پر زور دیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ آئندہ انبیاء سے کوئی عداوت ہے، بلکہ وہ اس لیے اس عقیدہ پر مصر ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد بھی کسی نبی کی ضرورت باقی ہے تو پھر آنحضرت ﷺ کی وہ خصوصیت جو آپ ﷺ کو جمیع انبیاء سے ممتاز کرتی ہے باطل ہو جائے گی۔ جو شخص چاہے یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ نہیں ہیں، لیکن پھر وہ دائرۂ اسلام سے یکسر اور مطلق خارج ہو جائے گا۔ اسلام سے اسے کوئی علاقہ نہ ہوگا۔ اسی لیے علامہ سر اقبال مدظلہ فرماتے ہیں:-

''اسلام نسلی خیال کو کلیتاً ملیا میٹ کر کے اپنی بنیادیں صرف مذہبی خیال پر استوار کرتا ہے۔ ہر مسلمان اس مذہبی تحریک کو جو اسلام ہی کی آغوش میں پل کر جوان ہوئی ہو اور اس کے باوجود اپنی بنیاد کسی نئی نبوت پر رکھنے کی مدعی ہو اور تمام مسلمانوں کو جو اس تحریک کو اور اس کے مفروضہ الہامات کی صداقت کو قبول نہ کریں، کافر قرار دے رہی ہو، اسلام کی وحدت کے لیے ایک زبردست خطرہ سمجھنے پر مجبور ہے۔ ختم نبوت کا عقیدہ نوعِ انسانی کی تاریخ میں غالباً سب سے پہلا اچھوتا عقیدہ ہے..... اسلام جو نوعِ انسانی کی مختلف اقوام کو ایک سلک میں منسلک کرنے کا مدعی ہے کسی ایسی تحریک کا متحمل نہیں ہو سکتا جو اس کی موجودہ وحدت کے لیے خطرہ کا موجب ہو۔''

اس اقتباس سے جو دنیائے اسلام کے سب سے بڑے فلسفی شاعر اور عصرِ حاضر کے ایک نامور مفکر کے خیالات و معتقدات کا آئینہ ہے، ناظرین کو بخوبی واضح ہو سکتا ہے کہ ایک مسلمان ختمِ نبوت کے عقیدہ پر اس قدر زور کیوں دیتا ہے۔ سبب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کو جاری تسلیم کرنے سے وحدتِ اسلامی پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش گوئی فرما دی تھی کہ میرے بعد میری امت میں تیس نبی جھوٹے پیدا ہوں گے لیکن وہ سب کے سب اپنے دعویٰ میں کاذب ہوں گے کیوں کہ میں خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق آنحضرت ﷺ کے بعد مختلف ممالک اور مختلف زمانوں میں کئی لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاح بنت حارث، مختار ثقفی، میمون قداح، طلیحہ بن خویلد، ابن مقنع، سلیمان قرمطی، بابک خرمی اور عیسیٰ بن مہرویہ مشہور دجال اور کذاب گزرے ہیں۔ ان افراد نے عرب اور ایران میں کافی تباہی و بربادی پھیلائی اور ہزارہا بندگانِ خدا کا خون بہایا۔

تقریباً ہزار سال تک اسلامی دنیا میں امن و امان رہا لیکن موجودہ صدی کے آغاز میں پنجاب کی سرحاصل زمین سے ایک مدعی نبوت کا ظہور ہوا جس نے کمال بے باکی سے حضرت ختمی مرتبت ﷺ کے فرمان کو پس پشت ڈال دیا اور مسلمانوں میں از سرِ نو فتنہ و فساد کا دروازہ کھول دیا۔

اگرچہ مرزا صاحب نے بہت سے ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا لیکن ان منازل کی وجہ سے ان کے دعویٰ کی نوعیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عالمِ دین، زاہد، مناظر، مجدد، مثیلِ مسیح، مہدی، امام الزماں، لغوی نبی، امتی نبی، عکسی نبی، مجازی نبی، ظلی نبی اور بروزی نبی کے مناصب طے کرنے کے بعد انھوں نے غیر تشریعی مگر مستقل نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا اور جو شخص کسی زمانہ میں یہ کہا کرتا تھا کہ:-

① - ''خاتم الانبیاء صلعم کے بعد نبی کیسا؟'' (انجام آتھم، ص ۲۸)

② - ''یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہوں اور پھر کوئی دوسرا نبی آ جائے۔'' (ایام الصلح، ص: ۴۷)

③ - ہست او خیر خیر الرسل خیر الانام

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہر نبوت را بروشد اختتام

اسی شخص نے آگے چل کر یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا:-

① - انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم کسے
آنچہ دادند ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بہ تمام
(درثمین، ص: ۲۰۷)

② - آنچہ من بشنو زوحی خدا
بخدا پاک دانش ز خطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
ز خطاہا، ہمیں است ایمانم
(درثمین، ص: ۲۰۷)

③ -''مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ تورات، انجیل، اور قرآن کریم پر۔'' (اربعین نمبر ۴، ص: ۲۵)

④ -''سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء، ص: ۱۷)

⑤ -''جو مجھے نہیں مانتا، وہ خدا و رسول کو بھی نہیں مانتا۔'' (لیکچر سیالکوٹ، حقیقۃ الوحی، ص: ۱۶۴)

⑥ -''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔''
(منقول از خط بنام اخبار عام، ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء)

⑦ -''بغیر شریعت کے نبی ہو سکتا ہے۔''
(تجلیاتِ الٰہیہ، ص: ۲۴)

اگرچہ ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب مرحوم و مغفور اور مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور محترمہ محمدی بیگم صاحبہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو شکستِ فاش نصیب ہوئی، جس کی تفصیل یہ ہے:-

① -''ڈاکٹر عبد الحکیم خان کا دعویٰ ہے کہ میں اس کی زندگی ہی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے بالمقابل مجھے خبر دی کہ وہ عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا.... جو شخص اللہ تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے، خدا اس کی مدد کرے گا۔'' (چشمۂ معرفت)

سب کو معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت سے انسانوں کی عبرت کے لیے مرزا صاحب میعادِ مقررہ کے اندر ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے اور ڈاکٹر صاحب چودہ سال تک اس کے بعد زندہ رہے۔

مرزا صاحب نے لکھا تھا:-

② -''اور اس لیے اب میں تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں درحقیقت مفسد اور کذاب ہے۔ اُس کو صادق کی زندگی ہی میں اس دنیا سے اٹھا لے۔'' (اشتہار: ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء)

خدا کی قدرت اور مقامِ عبرت کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو بفضلِ خدا ابھی تک (اب ۱۹۳۶ء ہے) زندہ ہیں اور مرزا صاحب سال بھر کے بعد ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں:-

③ -''محمدی بیگم کے ساتھ میرا نکاح خدائی فیصلہ ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔ یہ نکاح آسمان پر ہو چکا ہے دنیا پر ضرور ہو کر رہے گا، میرے مخالفین کو چاہیے کہ صبر کریں کہ اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہو تو میں جھوٹا۔''

خدا کی شان کہ مرزا صاحب کی انتہائی کوششوں، ترغیبوں اور تربیوں کے باوجود ''منکوحہ آسمانی'' ان کے نکاح میں نہ آئی اور سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں انتقال فرما گئے اور یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔

اس لیے ایک طالب حق کے لیے ظل اور بروز، حقیقت اور مجاز کی بحثوں میں الجھنے کے بجائے ان تین حقائق پر نظر ڈال لینی ہی کافی ہے۔ لیکن ان براہین کے باوجود آج ہمارے زمانہ میں بہت سے مسلمان مرزا صاحب کو نبی تسلیم کر کے ختمِ نبوت جیسے اہم اصول سے دستبردار ہو رہے ہیں۔ اور رسولِ مدنی کی غلامی سے نکل کر رسولِ قادیانی کی امت میں داخل ہوتے جاتے ہیں۔

اس لیے اس ہیچمدان نے مناسب سمجھا کہ عام فہم انداز میں ختمِ نبوت پر ایک مضمون سپردِ قلم کیا جائے، تاکہ مسلمان بھائی اس نئے فتنہ کا شکار ہو کر دولتِ ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

واضح ہو کہ ختمِ نبوت کا عقیدہ اس قدر اہم ہے کہ خود مرزا صاحب بھی دعوائے نبوت سے قبل اس سے انکار کرنے کو اسلام سے خارج ہونے کا مترادف قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ''حمامۃ البشریٰ'' (ص: ۷۹) پر لکھتے ہیں:-

''مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جا ملوں۔''

اس اقتباس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جو مسلمان نبوت کا دعویٰ کرے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ''انجام آتھم'' (ص: ۲۷) پر لکھتے ہیں:-

''کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔''

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، خواہ وہ کسی قسم کی کیوں نہ ہو، تشریعی ہو یا غیر تشریعی، ظلی ہو یا بروزی، وہ قرآن پاک پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ الغرض دعوائے نبوت سے پہلے مرزا صاحب کا بھی یہی مسلک تھا کہ آنحضرت ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

مضمون کی اہمیت واضح کر دینے کے بعد اب میں ختمِ نبوت پر چار عنوانات کے تحت اظہارِ خیال کروں گا:-

① - قرآن مجید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲- حدیث شریف

۳- اجماع امت

۴- عقلِ سلیم

وماتوفیقي إلا باللہ۔

نبوت و رسالت کا مفہوم

ختم نبوت پر کلام کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ نبوت کا مفہوم سمجھ لیا جائے، تاکہ پھر ختم نبوت کے سمجھنے میں آسانی ہو۔

نبی کا لفظ عام ہے (بروزن فعیل) بمعنی اطلاع دینے والا یا اطلاع پہنچانے والا لیکن شریعتِ اسلامیہ کی رو سے اس کے معنی محدود اور مخصوص ہیں جن کی توضیح آئندہ ہوگی۔

۱- سر دست صرف اتنا عرض دینا کافی ہے کہ صرف اطلاع دینے کا نام نبوت نہیں۔ اگر نبوت کا معیار لغوی معنی قرار دیا جائے تو پھر اطلاع یا بندگی اور اطلاع دہندگی کے لحاظ سے ہر شخص نبی ہے، کسی شخص کی تخصیص نہیں کی جا سکتی۔

۲- اگر لغوی معنی میں یہ تخصیص کی جائے کہ اطلاع یا بندگی من جانب اللہ ہو، تو اس کو بھی معیار نبوت نہیں قرار دیا جا سکتا، کیوں کہ اس صورت میں کم از کم ہر مسلمان نبی ہے، کیوں کہ ہر مسلمان قرآن مجید پر ایمان رکھتا ہے۔ زید نے بکر سے کہا کہ قرآن مجید میں لکھا ہے: إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو اس مفروضہ کی بنا پر زید اور بکر دونوں نبی ہیں۔ زید اطلاع دہندہ ہے، بکر اطلاع یابندہ ہے۔

۳- اگر رویائے صادقہ کو نبوت کا معیار قرار دیا جائے تو پھر جس شخص کو سچا خواب آجائے وہ نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے، چونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ بعض کفار کو بھی سچے خواب آئے ہیں تو اس معیار کی رو سے وہ کفار بھی نبی ہو سکتے ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان انھیں نبی تو درکنار راست باز انسان بھی تسلیم نہیں کرتا۔

۴- بعض علماء کا خیال ہے کہ نبی وہ ہے جس کی پاکی اور طہارت کا اعلان خدا کی طرف سے ہو جائے۔ لیکن یہ معیار بھی صحیح نہیں، کیونکہ اللہ نے تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت مریم علیہا السلام کی پاکی کا اعلان کیا ہے، لیکن جیسا کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ نبیہ نہ تھیں۔

۵- اگر صرف مکالمہ و مخاطبہ کو معیارِ نبوت قرار دیا جائے تو یہ شرف تو ابلیس اور فرعون کو بھی حاصل ہو چکا ہے لیکن دنیا جانتی ہے کہ محض مکالمہ و مخاطبہ کی بدولت یہ افراد نبی نہیں بن گئے۔

۶- اگر یہ کہا جائے کہ نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ الہام و وحی نازل فرمائے تو اس مفروضہ کی بنا پر شہد کی مکھی، حضرت ام موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں، سب کو نبی تسلیم کرنا پڑے گا، بلکہ ہر شخص نبی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوٰهَا [الشمس:۸]

۷- اگر تبلیغِ آیات اللہ کو معیارِ نبوت قرار دیا جائے تو بھی کام نہیں چلتا، کیوں کہ اس صورت میں "بلّغوا عنّي ولو آیۃ" کے مطابق ہر مبلغ نبی ہو جائے گا۔

آیئے اب دیکھیں کہ قرآنِ مجید نے نبوت کا معیار کس چیز کو قرار دیا ہے؟ قرآن مجید میں تفکر اور تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے:-

نبی وہ شخص ہے جو نجاتِ انسانی کے لیے خدا تعالیٰ کے تجویز کردہ نصب العین یا پروگرام سے براہِ راست مطلع ہو کر اس کو نسلِ انسانی کے سامنے کتابی شکل میں پیش کرے اور خود اس پر عمل کر کے لوگوں کو دکھائے، تاکہ ان میں بھی اس پر عامل ہونے کی ترغیب پیدا ہو۔ اس نصب العین کو عرفِ عام میں کتاب، شریعت یا ہدایت کہتے ہیں۔ ہر نبی اپنے ساتھ ہدایت لاتا ہے، کیونکہ یہ بات عقلاً محال ہے کہ پیغامبر تو آئے مگر کوئی پیغام نہ لائے۔

اصلی چیز ہدایت ہے، جس کے نازل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا سلسلہ قائم کیا اور اس کا عطا کرنا کمال مہربانی سے اپنے اوپر لازم کر لیا۔ (ظاہر ہے کہ کوئی طاقت خدا کو کسی کام کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتی اللہ تعالیٰ جو کچھ چاہتا ہے اپنی مرضی اور اختیار سے کرتا ہے اور یہی مسلمانوں کا مذہب ہے)۔

قانونِ ارتقاء کے تحت نصب العین کے اس حصہ میں جس کو شریعت کہتے ہیں اختلاف ہوتا رہا، لیکن اصل حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، جو نبی خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا اس نے ایک ہی حقیقت کو پیش کیا:-

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا [النساء:۳۶]

آخر الامر جب قرآن مجید کے نزول کا زمانہ آیا تو مشیتِ ایزدی نے مناسب سمجھا کہ اب ہدایت اخروی اور نجاتِ ابدی کا مکمل نظام انسان کو عطا کر دیا جائے، چنانچہ:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ [المائدۃ:۳]

"آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں مذہب اسلام سے راضی ہوا"

اس پر شاہد عادل ہے، اس کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں، جن میں کوئی دشواری یا ابہام نہیں ہے، جو ہدایت یا پیغام آنحضرت ﷺ کی معرفت دنیا کو عطا کیا گیا بفحوائے نصِ قرآنی من کل الوجوہ مکمل ہے جس کے بعد اب کسی مزید ہدایت یا پیغام کی حاجت باقی نہیں ہے۔

پس اگر پیغام اور ہدایت ختم ہو گئی تو پیغمبر اور ہادی کی ضرورت بھی ختم ہو گئی۔

پس: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ عقیدۂ ختم نبوت پر نصِ قطعی الدلالت ہے، قرآن مجید خاتم الکتب یعنی آخری کتاب ہے اور حضور ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا، اسی حقیقت کا اعلان مرزا غلام احمد قادیانی نے کسی زمانہ میں یوں کیا تھا:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی شخص یہ شبہ وارد کرے کہ بعض انبیاء مثلاً: یوشع، حزقیل، الیاس اور ایوب علیہم السلام کو شریعت یا ہدایت عطا نہیں کی گئی تو بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہے، وہ ثابت کرے کہ فلاں فلاں رسول کو ہدایت عطا نہیں کی گئی۔

ختم نبوت پر دوسری نص قرآنی قطعی الدلالۃ

آنحضرت ﷺ کے علاوہ جس قدر انبیاء دنیا میں گزرے ہیں، سب کی لائی ہوئی ہدایت یا تو صفحۂ ہستی سے ناپید ہوگئی یا مسخ اور ناکارہ ہوگئی۔

(الف)- ویدوں کی زبان مردہ ہوگئی۔ آج نہ کوئی انہیں پڑھتا ہے نہ سمجھتا ہے اور نہ ان کی مسخ شدہ تعلیم زمانہ حال کا ساتھ دیتی ہے اور نہ کوئی ہندو ان کی صحت، واقعیت اور صداقت کا دعویٰ کر سکتا ہے، نہ اپنے دعویٰ کو ثابت کرسکتا ہے، کیونکہ ویدوں کی تصنیف کو کئی ہزار برس گزر گئے اور ہمارے پاس چند ہزار سال کا بھی کوئی قدیم نسخہ موجود نہیں اور نہ خود ویدوں میں کسی جگہ یہ وعدہ موجود ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

(ب)- جینی، پارسی اور بودھوں کے مذہبی نوشتوں کا بھی یہی حال ہے۔

(ج)- توریت، زبور اور انجیل تینوں مفقود ہو چکی ہیں۔ افسوس کہ اس مختصر مضمون میں اس کی تفصیل بیان نہیں ہوسکتی۔ ان کے ضائع ہو جانے کا خود یہود و نصاریٰ کو اعتراف ہے۔ علاوہ بریں ان کتابوں کے جس قدر نسخے آج دنیا میں پائے جاتے ہیں وہ بھی سب کے سب محرف ہیں اور ان سب میں بکثرت اختلافات پائے جاتے ہیں۔ لے دے کہ دنیا میں صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی مذہبی کتاب ہے جو نہ صرف ہر قسم کی تحریف سے محفوظ رہی ہے (اور جس کے غیر محرف ہونے پر میور جیسا متعصب انسان گواہی دے رہا ہے) بلکہ بجنسہ موجود ہے اور اس کتاب کا دعویٰ ہے کہ باطل اس میں کبھی راہ نہ پا سکے گا اور جو ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے سے دنیا کو عطا کی ہے وہ کبھی ناپید نہ ہوگی:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹]

"ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور تحقیق ہم خود اس کے محافظ ہیں۔"

پس جب تک یہ کامل ہدایت دنیا میں موجود رہے گی اس وقت تک کسی ہادی کی ضرورت بھی لاحق نہ ہوگی۔ اس لیے آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

کسی نبی کا تورات کے مطابق فیصلہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں کہ اس نبی کو ہدایت نہیں ملی، کیونکہ خود آنحضرت ﷺ نے کئی دفعہ تورات کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ آپ خود صاحب کتاب ہیں۔

ان دو نصوصِ قرآن کی روشنی میں یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ پر نبوت ختم ہوگئی۔

خلاصۂ کلام

انبیاء کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ انسان کو فوز و فلاح کا بہترین طریقہ، نجات کا صحیح راستہ، زندگی کا ارفع و اعلیٰ نصب العین، روحانی مدارج طے کرنے کا یقینی ذریعہ عطا کر دیا جائے، لہٰذا جبکہ بفحوائے نص قرآنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی شکل میں انسان کو کامل ہدایت عطا کر دی تو جس مقصد کے لیے انبیاء کا سلسلہ جاری کیا گیا تھا وہ لا محالہ ختم ہوگیا اور منطق کا مسلّمہ اصول ہے:-

"إذا فاتَ الشرطُ فاتَ المشروطُ"

"جب شرط فوت ہو جاتی ہے تو مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔"

چونکہ آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے وہ کامل ہدایت عطا کی گئی ہے، اس لیے منطقی طور پر آپ ﷺ اس سلسلے کے خاتم ہیں۔ اس لیے قرآن پاک نے صاف لفظوں میں اعلان کر دیا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [الأحزاب:۴۰]

"محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور سلسلۂ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں۔"

مندرجہ بالا تصریحات قرآنیہ کی روشنی میں خاتم النبیین کی تفسیر بالکل آسان اور واضح ہے۔ ہم اس آیت کا ترجمہ خود نہیں کرتے، بلکہ احمدی حضرات کے امام اور مطاع کے الفاظ پیش کرتے ہیں:-

گواہ عاشق صادق در آستیں باشد

"یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ (ﷺ) ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی دنیا میں نہیں آئے گا۔" (ازالہ اوہام، مؤلفہ مرزا صاحب قادیانی، ص ۶۱۴، طبع اول)

اگرچہ عبارت اپنے مفہوم کے لحاظ سے کسی مزید کی تشریح کی محتاج نہیں، تاہم ایک حوالہ اور بھی ملاحظہ کر لیجیے:-

"آگاہ ہو کہ خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "لا نبي بعدي" (یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔" (حمامۃ البشریٰ، مؤلفہ مرزا صاحب، ص ۲۰)

جب تک مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا اس وقت تک ظلی اور بروزی، تشریعی اور غیر تشریعی حقیقی اور مجازی کی تقسیم بھی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ "لا نبي بعدي" کے معنی وہی کیے جاتے تھے جو سارے مسلمان کرتے ہیں۔ ان حوالوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہ تھے، ورنہ ان کو ابتداء ہی سے قرآن کا صحیح علم عطا کر دیتا، مگر جیسا کہ ارباب نظر کو معلوم ہے کہ خدا نے ایک عرصہ تک ان کو نبوت کی حقیقت سے بے خبر رکھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عربی زبان میں جس قدر مستند لغات ہیں سب میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی لکھے ہوئے ہیں۔ چنانچہ تاج العروس، لسان العرب، مفردات راغب اور مجمع البحار چاروں میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہی ملتے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ لغت مرتب کرنے والوں نے اپنا عقیدہ لکھ دیا ہے، لیکن یہ محض دھوکا ہے۔ بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ وہ ثابت کریں کہ لغت بنانے والوں نے اپنا عقیدہ لکھا ہے:-

اس کے علاوہ (E.W.Lane) تو عیسائی ہے، اس نے اپنی ڈکشنری میں خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کیوں لکھ دیئے۔

اگرچہ قرآن مجید میں ختمِ نبوت پر متعدد نصوص موجود ہیں، لیکن میں اس مختصر مضمون میں صرف انہی تین نصوص پر اکتفا کرتا ہوں اور اب احادیثِ صحیحہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

پہلی حدیث:-

''لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْبَعِثَ كَذَّابُونَ دَجَّالُونَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللهِ وَفِي رِوَايَةٍ يَزْعَمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي'' (ابو داود و ترمذي)

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتی جب تک بہت سے دجال اور کذاب نہ اٹھائے جائیں جن میں سے ہر ایک یہ کہتا ہوں کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، یعنی میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہو گا۔''

اس حدیث میں خود آنحضرت ﷺ نے ایک فیصلہ کن بات فرما دی، جس کے بعد کوئی مسلمان جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو گا خاتم النبیین کے حقیقی مفہوم میں شک نہیں کر سکتا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کے معنی خود کر دیئے کہ میں سلسلہ انبیاء کا ختم کرنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔

''لا نبي بعدي'' میں لائے نافیہ جنس کی نفی کرتا ہے۔ یعنی کسی قسم کا نبی نہیں پیدا ہو گا، ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔

چنانچہ مرزا صاحب نے بھی ''ایام الصلح'' کے صفحہ ۱۴۴ پر لکھا ہے:-

''لا نبي بعدي'' میں لائے نافیہ جنس کی نفی کرتا ہے، کسی قسم کا نبی خواہ نیا ہو یا پرانا آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا میں آ سکتا۔''

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کے بعد کون سی وحی ایسی نازل ہو گئی جس کی رو سے اب: ''لا نبي بعدي'' میں وہی لائے نافیہ جنس کی نفی نہیں کر سکتا۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

دوسری حدیث ملاحظہ ہو:-

''إِنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الْأَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَجْمَلَهُ إِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِهِ وَيَعْجَبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ قَالَ فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔'' (رواه بخاري ومسلم وغيرهما)

''میری مثال اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس کو آراستہ پیراستہ کیا ہو، مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی ہو۔ لوگ اس کے پاس چکر لگا رہے ہوں اور خوش ہوتے ہوں اور کہتے ہوں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (کہ عمارت مکمل ہو جاتی) فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ میں ہی ہوں وہ آخری اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔''

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر الانبیاء کے ہیں اور یہ کہ قصرِ نبوت مکمل ہو چکا ہے۔ اب کسی اینٹ کی گنجائش نہیں ہے۔

قربان جایئے آنحضرت ﷺ کے، آپ ﷺ نے کیسی خوبصورتی کے ساتھ اس حقیقت کا اعلان فرما دیا کہ میں آخری نبی ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ سلسلہ بعثتِ انبیاء کو ایک عمارت تصور کر لو۔ عمارت اینٹوں سے پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے۔ معمار ایک عرصہ تک اس عمارت کو اینٹوں سے بناتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی اور صرف ایک اینٹ کی کسر باقی رہ گئی۔ آخر ایک دن اس نے وہ آخری اینٹ بھی لگا دی۔ کیا اب کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا کاریگر کیوں نہ ہو اس عمارت میں کسی اینٹ کا اضافہ کر سکتا ہے؟

اس طرح اس قصرِ نبوت کی تکمیل کے بعد نہ تشریعی نبوت کی اینٹ کی گنجائش ہے نہ غیر تشریعی یا ظلی و بروزی و لغوی و مجازی کی۔ ہاں! خلقِ خدا کو گمراہ کرنے کی بات دوسری ہے۔ نبوت کیا چیز ہے، انسان نے تو خدائی کے دعوے کیے ہیں۔

تیسری حدیث:-

''وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ۔'' (رواه مسلم في الفضائل)

امام مسلم نے اس حدیث کو آنحضرت ﷺ کے فضائل کے باب میں درج کیا ہے۔ اس حدیث میں چھ فضیلتوں کا ذکر ہے۔ چھٹی فضیلت یہ ہے کہ میرے ساتھ تمام انبیاء کو ختم کیا گیا۔

اس حدیث میں اس تحریف کی بھی جڑ کاٹ دی گئی، جو لفظ خاتم میں کی جاتی ہے۔ خاتم النبیین کی جگہ: ''خُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ'' کہا گیا اور اس میں کسی قسم کے نبی کا استثناء موجود نہیں۔

چوتھی حدیث:-

''أَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ۔'' (رواه ابن ماجه)

''میں سب نبیوں کے آخر میں آنے والا ہوں اور تم سب امتوں کے آخر میں آنے والے ہو۔''

یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص اس امت کے لیے بنا کر نہیں بھیجا جائے گا۔

ان احادیثِ صحیحہ کی موجودگی میں نہ کوئی مسلمان نبوت کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ کوئی مسلمان اس مدعی کی تصدیق کی جرأت کر سکتا ہے۔

اب ہم بعض مفسرین کے اقوال پیش کرتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں:-

① - ابو جعفر ابن جریر طبری ؒ اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ ؓ سے خاتم النبیین کے معنی یوں بیان فرماتے ہیں:-

''عَنْ قَتَادَةَ وَلٰكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ، اى :آخِرَهُمْ.''

''حضرت قتادہ ؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے آیت کی تفسیر میں فرمایا: آپ ﷺ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین ہیں۔''

② - امام سیوطی ؒ نے ''در منثور'' میں بحوالہ عبد ابن حمید ؒ حضرت امام حسن ؓ سے نقل کیا:-

''عَنِ الْحَسَنِ فِي قَوْلِهٖ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ قَالَ خَتَمَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَكَانَ آخِرَ مَنْ بُعِثَ.''

''حضرت امام حسن ؓ سے آیت خاتم النبیین کے متعلق یہ تفسیر نقل کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو آنحضرت ﷺ پر ختم کر دیا اور آپ ﷺ ان رسولوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے آخری ہیں۔''

کیا ان صراحتوں کے بعد بھی ظلی اور بروزی کی گنجائش نکل سکتی ہے؟

اس کے علاوہ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ظلی اور بروزی کی تقسیم سراسر غیر قرآنی ہے۔ قرآن مجید یا احادیثِ صحیحہ میں کسی جگہ یہ مرقوم نہیں کہ حقیقی نبوت تو بند ہوگئی، مگر مجازی نبوت باقی ہے۔ پس خود ساختہ تقسیم کے دامن میں پناہ لینا سراسر خلاف دیانت ہے۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا۔

③ - علامہ زمخشری ؒ نے اپنی تفسیر ''کشاف'' میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی نہیں بنایا جائے گا۔ نبوت آپ ﷺ کی ذات پر ختم ہوگئی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: کشاف، جلد ۲، ص ۲۱۵)

④ - امام رازی ؒ نے بھی یہی معنی کیے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ (تفصیل کے لیے دیکھو: تفسیر کبیر، جلد ۶، ص ۶۱۷)

⑤ - علامہ آلوسی بغدادی ؒ اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں لکھتے ہیں:-

''آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ اس لیے خاتم المرسلین ﷺ بھی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک اب وصف نبوت و رسالت کسی جن و انس میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ ختم نبوت کی تصریح قرآن میں موجود ہے اور اس پر ایمان رکھنا از بس ضروری ہے، اس کا منکر کافر ہے۔'' (تفصیل کے لیے دیکھو: روح المعانی، جلد ہفتم، صفحہ ۶۰)

⑥ - علامہ زرقانی ؒ ''شرح مواہب لدنیہ'' جلد ۵ صفحہ ۲۶۷ میں لکھتے ہیں:-

''آنحضرت ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ سب انبیاء اور رسل کے ختم کرنے والے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [الاحزاب: ۴۰] یعنی: ''آخر النبیین یعنی وہ جس نے انبیاء کو ختم کیا یا وہ جس پر انبیاء ختم کیے گئے۔''

ناظرین کرام غور فرمائیں کہ دنیائے اسلام کے بزرگ ترین مفسرین نے خاتم النبیین کے معنی یہی کیے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ کیسے افسوس کا مقام ہے کہ اس قدر تصریحات کے باوجود آج تک بے باکی کے ساتھ نبوت کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اور اپنے نہ ماننے والوں کو کافر بلکہ ''ذریۃ البغایا'' (کنجریوں کی اولاد) بنایا جا رہا ہے اور قرآن مجید کی وہ تفسیر کی جا رہی ہے جو تیرہ سو سال میں کسی مفسر، محدث، فقیہ یا عالم کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ کیا خوب کہا ہے حضرت اکبر مرحوم الٰہ آبادی نے: ع

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو آئیں وہ تانیں اڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں تھیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

اجماعِ امت

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا اور اگرچہ وہ آنحضرت کی رسالت کا منکر نہ تھا، تاہم جمیع صحابہ کرام ؓ نے اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جو کفار کے ساتھ کیا جاتا تھا۔

تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۴۴ پر مرقوم ہے کہ اگرچہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کی نبوت، قرآن مجید اور جمیع اسلامی احکام پر ایمان رکھتا تھا، لیکن ختم نبوت کے بدیہی مسئلہ کے انکار کی بنا پر اور دعویٰ نبوت کرنے کی وجہ سے تمام صحابہ کرام ؓ اور عامۃ المسلمین نے اسے اور اس کی جماعت کو کافر سمجھا اور کسی نے یہ نہ کہا کہ یہ لوگ اہلِ قبلہ ہیں، کلمہ گو ہیں، نماز پڑھتے ہیں، ان کو کافر کس طرح سمجھا جائے؟

عقلی توجیہہ

قرآن مجید، حدیث شریف، تصریحات آئمہ و مفسرین اور اجماع امت کے بعد اگرچہ عقلی دلائل کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم اتمام حجت کے لیے ہم عقلی پہلو سے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ کس واسطے قائم کیا؟ اس کا جواب ہر عقلمند آدمی یہی کہے گا کہ جب اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور بنی نوع کی جسمانی غور و پرداخت کا اس نے انتظام کیا ہے تو روحانی غور و پرداخت کا بھی کوئی نہ کوئی انتظام کیا ہوگا اور وہ انتظام اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی شخص کو ہم کلامی کا شرف عطا کرے اور اس کے واسطہ سے بنی نوع آدم کو ہدایت عطا کرے، تاکہ وہ اس کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

ابتداء میں مختلف اقوام میں جداگانہ طور پر انبیاء مبعوث ہوتے رہے اور خدا کا پیغام بندوں کو پہنچاتے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

رہے، لیکن جب اس کی مشیت نافذہ نے یہ مناسب سمجھا کہ اب وقت آگیا ہے تمام دنیا کے لیے ایک کامل قانون نافذ کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ نے جناب محمد ﷺ کی معرفت قرآن مجید نازل کر دیا جو تمام دنیا کے لیے ہے اور اسی لیے آنحضرت ﷺ کو تمام دنیا کے لیے رحمت بنا دیا:-

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [الانبیاء: ۱۰۷]

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس پر چل کر انسان خلیفۃ اللہ علی الارض کے مرتبہ پر فائز ہو سکتا ہے۔ نجات اخروی کے لیے جن جن باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے وہ سب اس میں موجود ہیں، پھر اس نصب العین کی حفاظت کا وعدہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تاکہ یہ کتاب قیامت تک انسان کو شمع ہدایت دکھاتی رہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد صرف یہی تھا کہ انسان ہدایت پائے۔ جب یہ مقصد حاصل ہو گیا تو اب عقلی طور پر بعثت انبیاء کا سلسلہ بند ہو جانا چاہیے تھا۔ چنانچہ اسی لیے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین فرما دیا کہ اب نہ قرآن مجید کے بعد کوئی ہدایت نازل ہوگی اور نہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی آئے گا۔

جس شے کا ایک آغاز ہے اس کا ایک انجام بھی ہونا چاہیے۔ جب اللہ تعالیٰ کو کوئی نیا پیغام ہی نازل نہیں کرنا تو پھر پیغمبر کیوں آئے؟

فرض کیجیے آپ ایک مکان بنواتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے معمار اور مزدور عمارت بنانے کے لیے مقرر کرتے ہیں۔ وہ ایک عرصہ معین تک کام کر کے اس مکان کو مکمل کرتے ہیں، جب وہ مکان بن کر تیار ہو جاتا ہے تو معمار اور مزدور لا محالہ رخصت ہو جاتے ہیں، کیوں کہ اب ان کا کام ختم ہو گیا کیا یہ ممکن ہے کہ مکان تو بن کر تیار ہو جائے، لیکن معمار اور مزدور بیکار بیٹھے رہیں اور آپ انھیں رخصت نہ کریں؟

ایک شبہ کا ازالہ

بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ نبوت تو ایک رحمت ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہو گئی تو (نعوذ باللہ) آپ ﷺ قاطع رحمت ثابت ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو وہ مانتے ہیں کہ قرآن مجید بھی ایک رحمت ہے، پھر یہی اعتراض وہ قرآن کے خاتم الکتب ہونے پر کیوں نہیں کرتے؟ عجیب منطق ہے کہ قرآن مجید کے بعد کوئی ہدایت نازل نہ ہو تو قرآن مجید پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے تو حضور ﷺ کی ذات مورد اعتراض قرار پائے؟

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اس قسم کے بے جا اعتراضات کرتے ہیں وہ نبوت کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں اور بے جا تعصب نے ان کے داوں پر مہر لگا دی ہے، اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد نبیوں کی ضرورت باقی ہے تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کا فیض ہمیشہ کے لیے نہیں ہے اور اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے کہ امت محمدیہ آپ ﷺ کی غلامی کا حلقہ اتار کر دوسرے نبی کی غلامی کا حلقہ پہن لے۔

اس مضمون کو ختم کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر کے سربرآوردہ مفکر اور بزرگ ترین اسلامی فلسفی علامہ اقبال مدظلہ نے اپنی زندہ جاوید کتاب "رموز بیخودی" میں ختم نبوت کے متعلق جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں، ان سے بھی مسلمانوں کو روشناس کر دیا جائے۔

"رموز بیخودی" صفحہ ۱۱۸ پر علامہ موصوف یوں گوہر فشانی کرتے ہیں:-

پس خدا برما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالت ختم کرد

① -"الغرض اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں پر اپنی پسندیدہ شریعت کو اور ہمارے رسول اکرم ﷺ پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا۔"

رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را

② -"دنیا کی رونق اب قیامت تک ہمارے ہی دم سے وابستہ ہے۔ آنجناب ﷺ رسولوں کو ختم کرنے والے ہیں اور ہم اقوام کے۔"

خدمت ساقی گری برما گذاشت
داد مارا آخریں جامے کہ داشت

③ -"اللہ تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں کو توحید کا جام پلانے کا کام ہمارے سپرد کر دیا اور یہ جام (پیغامِ قرآن) جو آخری جام ہے۔ اس نے ہمیں عنایت فرما دیا۔"

لا نبی بعدی ز احسان خداست
پردۂ ناموس دین مصطفی است

④ -"یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور حضور ﷺ کا خاتم ہونا ہی آپ ﷺ کے مذہب کے لیے باعثِ امتیاز ہے۔"

یعنی اسلام کو جمیع ادیان پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا آخری پیغام ہے اور ہادی اسلام علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے اپنی نعمت بندوں پر کامل کر دی۔ اب قیامت تک نہ کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی پیغام کی۔

اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ:-

قوم را سرمایۂ قوت ازو
حفظ سر وحدت ملت ازو
حق تعالیٰ نقش ہر دعویٰ شکست
تا ابد اسلام را شیرازہ بست

یعنی آپ ﷺ کے آخر الانبیاء ہونے کے سبب ہی ملتِ اسلامیہ کو قوت و طاقت ہوئی اور ہوگی اور اسی نکتہ میں ملت کی وحدت کا راز مضمر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آخر النبیین بنا کر قیامت تک ہر مدعی نبوت کے دجل کا تارو پود بکھیر دیا اور ہمیشہ کے لیے اسلام کا شیرازۂ ملی استوار کر دیا۔ یعنی نہ اب کوئی نبی آ سکتا ہے اور نہ کوئی جداگانہ امت قائم ہو سکتی

بقیہ صفحہ ۵۰ پر ملاحظہ کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ

قرآن اور ختم نبوت

ختمِ نبوت دین کا وہ بنیادی اور اساسی عقیدہ ہے جس پر پورے دین کی حفاظت اور بقاء کا انحصار ہے۔ اگر عقیدہ ختمِ نبوت محفوظ ہے تو دین محفوظ ہے، اگر یہ عقیدہ ٹوٹ جائے اور حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی تسلیم کر لیا جائے تو وہ دین کے کسی ایک جزو کو منسوخ کر دے۔ جیسے مرزا قادیانی نے جہاد کو منسوخ کر دیا یا پورے دین کو منسوخ کر کے نیا دین پیش کر دے، جیسے "بہاء اللہ ایرانی" جس نے پورا دینِ اسلام منسوخ کر کے اپنے متبعین کو نیا دین "دینِ بہائی" دیا ہے تو اس نبی کے متبعین کو یہ ماننا پڑتا ہے۔ اگر پورے دین کو جسم سے تشبیہ دی جائے تو ختمِ نبوت کا عقیدہ اس کے بقا اور تحفظ کے لیے روح کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لیے قرآن کریم نے اسی عقیدہ کی تشریح و توضیح ایک سو سے زائد آیات میں مختلف طرق و اسالیب سے کی ہے۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنی کتاب "ختمِ نبوۃ کامل" کے پہلے حصے میں ایک صد آیات اس عقیدے کی وضاحت میں پیش کی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں ان تمام آیات کا احاطہ کرنا میرے لیے ناممکن ہے۔ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے احباب سے التماس ہے کہ وہ مفتی صاحب کی کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

دعائے خلیل علیہ السلام و نوید مسیح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کے پیارے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام جب خانہ کعبہ (خدا کے گھر) کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو اس گھر کی آبادی کے لیے اللہ تعالیٰ سے ایک عظیم الشان رسول کی درخواست کی، جو اس گھر کے آباد کرنے والا ہو، اللہ نے درخواست قبول فرمائی۔ اس دعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ شامل تھے۔ اس لیے اس رسولِ عظیم کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مقرر فرمایا۔ اور چونکہ انھوں نے ایک ہی رسول کا سوال کیا تھا اس لیے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں آپ ﷺ کے سوا اور کوئی نبی و رسول نہ ہوا۔ جس قدر نبی اور رسول اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ سے پہلے بھیجنے تھے وہ تمام حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے مبعوث فرمائے، کیوں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام اس دعا میں شریک نہ تھے اور جب اس سلسلہ کے آخری پیغمبر ﷺ کو مبعوث فرمایا ان کے لیے ایسے رسول کا انتخاب کیا، جن کا نہ باپ تھا اور نہ ہی کوئی بیٹا۔ یعنی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اگر ان کا بیٹا ہوتا تو ان کی اولاد کے متعلق رسول بننے کا سوال پیدا ہو سکتا تھا اور جب بنی اسرائیل سلسلہ کے آخری رسول سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو ان کی زبانِ پاک سے حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی تشریف آوری کا ان الفاظ میں اعلان کرا دیا:-

مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ [الصف:۶]

"کہ میں اس رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا وعدہ کتب سابقہ میں ہوتا رہا کہ وہ تیرے بعد تشریف لانے والے ہیں اور ان کا نام اسم گرامی "احمد" (ﷺ) ہوگا۔"

چنانچہ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دونوں آیتوں کی روشنی میں یوں ارشاد فرمایا:-

"انا دعوة إبراهيم وبشارة عيسى۔" (کنز العمال، جلد نمبر ۱۱، ص ۳۸۴، مطبوعہ بیروت)

میرے جدِ امجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس عظیم رسول کی دعا فرمائی اور جس آخری رسول کی میرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی وہ میں ہوں۔ پھر آپ ﷺ کی شان میں آیت:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [الاحزاب:۴۰]

نازل فرما کر سلسلہ نبوت و رسالت کو آپ ﷺ پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا۔

آپ ﷺ سے اس ارشاد ربانی کی وضاحت میں دو صد سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔ جن میں آپ ﷺ نے بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ سلسلہ ختم نبوت و رسالت کے خاتمہ اور اپنے آخری نبی ہونے کا اعلان فرمایا۔ جیسا کہ ترمذی شریف کی روایت میں بڑی صراحت سے ارشاد فرمایا:-

"ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي بعدی۔" (سنن الترمذی: ۵۱/۲)

ایک حدیث میں مکان کی تشبیہ دے کر فرمایا کہ قصرِ نبوت مکمل ہو گیا اس میں صرف ایک اینٹ کی جگہ باقی تھی۔

"تلك اللبنة۔" (صحیح البخاری: ۵۰۱/۱)

اب قصرِ نبوت کی آخری اینٹ میں ہوں قصرِ نبوت اب مکمل ہو چکا ہے۔ ہاں میرے بعد میری امت میں سے کئی کذاب، دجال پیدا ہوں گے جو میرے بعد نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ لیکن یاد رکھنا:-

"أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔"

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی ہمہ گیری اور وسعت سے ختمِ نبوت کا ثبوت:

آپ ﷺ سے قبل جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے رہے وہ صرف اپنی ایک ایک قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ مثالیں:-

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا [ہود:۵۰]

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ [الصف:۶]

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لیے یہ اسلوب بدل دیا اور بڑی وضاحت کے ساتھ حکم فرمایا:-

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا [الاعراف:۵۶]

اس طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:-

وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا [السبا:۸۲]

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ [الانبیاء:۱۰۷]

یہ شان کسی اور پیغمبر کی نہیں ہے۔ جس طرح خود اللہ تعالیٰ:-

رَبِّ النَّاسِ - مَلِكِ النَّاسِ - اِلٰهِ النَّاسِ [الناس:۳-۱]

اسی طرح حضور اکرم تاجدار انبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ "رسول الناس" ہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ تو کَآفَّةً کی تاکید بھی شامل فرما دی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کا "رب، اِلٰہ، مالک" ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ بھی تمام لوگوں کے لیے رسول ہیں۔ اب جو بھی اپنے آپ کو الناس میں شامل سمجھتا ہے اس کے لیے تو آپ ﷺ ہی نبی اور رسول ہیں اور قیامت تک آنے والے الناس (لوگوں) کے لیے آپ ﷺ ہی کی رسالت پر ایمان لانا معتبر ہے۔ ہاں جو الناس میں شامل نہ ہو تو بقول امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ:-

"جو بندے کا تخم ہے اس کے لیے میرے آقا حضور ﷺ نبی ہیں۔ ہاں بندے کا تخم نہ ہو وہ کسی اور کو نبی بنا لے اس کی مرضی۔"

تکمیل دین اور ختم نبوت:

آپ ﷺ کی ختمِ نبوت ایک اور انداز سے بھی واضح فرما دی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:-

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ (المائدة:۳)

انسانیت کی تکمیل کے ساتھ ساتھ شریعت کی تکمیل ہوتی رہی۔ ہر آنے والے رسول اور نبی کے ذریعے زمانہ اور حالات کے مطابق شریعت میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ جاری تھا۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو آپ کے رخصت ہونے سے چند ماہ قبل حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عظیم اور تاریخی اجتماع میں یہ اعلان کرا دیا کہ اب دین و شریعت مکمل ہو چکے ہیں۔ اب اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ تکمیلِ دین کا اعلان ہی ختم نبوت کا اعلان ہے۔ دین میں ترمیم و تنسیخ تو انبیاء کے ذریعے سے ہی ہوتی تھی۔ اب جب دین مکمل ہو گیا تو قیامت تک اس میں کسی ترمیم کی ضرورت نہ رہی تو نبی کے آنے کا مقصد ہی پورا ہو گیا۔

قرآن کریم کی حفاظت اور ختم نبوت:

دین کی تکمیل کی بشارت کے ساتھ ساتھ دین کی اساس و بنیاد قرآن کریم جو بنی نوع انسان کے لیے آخری پیغام ہدایت ہے اس کی حفاظت کے لیے:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:۹)

کا اعلان فرما کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حفاظت کی گارنٹی دے دی۔ پہلی شریعتوں میں ترمیم و تنسیخ کا سلسلہ بھی جاری تھا اور انسانی تحریف و تغیر کا سلسلہ بھی چل رہا تھا۔ انبیاء و رسل کے ذریعے شریعت میں ترمیم و تنسیخ اور اصلاح کا کام لیا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ کو آنحضور ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت کو ختم کرنا تھا تو حفاظت کا ذمہ خود لے لیا کہ قیامت تک اس آخری کتاب ہدایت میں نہ تو ترمیم و تنسیخ ہو گی اور نہ ہی اس میں انسانی تصرف سے کسی قسم کی تغیر و تحریف ہو سکے گی۔ ورنہ پہلی کتب سماوی بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل ہوئیں تھیں ان میں سے کسی کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے نہیں لیا۔ کیوں کہ نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری تھا، اس لیے ضرورت نہ تھی۔

امتِ محمدیہ کی خصوصیت، دعوت و تبلیغ:

انبیاء علیہم السلام کا سب سے اہم فریضہ دعوت و تبلیغ تھا۔ جب نبی اکرم ﷺ پر سلسلہ نبوت و رسالت ختم فرمایا تو آپ ﷺ کا یہ فرض آپ ﷺ کی امت کا خاصہ قرار پایا۔ ارشادِ ربانی ہوا:-

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آل عمران:۱۱۰]

اگر سلسلہ نبوت جاری رہتا تو یہ دعوت الی اللہ کا عمل جو انبیاء علیہم السلام کا خاصہ تھا اس امت کے ذمہ نہ لگایا جاتا۔ بلکہ یہ فرض نبی اکرم ﷺ کے بعد آنے والے انبیاء علیہم السلام ہی سرانجام دیتے رہتے۔

حضور اکرم ﷺ کی امت دعوت و امت اجابت:

نبی اکرم ﷺ کی دو امتیں ہیں:-

① امت اجابت:

جس نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہی اور آپ ﷺ پر ایمان لائی۔

قرآن کریم میں امت اجابت کو جہاں کہیں بھی خطاب دیا گیا یا انھیں کوئی حکم دیا گیا تو یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ جیسے:-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ [البقرة:۱۸۳]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ [الحدید:۲۷]

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ [التحریم:۶]

② امت دعوت:

جسے آپ ﷺ نے ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ امت دعوت کو:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ.... کا خطاب فرما کر آئندہ نبوت و رسالت کا ذکر فرمایا ہو۔ قادیانی نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت و رسالت جاری ہونے کا جن آیات سے استدلال کرتے ہیں وہ محض ان کا دجل و فریب اور دھوکہ ہے۔ تمام آیات وہ ہیں جن میں پہلی امتوں سے رسولوں کے آنے کے دعوے کیے گئے ہیں۔ جیسے:-

یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[الأعراف:۳۵]

وغیرہ اس آیت کے سیاق و سباق کا مطالعہ فرمائیں تو واضح ہو جائے گا کہ یہ خطاب حضور خاتم الانبیاء ﷺ کی امت اجابت یا امت دعوت کا نہیں ہے، بلکہ حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کے تذکرہ میں آئی ہے کہ ان دونوں کو زمین پر اتار دیا گیا۔ تو ان سے ہونے والی اولاد کو یا بنی آدم کے صیغہ سے خطاب کر کے احکام دیے گئے۔ ہم بلاخوف تردید قادیانی امت کو چیلنج دیتے ہیں کہ پورے قرآن مجید میں ایک آیت ایسی دکھا دیں جس میں آپ ﷺ کی امت اجابت کو يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کر کے یا آپ ﷺ کی امت دعوت کو يَآيُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرما کر آئندہ انبیاء یا رسل کے آنے کا ذکر ہو۔

ختم نبوت پر قرآن کی ایک دلیل:

مضمون ختم کرنے سے قبل راقم قارئین کرام کی توجہ (ختم نبوت پر سو قرآنی آیات میں سے سب سے پہلی آیت جو پہلے پارے کے پہلے صفحہ پر ہے) مبذول کرانا چاہتا ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی بھٹکی ہوئی روح کو اس سے ہدایت ہو جائے۔ راقم اکثر اس آیت کا درس دیتا رہتا ہے اور یہ درس سن کر کئی جھوٹی نبوت کے گرفتار راہِ ہدایت پا چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم کی ابتدا میں کامیاب اور فلاح پانے والے مومنین کی چند شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔ ان شرائط میں ایک شرط یہ بیان فرمائی:-

وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ [البقرۃ:۴]

کہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہونے والے وہ مومن ہیں جو دو وحیوں پر ایمان لاتے ہیں ایک وہ وحی جو آپ ﷺ کی طرف نازل کی گئی، دوسری وحی جو آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی۔ ان مومنین کے لیے دو سندیں عطا فرمائیں۔ ایک:-

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [البقرۃ:۵]

کہ: "یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔"

اور دوسری:-

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [البقرۃ:۵]

کہ: "یہی لوگ کامیاب ہیں۔"

اس آیت سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ہدایت اور کامیابی دو وحیوں پر ایمان لانے میں منحصر ہے۔ اگر نبی اکرم ﷺ پر نبوت ختم نہ ہوتی اور آپ ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا جس پر وحی نازل ہوتی اور اس وحی پر ایمان لانا ضروری ہوتا تو مِنْ قَبْلِكَ کے ساتھ مِنْ بَعْدِكَ بھی ذکر ہوتا۔ کہ جو وحی آپ ﷺ کے بعد نازل ہوگی۔ اس پر بھی ایمان لانا نجات کے لیے ضروری ہے۔ آپ ﷺ سے پہلے جو وحی نازل ہو چکی ہے وہ آج اپنی اصل شکل میں موجود نہیں ہے اور وہ قرآن کریم کے نازل ہونے کے بعد منسوخ بھی ہو چکی ہے۔

مِنْ قَبْلِكَ اس کے باوجود اس کا ذکر قرآن مجید میں اکتیس (۳۱) دفعہ آیا ہے۔ تعجب ہے کہ جس وجہ سے امتِ محمدیہ کو سابقہ پڑتا تھا اور انہیں اس کی ضرورت ہے اس کا پورے قرآن میں ایک مرتبہ بھی ذکر نہیں آیا۔

مِنْ قَبْلِكَ تو اکتیس (۳۱) دفعہ اور مِنْ بَعْدِكَ ایک مرتبہ بھی نہیں آیا۔ حالانکہ مرزا قادیانی دعویٰ کرتا ہے کہ مجھ پر وحی نبوت نازل ہوئی ہے۔ یہ قرآن مجید کی مانند ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری وحی کو نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند مدار نجات ٹھہرایا۔ (اربعین نمبر: ۴، حاشیہ رخ، ۱۷/۴۳۵)

اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد مرزا قادیانی نبی ہوتا اور اس کی وحی پر ایمان لانا بھی پہلی دونوں وحیوں کی طرح ضروری ہوتا تو اللہ تعالیٰ مِنْ قَبْلِكَ کے ساتھ یا تو مِنْ بَعْدِكَ ذکر فرماتے کہ اے پیغمبر جو وحی آپ ﷺ کے بعد نازل ہوگی (جیسا کہ مرزا قادیانی کہتا ہے) اس پر بھی جو ایمان لائیں گے وہ ہدایت یافتہ اور کامیاب ہوں گے۔ یا پھر دو وحیوں کے ذکر کے بعد اگر مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان لانا ضروری تھا تو:-

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

کی دو سندیں عطا نہ فرماتا۔ اب قرآن تو صاف صاف فرماتا ہے کہ دو وحیوں پر ایمان لانے والے ہدایت یافتہ ہیں اور کامیاب ہیں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ باوجود ان دو وحیوں پر ایمان لانے کے کوئی مسلمان اس وقت تک نجات نہیں پا سکتا جب تک میری بیعت نہ کرے اور میری وحی پر ایمان نہ لائے۔ اب فیصلہ قارئین کرام پر ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے پاک کلام کو سچا سمجھا جائے یا مرزا قادیانی کو؟

اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مومن اور مسلمان ہونے کے لیے رسول اکرم ﷺ پر نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانا ضروری ہے اور آپ سے پہلے آنے والے نبیوں کی وحی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر حضور پاک ﷺ کے بعد کسی اور ظلی، بروزی، غیر تشریعی، لغوی نبی ہوتے اور ان پر بھی وحی نازل ہوتی تو یقیناً اللہ رب العزت یہاں یہ فرماتے کہ جو وحی میری آپ ﷺ کے بعد نازل ہوگی اس پر بھی مسلمانوں کے لیے ایمان لانا ضروری ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے سب طبقات کا اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے کہ حضور رسالت مآب ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی یا رسول نہیں ہو سکتا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے کاذب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا جس کی رو سے مسیلمہ کذاب جو نبوت کا دعویدار تھا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اس کے خلاف جہاد کر کے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو قتل کیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی عبدالخالق

ختم نبوت

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب:۴۰)

"(مسلمانو!) محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں آخری نبی ہیں اور اللہ ہر بات کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیت میں ان لوگوں کے خیال کا رد کیا گیا ہے جو اپنی جاہلیت کے رسم کے مطابق حضرت زید بن حارثہ کو رسول اللہ ﷺ کا بیٹا کہتے تھے اور ان کی طلاق کے بعد حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کے نکاح پر تنقید کیا کرتے تھے کہ بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس کے رد کے لیے یہ کہہ دینا ہی کافی تھا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد نہیں ہیں بلکہ ان کے باپ حارثہ ہیں۔ مگر اس میں مبالغہ اور تاکید کے لیے ارشاد فرمایا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

یعنی: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔"

تو ایسے شخص پر جس کی اولاد میں کوئی مرد نہ ہو یہ طعنہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس کا کوئی بیٹا ہے اور اس کی مطلقہ بیوی بیٹے کی بیوی ہونے کی حیثیت سے اس سے نکاح آپ ﷺ پر حرام ہے؟

مخالفین کے اعتراض کا جواب تو اسی ایک جملہ سے ہو گیا تھا مگر دوسرے شبہات کے ازالہ کے لیے فرمایا:

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

حرف لکن عربی زبان میں اس کام کے لیے آتا ہے جب پچھلے کلام میں کوئی شبہ ہو سکتا تھا کہ اس کو دور کیا جائے۔ یہاں جب رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ بیان کیا گیا کہ آپ امت کے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں تو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ ہر نبی اور رسول اپنی امت کے لیے باپ کی حیثیت میں ہوتا ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ امت کے ہر مرد اور عورت کے باپ ہیں۔ آپ ﷺ کے ابوت کی نفی گویا آپ کے نبوت کی نفی ہے۔ اس کا جواب لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ کے لفظ سے دیا گیا کہ حقیقی اور نسبی باپ ہونا اور چیز ہے جس پر نکاح کے حلال و حرام کے احکامات مرتب ہوتے ہیں۔ اور بطور نبی امت کا روحانی باپ ہونا اور چیز ہے جس سے یہ احکام متعلق نہیں ہوتے۔ تو گویا مطلب اس پورے جملے کا یہ ہو گیا کہ آپ ﷺ امت کے مردوں میں سے کسی کے بھی نسبی باپ نہیں لیکن روحانی باپ سب کے لیے ہیں۔

یہاں جب آپ ﷺ کی رسالت و نبوت ذکر آیا اور اس منصب نبوت میں آپ ﷺ تمام انبیاء سے خاص امتیازی فضیلت رکھتے ہیں تو آگے آپ کی اس مخصوص شان اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ ﷺ کا فائق ہونا اس لفظ سے واضح کیا گیا:-

وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

لفظ "خاتم" میں دو قراتیں ہیں۔ خَاتَم: بہ معنی مہر اور خاتِم بہ معنی آخری یا ختم کرنے والا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت عاصم اس کو تا کی زبر کے ساتھ پڑھتے اور قرائت کے امام خاتم لفظ کو تا کی زیر کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ حاصل معنی دونوں کا ایک ہی ہے۔ کیونکہ خاتم زبر کے ساتھ ہو یا زیر کے ساتھ دونوں کے معنی آخر کے بھی آتے ہیں اور مہر کے معنی میں بھی یہ دونوں لفظ استعمال ہوتے ہیں کیونکہ مہر کسی چیز کو بند کرنے کے لیے آخر میں ہی ثبت کی جاتی ہے۔ اور خاتم زیر اور زبر دونوں کے ساتھ تمام عربی لغات کی کتابوں مثلاً قاموس، صحاح، لسان العرب، تاج العروس وغیرہ میں موجود ہیں۔ امام راغب کے بقول مفردات القرآن میں آپ کو خاتم نبوت اس لیے کہا گیا کہ کہ آپ ﷺ نے نبوت کو اپنے تشریف لانے سے ختم اور مکمل کر دیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خاتم زبر کے ساتھ ہو یا زیر کے ساتھ ہر دو صورتوں میں معنی یہ ہیں کہ آپ ختم کرنے والے ہیں انبیاء کے کیونکہ سب سے آخر میں اور سب کے بعد آپ ﷺ مبعوث ہوئے۔

صفت خاتم الانبیاء ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے۔ ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوتی ہے اور سب سے اونچے اور آخری درجہ پر پہنچ کر تدریج مکمل ہوتی ہے۔ اسی طرح نبوت بھی آپ ﷺ پر آ کر مکمل ہوتی ہے اور تمام ادیان سماوی دین اسلام پر آ کر مکمل ہوتے ہیں۔ اس بیان میں بھی واضح اشارہ موجود ہے۔

سورۃ المائدۃ میں ارشاد ہوا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ:۳)

اس آیت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اوپر آپ ﷺ کا تذکرہ رسول کے لفظ سے کیا اس کے بعد پھر خاتم الرسلین نہیں کہا بلکہ خاتم النبیین ارشاد ہوا۔ جمہور علماء کے نزدیک نبی اور رسول میں ایک فرق یہ ہے کہ نبی تو ہر اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے اللہ تعالیٰ وحی کے لیے منتخب فرما لیں خواہ اس کو کوئی نئی کتاب یا نئی شریعت دیں یا پھر پہلے نبی کی شریعت کا ہی پابند کر دیں جیسے حضرت ہارون علیہ السلام، سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ جب کہ رسول خاص اس نبی کے لیے بولا جاتا ہے جس کو مستقل کتاب یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریعت دی گئی ہو۔اس آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ آپ ﷺ انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اور سب سے آخر میں ہیں۔آپ کے بعد نہ کوئی رسول آ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی۔ چونکہ نبی کا لفظ عام ہے اور تمام رسولوں کو نبی کہہ سکتے ہیں مگر سب نبیوں کو رسول نہیں کہہ سکتے۔اس آیت کی لفظی تشریح میں کسی تفصیل سے اس لیے کام لیا گیا کہ ہمارے ملک میں مرزا قادیانی مدعی نبوت نے اس آیت کو اپنے راستے کی رکاوٹ سمجھ کر اس کی تفسیر میں طرح طرح کی تحریفات اور احتمالات پیدا کیے ہیں۔ اس تفصیل سے الحمدللہ ان سب باتوں کا جواب ہوجاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور آپ ﷺ کا آخری پیغمبر ہونا، آپ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کا دنیا میں نہ آنا اور ہر مدعی نبوت کا جھوٹا اور کافر ہونا ایسا مسئلہ ہے جس پر تمام صحابہ سے لے کر آج تک ہر دور کے تمام مسلمانوں کا اجماع اور اتفاق رہا ہے۔ اسی لیے اس مسئلہ پر کبھی تفصیلی گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں رہی مگر قادیانی فرقہ نے اس مسئلہ میں مسلمانوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لیے بڑا زور لگایا اور سینکڑوں چھوٹی بڑی کتابیں شائع کر کے کم علم لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے علماء نے اس کو خوب تفصیل سے دیکھا اور اس مسئلہ پر مدلل کتابیں تحریر کر کے ان تمام باتوں کو رد کیا ہے۔

کیا آپ کا خاتم النبیین ہونا آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے خلاف نہیں ہے؟ چونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہے کہ قیامت سے پہلے آخر الزمان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور ہر قسم کی گمراہی کو ختم کریں گے جس کی تفاصیل بہت سی کتابوں میں درج ہیں۔مرزا قادیانی نے عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان میں اٹھایا جانا پھر آخر زمانہ میں واپس تشریف لانا جو قرآن وحدیث کے بے شمار نصوص سے ثابت ہے، ان کا انکار کر کے خود عیسیٰ موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور دلیل میں یہ کہا کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا جائے تو یہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے خلاف ہوگا۔ اس کا واضح جواب تو اس میں ہے کہ ختم النبیین اور آخر النبیین ہونے کا معنی یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص عہدہ نبوت پر فائز نہیں ہوگا۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ سے پہلے جس کو نبوت عطا ہوئی ہے ان کی نبوت ختم ہو جائے گی یا ان میں سے کوئی دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتا۔ البتہ آپ ﷺ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کی امت میں اصلاح وتبلیغ کے لیے آئے گا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم رہتے ہوئے اس امت میں اصلاح کی خدمت رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کے تابع ہو کر انجام دے گا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی آیت کی تفسیر میں فرمایا:-

"رسول اکرم ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے سے یہ مراد ہے کہ وصف نبوت آپ ﷺ کے بعد ختم ہو گیا اور اب کسی کو یہ منصب اور وصف نہیں ملے گا۔ اس سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا جس پر امت کا اجماع ہے اور قرآن وحدیث اس پر گواہ ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے کیونکہ ان کو نبوت اس دنیا میں ہمارے حضور ﷺ سے پہلے مل چکی تھی۔"

اس کی مثال یوں بھی سمجھی جا سکتی ہے جیسے انسان کا لفظ ہے جو عام ہے اور ایک لفظ ڈاکٹر ہے۔ انسان کی نفی کرنے سے ڈاکٹر کی نفی ہو جاتی ہے لیکن ڈاکٹر کی نفی کرنے سے انسان کی نفی نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی یوں کہے کہ اس شہر میں کوئی انسان نہیں۔ ایسا کہنے سے ڈاکٹر کی بھی نفی ہوگئی۔ خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ یعنی اگر یہ کہا جائے کہ یہاں کوئی ڈاکٹر نہیں ہے تو ڈاکٹر کی بطور خاص نفی ہوگئی مگر انسان کی نفی نہیں ہوئی۔

آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ

حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کی تین وجوہات ہیں۔

پہلی وجہ: آپ سے قبل کسی نبی کی شریعت کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ نہیں لی بلکہ شریعت اور اللہ کے کتاب کی ذمہ داری اس امت کی اپنی تھی کہ وہ اللہ کے احکامات کو محفوظ بھی رکھیں اور اس پر عمل بھی کریں۔ جب امت میں بگاڑ پیدا ہو جاتا تو اللہ تعالیٰ اس قوم میں ایک دوسرا نبی مبعوث کر دیتے۔مگر اس امت محمدی کی شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے خود اٹھالی۔ اور قیامت تک اس کی حفاظت کا اعلان بھی کر دیا اور اس کا انتظام بھی کر دیا۔ ارشاد فرمایا:-

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر:٩)

یعنی:"ہم نے اس کتاب کو اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

دوسری وجہ: رسول اکرم ﷺ کی شریعت کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی ایسا کامل اور مکمل فرما دیا کہ اس کے بعد کسی مزید نبی یا کتاب کی قیامت تک ضرورت ہی باقی نہیں رہ گئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا:-

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ (المائدۃ:٣)

یعنی:"آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا۔"

تیسری وجہ: رسول اکرم خاتم المرتبت ﷺ سے قبل ہر نبی یا رسول اپنی قوم اور اپنے شہر کے لیے نبی بنا کر بھیجے جاتے رہے۔لیکن نبی اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے، قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے ہر بستی ہر قریہ کے لیے، نبی بنا کر بھیج دیا۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (سبا:٢٩)

یعنی:"ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔"

اور پھر یہ بھی ارشاد فرمایا:-

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

جَمِیعًا(الاعراف:١٥٨)

یعنی: "آپ ﷺ کہہ دیں کہ اے لوگو بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کے لیے۔"

اور پھر خود جناب رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:-

"اُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافَّۃً وَ خُتِمَ بِیَ النَّبِیُّونَ۔" (صحیح مسلم)

یعنی: "(تمام انبیاء کے مقابلے میں) میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

"عَنْ اَبِی ہُرَیْرَۃ ؓ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: إنَّ مَثَلِي وَمَثَلَ الأنبياء مِنْ قَبْلِي كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى بَيْتًا فَأَحْسَنَهُ وَأَكْمَلَهُ، إلا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ مِنْ زَوَايَاهُ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ وَيَتَعَجَّبُونَ لَهُ وَيَقُولُونَ: هَلا وُضِعَتْ هَذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ: فَأَنَا اللَّبِنَةُ، وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ۔" (بخاری و مسلم)۔

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری مثال مجھ سے پہلے انبیاء کے ساتھ ایسی ہے جیسے کسی شخص نے گھر بنایا اس کو بہت عمدہ اور خوبصورت بنایا مگر اس کے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس کو دیکھنے جوق در جوق آتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی (تاکہ مکان کی تعمیر مکمل ہوسکتی) چنانچہ میں نے اس جگہ کو پر کیا۔ مجھ سے ہی قصر نبوت مکمل ہوا اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔ نبوت کی وہ آخری اینٹ میں ہی ہوں۔"

اس عمدہ مثال سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے کی خوب وضاحت کر دی کہ سلسلہ نبوت کا محل مکمل تھا اور صرف اور صرف ایک آخری نبی کی جگہ باقی تھی۔ وہ جگہ میں نے پُر کر دی اب لَانَبِیَّ بَعْدِیْ یعنی میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہے۔ آقائے نامدار حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کا ایک اور فرمان ہے:

"عَنْ اَبِی ہُرَیْرَہ ؓ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: كانت بنو إسرائيل تَسُوسُهُمُ الأنبياء، كُلَّما هلك نبيٌ خلفهُ نبيٌ، وإنهُ لا نبيَّ بعدي، وسيكون بعدي خُلفاء، فيكثُرون۔" (بخاری و مسلم)

ترجمہ: "حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء ﷺ کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوتی تھی تو اللہ دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنا دیتا تھا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔"

اس حدیث مبارک میں ہر قسم کی نبوت کے اختتام کا اعلان ہے۔ چونکہ آپ نے واضح فرمایا کہ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ البتہ خلفاء ہوں گے جو میری شریعت ہی کی تابعداری کریں گے۔ اس ایک حدیث سے غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا لغوی نبی کی نفی ہوگئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے ایک نئی چال چلی اور نبوت کی ایک نئی قسم ایجاد کرلی جس کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ قسم نبوت یعنی ظلی اور بروزی نبی ہونا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس نے نبوت کے مفہوم میں وہ راستہ اختیار کیا جو ہندوؤں کے یہاں مشہور ہے کہ ایک شخص کسی دوسرے جنم میں کسی دوسرے کے روپ میں آسکتا ہے۔ اور پھر یہ کہا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مکمل اتباع کی وجہ سے آپ کا ہم رنگ ہوگیا ہو، اس کا آنا گویا خود آنحضرت ﷺ ہی کا آنا ہے۔ وہ درحقیقت آپ ہی کا ظل اور ظہور ہے۔ لہٰذا ایسے دعوے سے عقیدہ ختم نبوت متاثر نہیں ہوتا۔ سایہ کے لیے عربی میں ظل کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور ظہور کے لیے بروز کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر مرزا نے کہا کہ میں ظلی نبی ہوں اور بروزی نبی ہوں۔

اوپر درج شدہ حدیث کے فرمان کی روشنی میں نہ کوئی ظلی نبی ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی بروزی نبی۔ اس لیے کہ آپ نے اپنے بعد کے ہر نبی کی نفی فرما دی ہے۔ اگر کسی ظلی یا بروزی نبی کی گنجائش ہوتی تو آنحضرت ضرور اس کی نشاندہی فرما دیتے کہ امت کی اصلاح کے لیے اس طرح کے نبیوں کی آمد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ پھر مرزا نے یہ دعویٰ کیا کہ میں غیر تشریعی نبی ہوں۔ یعنی میں کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ آخری نبی ﷺ کی شریعت ہی کی پیروی کرتے ہوئے امت کی اصلاح کے لیے آیا ہوں۔ حالانکہ اس حدیث مبارک سے اس دعوے کی بھی نفی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ نے واضح الفاظ میں فرمایا کہ میرے بعد کسی قسم کی اصلاح کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا البتہ اصلاح کا کام اللہ تعالیٰ خلفاء سے لیں گے۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ

"عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ ؓ قَالَ قَالَ اِنَّ الرِّسَالَۃَ وَ النُّبُوَّۃَ بَعْدِیْ اِنْقَطَعَتْ فَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلَا نَبِیَّ۔"

ترجمہ: "بے شک رسالت و نبوت میرے بعد ختم ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔"

یعنی اس حدیث کی رو سے بھی حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے بعد ہر قسم کے رسول اور نبی کے مبعوث ہونے کی نفی فرما دی۔ یعنی اب غیر تشریعی، ظلی، بروزی یا بقول لاہوری قادیانیوں کے لغوی نبی وغیرہم کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی۔ قرآن مجید فرقان حمید کی سورۃ البقرۃ کی اس آیت سے بھی اس کی نفی ہوتی ہے۔ فرمایا:-

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ (البقرۃ:٤)

یعنی: "جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس وحی پر جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی اور اس وحی پر بھی جو آپ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئی۔"

بقیہ ... ملاحظہ کریں

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نویسی کا مقابلہ 2018-2017 : زیر اہتمام سید ابوالحسن علی ندوی اکیڈمی اسلام آباد

اکیڈمی عالمی سطح پر مقالہ نویسی کے مقابلہ کا انعقاد کر رہی ہے تمام اہل قلم مرد و خواتین اور عصری جامعات و مدارس کے طلبہ و طالبات اور فضلا کو شرکت کی دعوت ہے

موضوعات

❁ عصر حاضر میں حضرت مجدد الف ثانی کے اصلاحی و دعوتی منہج کی معنویت ❁ اقبال، عورت اور عصر حاضر ❁ سماجی علوم کی اسلا مائزیشن کی ضرورت و اہمیت اور بنیادی خدوخال ❁ اقبال، الحاد اور نوجوان ❁ فقہ اسلامی کی تدوین جدید کی ضرورت و اہمیت اور بنیادی خدوخال ❁ "عالم عرب": ماضی، حال اور مستقبل ❁ عصر حاضر کے علمی و فکری چیلنج اور اہل دانش کی ذمہ داریاں ❁ عالم اسلام میں قیادت کے فقدان کے اسباب اور عوامل ❁ مسلم ممالک میں اسلامی تحریکیں، ماضی، حال اور مستقبل ❁ مغربی فکر و فلسفہ اور تہذیب و تمدن کا ناقدانہ جائزہ ❁ مسلم ممالک میں فکری و تہذیبی کشمکش اسباب اور تدارک ❁ "اسلام اور مغرب" کے تعلقات ماضی، حال اور مستقبل ❁ مسلم ممالک میں لادینیت کے اسباب، اثرات اور تدارک کے لے لائحہ عمل ❁ مسلم ممالک میں نصاب تعلیم کی علمی و فکری بنیادیں

انعامات

کیٹگری اے (A)

پہلا انعام: 50 ہزار روپے

دوسرا انعام: 30 ہزار

تیسرا انعام: 20 ہزار

کیٹگری بی (B)

پہلا انعام: 20 ہزار روپے

دوسرا انعام: 15 ہزار

تیسرا انعام: 10 ہزار

اس کے علاوہ دونوں کیٹگریز کے لیے خصوصی انعامات کے ساتھ تمام شرکاء کو شرکت کے سرٹیفکیٹ بھی دیے جائیں گے

شرائط: ❁ کیٹگری اے (A): ایم اے، ایم فل (Mphil)، پی ایچ ڈی (Phd) اور (عالیہ) دورہ حدیث و تخصص اور فضلاء مدارس ❁ کیٹگری بی (B): میٹرک، ایف اے، بی اے اور مدارس کے طلبہ و طالبات درجہ عالیہ تک ❁ دونوں کیٹگریز کے لیے عمر اور جنس کی کوئی قید نہیں ہے ❁ کسی بھی شعبہ سے وابستہ مرد و خواتین بھی شرکت کر سکتے ہیں (تعلیم کا جاری ہونا ضروری نہیں ہے) ❁ دونوں کیٹگریز کے مقالہ نگار اپنی تعلیمی کیٹگری کے مطابق کسی بھی ایک یا ایک سے زائد موضوعات پر مقالہ سپرد قلم کر سکتے ہیں ❁ مقالہ نگار کو بنیادی طور پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ہی کی کتب اور افکار سے استفادہ کرنا ہوگا لیکن اس کے ساتھ دیگر اہل علم و مفکرین کی کتب اور افکار سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے ❁ کیٹگری اے (A) کا مقالہ کم از کم 45 صفحات جبکہ کیٹگری بی (B) کا مقالہ کم از کم 20 صفحات پر مشتمل ہونا چاہیے ❁ مقالہ اردو، عربی اور انگلش میں تحریر کیا جاسکتا ہے ❁ مقالہ علمی و فکری اور تجزیاتی ہونا چاہیے ❁ مقالہ میں زبان و بیان کی درستی، قوت اظہار اور موضوع پر ارتکاز کے ساتھ نتائج بحث و فکر کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا ❁ مقالہ استدلال کے ساتھ مصادر سے استفادہ اور حوالا جات پر مشتمل ہونا چاہیے ❁ مقالہ پہلے سے شائع شدہ نہ ہو ❁ مقالات ندوی اکیڈمی کی ملکیت ہوں گے، اکیڈمی کی اجازت کے بغیر اشاعت کی اجازت نہیں ہوگی ❁ بہترین مقالات نہ صرف ندوی اکیڈمی کے زیر اہتمام منعقدہ انٹرنیشنل سمینار میں پیش کیے جائیں گے بلکہ اس کی اشاعت کا انتظام بھی کیا جائے گا ❁ مقالہ نگار کی سہولت کے لئے مقابلہ سے متعلقہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی چند اہم کتب درج ذیل ہیں: ✦ مسلم ممالک میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش ✦ نقوش اقبال ✦ تاریخ دعوت و عزیمت ✦ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ✦ عالم عرب کا المیہ

✦ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتابیں https://www.facebook.com/Nadwiacademy سے download کی جا سکتی ہیں

❁ مقالہ بنیادی طور پر کمپوز شدہ ہونا چاہیے جن کے پاس کمپوزنگ کی سہولت نہیں وہ قلم سے لکھا ہوا مقالہ بھی ارسال کر سکتے ہیں ❁ مقالہ ای میل یا پوسٹ کے ذریعے 30 مئی 2018 تک ارسال کر سکتے ہیں اس کے ساتھ اپنے مکمل کوائف -CV- {نام، تعلیمی قابلیت، پتہ، فون نمبر وغیرہ} ارسال کرنا بھی ضروری ہے ❁ رجسٹریشن کے لیے نام، فون نمبر، کیٹگری اور موضوع (جس پر مقالہ تحریر کرنا) ای میل، فیس بک میسج اور وٹس ایپ کر سکتے ہیں لیکن رجسٹریشن کرانا ضروری نہیں ہے

☆ مزید معلومات، رجسٹریشن اور مقالہ اس پتہ پر ارسال فرمائیں ☆:

Cell&Whtsup No:+923360555787, Email:Nadwiacademy@gmail.com, Facebook:www.facebook.com/Nadwiacademy

Postal Address: Syed Abul Hasan Ali Nadwi Academy, Po Box No 467, G-9 Markaz Islamabad Pakistan

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

②

عقیدہ ختم نبوت اور سلسلہ کذابین

از قلم
شیخ محمد السید البلاسی، مولانا سید محبوب حسن واسطی، مولانا عبد الرحیم اظہر الکریمی،
سید علیم اشرف جائسی، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

وحی و نبوت کے جھوٹے دعویدار

پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ ﷺ سطح ارضی پر تجلّی نبوت اور وحی ربانی کا آخری نشان تھے۔ ان کے اس دنیا سے رخصت فرماتے ہی سلسلہ تنزیلِ وحی اور بعثتِ نبوت کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ خاتمہ اس لیے کیا گیا کہ الہامِ نبوت، فکر و وجدان کی اعلیٰ ترین سطح پر پہنچ چکا تھا۔ انسانیت اپنے معاشرتی و تمدنی ارتقاء کو حاصل کر چکی تھی۔ قرآنِ کریم میں آثارِ گزشتہ کے تمام اسباق کا نچوڑ بھی آ گیا تھا اور آئندہ آنے والے ہر مسئلے کا حل بھی اس میں مستور کر دیا گیا تھا۔ جب پیغام کی تکمیل ہو گئی تو پیغام بر کے نزول کی ضرورت بھی ختم ہوگئی۔

مدعیانِ نبوتِ کاذبہ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے احادیث میں پیش گوئی فرما دی تھی کہ آئندہ ایک ایسا فتنہ بھی ابھرنے والا ہے، تاکہ مسلمان اس کے استیصال سے غفلت نہ برتیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنا ایمان بنالیں، مسلم شریف کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:-

''لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريباً من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله۔''

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہو جائیں کہ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔''

اور مسلم شریف ہی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

''سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔''

''عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔''

۳۰ کا ہندسہ کثرت اور بڑے دجالوں کے لیے ہے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد ظاہر ہے کہ کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہوسکتا یہ جھوٹے مدعیان خود اپنے کذب بیانی کو بخوبی جانتے تھے مگر اس کے باوجود یہ شیطانی راہوں پر گامزن ہوئے۔ اظہارِ نبوت کے مختلف عوامل تھے، جنھوں نے ان جاہ پسندوں کو اس شیطانی کی راہ کی راہ نمائی کی۔ مثلاً

① - جاہ پسندی، ہوسِ ملک گیری، طاقت و شہرت کا نشہ۔

② - بعض بیماریوں میں انسان کی ذہنی کیفیت بہت کمزور ہو جاتی ہے اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ وہ بڑی مقدس ہستی ہے اور خالقِ کائنات سے اس کا براہِ راست تعلق ہے۔

③ - بعض مدعیان نے اپنے سیاسی فائدے کے لیے مذہبی دعوؤں کا استعمال کیا۔

④ - بعض مدعیان کے پیچھے استعماری طاقتوں کا مکمل تعاون تھا تاکہ وہ اسلام کو نقصان پہنچا سکیں۔ بہاء اللہ اور قادیانی اس کی نمایاں مثالیں ہیں۔

⑤ - بعض غالی فرقوں میں پایا جانے والا امامت کا تصور نبوت کے سرحدوں کو جالیتا ہے۔ چنانچہ باطنیہ میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ انھوں نے اپنے ائمہ کو نبی کا درجہ دے ڈالا۔

ذیل میں زمانہ نبوت سے لے کر تا حال گزرنے والے ایسے ہی کذابوں کا مختصر جائزہ پیش خدمت ہے، جنھوں نے نبوت کاذبہ کا دعویٰ کیا اور دنیا کو ایک بڑے فتنے میں مبتلا کیا۔

۱- ابن صیاد

اس کا تعلق عہدِ نبوت سے ہے۔ مدینہ کے یہودیوں سے اس کا تعلق تھا، بعض نے انصار سے کہا ہے۔ امام بیہقی اپنی کتاب ''البعث و النشور'' میں لکھتے ہیں کہ ابن صیاد کے معاملے میں لوگ بہت زیادہ اختلاف کا شکار ہوئے کہ وہ دجال ہے یا نہیں۔ سچ یہ ہے کہ ابن صیاد ایک فتنہ تھا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آزمایا اور اللہ نے مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ (بحوالہ عون المعبود)

یہ شخص کاہن و ساحر بھی تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے قتل کرنے سے روک دیا تھا۔ یہ اپنی موت آپ ہی مر گیا اور اس کے فتنے سے اسلامی دنیا محفوظ رہی۔

احادیث میں اس کے حوالے سے کئی واقعات ملتے ہیں۔

۲- اسود عنسی

اس کا نام عیہلہ بن کعب بن عوف العنسی تھا، سب سے پہلے ارتداد اختیار کرنے والا یہی شخص ہے۔ اس نے حیاتِ نبوی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی عبرتناک موت بھی حیات نبوی ہی میں ہوئی۔ یہ ایک شعبدہ باز کاہن تھا، اپنی شعبدہ بازی کی بدولت اس نے بہتوں کو گمراہ کیا۔ یمن میں اس کی حکومت بھی قائم ہوگئی، نجران کا علاقہ بھی اس کے فتنے سے متاثر ہوا۔ ایک فارسی النسل صحابی حضرت فیروز الدیلمی الحمیری رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کا شرف حاصل کیا۔ دولابی فرماتے ہیں:-

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

كَانَ قتل الأسود بصنعاء سنة إحدى عشرة قبل وفاة النبي ﷺ. (الاستیعاب لمعرفۃ الاصحاب)

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسود کا قتل نبی کریم ﷺ کی وفات سے ایک دن قبل ہوا اور خلافتِ صدیق میں پہلی خوشخبری اسود کے قتل کی پہنچی۔

۳-طلیحہ بن خویلد اسدی

طلیحہ بن خویلد بن نوفل اسدی، بنو اسد کا سردار تھا۔ واقدی کے مطابق سن ۹ ہجری میں وفد اسد بن خزیمہ کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ (اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۹۴)

اس نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ارتداد اختیار کیا اور نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے اپنے عم زاد بھائی یا برادر زادے جس کا نام حیال یا حبال تھا، کو نبی کریم ﷺ کے پاس اپنی نبوت کے اثبات کے لیے بھیجا۔ حیال بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور طلیحہ کی نبوت کی دعوت پیش کی۔ حیال نے اپنے اثبات میں دعویٰ کیا کہ طلیحہ کے پاس ذو النون (روح الامین) آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم لوگوں نے محض ذو النون کا نام کہیں سے سن لیا ہے۔" (یعنی تم اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہو)۔ حیال اس کے جواب میں نہایت مغرورانہ لہجے میں کہنے لگا: "کیا وہ شخص جھوٹا ہو سکتا ہے جس کو لاکھوں مخلوق اپنا ہادی اور نجات دہندہ یقین کرتی ہو۔" نبی کریم ﷺ اس کی گستاخی پر ناخوش ہوئے اور فرمایا: "اللہ تمہیں ہلاک کرے اور تمہارا خاتمہ بخیر نہ ہو۔" چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حیال حالت کفر ہی میں قتل ہوا اور واصل جہنم ہوا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۳۴، ۳۵)

ابن عبد البر اور صلاح الدین صفدی کے مطابق طلیحہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ (الاستیعاب، ج ۲، ص ۷۷۳، الوافی فی الوفیات)۔ لیکن یہ تحقیق جمہور علماء و محققین کے برعکس ہے۔

طلیحہ نے بنو طی اور بنو غطفان کے لوگوں کو بھی گمراہ کر کے اپنا حلیف بنا لیا تھا۔ حضرت خالد ؓ بن ولید طلیحہ کی سرکوبی پر مامور تھے۔ حاتم طائی کے فرزند حضرت عدی ؓ نے سیدنا خالد ؓ سے چند دن کی مہلت مانگی کہ وہ اپنے قبیلے کو سمجھا بجھا کر حلقہ بگوشِ ایمان کر لیں گے۔ چنانچہ ان کی مساعی حسنہ کامیاب ہوئیں۔ قبیلہ طے اور قبیلہ جدیلہ کے تقریباً ایک ہزار جانبازوں نے طلیحہ کا ساتھ چھوڑ دیا اور لشکرِ اسلامی سے آ ملے۔ طلیحہ کی طاقت مبدل بہ زوال ہو گئی۔ حضرت خالد ؓ کے مقابلے میں اسے ذلت آمیز شکست ہوئی۔

طلیحہ کا ایک رفیق گرفتار ہوا جو اس کا محرم راز تھا۔ حضرت خالد ؓ نے اس سے دریافت کیا کہ طلیحہ اپنی نبوت و الہام کی کیا باتیں بتاتا تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے کلام وحی میں سے ایک یہ ہے:-

"و الحمام و اليمام و الصر و الصوام قد ضمن قبلكم بالحوام ليبلغن ملكنا العراق و الشام۔"

"قسم ہے اہلی پرندوں، جنگلی پرندوں اور ترمتی کی جو خشک زمین میں رہتی ہے کہ زمانہ ماضی میں سالہا سال سے یہ قرار پا چکا ہے کہ ہمارا ملک عراق و شام تک وسعت پذیر ہوگا۔" (ائمہ تلبیس، ص ۴۸)

شکست کے بعد طلیحہ نے راہِ فرار اختیار کی، عرصہ تک مختلف دیار و امصار کی خاک چھانتا رہا تا آنکہ اس نے اسلام قبول کیا۔ بعد کے ادوار میں وہ ایک اچھا اور سچا مسلمان ثابت ہوا۔ عراق و ایران کی مہموں میں اس نے دادِ شجاعت دی۔ طلیحہ نے ۲۱ ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۲۳۰)

۴-مسیلمہ کذاب

۹ھ اور ۱۰ھ میں اندرون و بیرونِ ملک سے مختلف وفود بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے۔ ان میں ایک وفد بنی حنیفہ کا بھی تھا جس میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ یہ وفد ۱۷ افراد پر مشتمل تھا، ۱۶ افراد حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر مشرف بہ اسلام ہوئے، جبکہ مسیلمہ تکبر کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس نہ آیا۔ حضور ﷺ دار بنت الحارث میں اس کے پاس تشریف لے گئے، جہاں مدینہ میں اس کا قیام تھا اور مسیلمہ کی بیوی کیسہ بنت الحارث بن کریز کا گھر تھا، جہاں مسیلمہ آ کر ٹھہرا تھا۔ جب حضور ﷺ تبلیغ اسلام کے لیے مسیلمہ کے پاس آئے تو خطیب رسول اللہ ﷺ حضرت ثابت بن قیس بن شماس ؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، آپ ﷺ نے جب اسے دعوتِ اسلام دی تو وہ کہنے لگا:-

"إن شئت خليت بيننا وبين الأمر ثم جعلته بعدک۔"

"اگر آپ چاہیں تو آپ ہمارے اور اس نبوت کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اپنے بعد یہ نبوت ہمیں سونپ دیں۔"

یعنی جب تک آپ ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ نبی اور آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد میں نبی اور آپ ﷺ کا خلیفہ۔ یہ مسئلہ آپ کے اور میرے درمیان کیوں حائل ہو، کیوں نہ ہمارا اور آپ کا سمجھوتہ ہو جائے۔ بخاری شریف میں ہے:-

"وفي يد رسول الله ﷺ قضيب فوقف عليه فقال له النبي ﷺ لو سألتني هذا القضيب ما أعطيتكه وفي رواية أخرى ولن تعدو أمر الله فيک ولئن ادبرت ليعقرنک الله واني لأراک الذي أريت فيه ما رأيت۔"

"اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: تو اگر مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو میں تجھے وہ بھی نہ دوں گا (اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:) اور تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے ہرگز تجاوز نہ کر سکے گا اور اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیں گے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو خواب میں مجھے دکھایا گیا ہے۔" (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ الاسود العنسی)

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس نے اپنے والد سے نبی کریم ﷺ کے اس خواب سے متعلق دریافت کیا جس کا ذکر مسیلمہ سے متعلق مذکورہ حدیث میں آیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:-

ذكر لي ان رسول الله ﷺ قال: "بينا انا نائم، اريت انه وضع في يدي سواران من ذهب، ففظعتها و كرهتها، فاذن لي فنفختها فطارا، فاولتها كذابين يخرجان"، فقال عبيد الله: احدهما العنسي الذي قتله فيروز باليمن، والآخر مسيلمة الكذاب.

مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کیا کہ مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا کہ میرے ہاتھوں پر سونے کے دو کنگن رکھ دیے گئے ہیں۔ میں اس سے بہت گھبرایا اور ان کنگنوں سے مجھے تشویش ہوئی، پھر مجھے حکم ہوا اور میں نے انہیں پھونک دیا تو دونوں کنگن اڑ گئے۔ میں نے اس کی تعبیر دو جھوٹوں سے لی جو خروج کرنے والے ہیں۔ عبید اللہ نے بیان کیا کہ ان میں سے ایک اسود عنسی تھا، جسے فیروز نے یمن میں قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کذاب تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصۃ الاسود العنسی)

نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد اس نے حضور ﷺ کو درج ذیل خط بھیجا:-

"من مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله (ﷺ) أما بعد فإني قد اشركت معك في الأمر وان لنا نصف الأرض ولقريش نصف ولكن قريشاً لا ينصفون۔ والسلام"

"رسول اللہ مسیلمہ کی جانب سے محمد (ﷺ) کی طرف، اما بعد! میں اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی، لیکن قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام"

حضور ﷺ نے اس خط کا درج ذیل جواب لکھوایا:-

"من محمد رسول الله (ﷺ) إلى مسيلمة الكذاب أما بعد فالسلام على من اتبع الهدى فإن الأرض لله ويورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين۔"

"محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے مسیلمہ کذاب (بہت جھوٹے) کی طرف، اما بعد! سلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کر دے اور اچھا انعام پرہیز کرنے والوں کا ہے۔"

اس طرح گویا اولاً مسیلمہ کذاب نے حضور ﷺ کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ زندگی میں نبی رہیں، بعد میں یہ چیز مجھے دے جائیں یا پھر ہم دونوں زمین کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔

حضور پاک ﷺ کا یہ جواب ملنے کے بعد مسیلمہ کا نام ہی مسیلمہ کذاب ہو گیا۔ آج بھی تاریخ میں وہ اپنی اسی صفت نسبتی سے معروف ہے۔ نبی کریم ﷺ کے مکتوب گرامی نے اس جھوٹے کو اس کی اوقات دکھا دی۔ اللہ کا یہ دشمن سخت اضطراب میں مبتلا ہوا مگر شیطانی گھمنڈ نے اسے سرکشی پر آمادہ کیا اس کو اپنی مقصد برآری کے لیے جنگ کی تیاریوں کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ سوجھی اور اس نے باقاعدہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

اس دوران میں رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر حکومت کی بھاری ذمہ داری آ پڑی۔ آپ نے مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے ابتداء حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابن جہل کو بھیجا اور پھر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کو ان کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ پر حملہ کرنے میں ذرا جلدی کی، وہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی حملہ آور ہو گئے اور شکست کھائی۔ ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقامِ بطاح میں اپنی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ واپس آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کی جنگی تیاری کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ساتھ صرف قبیلۂ ربیعہ کے ۴۰ ہزار جنگجو تھے اور کئی دیگر قبائل کے ہزاروں لوگ بھی اس کے ساتھ جمع ہو گئے تھے، جب کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر صرف ۱۳ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ جو لوگ مسیلمہ کذاب کو جھوٹا سمجھتے تھے، وہ بھی محض قومی و قبائلی عصبیت کی بنا پر مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔

یمامہ کے مقام پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اور مسیلمہ کذاب کی فوجوں کا ٹکراؤ ہوا۔ مسلمان بڑی پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگے۔ مسیلمہ کی فوج کے دو سپہ سالار تھے، رجال بن عنفوہ اور محکم بن طفیل۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے محکم بن طفیل کو قتل کیا، اب مسیلمہ کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسیلمہ کی فوج قریب ہی ایک قلعہ نما باغ میں گھس گئی اور خود کو محصور کر لیا۔ مسیلمہ فرار ہونے کی نیت سے اس باغ کے دروازے کے باہر جانا چاہتا تھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ (جنھوں نے حالتِ کفر میں غزوۂ احد میں امیر الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، بعد میں وہ اسلام لائے تھے وہ اس دروازے کے قریب موجود تھے، انھوں) نے مسیلمہ کو اس زور سے نیزہ کھینچ کر مارا کہ نیزہ مسیلمہ کی زرہ کو پار کرتا ہوا مسیلمہ کے سینے کے پار ہو گیا اور اس طرح مسیلمہ واصلِ جہنم ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف مسلمانوں کی یہ جنگ جو تاریخ میں جنگِ یمامہ کے نام سے مشہور ہے، ماہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں ہوئی اور اس کی شدت خون ریزی اور جانی نقصان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں مسیلمہ کذاب کی فوج کے ۷۰ ہزار جنگجو مارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گئے، جبکہ ایک ۱۲ سو سے زائد صحابہ و تابعین شہید ہوئے جن میں حفاظ صحابہ کی ایک بڑی تعداد تھی۔

مسیلمہ کے شکست خوردہ افراد جب واپس دائرۂ اسلام میں آئے تو بارگاہِ خلافت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے مسیلمہ کی وحی سنانے کے لیے کہا ان نے اس کی بعض وحی سنائی جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بڑے متعجب ہوئے اور کہا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم انتہائی فصیح و بلیغ کلام ربانی اور ایسی ہزلیات میں فرق نہ کر سکے۔

مسیلمہ کذاب کی ایک جھوٹی وحی ملاحظہ ہو:-

"يا ضفدع نقي ما تنقين، لا الشراب تمنعين و لا الماء تكدرين۔"

"اے ٹرانے والے مینڈک! تو کس قدر ٹراتا ہے نہ تو کسی کو پینے سے روکتا ہے اور نہ ہی پانی کو گدلا کرتا ہے۔"

ہاتھی سے متعلق اس کی ایک دل چسپ وحی ملاحظہ کیجیے اور ان لوگوں کی عقل کا ماتم کیجیے جو اس کی نبوت پر ایمان لائے:-

"الفيل، و ما الفيل، ما ادرک ما الفيل، له زنب قليل و خرطوم طويل۔"

"ہاتھی، اور کیا ہے ہاتھی، اور تو کیا جانے کیا ہے ہاتھی، اس کی دم چھوٹی اور سونڈ لمبی ہے۔" (مجلہ "الواقعۃ"، کراچی، اشاعتِ خصوصی : قرآن کریم، محرم وصفر ۱۴۳۵ھ، ص ۳۶۶)

۵-سجاح بنت حارث تمیمیہ

اس زمانے میں ایک عورت سجاح کو بھی سودائے نبوت سوار ہوا اور اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا تعلق بنی تغلب سے تھا۔ اپنی قوم میں اسے بلند مرتبہ حاصل تھا۔ شاعرہ و ادیبہ تھی۔ فن کہانت سے بھی کسی قدر تعلق تھا۔ اخبار و انساب اور تاریخ پر بھی اس کی نظر تھی۔ اس لیے اس کی قوم نے اس کے دعوے کو قبول کیا۔ اس نے مدینے پر چڑھائی کے لیے چار ہزار کا لشکر جمع کر لیا اور اس مذموم مقصد میں بعض قبائل کے سردار مثلاً بنی تمر کا سردار عقبہ بن ہلال، بنو تغلب کا سردار ہذیل بن عمران اور بنی شیبان کا سلیل بن قیس بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اپنے مذہب میں اس سہولت کا اعلان کر دیا کہ نمازیں تو ضرور پڑھو مگر زنا کرنا، شراب پینا اور سور کھانا جائز ہے۔ اس ترغیب سے بہت سے عیسائی بھی اس کے پیروکار بن گئے، چونکہ مسیلمہ کذاب اور سجاح کا مدینہ پر حملہ کرنا مشترکہ مقصد تھا، لہٰذا اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی اور مہر یہ قرار پایا کہ مسیلمہ نے آدھی پیغمبری اپنے پاس رکھی اور آدھی سجاح کو دے دی۔ نیز مسیلمہ نے سجاح کے پیروکاروں پر عشا اور فجر کی دو مشکل نمازیں معاف کر دیں مگر یہ شادی زیادہ دن نہ چل سکی۔ صرف تین دن دونوں کا ساتھ رہا اور پھر جیسے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی فوج سجاح کی فوج کے بالمقابل ہوئی، سجاح کے سب ساتھی اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ بھی بھاگی اور بنی تغلب کے مقام جزیرہ پہنچ کر کہیں روپوش ہو گئی۔

سجاح کو جب مسیلمہ کذاب کے قتل کیے جانے کی خبر ملی تو اس کی نبوت کے سارے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے۔ عرصہ تک روپوش رہی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ حکومت میں بنی تغلب کو بصرہ میں آباد کیا گیا یہ بھی ان کے ہمراہ بصرہ آ گئی اور اسلام قبول کیا اور پاکیزگی کی زندگی بسر کی۔ تقریباً ۵۵ھ میں وفات پائی۔ اس کی نماز جنازہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ بن جندب نے پڑھائی۔ (اسد الغابۃ، المنتظم لابن الجوزی، الاعلام)

۶-مختار ثقفی

ابو اسحاق مختار بن ابی عبید مسعود الثقفی، قبیلہ ثقیف سے تھا۔ اس کے والد صحابی رسول تھے مگر اس کے نصیب میں شقاوت و بدبختی لکھی تھی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ امام شمس الدین الذہبی لکھتے ہیں:-

"فَكَانَ مِنْ كُبَرَاءِ ثَقِيْفٍ، وَذَوِي الرَّأْيِ، وَالْفَصَاحَةِ، وَالشَّجَاعَةِ، وَالدَّهَاءِ، وَقِلَّةِ الدِّيْنِ." (سیر الاعلام النبلاء، ج ۴، ص ۵۰۴)

"ثقیف کے سرداروں میں سے تھا، پختہ رائے، فصاحت و شجاعت اور دبدبے والا مگر بے دین تھا"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

"في ثقيف كذاب و مبير."

"قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب (جھوٹا) اور ایک مبیر (ہلاک کرنے والا، فسادی) پیدا ہوگا۔"

امام ترمذی فرماتے ہیں:-

"يقال الكذاب: المختار بن ابي عبيد، والمبير: الحجاج بن يوسف۔"

"کہا جاتا ہے کہ کذاب سے مراد مختار بن ابی عبید اور مبیر سے حجاج بن یوسف مراد ہے۔" (سنن الترمذی، کتاب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب : مَا جَاءَ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ)

مختار ثقفی کو شہرت اس وقت ملی جب حادثہ کربلا کے بعد اس نے سیدنا حسین کی شہادت کا بدلہ لینے کا اعلان کیا۔ اس کا یہ اعلان محض جاہ طلبی کی غرض سے تھا ورنہ نہ اسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کوئی عقیدت تھی اور نہ ہی اہل بیت سے اسے کوئی تعلق ارادت۔ محض اس غرض سے کہ لوگوں کو اپنی جانب مائل کر سکے، اور امارت (حکومت) کے حصول کا راستہ آسان بنا سکے، اس نے یہ دعویٰ کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس کے پاس وحی آتی ہے اور اسے غیب کا علم ہے۔

آگے چل کر اس نے اپنی شیطنت کا اظہار کچھ اس طرح کیا کہ اس کے عقیدے اور دین کا بگاڑ لوگوں پر واضح ہو گیا۔ بالآخر ۶۷ھ میں حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے عہد میں یہ مارا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کا حکم دیا۔ مختار کی چھ ہزار فوج ارتداد کے جرم میں مقتول ہوئی۔ اس کی ایک بیوی ام ثابت بن سمراء کو رہا کر دیا گیا کیونکہ اس نے مختار کی نبوت کا انکار کیا تھا۔

۷-حارث کذاب دمشقی

حارث بن عبد الرحمٰن کذاب دمشقی، ابو جلاس اسدی کا غلام تھا۔ یہ ایک جاہل عابد تھا۔ حد سے زیادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبادت گزار تھا۔ مگر شیطان نے خلل دماغ کے عارضے میں مبتلا کر دیا۔ ابلیس نے اس جاہل صوفی پر نگاہِ التفات کی اور اسے گمراہ کر دیا۔ نبوت کا دعویٰ کرنے لگا۔ جب اس کے فتنے کی خبر عبد الملک بن مروان کو پہنچی تو اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا مگر یہ بھاگ کر بیت المقدس کی طرف چلا گیا۔ کچھ عرصہ بعد بصرہ آ کر اپنی تبلیغ شروع کر دی۔ بالآخر گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ یہ سن ۷۹ ہجری کا واقعہ ہے۔

۸- مغیرہ بن سعید عجلی

یہ شخص فرقہ مغیریہ کا بانی تھا، جو غلاۃ روافض میں سے تھے۔ خالد بن عبد اللہ القسری کا آزاد کردہ غلام تھا۔ امام محمد باقر کے بعد پہلے امامت اور پھر نبوت کا مدعی ہوا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ سے متعلق اس کے نہایت فاسد عقائد تھے۔ (کشف الغمۃ عن افتراق الامۃ، از نواب صدیق حسن خاں، ص ۲۸)

ہشام بن عبد الملک کے عہد میں خالد بن عبد اللہ القسری نے ۱۱۹ھ میں مغیرہ کو اس کے پیروکاروں سمیت گرفتار کیا۔ تفتیش پر اس نے نبوت کا اقرار کیا جس پر اسے سزائے موت دی گئی۔ (تاریخ طبری، ج ۸، ص ۲۴۱)

۹- بیان بن سمعان تمیمی

فرقہ بیانیہ کا بانی تھا۔ مغیرہ عجلی کا معاصر تھا۔ نواب صدیق حسن خاں اس کے باطل عقائد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بیانیہ اتباع ہیں بیان بن سمعان کے، یہ کہتا تھا کہ اللہ انسان کی صورت ہے اور سب کچھ اس کا ہالک ہے مگر منہ بدلیل ظاہر آیت: کل شئ ھالك الا وجھه۔" (کشف الغمۃ عن افتراق الامۃ، ص ۲۸)

اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ امام محمد باقر کو بھی اپنی خانہ ساز نبوت کی دعوت دی۔ اپنے خط میں جو اس نے عمر بن عفیف کے ہاتھوں امام محمد باقر کو بھیجا تھا، لکھا تھا کہ

"اسلم تسلم و ترتقی من سلم فانک لا تدری حیث یجعل اللہ النبوۃ۔"

"تم میری نبوت پر ایمان لاؤ تو سلامت رہو گے اور ترقی پاؤ گے، تم نہیں جانتے کہ اللہ کس کو نبی بناتا ہے۔"

امام محمد باقر خط پڑھ کر بہت سخت ناراض ہوئے اور قاصد سے فوراً خط لے جانے کا کہا۔ اس نے خط نگل لیا اور معاً تڑپ کر جان دے دی۔ امام باقر نے بیان کو بھی بد دعا دی۔ چند ہی روز بعد خالد بن عبد اللہ القسری نے اسے گرفتار کیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۵۰، ۱۵۱)

۱۰- ابو منصور عجلی

یہ شخص امام جعفر صادق کا عقیدت مند تھا اور ان کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب امام صاحب کے اس کے فاسد عقائد کا پتہ چلا تو اسے اپنی مجلس سے نکال دیا۔

اس کا فاسد عقیدہ تھا کہ اللہ نے اسے بیٹا کہا اور اسے اپنا پیغامبر بنایا۔ یہ کہتا تھا کہ نبوت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم نہیں ہوئی اور اس کا سلسلہ تا قیامت جاری ہے۔ (کشف الغمۃ عن افتراق الامۃ، ص ۴۰، ائمہ تلبیس، ص ۱۵۴)

ہشام بن عبد الملک کے عہد میں یوسف بن عمرو ثقفی عراق کا والی تھا اسے جب ابو منصور عجلی کے فاسد عقائد کی خبر ملی تو اس نے اسے گرفتار کر کے پھانسی کی سزا دی۔

۱۱- بہا فرید نیشا پوری

بہا فرید بن ماہ فروزین نیشا پوری، مذہب زردشت کا پیرو تھا۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور مسلمانوں اور مجوسیوں کو اپنے دام تزویر کا شکار بنایا۔ جب ابو مسلم خراسانی نیشا پور آیا تو مسلمانوں اور مجوسیوں کا ایک وفد اس کی شکایت لے کر حاضر کیا۔ ابو مسلم کے حکم سے بہا فرید گرفتار ہوا اور اسے قتل کیا گیا۔ اس کے پیروکاروں نے یہ عقیدہ وضع کیا کہ اس کی روح آسمان کی طرف چلی گئی اور دوبارہ اس کا ظہور ہوگا۔ (الفہرست لابن ندیم، الآثار الباقیۃ عن القرون الخالیۃ، از بیرونی، ائمہ تلبیس)

ابو مسلم خراسانی کا دورِ عروج ۱۲۷ھ سے لے کر ۱۳۷ھ تک رہا ہے۔ اسی دوران بہا فرید کا قتل ہوا۔

۱۲- عاصم بن جمیل الورفجومی

اس شخص کو فن سحر و کہانت پر مہارت تھا، نبوت کا دعویٰ کیا۔ افریقہ کے بربری قبائل میں اپنا رسوخ پیدا کیا۔ ۱۳۸ھ میں مارا گیا۔

۱۳- اسحاق اخرس مغربی

اسحاق اخرس ملک مغرب (شمالی افریقا) کا رہنے والا تھا۔ ۱۳۵ھ میں اصفہان میں ظاہر ہوا۔ اس نے آسمانی کتابوں کی تحصیل کی تھی۔ علوم رسمیہ سے بھی واقف تھا۔ زمانہ دراز تک مختلف زبانیں سیکھتا رہا۔ مختلف قسم کی صنائع اور شعبدہ بازیوں کا بھی ماہر تھا۔ اصفہان پہنچ کر ایک عربی مدرسہ میں قیام کیا اور کامل دس برس تک یہاں کنج عزلت میں پڑا رہا۔ زبان پر ایسی مہر سکوت لگائی کہ ہر شخص اسے گونگا یقین کرتا تھا۔ دس برس تک اس کی یہی کیفیت رہی۔ پھر وقت آ گیا کہ یہ اپنے مہر سکوت کو توڑ دے۔ ایک رات یہ اس زور سے چیخا کہ مدرسے کے تمام مکین اٹھ گئے اور اس کے پاس آ گئے یہ فوراً نماز میں مشغول ہو گیا اور ایسی خوش الحانی سے بآوازِ بلند قرأت کی کہ بڑے بڑے قاری بھی عش عش کرنے لگے۔ دوسرے دن پورے شہر میں اس کی شہرت تھی اور اس بات کو کرشمہ قدرت سمجھا جانے لگا کہ ایک گونگا اچانک قوت گویائی حاصل کرنے اتنا بڑا قاری قرآن بن گیا ہے۔ بڑے بڑے علماء اور قاضی شہر بھی اس کے پاس تشریف لائے یہ گویا اسی موقع کا منتظر تھا۔ خلقت اس کی عقیدت میں امڈتی جا رہی تھی۔

کبارِ شہر نے جب واقعہ کی حقیقت پوچھی تو اس نے ایک فرضی قصہ سنا ڈالا جس کے مطابق اسے بھی نبی کریم ﷺ کی طرح امت میں مبعوث کیا گیا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسحاق اخرس نے جو کچھ شعبدہ بازیاں سیکھ رکھی تھیں اس موقع پر ان کا استعمال کیا لوگوں کو اپنے دام فریب کا اسیر بنانا چاہا۔ عوام الناس کا پایہ ایمان ڈگمگا گیا۔ اس کی جاہ طلبی اس درجہ بڑھی کہ اس نے بصرہ، عمان اور ان کے توابع پر قبضہ کر لیا۔ ابو جعفر منصور کے لشکر سے اس کے بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ بالآخر اسحاق مارا گیا۔ (کتاب الاذکیاء لابن الجوزی، ائمہ تلبیس)

۱۴- استاذ سیس خراسانی

عہد ابو جعفر المنصور میں استاذ سیس نامی مدعی نبوت نے ہرات، بادغیس، سجستان وغیرہا خراسانی علاقے میں ظاہر ہوا۔ اس نے بہت کم عرصے میں لوگوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسایا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے پیروؤں کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ جس کے بعد اس کے دل و دماغ میں ہوسِ ملک گیری کا سودا سمایا۔ ابو جعفر منصور کے لشکر سے اس کی متعدد جنگیں ہوئیں بالآخر ۱۵۰ھ میں مارا گیا۔ (ائمہ تلبیس)

۱۵- ابو عیسیٰ اسحاق اصفہانی

ابو عیسیٰ اسحاق بن یعقوب اصفہانی ایک یہودی تھا۔ یہود کا ایک مذہبی گروہ جسے عیسویہ کہتے ہیں اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ شخص نبوت کا مدعی تھا۔ بے شمار یہودی اس کے پیرو بن گئے۔ جب مذہبی قیادت مل گئی تو سیاسی اقتدار کا دورہ پڑا۔ ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔ رَے کے مقام پر اس کا ابو جعفر منصور کے لشکر سے سامنا ہوا جس میں یہ تازہ مدعی نبوت مارا گیا۔ گو مسلمان بھی اس جنگ میں بڑی تعداد میں شہید ہوئے مگر اس کا اور اس کے پیروؤں کا صفایا کر دیا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۶۷، ۱۶۸)

۱۶- حکیم مقنّع خراسانی

حکیم مقنع خراسانی کا اصل نام عطاء تھا، بعض نے ہشام یا ہاشم بھی بتایا ہے۔ علوم حکمت و فلسفہ اور فنون سحر کا ماہر تھا۔ اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا۔ اس کے فلسفہ نبوت کے مطابق اللہ تعالیٰ مختلف انبیاء کے اجسام میں حلول کرتا ہے اور اسی طرح وہ اپنے زمانے کا اوتار ہے جس کے پیکر خاکی میں نعوذ باللہ، اللہ رب العزت نے جلوہ گری کی ہے۔ یہ خود کو سجدہ کرواتا۔ اس کے مذہب کا حال یہ تھا کہ اس نے زنا کاری، مے خواری، مردار اور خنزیر کو حلال کر دیا تھا۔ ہوس اقتدار بھی اس میں سرایت کر گیا تھا اس نے دو بڑے مضبوط قلعے تعمیر کروائے تا کہ بوقتِ ضرورت مدافعت کے کام آ سکیں۔

خلافتِ عباسی کی جانب سے سعید بن عمرو حریشی اس کی سرکوبی کے لیے مقرر ہوا۔ سعید نے اس کے قلعے کا بڑا سخت محاصرہ کر لیا۔ جب مقنّع کو یقین ہو گیا کہ کوئی صورت نہیں رہائی کی تو اس نے زہر کا پیالہ پی لیا اور مرتے وقت اپنے مریدوں کو وصیت کی کہ بعد از مرگ اسے جلا دیا جائے تا کہ اس کی لاش دشمن کے ہاتھ نہ لگے۔ یہ ۱۶۳ھ کا واقعہ ہے۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۴، ص ۲۳۵، ائمہ تلبیس، ص ۱۶۸ تا ۱۷۵)

۱۷- صالح بن طریف برغواطی

اس کا تعلق اقصائے مغرب کے ایک قبیلہ برغواطہ سے تھا۔ یہ یہودی الاصل تھا، اس کے باپ نے اسلام قبول کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے باپ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور ہلاک ہوا۔ صالح نے ۱۲۷ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری لکھتے ہیں :-

''اس شخص کے کئی نام تھے۔ عربی میں صالح کے نام سے مشہور تھا۔ سریانی میں اسے مالک کہتے تھے۔ فارسی میں اس کا نام عالم تھا اور عبرانی میں وہ روبیل اور بربری میں واربا کے ناموں سے موسوم تھا۔ واربا بربری زبان میں خاتم النبیین کو کہتے ہیں۔'' (ائمہ تلبیس، ص ۱۵۵)

اس نے اپنے پیروکاروں پر دس وقت کی نماز فرض کی، پانچ دن میں اور پانچ رات میں۔ رمضان کی بجائے رجب کے روزے فرض کیے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ نبی کریم ﷺ سچے نبی ہیں مگر ان کی نبوت عربوں کے لیے تھی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس پر بھی ایک قرآن نازل ہوا ہے جس کی ۸۰ سورتیں ہیں۔

اس نے سحر و کہانت کا فن سیکھا اور دجل و فریب سے مغرب (افریقا) کے بربری قبائل کو اپنے زیر اثر کیا اور ان پر ۴۷ برس تک حکومت کی۔ اس کے بعد اس عزلت نشینی کا سودا سمایا اور ۱۷۴ھ میں اس نے ترک حکومت کی اپنے بیٹے الیاس کو تاج و تخت سپرد کیا اور اپنے دین پر قائم رہنے کی وصیت کی اور خود مشرق کی طرف کوچ کر گیا وہیں بحالت عزلت نشینی تقریباً ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔ (الاعلام للزرکلی، ج ۳، ص ۱۹۲)

اس کے جانشین پانچویں صدی ہجری کے وسط تک حکومت کرتے رہے اور اس کی خانہ ساز نبوت کا دم بھرتے رہے۔ صالح کے بعد اس کا بیٹا الیاس مسند اقتدار پر متمکن ہوا۔ پچاس برس حکومت کی ۲۲۴ھ میں طعمہ اجل ہوا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا یونس حکومت پر بیٹھا اور اپنے آباء و اجداد کی کفریات کا پابند رہا۔ اس نے ۸ ہزار کلمہ گو مسلمانوں کو اجل کے حوالے کیا۔ یونس نے حج کا قصد بھی کیا اس سے پیشتر اس کے خاندان میں کسی نے فریضہ حج ادا نہیں کیا تھا۔ چالیس سالہ ظالمانہ حکومت کے بعد اس نے ۲۶۸ھ میں ہلاکت پائی۔

۱۸- عبد اللہ بن میمون معروف بہ قداح

اہواز، مضافات کوفہ کا رہنے والا تھا۔ اس کے باپ میمون کی طرف فرقہ میمونیہ کا انتساب ہے۔ اس غالی فرقے نے الوہیت علی کا دعویٰ کیا تھا۔ ابن الندیم نے ''الفہرست'' میں لکھا ہے :-

''عبد اللہ خاصی مدت تک مدعی نبوت بھی رہا، شعبدے دکھاتا تھا اور کہتا تھا کہ زمین میرے لیے سکڑ جاتی ہے۔ میں کم سے کم مدت میں جہاں چاہوں جا سکتا ہوں۔ وہ دنیا کے دور دراز شہروں میں رونما ہونے والے حوادث کی اطلاع بھی دیتا تھا۔ اس نے متعدد مقامات پر وظیفہ خوار لوگ متعین کر رکھے تھے جن کو مالی امداد بہم پہنچاتا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش آتا اور وہ اس کے اسرار و رموز بتانے میں اس کی مدد کرتے۔ ان کے پاس سدھائے ہوئے پرندے تھے جن کو وہ مختلف مقامات سے عبد اللہ کی جائے اقامت کی طرف اڑاتے اور ان کی وساطت سے جو واقعات اسے حاصل ہوتے وہ حاضرین مجلس کو بتاتا اور اس طرح دھوکہ سے انھیں گمراہ کرتا۔" (الفہرست، اردو ترجمہ، ص ۴۴۹)

عبد اللہ بن میمون فنون سحر و عملیات میں مہارت رکھتا تھا۔ پہلے پہل مذہب اسماعیلیہ کا داعی تھا۔ پھر مہدویت و نبوت کا مدعی بنا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۷۵)

۱۸۰ھ میں اس کی موت ہوئی۔ (الاعلام، ج ۴، ص ۱۴۱)

۱۹- بابک بن عبد اللہ خرمی

بابک بن عبد اللہ خرمی پہلے اسماعیلی تھا، پھر مزدکی بنا اور پھر خود اپنے مذہب کی بنیاد رکھی جسے بابکیہ، خرمیہ، سبعیہ، حرمیہ کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس نے اپنے مالک کی بیوی سے نکاح کیا اور اقتدار حاصل کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اس کے اندر خدا کی روح حلول کر گئی۔ اپنے پیروؤں کو عقیدۂ تناسخ کی تعلیم دی۔ اس نے اپنے پیروؤں کو ہر قسم کی مذہبی و اخلاقی قیود سے آزاد کر دیا۔

بابک کی اخلاقی تعلیم دنیا بھر کے فواحشات کا مجموعہ اور سخت قابل نفرین تھی۔ بابک کے پیروؤں کی تعداد جب تین لاکھ کے قریب پہنچ گئی تو اس نے ۲۰۱ھ میں خلافت اسلامیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ کئی برس تک اس کی مسلسل خلافت اسلامیہ کے عساکر سے جنگیں ہوتی رہیں۔ آخر یہ شکست کھا گیا اور چند برس روپوش رہا۔ ۲۲۳ھ میں گرفتار ہوا اور قتل کیا گیا۔ (الفہرست، ائمہ تلبیس)

۲۰- علی بن محمد خارجی

علی بن محمد بن عبد الرحیم الورزنینی، عہدِ عباسی کے بڑے فتنہ پرور لوگوں میں سے ایک تھا۔ قبیلہ عبد القیس سے تعلق تھا۔ ۲۴۹ھ میں بغداد سے بحرین چلا گیا اور وہیں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے اپنا ایک صحیفہ آسمانی بنا رکھا تھا۔ یہ شخص اہل بیت نبوی کا سخت مخالف تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سخت عناد رکھتا تھا۔ بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا۔

اس نے اپنے بہت سے پیرو بنا لیے اور اپنی حکومت قائم کر لی حتیٰ کہ عساکر اسلامی سے اس کی کئی جنگیں ہوئیں۔ ۲۷ محرم ۲۷۰ھ کو اسے شکست فاش ہوئی۔ اس نے بھاگنا چاہا مگر پکڑا گیا اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ (الاعلام، ج ۴، ص ۳۲۴، ائمہ تلبیس)

۲۱- حمدان بن اشعث قرمط

حمدان بن اشعث، فرقہ اسماعیلیہ کی شاخ قرامطہ کا بانی ہے۔ یہ شخص اپنے زمانے کا مشہور اسماعیلی داعی تھا۔ پھر مہدویت کا دعویٰ کیا حتیٰ کہ بات نبوت پر جا پہنچی۔ اس نے شراب کو حلال اور غسل جنابت کو موقوف کر دیا تھا۔ اس کے پیروؤں نے عرصہ تک عالم اسلام میں بڑے بڑے فتنے جگائے۔

ڈاکٹر زاہد علی لکھتے ہیں:-

"جب حمدان نے دیکھا کہ اس کے پیرو ہر بات میں اس کی اطاعت کرنے کے لیے بخوشی تیار ہیں تو اس نے اپنے داعیوں کو بتدریج فرقہ ثنویہ کے مذہب کی تعلیم دینی شروع کی جس سے ان کا زہد و تقویٰ جس کی انھیں پہلے تعلیم دی گئی تھی بالکل جاتا رہا اور وہ فسق و فجور میں پڑ گئے۔ انھیں سمجھایا گیا کہ ایک خاص حد کو پہنچنے کے بعد شریعت کے ظاہری اعمال اٹھ جاتے ہیں۔ اب نماز، روزے وغیرہ کی ضرورت نہیں۔" (تاریخ فاطمیین مصر، ص ۴۳۷)

کہتے ہیں قرمط نے علی بن محمد خارجی سے کہا تھا کہ میں ایک مذہب کا بانی اور انتہائی صائب الرائے ہوں۔ ایک لاکھ جانباز میرے پیرو ہیں آؤ ہم اور تم ایک خیال پر متفق ہو جائیں تاکہ بوقتِ ضرورت ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ علی بن محمد خارجی نے اس رائے کو پسند کیا دیر تک ان میں مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی تاہم متفق الرائے نہ ہو سکے۔ اس کے بعد قرمط نے عزلت نشینی اختیار کی۔ (ائمہ تلبیس، ص ۲۲۴، ۲۲۵)

زرکلی نے لکھا ہے کہ ۲۹۳ھ میں خلیفہ مکتفی باللہ عباسی کے حکم پر اسے قتل کیا گیا۔ (الاعلام، ج ۵، ص ۱۹۴)

۲۲- ابوغفیر محمد بن معاذ

یونس کی موت کے بعد ابوغفیر محمد بن معاذ برغواطہ کا بادشاہ بنا۔ اس نے خود اپنی نبوت کا بھی دعویٰ کیا۔ اس کی ۴۴ بیویاں تھیں اور اسی قدر یا اس سے کسی قدر زیادہ اس کی اولاد تھی۔ تیسری صدی ہجری کے اواخر میں ۲۹ برس حکومت کر کے ۲۹۷ھ میں یہ ہلاک ہوا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۵۷)

اس کے بعد اس کا بیٹا ابو الانصار عبد اللہ تخت نشین ہوا۔ اس نے بھی اپنے آباء و اجداد کا طریقہ رائج رکھا۔ ۴۴ برس کی حکومت کے بعد وہ مرا۔

۲۳- علی بن فضل قرمطی یمنی

علی بن فضل قرمطی یمنی، ابتداء میں اسماعیلی داعی تھا۔ ۲۹۰ھ میں اس نے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا، ایک کثیر تعداد نے اس کی متابعت اختیار کی۔ ۲۹۳ھ میں صنعاء میں اس دعویٰ کے ساتھ آیا کہ وہ نبی اللہ ہے۔ یہ نبوت کے ساتھ ساتھ کسی درجہ الوہیت کا بھی دعویدار تھا۔ جب کسی پیرو کے نام خط لکھتا تو عنوان تحریر یہ ہوتا:-

"من باسط الارض وداحیھا و مزلزل الجبال و مرسیھا علی بن الفضل الی عبدہ فلان بن فلان!۔"

"زمین کے پھیلانے والے اور ہانکنے والے اور پہاڑوں کے ہلانے اور ٹھہرانے والے علی بن فضل کی جانب سے اس کے فلاں بن فلاں بندہ کے نام۔" (الاعلام، ج ۴، ص ۳۱۹، ائمہ تلبیس، ص ۲۶۱)

اس نے مذہب کے نام پر تمام محرمات کو حلال کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ سگی بیٹیوں سے عقد نکاح کو بھی جائز قرار دیا تھا۔ انجامِ کار بعض شرفائے بغداد غیرت ملی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجبور ہو کر اس کی ہلاکت کے درپے ہوئے۔ ۳۰۳ھ میں اسے زہر دیا اور اس طرح اس بد بخت کا انجام ہوا۔ اس کا فتنہ ۱۹ برس رہا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۲۶۱)

۲۴- حامیم بن من اللہ الغماری

حامیم بن من اللہ بن حریر بن عمر الغماری، ۳۱۳ھ میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا قائل تھا مگر اس کا عقیدہ تھا کہ جس طرح نبی کریم ﷺ یہود و نصاریٰ کی اصلاح کے لیے آئے اسی طرح یہ اسلام کی اصلاح کے لیے مبعوث ہوا ہے۔ ۳۱۵ھ میں اموی خلیفہ عبد الرحمٰن ناصر کے لشکر سے لڑتا ہوا یہ طنجہ کے مقام پر مارا گیا اور اس طرح اس کی خانہ ساز نبوت کا خاتمہ ہوا۔ (تاریخ ابن خلدون، ج ۳، ص ۱۹۳)

۲۵- عبد العزیز باسندی

موضع باسند صفانیان کا رہنے والا تھا۔ بڑا شعبدہ باز تھا۔ ۳۲۲ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ جب اس کا فتنہ بڑھا تو مقامی حاکم ابوعلی بن محمد بن مظفر نے اس کی سرکوبی کے لیے ایک لشکر بھیجا۔ یہ اپنے پیروؤں کے ساتھ ایک بلند پہاڑ پر چڑھ کر محصور ہو گیا۔ بڑی مشکل کے بعد اسلامی لشکر پہاڑ چڑھنے میں کامیاب ہوئی۔ اسے اور اس کے پیروکاروں کو بری طرح سے تہ تیغ کیا۔ باسندی کا سر کاٹ کر ابوعلی کے پاس بھیج دیا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۲۷۹، ۲۸۰)

۲۶- ابو الطیب متنبی

ابو الطیب احمد بن حسین متنبی، عربی زبان کا یگانہ روزگار شاعر و ادیب تھا۔ شعر و سخن میں اس کی مہارت اور فصاحت و بلاغت میں اس کے کمال نے اسے دعویٰ نبوت پر ابھارا۔ متنبی ۳۰۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوا۔ متنبی نے ساوہ (شام) میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ بنو کلب و دیگر قبائل نے اس کی متابعت اختیار کی۔ اس کی جمعیت یوماً فیوماً بڑھنے لگی۔ حاکم حمص نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس حالت میں اس کے معاونین و رفقاء سب اس سے علاحدہ ہو گئے۔ طویل عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں تو دل و دماغ پر چھائی ساری دھند صاف ہو گئیں۔ مقام نبوت کی رفعت کا بھی اندازہ ہوا اور اپنی نارسائی کا ادراک بھی۔ قید ہی امیر کو چند درد بھرے اشعار لکھ بھیجے جسے پڑھ کر امیر شہر کو رحم آ گیا۔ اس نے متنبی سے کہا کہ بہتر ہے کہ اپنی نبوت سے توبہ کر لو اور دوبارہ اسلام قبول کر لو۔ اس نے توبہ کی ایک دستاویز لکھی جسے پر عمائدین شہر نے دستخط کیے اور اسے قید سے رہائی نصیب ہوئی۔ اس نے اپنا ایک قرآن بنا رکھا تھا، قید سے رہائی کے بعد اس نے خود ہی اسے تلف کر دیا۔ متنبی نے ۳۵۴ھ میں بغداد میں دفات پائی۔ (الاعلام، ائمہ تلبیس)

۲۷- حسین بن حمدان خصیبی

غالی فرقہ علوی نصیری سے تعلق تھا۔ علوی داعیوں کی صحبت میں رہا۔ مصری الاصل تھا۔ اپنی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ ۳۵۸ھ میں اس کی موت ہوئی۔ (الاعلام، ج ۲، ص ۲۳۶)

۲۸- ابو منصور عیسیٰ

ابو الانصار عبد اللہ کی موت کے بعد اس کا ۲۲ سالہ بیٹا ابو منصور عیسیٰ تخت نشیں ہوا۔ اس نے بھی اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کی جھوٹی نبوت کا بڑا عروج حاصل ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ بلادِ مغرب کا ایسا کوئی قبیلہ نہیں تھا جس نے اس کی نبوت کے سامنے سر نہ جھکایا ہو۔ تاہم اسے ایک نفیم بلکین بن زیری صنہاجی سے جنگ آزما ہونا پڑا جس میں اس جھوٹے نبی کو ہزیمت ہوئی۔ ۳۶۹ھ میں اس جھوٹے نبی کی موت ہوئی۔ (ائمہ تلبیس، ص ۱۵۷، ۱۵۸)

برغواطی حکمرانوں کا عرصہ حکومت کئی صدیوں تک قائم رہا۔ ابو منصور عیسیٰ کی موت کے بعد برغواطہ کا عروج مبدل بہ زوال ہوا تاآنکہ مرابطین کی موحد حکومت نے ۴۵۱ھ میں یک قلم ان کا خاتمہ کر کے اہل سنت والجماعت کی حکومت قائم کی۔

۲۹- الحاکم بامر اللہ

ابو الحسین منصور بن عبد العزیز بن نزار، الحاکم بامر اللہ عبیدی فاطمیوں کا چھٹا خلیفہ اور اسماعیلیوں کا سولھواں امام تھا۔ ۳۸۶ھ میں گیارہ برس کی عمر تخت حکومت پر براجمان ہوا۔ اسے علم نجوم میں بھی دخل تھا۔ یہ خود کو خدا اور خدا کا اوتار سمجھتا تھا۔ خوشامد پسند تھا۔ اسے ایسے کئی لوگ مل گئے جنھوں نے اس کے دماغ میں الوہیت کا خمار چڑھایا۔ آخر زمانے میں حاکم پر جنون کا دورہ پڑا اور اس کو یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ اس کے اندر حلول کر گیا ہے۔ اس نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ اس کی عبادت کریں اور جب اس کا نام آئے تو وہ سجدے میں جھک جائیں۔ اس کے چند داعیوں نے یہ مذہب اختیار کر لیا اور اس کو اللہ کا خلیفہ کے بجائے اسے خدا ماننے لگے اور اس کی تائید میں حسن بن حیدر فرغانی نے الرسالہ الواعظ لکھا۔ جس میں حاکم کی الوہیت کی تائید کی اور کہا کہ حاکم مجسم خدا ہے۔ اس کے ماننے والوں کی تعداد روز بروز بڑھنے لگی۔ حاکم نے اس کو بلا کر خلعت اور انعام دیا۔ لیکن جلد ہی بازار میں لوگوں نے اس کو قتل کر دیا۔

۴۰۸ھ میں اسے حمزہ بن علی نامی ایرانی داعی مل گیا۔ اس نے حاکم کے دعوؤں میں ایک نئی روح پھونک دی۔ یہ حلول و تناسخ قائل تھا۔ اس نے حاکم سے کہا کہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ کہیں میرا حشر فرغانی سا نہ ہو۔ حاکم نے اس کی حفاظت کا معقول انتظام کیا۔ حمزہ کے مکتوبات کا ایک مجموعہ یورپ سے طبع ہو چکا ہے، جو کتاب الدروز کے نام سے مشہور ہے۔ دروزیوں کے لیے یہ مجموعہ قرآن کریم سے بڑھ کر مستند اور مقبول ہے۔ اس گمراہ کتاب میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود کو ستر مختلف اوتاروں کی شکل میں ظاہر کیا ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں لیکن نبی کریم ﷺ شامل نہیں۔ ان ستر اوتاروں میں آخری اوتار الحاکم بامر اللہ ہے۔ اس نے حاکم کی رجعت کا عقیدہ بھی دیا۔

۴۱۱ھ میں حاکم مارا گیا۔ اس کے پیرو یقین نہیں کرتے کہ یہ مرا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوٹ کر دوبارہ دنیا میں آئے گا اور حکومت کرے گا۔ (الاعلام، ائمہ تلبیس)

۳۰- اصفر بن ابو الحسین تغلبی

اس شخص نے ۳۳۹ھ میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہنا شروع کیا کہ کتابوں میں جس مسیح موعود کی اطلاع ہے وہ میں ہی ہوں۔ شعبدہ باز تھا۔ متعدد اس کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ جب معیت بڑھنے لگی تو دل میں ملک گیری کی ہوس پیدا ہوئی۔ اصفر سے قبل جتنے مدعی نبوت گزرے ان کی حربی کارروائیاں اسلام کے خلاف استعمال ہوئیں مگر اصفر نے اپنی حربی کارروائیوں کا رخ عیسائیوں کی جانب کرلیا۔ اس نے روم کی سرحد پر عیسائیوں سے بڑی جنگ لڑی اور کامیاب ہوا۔

بنونمیر کے جوانوں نے اسے گرفتار کیا۔ اور نصر الدولہ کے پاس لائے۔ قید ہوا اور غالباً قید ہی میں مرا۔ (الکامل فی التاریخ لابن اثیر، ائمہ تلبیس)

۳۱- ابو القاسم احمد بن قسی

ابتداً جمہور مسلمانوں کے مسلک پر کاربند تھا۔ پھر زندیقیت کی راہوں میں گامزن ہوا۔ مختلف دعاوی کرتے کرتے بالآخر اپنی خانہ ساز نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۵۵۰ھ تا ۵۶۰ھ کے درمیان مرا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ تائب ہوگیا تھا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۴۰۳، ۴۰۴)

۳۲- رشید الدین ابو الحشر سنان

ابو الحسن رشید (راشد) الدین سنان بن سلمان بصری ۵۲۸ھ میں پیدا ہوا۔ تاریخ میں سنان کے لقب سے معروف ہے۔ اس کی جانب اسماعیلی فرقہ سنانیہ کی نسبت کی جاتی ہے۔ اسماعیلیوں کے ایک فرقہ نے اسے اپنا سردار بنا لیا تھا۔ سنان نے خود نبوت کا دعویٰ کیا اور ایک بزعم خود الہامی کتاب لکھی جسے اپنے معتقدین کے سامنے پیش کرتا۔ یہ خود کو اوتار اور مظہر ایزدی بتاتا۔

اس کے دور میں باطنیوں کی عیسائیوں سے لڑائیاں ہوئیں اور فدائیوں کے خنجر صلیبی سینوں میں پیوست ہونے لگے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان فدائیوں کو بہت نقصان پہنچایا۔ فدائی بھی سلطان کو اپنا بہت بڑا دشمن سمجھتے تھے مگر اللہ رب العزت نے ان کے ہاتھوں کو سلطان کو نقصان پہنچانے سے محفوظ رکھا۔ سلطان نے قلعۃ الموت کا محاصرہ بھی کرلیا تھا۔ مگر یہ کسی طرح محاصرہ اٹھوانے میں کامیاب رہا۔ ۵۸۸ھ میں اس کی وفات ہوئی۔ (الاعلام، ج ۳، ص ۱۴۱، ائمہ تلبیس، ص ۳۶۹ تا ۳۷۱)

۳۳- عبد الحق بن سبعین مرسی

ابو محمد قطب الدین عبد الحق بن ابراہیم ابن سبعین المرسی اندلسی، ۶۱۳ھ میں پیدا ہوا۔ غالی اور گمراہ صوفی تھا۔ یہ کہتا تھا کہ امر نبوت میں بڑی گنجائش تھی مگر ابن آمنہ نے لا نبی بعدی کہہ کر اس میں بڑی تنگی پیدا کردی۔ بقول امام سخاوی یہ شخص اسی ایک کلمہ کی بناء پر ملت اسلامیہ سے خارج ہوگیا۔

اس نے کئی کتابیں لکھیں۔ ۶۶۹ھ کو اس کی وفات ہوئی۔ (الاعلام، ج ۳، ص ۲۸۰)

۳۴- بایزید روشن جالندھری

بایزید روشن بن عبد اللہ جالندھری ۹۳۱ھ میں بمقام جالندھر پیدا ہوا۔ نبوت کاذبہ کا مدعی تھا۔ کہتا تھا کہ جبرئیل امین میرے پاس اللہ کا پیغام لاتے ہیں۔ خود کو ''روشن پیر'' کہلواتا تھا۔ مغل بادشاہ اکبر سے اس کی کئی معرکہ آرائیاں رہیں۔ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد اس کی جانشین ہوئی، بالآخر اکبری افواج نے ان کی قوت توڑ دی۔ (ائمہ تلبیس)

۳۵- حاجی محمد فرہی

حاجی محمد فرہی، محمد جون پوری کا مرید تھا۔ محمد جون پوری کا دور دسویں صدی ہجری کا تھا۔ محمد جون پوری کو ان کے خدام و ارادت مند ''میراں جیو'' کہا کرتے تھے۔ ایک بار حاجی محمد فرہی نے پوچھا کہ ''میراں جیو! خدام تو بہت آئے عیسیٰ کب آئیں گے؟ '' میاں جیو نے کہا کہ بندہ کے پیچھے ظاہر ہوں گے یہ کہنا تھا کہ حاجی فرہی کو عیسیٰ مسیح کا مقام حاصل ہوگیا۔ حاجی فرہی نے میراں جیو کی زندگی میں کوئی دعویٰ نہیں کیا مگر جون پوری کے مرنے کے بعد علی الاعلان خود کو مسیح کہلانا شروع کیا۔ سندھ میں تبلیغ کی اور اپنے اتباع کی ایک بڑی تعداد پیدا کرلی۔ جب جمعیت بڑھنے لگی تو وہاں کے حاکم نے گرفتار کر کے اس کی گردن ماردی۔ (ہدیہ مہدویہ)

۳۶- شیخ بھیک

فرقہ مہدویہ جس کا انتساب محمد جون پوری کی جانب ہے اس میں چند خانہ ساز مدعیانِ نبوت پیدا ہوئے جنھوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ شیخ بھیک بھی انھیں میں سے ایک تھا۔ (ہدیہ مہدویہ، ائمہ تلبیس)

۳۷- شیخ محمد خراسانی

مہدوی تھا اس نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ائمہ تلبیس)

۳۸- ابراہیم بذلہ

یہ بھی مہدوی تھا اور اس نے بھی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ (انصاف نامہ، ائمہ تلبیس)

۳۹- سباتائی سیوی

یہودی الاصل تھا۔ فن قبالہ کا ماہر تھا۔ یکم اگست ۱۶۲۶ء (۱۰۳۵ھ) کو سمرنا (ترکی) میں پیدا ہوا۔ ۱۶۶۶ء (۱۰۷۷ھ) میں اس نے یہودی مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ یہودیوں نے اس کی سخت مخالفت کی مگر اس نے کہا کہ خدائے اسرائیل نے اسے اپنا مخصوص پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ اس کے پیروؤں کو دونمہ کہا جانے لگا۔ دونمہ خود کو مومن کہتے ہیں، بظاہر مسلمان بنے رہتے ہیں۔

سلطان محمد رابع نے جب اس کے فتنے کی خبر سنی تو اسے گرفتار کرنے کا حکم دیا۔ سلطان کے سامنے اس نے منافقانہ اسلام کا اظہار کیا۔ سلطان نے اسے نظر بند کروا دیا۔ حالت قید ہی میں ۱۷ ستمبر ۱۶۷۶ء (۱۰۸۷ھ) کو مرا۔ اس کے بعد بھی سباتائی تحریک ختم نہیں ہوئی اور اس کے مسیح ہونے کا عقیدہ برابر موجود رہا۔ حتیٰ کہ اس وقت بھی اس کے معتقدین پائے جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۰- میر محمد حسین مشہدی نمود و انمود

مشہد سے تعلق تھا۔ شہرت پسند و جاہ طلب تھا۔ علوم وفنون کا ماہر بھی تھا۔ طالع آزمائی کے ہندوستان آیا۔ یہاں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ جس میں مختلف مذاہب کے اجزاء شامل تھے۔ خود پر نزولِ وحی کا دعویٰ کرتا تھا۔ اپنے اعتقاد کے بموجب جس دن پہلی مرتبہ اس پر وحی اتری اس دن کو روز جشن کا نام دیا۔ فرخ سیر اس کا معتقد ہو گیا تھا۔ نمود کے مرنے کے بعد اس کی اولاد میں باہم منازعت ہوئی اور اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔ اس کا عہد بارہویں صدی ہجری کا ہے۔ (مراۃ السلاطین ترجمہ سیر المتاخرین، ج ۲، ص ۶۹ تا ۷۳)

۴۱- علی محمد باب شیرازی

علی محمد باب ۱۲۳۵ھ کو شیراز میں پیدا ہوا۔ اس شخص نے پہلے پہل خود کو مہدی منتظر کا واسطہ قرار دیا۔ اپنے آپ کو "باب" کے لقب سے متعارف کراتا یعنی ایسے ہستی جو مہدی منتظر کے فیوض کا دروازہ ہے۔ کچھ عرصہ بعد خود کو مہدی منتظر کہنا شروع کیا۔ باب کو اپنی تحریک کے لیے سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بشیر احمد لکھتے ہیں:-

"باب کے قید کے زمانے میں بابیوں نے ایران میں موجود روسی سفارت خانہ کی مالی اور سیاسی امداد سے ایران کے فوجی نوعیت کے اہم علاقوں میں بغاوتیں برپا کیں۔ مارژندران، قلعہ شیخ طبرسی زنجان، تبریز وغیرہ میں بابیوں نے شاہی افواج سے زبردست مقابلہ کیا۔ ان بغاوتوں کے دوران ہی بابیوں نے بدشت کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد کی جس میں شریعت اسلامی کی تنسیخ اور بابی مذہب کی مستقل حیثیت کا اعلان کیا گیا۔" (بہائیت، ص ۱۹)

۹ جولائی ۱۸۵۰ء (۱۲۶۶ھ) کو باب کو تبریز میں گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ باب کا عرصہ ماموریت ۹ سال رہا۔ باب کی مسخ شدہ لاش کو بابی چوری چھپے اٹھا لے گئے اور پچاس برس تک ایران میں چھپائے رکھا۔ جنوری ۱۸۹۹ء میں اس کے تابوت کو کوہ کرمل فلسطین میں دفن کیا گیا۔ آج کل اسرائیل میں بہائی اس کے قبر کا طواف کرتے ہیں اور اس کو نعوذ باللہ رب اعلیٰ کا مقام دیتے ہیں۔ (البابیہ، بہائیت، الاعلام، ائمہ تلبیس)

بشیر احمد لکھتے ہیں:-

"باب ایک فاتر العقل، عربی قواعد سے ناواقف، بیرونی طاقتوں کا سیاسی آلہ کار تھا، قرآن کے مقابلے پر پیش کی جانے والی شریعت "بیان" کو نامکمل چھوڑ کر مرا اور یہ کام صبح ازل کے ذمے ڈال دیا اس نے بھی اسے پورا نہ کیا۔" (بہائیت، ص ۲۰)

باب نے مرزا حسین علی نوری معروف بہ صبح ازل کو اپنا جانشین بنایا۔

۴۲- ملا محمد علی بارفروشی

ملا محمد علی بارفروشی کو بابی "قدوس" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ رجعت رسول اللہ ﷺ کا مدعی تھا۔ رجعت سے اس کی مراد تھی کہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ از سر نو دنیا میں تشریف لا کر اس کے پیکر میں ظاہر ہوئے ہیں۔ بعض بابی اسے باب سے اونچا مقام دیتے ہیں۔

۴۳- بہاء اللہ

مرزا حسین علی معروف بہ بہاء اللہ نوری ۱۸۱۷ء (۱۲۳۳ھ) کو مارژندران میں پیدا ہوا۔ باب کے مقتول ہونے کے بعد استعماری طاقتوں نے ابھرتے ہوئے بہاء اللہ کو اپنی توجہ کا مرکز بنایا۔ بشیر احمد لکھتے ہیں:-

"اسلام کو منسوخ کر کے بابی مذہب کے ظہور کا اعلان کرنے والا باب قتل ہو گیا اور اپنے الوہیت اور رب اعلیٰ کے دعوؤں کے ساتھ نامرادی کی حالت میں مرا۔ اس کے بعد اس کے پیروکار بہاء اللہ کی خدائی کے آگے جھک گئے۔ اس کا جانشین صبح ازل نہایت مفلسی کے عالم میں قبرص میں مرا۔ بہاء اللہ نے ازل کو سخت پریشان کیا اور اس کے مریدوں کو قتل کرایا۔ اسلام کے ایک ہزار سال بعد آنے والے اس دین کو منسوخ کر کے بہاء اللہ نے بہائی دین رائج کیا باب نے ایک نئے ظہور کی آمد کا زمانہ ہزار سال بتایا تھا وہ نو سال بعد ہی نیا ظہور الٰہی بن گیا۔ آج کل بابیت ختم ہو چکی ہے اور بہائیت اسرائیل کی گود میں بیٹھ کر پھل پھول رہی ہے۔" (بہائیت، ص ۲۰، ۲۱)

بہاء اللہ، صبح ازل کا سوتیلا بھائی تھا مگر مفادات کی اس جنگ میں رشتے ناطے بھی بے معنی ہو کر رہ گئے۔

بہاء اللہ کو غیر ملکی طاقتوں کا پورا تحفظ حاصل تھا۔ یہ مذہبی کم اور ایک سیاسی تحریک تھی۔ جس کا مقصد صہیونی عزائم کی تکمیل تھا۔ بہاء اللہ کو پوری عمر زار روس سے وظیفہ ملتا رہا۔ اس نے ۷۵ برس کی عمر میں ۱۳۰۹ھ (۱۸۹۲ء) کو وفات پائی۔ اس کے بعد اس کا بڑا بیٹا عباس آفندی (عبد البہاء) اس کا جانشین بنا۔ بہائی تحریک آج بھی زندہ ہے اور استعمار کے ہاتھوں میں کھلونا ہے۔

۴۴- مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد قادیانی بھارتی ریاست پنجاب کے ضلع گورداس پور کے ایک قصبہ قادیاں میں ۱۸۳۹ء (۱۲۵۵ھ) کو پیدا ہوا۔ یہ ایک موقع شناس جاہ طلب شخص تھا۔ اس نے بتدریج مختلف دعاوی کیے۔ مجدد، مہدی، مسیح، ظلی و بروزی نبی اور پھر مستقل صاحب شریعت رسول بن گیا۔ اس کی تحریروں میں بڑا تضاد ہے۔ پیش گوئیاں کرنے کا بڑا شوقین تھا۔ اور جب پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوتی تو ڈھٹائی سے اس کی تاویل کرنے لگتا۔ پرلے درجے کا بے شرم اور بے حیا تھا۔ قرآنی آیات میں تحریفات کرتا اور ان کی من چاہی تاویل وتفسیر کرتا تھا۔ اللہ نے اسے علمائے حق کے بالمقابل ہمیشہ ذلیل و رسوا کیا۔ صوفی عبد الحق غزنوی سے اس کا مباہلہ ہوا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بالمقابل اس نے دعا کی کہ اللہ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔ یہ دونوں بزرگان زندہ ہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے کہ ۱۹۰۸ء میں مرزا اپنی موت سے اپنی کذب بیانی پر دائمی مہر لگا گیا۔ مگر اس کے اندھے عقیدت مند پھر بھی اس کی نبوت کا دم بھرتے ہیں۔

اس کا عہد چونکہ برصغیر میں انگریزی استعمار کا عہد تھا اس لیے اسے پروان چڑھنے کا خوب موقع ملا۔ جہاد کی منسوخی پر اس نے بہت زور دیا۔

عالمی استعماری طاقتوں نے ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشوں کے لیے قادیانیت کو تحفظ فراہم کیا۔ اس کی معاشی سرپرستی کی اور اسے سیاسی تحفظ دیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ قیام پاکستان کے بعد ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیت کے چہرے سے منافقت کا نقاب اتر گیا اور اس کی آئینی تکفیر کا عمل مکمل ہوا۔

قادیانیت کا ناسور آج بھی زندہ ہے۔ تمام مدعیان نبوت کاذبہ میں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان قادیانیت سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

۴۵- چراغ الدین جموں

مرزائی پارٹی سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے اپنی نبوت کے لیے مرزا کی موت کا انتظار بھی نہیں کیا بلکہ مرزا کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ مرزا نے اسے ہمیشہ کے لیے اپنی جماعت سے نکال باہر کیا۔

۴۶- ابراہیم خان

بلگام علاقہ کرناٹک سے اس کا تعلق تھا۔ تقریباً ۱۹۱۲ء کے لگ بھگ اس نے خود کو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ الوہیت کا دعوے دار بھی تھا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۷۵۱)

۴۷- یحییٰ خان عین اللہ

موضع بھدا اسی ضلع گیا (بہار) کا رہنے والا تھا۔ خود کو ''فرمانروا سید محمد یحییٰ خان عین اللہ'' کہا کرتے تھا۔ اللہ جانے کہاں کا فرمانروا تھا۔ اس کی ایک کتاب ''انا القیامت'' راقم کی نظر سے گزری ہے، ۱۹۲۴ء میں گیا سے طبع ہوئی ہے۔ الہام و وحی سے دور کا واسطہ نہیں مجموعہ مزخرفات ہے۔

اس کی ایک ضخیم کتاب ''فرمان'' بھی ہے، جسے یہ قرآن کا درجہ دیتا ہے۔ اس بد بخت نے اپنے لیے بھی ایک کلمہ ''لا الہ الا اللہ یحی عین اللہ'' وضع کیا تھا۔ مسلمان تو کم ہی اس کے دام فریب میں آئے تاہم ہندوؤں کو اس نے متاثر کیا۔

۴۸- احمد مسیح

۱۹۲۹ء میں اس شخص نے کردستان میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۷۵۲)

۴۹- عبد اللہ تیما پوری

یہ شخص مرزا قادیانی کی تیسری پارٹی کا بانی تھا۔ مدعی نبوت تھا۔ خود کو مظہر قدرت ثانیہ کہتا تھا۔ ۱۹۴۶ء میں حیدر آباد دکن میں دنیا سے کوچ کر گیا۔

۵۰- مفتی ظہیر الدین اروپی

یہ موضع اروپ گوجرانوالہ کا رہنے والا ہے۔ مرزائی جماعت سے تعلق ہے۔ یہ سخت ناکام قسم کا نبی ہے۔

۵۱- عبد اللطیف گنا چوری

یہ بھی مرزائیت کے کنویں کا برساتی نبی تھا۔ اپنے دعوے کے اثبات میں ایک ضخیم کتاب ''چشمہ نبوت'' لکھی۔

۵۲- ڈاکٹر محمد صدیق بہاری

بہار سے تعلق تھا۔ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کا رکن تھا۔ خود قادیانیوں کے اصلاح کے لیے مبعوث ہوا تھا۔ پیش گوئیوں کا شوقین تھا۔

۵۳- احمد سعید سمبڑیالوی

سمبڑیال (سیالکوٹ) سے تعلق تھا، خود کو قدرت ثانیہ اور یوسف موعود کہتا تھا۔ اس نے ایک کتاب ''پیراہن یوسفی'' بھی لکھی تھی۔ اس کے گلے میں گلٹی تھی جسے یہ ''مہر نبوت'' سے تعبیر کرتا تھا۔

۵۴- احمد نور کابلی

قادیان کا سرمہ فروش تھا۔ ناک پر پھوڑا ہو گیا تھا جب عمل جراحی سے ناک کاٹی گئی تو درجہ نبوت پر سرفراز ہو گیا۔ (ائمہ تلبیس، ص ۷۲۷، ۷۲۸)

اپنا کلمہ بھی وضع کر لیا۔ دس ہزار کی تعداد میں وحی کا دعویٰ کیا۔

۵۵- نبی بخش مرزائی

پسرور ضلع سیالکوٹ سے تعلق تھا۔ ۱۹۱۱ء میں اپنی نبوت کا اعلان کیا۔ خود کو یوسف صدیق بھی کہتا تھا۔

۵۶- عبد اللہ پٹواری

یہ بھی قادیانی ذریت میں سے تھا۔ الہام و وحی کا شوقین تھا۔ چیچہ وطنی سے تعلق تھا۔

۵۷- فضل احمد چنگا بنگیالی

راول پنڈی کا مشہور مرزائی تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ یہ مرزا قادیانی کا ظہور ثانی ہے۔ کیونکہ مرزا نے ۸۰ برس کی عمر کا دعویٰ کیا تھا لیکن ۶۰ برس کی عمر میں مر گیا اب بقیہ ۲۰ سالہ زندگی میری ہے۔

۵۸- سید محبوب شاہ

یہ بھی مرزائیت کی پیداوار تھا، وحی و الہام سے شغف تھا۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی لکھتے ہیں:-

''میں نے سید محبوب شاہ کو دیکھا ہے۔ حلوائی کا کام کرتے تھے۔ دو بیویاں تھیں۔ ایک بہت زیادہ معمر تھی، اس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ زیادہ تر آسمان پر رہتی ہے۔ اس کو بھی الہامات ہوتے ہیں۔ ایک بالکل نوعمر تھی، بمشکل سولہ سترہ سال کی ہوگی۔ شاہ صاحب متر کھتر کے پس و پیش تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر ضرورت ہو تو خاوند اپنا اسسٹنٹ رکھ سکتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی بھی نبی ہیں۔ ان کا الہام تھا: ''دو رسول رسالت کرن'' کبھی کبھی نماز پڑھتے تھے۔ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹی اہلیہ کو بھی نبوت کا عارضہ ہونے لگا تھا، الہامات شروع ہو گئے۔ شاہ صاحب کی موت کے بعد ایک ہم عمر جوان سے شادی ہو گئی اور عیالداری میں مشغول ہو گئی۔ الہام وغیرہ کی فرصت ہی نہیں ملتی، نبوت کا عارضہ بھی اب نہیں رہا۔ صحت مند ہے۔ ساری مصیبت مقامِ نبوت کے ساتھ اس مذاق کی وجہ سے پیش آئی، جو مرزا غلام احمد اور ان کے عقیدت مندوں نے اختیار کیا۔ أعاذنا اللہ منھا۔''(مقالات و فتاویٰ، ص ۱۶۳)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۵۹- یوسف کذاب

فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ سے تعلق تھا۔ فروری ۱۹۹۷ء میں اس بد بخت نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ۲۰۰۰ء میں اسے عدالت کی جانب سے موت کی سزا ہوئی۔ اس کے مریدین اس امید میں تھے کہ عالمی طاقتوں کی مدد سے انسانی حقوق کے نام پر اسے رہا کرا کر لے جائیں کہ کوٹ لکھپت جیل میں قید ایک جانباز مسلمان غازی طارق نے اسے گولیوں سے بھون دیا اور اس طرح اس کا عبرتناک انجام ہوا۔

۶۰- ریاض احمد گوہر شاہی

۱۹۴۱ء میں پنجاب کے ایک گاؤں ڈھوک گوہر شاہ میں پیدا ہوا۔ اس نے مذہبی اعتبار سے بڑے متنازع بیانات دیئے۔ جس کی علماء نے کھل کر مخالفت کی۔ اس نے کھل کر کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا مگر اپنے مریدوں سے خود کو مسیح کے برابر کا درجہ دلوایا۔ ۲۵ نومبر ۲۰۰۱ء میں مانچسٹر (برطانیا) میں اس کی وفات ہوئی۔ اس کے عقیدت مند کہتے ہیں کہ یہ غیبت صغریٰ میں چلا گیا ہے اور قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اس کا قائم کردہ ادارہ انجمن سرفروشان اسلام آج بھی موجود ہے، برطانیہ اس کی تحریک کا خاص گڑھ ہے۔ اس کی تحریک بھی استعماریت کے ہاتھوں کا کھلونا ہے جس کا مقصد اسلام دشمنی کے سوا کچھ بھی نہیں۔

غلط و قابل اعتراض بات نہیں لگی مگر اللہ عز وجل نے راہ راست دکھائی تو اندازہ ہونے لگا کہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے یا جو کچھ بیان ہو رہا ہے وہ درست نہیں ہے تو میں نے دوبارہ سنجیدگی سے تمام کتابوں کو پڑھنا شروع کیا۔ جو ذہن میں سوال اٹھتے انھیں حل کرنے کے لیے قادیانیوں کے تمام اہم افراد حتیٰ کہ قادیانی قیادت تک سے بالمشافہ ملاقاتیں کیں لیکن یہ بات اللہ عز وجل نے اپنی قدرت کاملہ سے ظاہر کرنا شروع کر دی کہ یہ تمام دعویٰ و عقائد جھوٹ اور بے بنیاد تھے اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ میں آج اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ قادیانیت کفر و زندقہ ہے اس کے جھوٹے ہونے کے لیے ان کی اپنی تحریریں کافی ہیں۔

آخر میں ہفت روزہ "تکبیر" کے نمائندہ نے پوچھا کہ قریشی صاحب یہ بتائیں کہ اب آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ اس پر قریشی صاحب نے جواب میں کہا کہ الحمد للہ اب میں بہت مطمئن ہوں اللہ تعالیٰ سے اپنے سابقہ گناہوں پر مغفرت طلب کرتا ہوں آپ کے توسط سے سب سے دعا و استقامت کی اپیل کرتا ہوں۔ آج مجھے محسوس ہوا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو حق ہے قادیانیت اسلام سے بالکل متضاد ہے۔ میں تو اسے کوئی عقیدہ ہی تسلیم نہیں کرتا یہ ایک سازش ہے جو مکر و فریب کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں پھیلائی جا رہی ہے۔ (مزید ملاحظہ ہو: ہفت روزہ "تکبیر" مورخہ ۳ تا ۹ مارچ ۲۰۰۵ء شمارہ نمبر ۹)

احمد انصاری، مفتی محمد جمیل خان، مولانا سید محمد شریف جالندھری، پروفیسر عبد الغفور، چودھری ظہور الٰہی، عبد الحمید جتوئی، محمود اعظم فاروقی، سردار شوکت حیات خان وغیرہ متعدد علماء سیاسی رہبران و ممبران اسمبلی۔

مرزا غلام احمد قادیانی، مسیلمہ کذاب کی طرح قتل تو نہ ہوا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اپنی موت مرا، لیکن علمائے حق نے جزاهم الله أحسن الجزاء عن جميع المسلمين۔ اس کے دجل و فریب کو خوب خوب چاک کیا اور اس طرح عامۃ المسلمین کے اس عظیم شر سے محفوظ رہے۔ والحمد اللہ علیٰ ذلک

وہ دن دور نہیں جب خوارج و دیگر باطل فرقوں کی طرح یہ فرقہ بھی تاریخ کے صفحات میں گم ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

منسوخ کرنے والے ہیں، بلکہ ان میں سے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ محمد بن اسماعیل زندہ ہیں اور اس وقت تک نہیں مریں گے جب تک زمین کو عدل سے معمور نہ کر دیں۔

اس فرقے کا حال یہاں تک پہنچا کہ وہ اپنے اماموں کو خدا کہنے لگے۔ معاذ اللہ۔ اور اس کے علاوہ بھی بہت سے امور ہیں جو ان کے کفر اور خروج پر صراحت سے دلالت کرتے ہیں، اگرچہ یہ لوگ زبردستی اپنے کو اسلام کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔

نبوت کے دعوے لگاتار چلے آ رہے ہیں، سوڈان میں محمد محمود طاہر نے نبوت کا دعویٰ کیا اور "الاخوان الجمهوريين" کے نام سے ایک جماعت بنائی، مگر یہ تحریک کچل دی گئی۔ امریکہ میں رشاد خلیفہ نامی ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا مگر چند ماہ قبل اسے بھی قتل کر دیا گیا۔ ①

ان کے علاوہ بھی بہتوں نے دعوائے نبوت کیا۔ اس میں کوئی تعجب نہیں بلکہ یہ ہمارے رسول کی نبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو ایسے علم غیب سے با خبر کیا گیا ہے جس کا علم اللہ علیم و خبیر کے سوا کسی کو بھی نہیں ہے۔ ابن اسحق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:-

"اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس دجال ظاہر نہ ہوں اور یہ سب کے سب نبوت کا دعویٰ کریں گے۔" ②

صلى الله تعالى على سيدنا محمد خاتم الانبياء و المرسلين و الذى لا نبى بعده وسلم تسليما كثيرا، و الحمد لله رب العالمين

① رشاد خلیفہ ۳۱ جنوری ۱۹۹۰ء کو مارا گیا۔ (الواقعہ)
② دیکھیے: سیرۃ ابن ہشام، ۴: ۲۴۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیخ محمد السید البلاسی
ترجمہ و تلخیص: سید علیم اشرف جائسی

ختم نبوت کے بعد کے مدعیانِ نبوت

۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء کو "جمعیۃ الدعوۃ الاسلامیۃ" کے زیر اہتمام "خمسۃ عشر قرنا علی اختتام النبوۃ" کے زیر عنوان طرابلس (لیبیا) میں ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا۔ ذیل کا مقالہ اسی سیمینار میں پیش کیا گیا۔ جس کا ترجمہ و تلخیص ماہنامہ "معارف" اعظم گڑھ کی اگست ۱۹۹۷ء کی اشاعت میں طباعت پذیر ہوا۔

-- * -- * -- * -- * -- * -- * --

جب انسانیت شباب و پختگی کی عمر کو پہنچ گئی تو گزشتہ شریعتوں کی تکمیل کرنے والے پیغام کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے سلسلہ نبوت و رسالت کا خاتمہ فرمایا اور قرآن کریم کو آسمانی کتابوں کا خاتم بنایا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب: ۴۰)

"محمد (ﷺ) باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر اور ہے اللہ سب چیزوں کا جاننے والا۔"

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ

"میری اور انبیائے سابقین کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جس نے ایک گھر بنایا اور اس کی خوب تزئین و آرایش کی لیکن اس کے ایک کونے کی ایک اینٹ نہیں لگائی، لوگ اسے دیکھتے اور پسند کرتے اور کہتے کہ: آخر تم نے یہ ایک اینٹ کیوں نہیں لگائی؟ حضور فرماتے ہیں کہ میں ہی وہ اینٹ ہوں اور انبیاء کا خاتم ہوں۔" (مسلم شریف)

آسمانی کتابوں نے آپ ﷺ کی آمد کی بشارت دی، حضرت امام احمد، عطا بن یسار سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے ملا اور ان سے کہا کہ مجھے تورات میں مذکور رسول اللہ ﷺ کی صفات سے آگاہ کیجیے، انھوں نے کہا ٹھیک ہے، اللہ کی قسم وہ تورات میں قرآن کریم کی ذکر کردہ صفات کے ساتھ متصف ہیں۔

"اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ، خوش خبری دینے والا، ڈرانے والا اور امیین (عرب) کے لیے پناہ گاہ بنا کر بھیجا ہے، آپ میرے بندے اور رسول ہیں اور میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔"

حضرت مسیح نے بھی آپ ﷺ کی بشارت دی، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے:-

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ (الصف: ۶)

"اور جب حضرت عیسیٰ نے فرمایا: اے بنو اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، تورات کی تصدیق کرتا اور اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دیتا ہوں، جن کا نام احمد ہوگا۔"

اور احمد مجتبیٰ ﷺ ایک ایسی رسالت کے ساتھ تشریف لائے جس نے تمام گزشتہ رسالتوں کو منسوخ کر دیا۔ ارشادِ ربانی:-

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف: ۱۵۸)

"اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں:-

"اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اس امت کا کوئی بھی یہودی اور عیسائی میرے بارے میں سن کر مجھ پر ایمان لائے بغیر اگر مرگیا تو وہ اہلِ نار میں سے ہوگا۔" (بخاری و مسلم)

اللہ تعالیٰ کا دین ایک ہے اور وہ ہے اسلام اور محمد ﷺ کے نبی اور انبیاء و مرسلین کے خاتم ہیں۔[①]

آغازِ اسلام میں مدعیانِ نبوت

لیکن جھوٹی نبوت کی دعویداری کا سلسلہ نبی کریم ﷺ کے آخری عہد ہی میں شروع ہو گیا تھا، قبائلی عصبیت اور قریش سے سیادت، قیادت میں مقابلہ آرائی اس کا بنیادی محرک تھی، یمن میں اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس کے متبعین کی بڑی تعداد ہو گئی، مگر یہ تحریک اللہ کے رسول ﷺ کے وصال سے

① دیکھیے: سیرت ابن ہشام، بیروت دار التراث العربی، ۱۹۷۹ء، ۳: ۴۴۴، و السیرۃ النبویۃ، ڈاکٹر عبد المقصود وغیرہ، المطابع الامیریہ، ۱۹۸۹ء، ۳: ۳۳، و معالم التاریخ الاسلامی، رشاد عبد الواحد، ص ۳۲، ۳۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبل ہی ٹھنڈی ہوگئی۔

یمامہ میں مسیلمہ بن حبیب نے جو مسیلمہ کذاب کے نام سے مشہور ہوا، اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا، اس نے ہجرت کے دسویں سال حضور ﷺ کے نام ایک خط میں لکھا کہ

"مسیلمہ رسول اللہ کی جانب سے محمد رسول اللہ (ﷺ) کے نام، آپ پر سلامتی ہو، میں آپ کے ساتھ اس امر (نبوت) میں شریک کیا گیا ہوں، نصف زمین ہمارے لیے ہے اور نصف قریش کے لیے لیکن قریش زیادتی کرنے والے ہیں۔"

اس خط کو لے کر مسیلمہ کے دو ایلچی حضور ﷺ کے پاس آئے، ابن اسحاق کہتے ہیں کہ: مجھ سے اشجع کے ایک بزرگ نے مسیلمہ بن نعیم بن مسعود اشجعی سے روایت کی ہے کہ ان کے والد نے کہا کہ: مسیلمہ کے خط کو پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دونوں قاصدوں سے فرمایا کہ: تم دونوں کیا کہتے ہو؟ بولے وہی جو مسیلمہ نے کہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کی قسم! اگر ایسا نہ ہوتا کہ قاصدوں کو قتل نہیں کیا جاتا تو میں تم دونوں کی گردنیں اڑا دیتا۔ پھر آپ ﷺ نے مسیلمہ کو خط لکھوایا:۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام، سلامتی ہو ہدایت کی پیروی کرنے والوں پر، زمین اللہ تعالیٰ کی ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کا وارث بنائے اور عاقبت پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

بنو اسد میں طلیحہ بن خویلد ظاہر ہوا اور نبوت کا دعویٰ کیا، حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ مسئلہ کافی سنگین ہوگیا۔ اسد، غطفان اور طیٔ کے قبیلے اس کے پیچھے چل پڑے۔ بنو یربوع کی ایک عورت نے بھی ادعائے نبوت کیا جس کا نام سجاح بنت حارث تمیمیہ تھا۔ متنبیٔ یمامہ مسیلمہ نے اس سے شادی کر لی تو سجاح اور تغلب کے اس کے ساتھیوں نے مسیلمہ کے ساتھ اتحاد کر لیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مرتدین سے قتال اور تحریکِ ارتداد کی سرکوبی کے لیے کیے گئے حملے کامیابی سے ہمکنار ہوئے، ان حملوں میں سب سے اہم اور شدید ترین معرکہ مسیلمہ اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ پیش آیا، مسیلمہ کی شکست اور قتل پر اس کا خاتمہ ہوا۔

عجیب بات ہے کہ بعض مدعیانِ نبوت نہ صرف ہوش و خرد کی طرف لوٹ آئے بلکہ اسلامی فتوحات جیسے عراق و فارس میں خوب دادِ شجاعت دی، حضرت طلیحہ اسدی بھی انھیں میں ایک تھے۔

اسلام سے منسوب جماعتوں کے بانیوں کا دعوائے نبوت

① - سلسلہ شیخیہ

احمد احسائی مولود ۱۱۵۷ھ کو سلسلہ شیخیہ کا بانی مرشد مانا جاتا ہے، یہ ایک باطنی متصوف تھا، جو مہدی منتظر کی تبلیغ کرتا تھا، احسائی کے مرنے کے بعد سلسلہ شیخیت کو اس کے شاگرد کاظم رشتی نے سنبھالا جس کی پیدائش ۱۲۰۹ھ/۱۷۹۵ء میں ہوئی تھی اور وفات ۱۲۵۹ھ/۱۸۴۳ء میں کربلا میں ہوئی۔[①]

② - بابیت

رشتی کے مرنے کے بعد سلسلہ شیخیہ کے پیروکار تین فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ جن میں سب سے مضبوط اور طاقتور فرقہ وہ تھا جس کی قیادت ملا حسین بشروئی کے ہاتھ میں تھی، احسائی اور رشتی کی بشارتوں کے مصداق مہدی منتظر کی تلاش میں ملا حسین اور ان کی جماعت نے شہروں شہروں کا گشت کیا اور اس جہاں گردی کا خاتمہ شیراز میں ہوا، جہاں ملا حسین کی ملاقات انتہائی عجیب و غریب انداز اور بے حد مشکوک حالات میں علی محمد شیرازی نام کے ایک شخص سے ہوئی، ملا حسین نے دعویٰ کیا کہ مہدی منتظر کی تمام تر صفات علی محمد پر منطبق ہیں، یہیں سے سلسلہ شیخیہ ایک نئے موڑ میں داخل ہوا اور بابی تحریک اس کے قائم مقام ہو گئی، یہ واقعہ ۲۳ مئی ۱۸۴۴ء کو پیش آیا۔ علی محمد شیرازی نے باب کا لقب اختیار کیا اور ملا حسین بشروئی کو "باب الباب" کا خطاب دیا اور تحریک کے پہلے آٹھ داعیوں کو حی کا خطاب دیا گیا، جنھوں نے تحریک کی تبلیغ و اشاعت کی۔

ڈاکٹر عبد الفتاح برکہ اپنی ایک تقریر میں اس تحریک کے بانیوں کی حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ۱۹۱۷ء میں زار روس کی حکومت کا خاتمہ ہوا تو کمیونسٹوں نے زار حکومت کی خفیہ رپورٹوں کو شائع کر دیا، ایک رپورٹ کے مطابق حکومت نے دو مبلغوں کو فرضی ناموں سے ایران بھیج رکھا ہے، جن کے نام احمد احسائی اور کاظم رشتی ہیں۔ اس رپورٹ کے شائع ہوتے ہی حکومت برطانیہ نے تیزی کے ساتھ ان دونوں سے رابطہ کیا اور ان کی مالی مدد کی تاکہ ان کی تخریبی کوششوں سے فائدہ اٹھا سکے۔

ملا حسین بشروئی اور علی محمد شیرازی کی ملاقات میرے خیال میں کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ شیرازی مغربی استعمار کے ایجنٹوں میں سے تھا اور نئے مرحلے میں تحریک کی قیادت کے لیے نامزد کیا گیا تھا، رشتی پہلے ہی سے اس سے واقف تھا اور اسے خفیہ کلمات سے آگاہ کر دیا تھا اور اسی کے کہنے پر ہی شیرازی نے بشروئی سے ملاقات کی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس کی صفات مہدی منتظر کی صفات کے مطابق ہیں اور ہوا بھی وہی جو رشتی نے چاہا تھا۔

بابی افکار و عقائد

محمد علی شیرازی نے ۲۵ سال کی عمر میں مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا مقامی اداروں نے اس کے اس دعوے کی ترویج و اشاعت کی اور بہت سے لوگ اس کی سحر انگیزی کا شکار ہو گئے، اپنے استاد رشتی کے مرنے کے بعد اس نے اپنا نام باب رکھ لیا اور دعویٰ کیا

① المذاہب والافکار المعاصرۃ فی التصور الاسلامی، محمد حسن، لدوحۃ المؤسسۃ العالمیۃ للطباعۃ و النشر، بار اول، ۱۹۸۶ء، ۳۰۳۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہے اور حدیث شریف: "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" (میں شہر علم اور علی اس کے دروازے ہیں) کی تاویل یہ کی کہ: حدیث میں مذکور علی سے اسی کی ذات مراد ہے۔[①]

پھر اس نے دعویٰ کیا کہ اس کی طرف وحی آتی ہے اور اس پر "بیان عربی" نامی اللہ کی کتاب نازل ہوئی ہے، اسی بنیاد پر اس نے تمام سابق شریعتوں کی منسوخی کا اعلان کیا، وہ تناسخ کا قائل اور بعثت کا منکر تھا، اپنی دعوت کی ترویج و اشاعت کے لیے اس نے خواتین کا بھی استعمال کیا۔

ایران کے شہر قزوین کے برغانی خاندان بالخصوص ملا محمد اور اس کی بیٹی نے جس کا نام قرۃ العین تھا، بابی مذہب قبول کر لیا۔ قرۃ العین بے حد خوبصورت اور ذہین تھی، چنانچہ بابی تحریک میں اسے بہت اعلیٰ مقام حاصل ہو گیا۔

تونس کے ایک رسالے "جوھرۃ" نے اپنے چوتھے سال کے آٹھویں شمارے میں صفحہ نمبر ۷ پر قرۃ العین کی ایک تقریر نقل کی ہے، وہ کہتی ہے کہ:-

"میرے احباب و اغیار، باب کی پیروی کرنے والو اور نہ کرنے والو، سنو! جان لو کہ باب کے ظہور کے بعد شریعتِ محمدیہ کے احکام و قوانین منسوخ ہو چکے ہیں اور تمہارا نماز پڑھنا، روزہ رکھنا، زکوٰۃ دینا اور محمد (ﷺ) کے لائے ہوئے احکام پر عمل کرنا لغو اور بیکار ہے، آج کے بعد ان احکام پر صرف کوئی غافل یا جاہل ہی عمل کرے گا، عنقریب ہی ہمارے آقا باب تمام ممالک کو فتح اور تمام لوگوں کو اپنا مطیع کر لیں گے اور ساتوں اقالیم ان کے زیر نگیں آ جائیں گے، اور وہ جلد ہی روئے زمین پر موجود تمام مذاہب و ادیان کو ایک کر دیں گے اور اس دین کے سوا کوئی دوسرا دین باقی نہ رہ پائے گا۔"

اس کے بعد قرۃ العین اباحیت کی دعوت دیتے ہوئے کہتی ہے کہ:-

"اے لوگو! اپنے اور خواتین کے درمیان موجود حجاب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور انھیں تمام اعمال و افعال میں اپنا شریک بنا لو، انھیں لطف اندوزی کے لیے استعمال کرو اور خلوت سے باہر نکالو، عورتیں زندگی کا پھول ہیں اور پھول کی تخلیق توڑنے اور سونگھنے کے لیے ہوتی ہے، عورت کی تخلیق ہی ہم آغوشی اور بوس و کنار کرنے کے لیے ہے، اس زندگی میں جو کچھ میسر ہے اس سے لطف اندوز ہو کیونکہ مرنے کے بعد کچھ بھی نہیں ہے۔"[②]

اس میں حیات بعد الموت کا واضح انکار ہے۔

قرۃ العین نو خیزی کی عمر میں اپنے شوہر کے ہمراہ حصولِ علم کے لیے کربلا گئی تھی، جہاں اس کی ملاقات رشتی سے ہوئی، وہ اس کی دعوت و تحریک سے متاثر ہوئی تھی۔ رشتی کے مرنے کے بعد وہ شیراز میں بابی تحریک سے وابستہ ہو گئی اور اعلان کیا کہ باب کے ظہور کے سبب احسائی اور رشتی کی کتابیں بھی منسوخ ہو گئی ہیں۔ نتیجے میں خود اس کے پیروکار اس سے ناراض ہو گئے اور وہ بغداد چلی گئی، جہاں اس نے شریعتِ اسلامیہ کی تجدید کی ضرورت اور قرآن کے بجائے البیان پر اعتماد کرنے کی اپنی دعوت کا نئے سرے سے آغاز کیا۔ بغداد کے ترکی حاکم نے اسے شہر چھوڑنے کا حکم دیا، وہاں سے وہ ایک بڑے قافلے کو لے کر کرمن شاہ پہنچی جہاں کے حاکم نے بھی اسے شہر بدر کر دیا۔ چنانچہ وہاں سے وہ اپنی جائے پیدائش قزوین چلی گئی۔ حاکم شہر نے اسے قید کر دیا مگر وہ اپنے ایک پیروکار مرزا حسین بہا کی وساطت سے قید خانے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی، اس نے قرۃ العین کو طہران میں واقع اپنے گھر میں چھپا لیا۔

ادھر والی شیراز نے علی محمد باب کے صریح کفر کے ثبوت کے بعد اسے قید کر دیا تھا اور شاہ ناصر الدین نے شیرازی کے دعوائے نبوت، انکار بعثت، عقیدۂ تناسخ اور شریعتِ اسلامیہ کی منسوخی جیسے اقوال کے ثابت ہونے کی بنیاد پر اس کے قتل کا حکم جاری کر دیا تھا، دوسری طرف ۱۸۴۸ء میں بدشت کے مقام پر بابیوں نے ایک اجتماع کیا تاکہ باب کو بچانے کے لیے کوئی لائحہ عمل تیار کیا جا سکے اور شریعتِ اسلامیہ کی تنسیخ کے تعلق سے کسی مؤقف کو متعین کیا جا سکے، اچانک اس اجتماع میں قرۃ العین پہنچ گئی، اس نے پہلی بار اپنے خوبصورت چہرے کو بے نقاب کر رکھا تھا، وہ اپنے بہترین لباس اور انتہائی زیب و زینت میں تھی، وہاں پہنچ کر اس نے بلند آواز میں اعلان کیا کہ:-

"وہ صاحب خطاب ہے، حاضرین میں سے ہر شخص کھڑا ہو کر اپنے ساتھی کا بوسہ لے اور بے شک باب کے آنے کے بعد شریعتِ اسلامیہ منسوخ ہو گئی ہے۔"

بیشتر حاضرین نے ناگواری محسوس کی اور کچھ نے اسے قتل کرنے کی بھی کوشش کی مگر اس کے ساتھی حالات پر قابو پانے اور مرکزی قیادت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس نے مکمل طور سے اور کھل کر اسلام کی مخالفت کرنے کا راستہ اختیار کیا۔ ۸ جولائی ۱۸۵۰ء کو صبح میں "ماکو" کے قلعہ میں قید باب کو پھانسی دے دی گئی، بابیوں نے اس کی لاش کو تحریک کے نئے مرکز "عکا" میں لا کر دفن کیا۔

قرۃ العین ۳۰ اگست ۱۸۵۲ء کو بغداد کے اپنے تیس جانباز پیروکاروں کو لے کر خاموشی سے طہران میں داخل ہوئی تاکہ شاہ ناصر الدین کو قتل کر کے باب کی موت کا بدلہ لے سکے مگر اس کی یہ کوشش ناکام رہی اور اس کو اس کے تمام ساتھیوں کے ساتھ پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

جب قرۃ العین جلاد کے سامنے کھڑی ہوئی تو اسے اپنی دعوت کی طرف مائل کرنے کی کوشش کی اور تحفے میں اسے اپنا ریشمی رومال پیش کیا مگر جلاد نے اسی رومال سے اس کا گلا گھونٹ دیا اور اس طرح بابی

① تفصیل کے لیے دیکھیے: البابیۃ، عرض ونقد، احسان الٰہی ظہیر، لاہور، ادارۃ ترجمان السنۃ، بار سوم، ۱۹۸۱ء، ۹۷۔

② دیکھیے: المذاھب والافکار المعاصرۃ، ۳۰۳-۳۰۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحریک کا خاتمہ ہوگیا اور اس کی جگہ ایک نئی تحریک قائم ہوئی، جسے بہائی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔[1]

③- بہائیت

اس کی بنیاد مرزا حسین علی نوری مولود ۱۸۳۳ء نے ڈالی تھی، مرزا حسین قرۃ العین کے پیروکاروں میں تھا، اسی نے قرۃ العین کو قید خانے سے نکال کر طہران میں اپنے گھر میں چھپایا تھا، شاہ ایران نے اسے اس کے متبعین کے ساتھ ملک بدر کر دیا تھا، وہ بغداد چلا گیا اور وہاں اپنی سرگرمی شروع کردی اور سلیمانیہ اور کردوں کے علاقوں میں چکر لگانے لگا، وہ اپنے بارے میں یہ کہتا کہ وہ نیا باب ہے جس کے بارے میں سابق باب نے بشارت دی ہے، اس نے عوام میں اپنے بہت سے حامی و مددگار بنا لیے، والی بغداد نے اس کو آستانہ کی طرف بھگا دیا، جہاں تحریک کی قیادت کے موضوع پر اس کا اپنے بھائی سے اختلاف ہوگیا مگر اس میں اسے کامیابی ملی، آستانہ سے وہ عکا چلا گیا اور اسے اپنی مستقل قیام گاہ بنا لیا۔

مرزا حسین نے پہلے یہ دعویٰ کیا کہ وہ باب ہے، پھر یہ کہ وہ مہدی منتظر ہے، پھر خاص نبوت کی بات کی اور پھر عام نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ وہ ساری انسانیت کے لیے نبی ہے اور اپنی آخری عمر میں نظریہ حلول کی بنیاد پر خدائی کا دعویٰ کر دیا اور کہنے لگا کہ خدا اس کے اندر حلول کر گیا ہے (معاذ اللہ) وہ بازاروں میں اپنے چہرے کو نقاب سے ڈھنک کر نکلتا تھا، تاکہ کوئی مخلوق خدا کی دلکشی (بہا) کا نظارہ نہ کر سکے اور اپنے آپ کو "بہا" کے لقب سے ملقب کیا، اسی سبب اس کی تحریک "بہائی تحریک" کے نام سے معروف ہوئی۔

مرزا حسین (بہاء اللہ) نے بہت سی کتابیں بھی لکھیں، جیسے کتاب اقدس، کتاب ایقان، کتاب اشراقات وتجلیات اور کلمات فردوسیہ وغیرہ، مئی ۱۸۹۲ء میں اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک فرمایا۔ فلسطین میں کرمل پہاڑ کے دامن میں اسے دفن کیا گیا اور اس کے مقبرے کا نام "بیت البہجت" رکھا گیا۔[2]

بعض علمی دستاویزات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بہائی تحریک اور صیہونیت و مغربی استعمار کے درمیان گہرے تعلقات ہیں جس کا ایک بین ثبوت فلسطین میں یہودی آبادکاری کو بہاء اللہ کے بیٹے اور خلیفہ عبد البہاء کی صریح تائید ہے، کتاب "مفاوضات عبد البہا" صفحہ نمبر ۹ پر مذکور ہے کہ:-

"اس امتیازی عہد میں اور اس مبارک دور میں بنو اسرائیل ارض مقدس میں مجتمع ہوں گے اور یہودی امت جو مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں منتشر ہو گئی ہے، اکٹھا ہوگی اور فلسطین اس کا وطن ہوگا۔"

۱۹۶۸ء میں مقبوضہ بیت المقدس میں عالمی بہائی کانفرنس منعقد ہوئی جس کی میزبانی یہودیوں نے کی تھی، اس کانفرنس میں پیش کیے جانے والے مقالات سے صیہونی، بہائی تحریکوں کے باہمی ربط و تعلق پر روشنی پڑتی ہے، کانفرنس کے اختتامی جشن میں اعلان کیا گیا کہ:-

"یہودیت اور بہائیت ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں اور بیشتر موضوعات پر آپس میں ہم خیال اور متفق ہیں۔"

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عرب ملکوں میں بہائی انجمنیں اسرائیل کے لیے جاسوسی کرتی ہیں، ۱۹۶۰ء میں اس بات کے مکمل ثبوت فراہم ہونے کے بعد مصری حکومت نے بہائی تنظیموں اور انجمنوں پر پابندی لگا دی تھی، اسی سے ملتا جلتا واقعہ عراق میں بھی پیش آیا مگر اس کے باوجود بھی اس تحریک کی خفیہ سرگرمیاں آج بھی جاری ہیں۔

پہلی جنگِ عظیم میں بہائیوں کی صہیونی اصلیت اس وقت ظاہر ہوگئی تھی جب انھوں نے برطانوی فوج کے حیفا میں داخل ہونے پر فاتحین کی حیثیت سے اس کا استقبال کیا تھا، اسرائیل میں آج بھی بہائیوں کے ساتھ یہودیوں ہی جیسا سلوک کیا جاتا ہے اور صہیونی تحریک اور فری میسن کے دباؤ میں ہی اقوام متحدہ نے بہائیت کو عالمی مذہب کا درجہ دیا ہے۔[3]

اسرائیل کے بائیکاٹ کرنے سے متعلق کمیٹی نے صیہونیت کی بنیاد پر بہائی تحریک کا نام بھی بلیک لسٹ میں رکھا ہے اور تنظیمات اسلامی کانفرنس نے اتفاق سے یہ قرار داد منظور کی تھی کہ بہائی تحریک ایک غیر اسلامی صہیونی تحریک ہے، یہ کانفرنس ۱۹۹۳ء میں مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر منعقد ہوئی تھی اور اس میں ۱۵۰ سے زیادہ اسلامی تنظیمات اور اداروں نے شرکت کی تھی۔[4]

④- قادیانیت

اس کی بنیاد مرزا غلام احمد نے ڈالی جو ۱۸۳۰ء میں پاکستانی پنجاب کے ایک گاؤں قادیاں میں پیدا ہوا،[5] قادیانیوں نے اپنے موسس کی جائے پیدائش کو ربوۃ[6] کا نام دیا تاکہ یہ آیت کریمہ ان پر صادق آ جائے:-

① المذاہب والافکار المعاصرۃ، ۳۰۶ اور مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: البابیۃ، عرض ونقد، ۲۳۷۔

② المذاہب والافکار المعاصرۃ، ۳۰۷۔

③ بہائیت اور فری میسن تحریک ایک ہی سکے کے دو مختلف رُخ ہیں، دونوں ہی عالمی بھائی چارے اور انسانی فلاح و بہبود کی علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں، دونوں ہی اباحیت اور لا محدود آزادی کی حامی ہیں اور دونوں تحریک کا آغاز ۱۸۴۴ء میں ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: خطر الماسونیہ القادم، محمد السید علی بلاسی، اخبار العالم الاسلامی، عدد ۹۴۳، ص ۹۔

④ المذاہب والافکار المعاصرۃ، ۳۰۷-۳۰۹۔

⑤ قادیاں، پاکستان میں نہیں، بلکہ بھارت کی ریاست پنجاب کے ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ (الواقعہ)

⑥ ربوہ، قادیاں کا نیا نام نہیں، پاکستان میں قادیانیوں کے مرکز کا نام ہے، جس کا سرکاری نام چناب نگر ہے، جو پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع چنیوٹ میں واقع ہے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَآوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ (المومنون:۵۰)

''اور ہم نے عیسیٰ اور ان کی ماں کو ٹھکانا دیا اور ایک ٹیلہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی نتھرا۔''

غلام احمد کی پیدائش اور پرورش ایک ایسے گھرانے میں ہوئی جو برطانوی استعمار کا ایجنٹ تھا، اس کا باپ ان غداروں میں سے ایک تھا جنھوں نے مسلمانوں سے خیانت کی اور ان کے خلاف سازشیں کیں اور عزت و جاہ کی طلب میں استعمار کے ساتھ تعاون کیا، اس کا ذکر خود غلام احمد قادیانی نے ''تحفہ قیصریہ'' ص ۱۶ میں کیا ہے:-

''میرے والد غلام مرتضیٰ اور انگریزی حکومت کے درمیان بے حد خوشگوار روابط اور دوستانہ تعلقات تھے، دربار حکومت میں ان کا مخصوص مقام تھا، ۱۸۵۷ء میں جب ان کے ہم وطن اور ہم مذہب لوگوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کی تھی تو انھوں نے حکومت کی بہت مدد کی تھی.......''

غلام احمد نے غیر معروف اساتذہ سے اردو اور عربی کی چند کتابیں پڑھیں اور قانون کی تھوڑی تعلیم حاصل کی اور سیالکوٹ میں ۱۵ روپے ماہوار کی ملازمت کی۔①

۱۹۰۰ء میں اس نے اپنی دعوت کا باضابطہ آغاز کیا اور دعویٰ کیا کہ وہ نبی مرسل ہے اور اس کی رسالت کا منکر کافر ہے، نہ اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا، جب اس کے ایک بیٹے کا انتقال ہوا جو اس کے بیٹے کا منکر تھا تو مرزا اور اس کے پیروکاروں نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، ..... غلام احمد نے ''براہینِ احمدیہ'' نامی ایک کتاب لکھی جس کا ایک حصہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا، اس میں اس نے اپنے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کیا۔②

قادیانیت اپنے آغاز کے فوراً بعد ہی دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی: ایک فرقہ احمدیہ③ یا لاہوری جماعت کے نام سے معروف ہوا جسے بعض حضرات پوشیدہ قادیانیت کا نام دیتے ہیں، اس فرقے کی قیادت خواجہ کمال الدین اور مولانا محمد علی وغیرہ نے کی، ایشیا، افریقہ اور یورپ میں اس کی سرگرمیاں بے حد وسیع ہیں۔

۱۹۲۰ء میں محمد علی نے قرآن پاک کا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ۱۹۲۶ء میں ''اسلام'' نام کی اپنی کتاب لکھی، اس فرقے کے پانچ ہزار سے زیادہ داعی صرف براعظم افریقہ میں اپنے فکر وعقیدے کی نشر و اشاعت میں مصروف ہیں، اس فرقے کا اپنا انسائیکلو پیڈیا ہے اور عربی و انگریزی کی سیکڑوں کتابیں ہیں جو اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ اس کو غیر معمولی خارجی امداد وتعاون حاصل ہے۔

دوسرا فرقہ قادیانی کہلاتا ہے، جس کی قیادت خود مرزا نے کی تھی، اس کے بعد اس کے خلیفہ نور الدین نے اور پھر مرزا کے بیٹے اور اس کے دوسرے خلیفہ بشیر الدین محمود نے کی۔

احمدی اور قادیانی فرقوں میں فرق یہ ہے کہ قادیانی مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین رکھتے ہیں جب کہ احمدی جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ انھیں صرف ایک دینی مصلح کی حیثیت سے دیکھتی ہے۔④

حقیقت میں دونوں جماعتیں ایک ہی تحریک کے دو مختلف پہلو ہیں اور ایک دوسرے کی متمم ہیں، مگر ان میں احمدی کہلانے والا فرقہ اسلامی عقیدے کے خلاف سب سے خطرناک تخریبی تحریک ہے، کیونکہ یہ تحریک کتاب وسنت کی طرف دعوت کے اپنے نعروں اور قرآن کے ترجمہ وغیرہ کے ذریعے اپنی حقیقت کو چھپانے اور اسلامی سوسائٹی میں بہت سے اہم مقامات پر قبضہ کرنے میں کامیاب رہی ہے۔

قادیانیت: برطانوی استعمار کی ایجنٹ

برطانوی استعمار نے اسلام سے مقابلے کے لیے ایک اسکیم کے مطابق، تمام دنیا کے مسلم ممالک میں ایجنٹوں کی تلاش شروع کی، دنیا کی کوئی قوم غداروں اور خائنوں سے خالی نہیں ہوئی مگر ہندوستان میں انگریزوں کو ملنے والا ایجنٹ غلام احمد سب سے خطرناک تھا کیونکہ یہ تجدید دین اور مہدویت کے نقاب میں ظاہر ہوا۔ پھر دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے لیکن وہ مستقل نبی نہیں ہے، بلکہ تابع نبی ہے جیسا کہ حضرت ہارون، حضرت موسیٰ کے تابع تھے۔ اس طرح اس نے مسلمانوں کی صف میں رہ کر استعمار کی وہ جلیل القدر خدمت انجام دی جو وہ دائرہ اسلام سے نکل کر نہیں کرسکتا تھا، برطانوی حکومت کے لیے اس کی سب سے بڑی خدمت اس کا یہ فتویٰ ہے کہ انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کو ہتھیار اٹھانے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ حکم جہاد ختم ہوگیا ہے اور چونکہ انگریز زمین پر خدا کے خلیفہ ہیں لہٰذا ان کے خلاف بغاوت جائز نہیں۔

مرزا غلام احمد اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' میں کہتا ہے کہ:-

''انگریزی حکومت کی تائید وحمایت میں میں نے اپنی عمر صرف کر دی اور جہاد کے ممنوع ہونے اور انگریز صاحبان امر کی اطاعت کے واجب ہونے کے بارے میں اتنی کتابیں اور رسائل لکھ چکا ہوں کہ اگر سب کو جمع کیا جائے تو پچاس صندوق بھر جائیں۔'' (ص:۱۰)

نو آباد کار اس کی ان خدمات سے بے حد خوش ہوئے اور مال و دولت اور حفاظت وحمایت کے ساتھ اس کی مدد کی چنانچہ ایک ایسا شخص جس نے زندگی میں

① المذاهب والافكار المعاصرة، ۳۱۱۔
② نفس مرجع، نفس صفحہ
③ احمدیہ کی اصطلاح صرف لاہوری جماعت کے ساتھ مخصوص نہیں، اس کا اطلاق قادیانیوں پر بھی ہوتا ہے۔ (الواقعہ)
④ المذاهب والافكار المعاصرة، ۳۱۴، ۳۱۵، معمولی ردّ وبدل کے ساتھ۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کبھی ۱۰۰ روپے نہ دیکھے ہوں لاکھوں میں کھیلنے لگا اور پندرہ روپے ماہانہ کی معمولی سی نوکری کرنے والا اور طلب معاش میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھرنے والا عالی شان محل تعمیر کرنے لگا، یہ سب برطانوی استعمار کی دین تھی، جس کا اعتراف خود غلام احمد نے اس یادداشت (میمورنڈم) میں کیا ہے جسے اس نے ملکہ برطانیہ کی ہندوستان آمد پر ان کو پیش کیا تھا، اس احسان مندی کا ذکر ملفوظات احمدیہ نامی کتاب میں بھی ہے، مرزا غلام احمد برطانوی حکومت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''اس حکومت کے ہمارے اوپر غیر معمولی احسانات ہیں۔''

مئی ۱۹۰۸ء میں غلام احمد ہیضہ کے مرض میں گرفتار ہو کر مر گیا، اس کے خلیفہ حکیم نور الدین نے اس کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہوئے انگریزوں سے دوستی برقرار رکھی، انگریز آقاؤں نے یورپ اور افریقہ وغیرہ میں مختلف ذرائع سے اس کی مدد کی۔

۷ نومبر ۱۹۱۸ء کو اخبار ''الفضل'' میں مرزا کے لڑکے بشیر الدین کا ایک بیان شائع ہوا ہے، وہ کہتا ہے کہ:-

''انگریزوں کے مشرقِ وسطیٰ میں داخلے پر ہم کیوں نہ خوش ہوں، ہمارے امام غلام احمد نے فرمایا ہے کہ میں مہدی منتظر ہوں اور برطانوی حکومت ہماری تلوار ہے، ہمیں اس فتح سے بے حد مسرت ہے اور اس تلوار کی چمک دمک کو ہم شام و عراق اور ہر جگہ دیکھنا چاہتے ہیں۔''

قادیانی، یہودی تعلقات

اسرائیل کے وجود سے بھی پہلے احمدی قادیانیوں نے ''یافا'' شہر میں اپنا مرکز قائم کیا تھا تاکہ انھیں انگریزی حاصل رہے اور جیسے ہی اسرائیلی حکومت قائم ہوئی انگریزوں نے ان قادیانیوں کو برطانوی پاسپورٹ جاری کر دیے اور حکومت اسرائیل نے بھی انھیں احمدیت کی تبلیغ و اشاعت کی پوری آزادی دے دی۔

ایک عرب قادیانی محمد خیر قادری اپنی کتاب ''القادیانیہ'' میں لکھتا ہے کہ:-

''اسرائیل کے حیفا شہر کے جبل کرمل نامی علاقے میں احمدی تبلیغی مرکز قائم ہے جس میں مسجد، کتب خانہ، مدرسہ اور ایک اشاعتی مرکز ہے، مرکز سے بشریٰ نام سے ایک ماہنامہ بھی نکلتا ہے، جو عرب ملکوں میں تقسیم ہوتا ہے، اس مرکز سے مسیح موعود کی بہت سی تعلیمات کو عربی میں منتقل کیا ہے، کچھ عرصہ قبل ہمارے ایک مبشر نے بلدیہ حیفا کے چیرمین سے ملاقات کی اور ان کے ساتھ بہت سے موضوعات پر گفتگو کی۔ جن میں جبل کبابُر کے پاس ایک مدرسے کا قیام بھی ہے (بعد میں) چیرمین صاحب اور چار اہم شخصیات نے مرکز تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی، ہماری جماعت نے ان کا استقبال کیا اور ان کے اعزاز میں ایک پروگرام کا انعقاد کیا۔ جب ہمارے مبشر نے پاکستان واپسی کا ارادہ کیا تو اسرائیل کے صدر نے خط بھیج کر پاکستان واپسی سے قبل ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔''

آج بھی حکومتِ اسرائیل کی حمایت و حوصلہ افزائی کے سائے میں احمدی جماعت سرگرم عمل ہے۔[①]

قادیانی عقاید و افکار

① - دعوائے نبوت۔ مرزا حقیقۃ الوحی ص ۷۲ کے حاشیے میں لکھتا ہے کہ:-

''میں تمام انبیاء و مرسلین سے افضل ہوں۔''

اور ص ۱۶۳ پر ہے کہ:-

''جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ اللہ اور رسول پر ایمان نہیں رکھتا۔''[②]

② - آیت کریمہ : خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کر کے اسے مہر اور زینتِ انبیاء کے معنی میں کر دیا۔ مرزا بشیر الدین کی کتاب حقیقۃ النبوۃ ص ۲۸۸ پر ہے:-

''یہ بات آفتاب نیمروز کی طرح واضح ہے کہ بابِ نبوت نبی کریم ﷺ کے بعد بھی کھلا ہے۔''

③ - مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بخاری و مسلم اور حدیث کی دوسری بہت سی کتابوں میں نزولِ مسیح سے متعلق احادیث کو غلام احمد اپنی ذات پر چسپاں قرار دیتا ہے۔

اپنے ''مجموعہ بیانات'' ۱۰:۱۸ میں کہتا ہے کہ:-

''خدا کی قسم جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس کی ذات پر کسی لعنتی کے سوا کوئی بھی افترا نہیں کر سکتا، میں مسیح موعود بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

''تحفہ گولڑہ'' ص ۱۹۵ میں لکھتا ہے کہ:-

''میں وہی مسیح موعود ہوں آخری زمانے میں جس کے ظہور کی خبر تمام آسمانی کتابوں نے دی ہے۔''

④ - حضرت عیسیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ اپنی قبر سے زندہ ہو کر اٹھے اور کشمیر ہجرت کر گئے جہاں ۱۲۰ سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔

اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں مرزا نے انگریزی میں الہام ہونے کا دعویٰ کیا، صفحہ ۴۸۰ پر لکھتا ہے:-

''کئی بار مجھے انگریزی میں الہام ہوا اور لہجے سے مجھے ایسا لگا جیسے کوئی انگریز میرے سر پر کھڑا بول رہا ہے۔''

⑤ - قرآن کے مقابلے میں ایک کتاب تیار کی جس کا نام ''الکتاب المبین'' رکھا، مرزا کا خلیفہ اخبار ''الفضل'' کے ۱۵ جولائی ۱۹۲۴ء کے شمارے میں لکھتا ہے کہ:-

''مسیح موعود کے پیش کردہ قرآن کے سوا کوئی قرآن نہیں ہے۔''

⑥ - اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے اپنی کتاب ''بشریٰ'' ۷۹:۲ میں مرزا لکھتا ہے کہ:-

''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کہا کہ میں رسول کے

① القادیانیۃ، دراسات و تحلیل، احسان الٰہی ظہیر، لاہور: ادارہ ترجمان السنہ، بار میز دہم، ۱۹۸۳ء، ص ۴۵

② مرجع سابق، ۲۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ محیط ہوں، میں رسول کے ساتھ جواب دیتا ہوں جو کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ..... میں روزہ رکھتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں، سوتا اور جاگتا ہوں ......"

④- جہاد فی سبیل اللہ کی منسوخی کا عقیدہ۔ اپنے "مجموعہ بیانات" ۴:۴۹ میں لکھتا ہے کہ:-

"اب جہاد کی فکر ترک کردو، دین کے لیے جہاد کرنا اب حرام ہے ..... اب جہاد باقی نہیں رہا بلکہ جو جہاد فی سبیل اللہ کرے گا وہ اللہ کا دشمن ہوگا....."

انھیں افکار و عقاید کی بنیاد پر علمائے مسلمین نے اجماعی طور پر اس فرقے کو اسلام سے خارج قرار دیا اور یہ فیصلہ ۱۹۵۳ء میں کراچی میں منعقد ایک کانفرنس میں کیا گیا جس میں مشرقی اور مغربی پاکستان کی تمام اسلامی جماعتوں کے نمائندوں اور منتخب علمائے کرام نے شرکت کی اور قانون ساز اسمبلی میں ایک سفارش پیش کرتے ہوئے یہ مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور صوبہ پنجاب سے ان کے لیے اسمبلی کی ایک سیٹ مخصوص کر دی جائے، پاکستان میں منعقد تنظیم اسلامی کانفرنس نے بھی اپنے فیصلے میں قادیانیت کو غیر اسلامی تحریک قرار دیا، اس طرح رابطہ عالم اسلامی کی دعوت پر دنیا بھر کی اسلامی تنظیموں کی نمایندہ کانفرنس ۱۳۹۳ھ کو منعقد ہوئی اور جس میں ۱۴۴ اسلامی تنظیمات کے مندوبین شریک ہوئے، اس کانفرنس نے اجماعی طور پر قادیانیوں کی تکفیر کا حکم جاری کیا، یہ فیصلہ تمام امت کا فیصلہ تھا اور ان قرار دادوں کے سلسلے کی آخری کڑی، پاکستان پارلیمنٹ کا وہ فیصلہ تھا جس کے مطابق قادیانی فرقے کے لوگوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔[①]

⑤- باطنیت[②]

باطنی مذہب کی بنیاد ایسے لوگوں نے ڈالی جو اسلام اور رسولِ اسلام ﷺ کے لیے اپنے دلوں میں شدید بغض و نفرت رکھتے تھے، ان میں فلاسفہ، ملحدین، مجوسی اور یہودی وغیرہ شامل تھے تاکہ اسلام کو طاقتور نہ ہونے دیں اور اسے کمزور کر سکیں اور لوگوں کو اس سے دور کر سکیں اور اپنی کھوئی ہوئی قوت و حکمرانی کو پا سکیں اور مذہب اسلام کا خاتمہ کر سکیں، لیکن - یَاْبَی اللّٰہُ اِلاَّ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ-

کہا جاتا ہے کہ اس ناپاک تحریک کا آغاز ۱۷۹ھ میں میمون بن قداح کے کوفے میں ظہور سے ہوا جس نے مسلمانوں کے لیے یہ جال بچھایا اور حق و باطل کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی، قرآن کی ہر آیت کی نئی تفسیر کی اور احادیث کی طرح طرح سے تاویلات کی، وہ کہتا تھا کہ تمام فرائض و سنن صرف رموز و اشارات ہیں، ان کا ظاہر صرف چھلکا ہے اور ان کا مغز ان کے باطن میں پوشیدہ ہے، یہ شخص اصلاً یہودی تھا اور خود کو مسلمان ظاہر کرتا تھا، اس کا مقصد اسلام کو ڈھا دینا تھا جیسا کہ یہودی عام طور پر دشمن اسلام ہوتے ہیں۔

اس مذہب کے دس مختلف القاب ہیں: اسماعیلیہ، باطنیہ، قرامطہ، سبعیہ، خرمیہ، بابکیہ، محمرۃ، تعلیمیہ، قرمطیہ اور خرمدینیہ۔

باطنی مذہب کا مقصد مسلمانوں کو ورغلانا اور انھیں ان کے سچے مذہب سے دور رکھنا تھا مگر یہ بات ممکن نہ تھی کہ مسلم حکومتوں میں رہ کر صراحت کے ساتھ اس کا اعلان کریں چنانچہ اس کے لیے انھوں نے کچھ حیلے تیار کیے تاکہ لوگوں کو اپنے افکار و مقاصد سے مطلع کر سکیں، یہ حیلے مرحلہ وار ایک کے بعد ایک نو عدد ہیں: ①-رزق، ②-فکر، ③-موانسہ، ④-تشکیک، ⑤-تعلیق، ⑥-ربط، ⑦-تدلیس، ⑧-تاسیس، ⑨-خلع اور ⑩-مسخ اور ان حیلوں کا نام بلاغ اکبر رکھا جو زیادہ تر فلسفیانہ افکار پر مشتمل ہیں۔

یہ لوگ دو ازلی خداؤں کے قائل ہیں، جن کے وجود کا کوئی آغاز نہیں ہے اور یہ دونوں عقل و نفس، یا علت و معلول، یا سابق و لاحق، یا لوح و قلم، یا مفید و مستفید ہیں، بقول ان کے باری تعالیٰ کو نہ تو وجود کے ساتھ متصف کیا جا سکتا ہے اور نہ عدم کے ساتھ، نہ وہ معلوم ہے نہ مجہول، نہ موصوف ہے نہ غیر موصوف، نہ قادر ہے نہ غیر قادر اور نہ عالم ہے نہ غیر عالم، یہ لوگ طبیعت اور ستاروں کی تاثیر کے قائل بھی ہیں، مختصر یہ کہ ان کا مقصد خالق سبحانہ و تعالیٰ کا انکار ہے مگر اتنی صفائی کے ساتھ کہ خلق پر ظاہر نہ ہو سکے۔

نبوت کے سلسلے میں اس مذہب کا نظریہ عام فلسفیوں جیسا ہے، وحی الٰہی، نزولِ ملائکہ اور معجزات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ سب رمز و اشارات ہیں اور ایسی مثالیں ہیں جنھیں اہلِ نظر نہیں جانتے، حضرت موسیٰ کے اژدھے کا مطلب آلِ فرعون پر ان کا غلبہ ہے۔ اظلال غمام یعنی بادلوں کے سایہ فگن ہونے کا معنی بنو اسرائیل پر حضرت موسیٰ کی سیادت و قیادت ہے، ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر باپ ہونے کا بھی انکار کیا، ان کے نزدیک ان کے بنا باپ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے کسی امام سے علم حاصل نہیں کیا، بلکہ نائب امام سے حاصل کیا۔ قرآن کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ: اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ انگلیوں سے پانی جاری ہونے کی تاویل یہ کی ہے کہ اس سے مراد کثرت علم ہے اور مغرب سے سورج نکلنے کا مطلب امام کا ظاہر ہونا ہے۔

فرقہ اسماعیلیہ کے ایک امام محمد بن اسماعیل کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں اور شریعتِ محمدیہ کو

بقیہ صفحہ ۷۷ پر ملاحظہ کریں

① تفصیل کے لیے دیکھیے: القادیانیۃ، المسترۃ، اخطر الحرکات الھدامۃ علی عقیدۃ المسلمین، شیخ علی عیسیٰ، الاخبار العالم الاسلامی، عدد ۱۱۸۸، ص ۱۰

② اس گمراہ اور بدمذہب فرقے کے سلسلے میں دیکھیے: بیان مذہب الباطنیہ و بطلانہ، منقول از کتاب قواعد عقائد آل محمد، تصنیف محمد بن الحسن دیلمی، تصحیح و تحقیق: رشد و طمان، لاہور: ادارہ ترجمان السنۃ، بار دوم ۱۹۸۲ء۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالرحیم اظہر الکریمی

یک نظر بر عقیدہ ختم نبوت و مدعیانِ نبوت کاذبہ

اللہ احکم الحاکمین، احسن الخالقین، خیر الرازقین، اسرع الحاسبین نے اپنے بندوں کو اچھی زندگی گزارنے اور سیدھی راہ دکھانے کے لیے اپنے بندوں میں سے متقی و مقدس عباد کو رسول و نبی مبعوث فرمایا تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کی راہ نمائی کریں۔ تمام انبیاء و رسل نے اپنی اپنی امت کے لوگوں کو صراطِ مستقیم دکھایا اور انھیں درسِ توحید دیا۔ ان میں آخری نبی و رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ کی بعثت کے وقت اہل عرب کی سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالت نہایت پست اور ابتر تھی۔ اللہ رب العالمین نے انسانیت کی رشد و ہدایت کے لیے آپ ﷺ کو خاتم النبیین مبعوث فرما کر دین اسلام کو پسند فرمایا اور اسی دین اسلام کو مکمل و اکمل فرما کر امت محمدیہ کے لیے پسند فرما کر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔ اس دینِ اسلام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی پسندیدہ دین نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:-

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدۃ:۳)

"آج کے دن میں تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور اسلام کو بطور دین تمہارے لیے پسند کیا۔"

دین اسلام ایک عظیم نعمت ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی لکھتے ہیں:-

"اللہ کی انسان پر اور بالخصوص مسلمان پر سب سے بڑی نعمت یہی ہے کہ اس نے مسلمانوں کو ایسی جامع ہدایات و احکام عطا فرمائے ہیں جن سے دنیا کی زندگی بھی کامیاب اور خوشگوار ہو جاتی ہے اور اُخروی نجات بھی حاصل ہو جاتی ہے اور دوسروں کا دست نگر بھی نہیں بننا پڑتا۔" (تیسیر القرآن، ناشر مکتبۃ السلام طبع ۱۴۳۰ھ)

مزید کسی نے کیا خوب کہا ہے:-

جمیع العلم فی القرآن لکن
تقاصر افہام الرجال

یعنی: اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو جو عظیم و مقدس و لاریب کتاب عطا فرمائی ہے وہ ایک جامع و اکمل کتاب ہے جس میں ہر قسم کے علوم بیان کیے گئے ہیں لیکن لوگوں کے فہم اس سے قاصر ہیں۔

یہ تمام علوم امام الانبیاء و الاتقیاء، جناب محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین و المرسلین کی تعلیمات کی روشنی میں حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ ذخیرۂ احادیث موجود ہے۔ دین اسلام یہی ہے جو قرآن و حدیث میں موجود ہے اور تا قیامت قائم و دائم رہے گا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ

یعنی: "ہم نے ذکر (قرآن) نازل کیا اور اس کی حفاظت بھی ہم کریں گے۔"

مزید ارشاد ربانی ہے:-

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (الاحزاب:۴۰)

یعنی: "محمد کریم (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ وہ اللہ رب العزت کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

آپ ﷺ کی نرینہ اولاد بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھی۔ اس لیے بالغ مرد کے باپ ہونے کی نفی بیان ہوئی اور اور رسول اللہ ﷺ ہونے کا اعلان فرمایا اس پر مستزاد خاتم النبیین ہونے کا واضح بیان فرمادیا۔ کیونکہ آیت مذکور کے اگلے الفاظ و کان اللہ بکل شیئٍ علیما کہ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے کہ ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے کو معلوم ہو کہ امام الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ کے آخری نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد رسالت و نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند ہے۔

جمیع انسانوں کے لیے زندگی گزارنے کے لیے تعلیم رسول یعنی قرآن و حدیث کی صورت میں ضابطہ اور دستور حیات موجود ہے اسی کو پڑھ کر اور سمجھ کر اپنی زندگی کو کامیاب و کامران بنایا جا سکتا ہے۔ تکمیل نبوت سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ ظلی ہو یا بروزی، صاحب شریعت ہو یا غیر شریعت کسی بھی قسم کی نبوت کا دروازہ اب بند ہو چکا ہے جو بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے گا ذلیل و خوار ہوگا۔

مشکلات در خلافت صدیق

خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت اگرچہ مختصر تھا لیکن انھیں آغاز خلافت ہی سے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور ان کے ساتھ نصرت الٰہی بھی شامل رہی۔ سب سے اول تو فتنہ ارتداد پیش آیا جو ایک بڑا فتنہ تھا۔ جب نبی کریم ﷺ کی وفات کی اطلاع ہر جگہ پھیلی تو بعض قبائل عرب جن کے قلوب و اذہان میں دین اسلام ابھی تک مستحکم طور پر گھر نہیں کیا تھا۔ اسلام سے برگشتہ ہونے لگے۔ دوسرا یہ کہ کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینا بند کر دیا تھا اگرچہ وہ دین اسلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر قائم رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی کو ٹکوں کی علامت سے تعبیر کرنے لگے۔

کذاب نبیوں کا ظہور

نبی کریم ﷺ کا سایہ رحمت و شفقت اٹھتے ہی عرب کے طول و عرض میں دین اسلام کے خلاف مختلف انداز سے بغاوتوں کا سلسلہ شروع ہونے لگا۔ صرف مکہ و مدینہ اور طائف کے باشندے ثابت قدم رہے۔ بغاوت و ارتداد کا یہ فتنہ جنگل کی آگ کی طرح پھیلا اور مختصر عرصے میں عرب کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ گیا۔ مرتدین اور باغیوں نے اسلامی عمال کو نکال دیا۔ سچے مسلمانوں کو بیدردی سے قتل کرنا شروع کر دیا۔ جو بچ گئے وہ بھاگ کر مدینہ پناہ گزیں ہونے لگے۔ اسی طرح مختلف قبائل میں کئی جھوٹے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے لگے۔ جن میں مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی، سجاح بنت حارث شامل ہیں۔ (مزید ملاحظہ ہو: تاریخ طبری، تاریخ اسلام اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)

اسی سلسلہ کذابین میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے جس نے ۱۹۰۱ء میں اپنے مداری انداز میں نبوت کا دعویٰ کیا۔

مسیلمہ کذاب

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلابی اپنی تالیف لطیف ''سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ'' میں اس کا سلسلہ نسب اس طرح لکھا ہے: مسیلمہ بن ثمامہ بن کبیر بن حبیب حنفی اس کی کنیت ابوثمامہ ہے، عمر رسیدہ مدعیانِ نبوت سے تھا۔

مسیلمہ علاقہ یمن کے قبیلہ بنو حنیفہ کا سردار تھا۔ اس نے یمامہ پر حکومت جمانے کے لیے نبوت کا اعلان کیا۔ مسیلمہ کذاب مدینہ بھی آیا تھا اور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا تھا کہ آپ ﷺ مجھے اپنا جانشین بنا لیں تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا۔ اس واقعہ کو امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں اس طرح بیان فرمایا ہے:-

عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: قدم مسيلمة الكذاب على عهد رسول الله ﷺ فجعل يقول: إن جعل لي محمد الامر من بعده تبعته وقدمها في بشر كثير من قومه

یعنی: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عہدِ نبی ﷺ میں مسیلمہ کذاب آیا، اس نے کہا کہ اگر محمد ﷺ مجھے اپنے بعد اپنا خلیفہ و نائب بنائیں تو ان کی اتباع کروں گا۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کا بہت بڑا لشکر تھا۔

فاقبل إليه رسول الله ﷺ ومعه ثابت بن قيس بن شماس وفي يد رسول الله ﷺ قطعة جريد

یعنی: نبی کریم ﷺ ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس کے ہمراہ اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے اور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ جہاں مسیلمہ کذاب اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا آپ ﷺ وہیں ٹھہر گئے اور آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے گا تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تو اللہ کے فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے۔ اگر تو نے میری اطاعت سے رُوگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دے گا۔ (صحیح بخاری شریف، باب وفد بنی حنیفہ و حدیث ثمامہ بن اثال)

مؤرخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے حرم مکہ کے مقابلہ پر یمامہ میں ایک حرم بنوایا اس میں لٹیروں اور غارت گردوں کو پناہ ملتی تھی۔ (طبرانی)

مسیلمہ کذاب کی سرکوبی

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے سیدنا شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو الگ الگ راستوں سے بھیجا اور ہدایت کی کہ دونوں اکٹھے ہو کر حملہ کریں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا کچھ خیال یہ تھا کہ فتح کی عزت تنہا ان کے حصے میں آئے۔ اس وجہ سے وہ اکیلے ہی مسیلمہ سے الجھے لیکن پیچھے ہٹنا پڑا۔ اسی طرح شرحبیل رضی اللہ عنہ کی فوج مسیلمہ کے مقابلہ میں آئی۔ انھیں بھی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے انتظار کا حکم تھا لیکن عکرمہ رضی اللہ عنہ کی طرح انھوں نے بھی جلدی کی اور انھیں بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر زبردست جنگ چھڑ گئی۔ آغازِ حرب میں دشمن نے بہت زور لگایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج نے پیچھے ہٹ کر دوبارہ زوردار حملہ کیا۔ تمام مجاہدین نے جان کی بازی لگا دی اور بنوحنیفہ کے منہ پھیر دیئے۔ مقام جنگ سے قریب ہی ایک باغ تھا مسیلمہ کا لشکر اس میں جا گھسا اور دروازہ بند کر کے خود کو محصور کر لیا۔ بعض مجاہد دیوار کود کر اندر جا پہنچے اور بڑی جانفشانی سے لڑتے ہوئے دروازہ کھول دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی فوج حرکت میں آئی اور جھوٹے نبی کے ساتھی گاجر مولی کی طرح کٹنے لگے۔ سیّد الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی رضی اللہ عنہ نے جس حربہ (آلہ) سے ان کو شہید کیا تھا اسے صیقل کر کے چھوڑا تھا کہ جب بھی موقع ملا اس سے مسیلمہ کذاب کو قتل کروں گا۔ انھوں نے دیکھا کہ مسیلمہ دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے انھوں نے تاک کر حربہ پھینکا جو اس کی چھاتی سے پار ہو گیا۔ ایک انصاری نے بڑھ کر مسیلمہ کی کھوپڑی پر تلوار کا وار کیا اور اسے ڈھیر کر دیا۔ جس کے بعد مسیلمہ کذاب کی فوج بھاگ گئی۔ (بخاری شریف، کتاب المغازی و نیز ملاحظہ ہو تاریخ اسلام از نجیب آبادی)

اس جنگ میں مسیلمہ کذاب کے اکیس ہزار آدمی مارے گئے اور بارہ سو مسلمانوں نے شہادت پائی جن میں بہت سے حافظ قرآن تھے۔

اسود عنسی

اس کا اصل نام عبہلہ بن کعب تھا، اس کی کنیت ذوالخمار تھی یہ ایک شعبدہ باز کاہن تھا۔ اپنی قوم کو عجائب و غرائب دکھاتا۔ یہ یمنی تھا سیاہ فام ہونے کے باعث اسے اسود عنسی کہا جاتا تھا۔ اس نے امام المتقین و خاتم النبیین ﷺ کی حیاتِ مبارکہ ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور یمن کے علاقہ سے مسلم عمال جن میں شہر بن باذان الفارسی جو صنعاء کے عامل تھے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بقیہ عمال کو نکال دیا تھا اور اپنی حکومت قائم کر لی تھی۔ اتفاق سے اس کے چند پیرو مسلمان سرداروں سے مل گئے۔ اسود کو چار ماہ بھی حکومت کرنا نصیب نہ ہوا تھا کہ وہ نشہ کی حالت میں ذبح کر دیا گیا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کی وفات سے ایک رات قبل پیش آیا تھا اور خلافت صدیقی میں فتح و کامیابی کی جو پہلی نوید اور خوش خبری پہنچی وہ یہی تھی۔

اسود عنسی کے قتل سے متعلق بخاری شریف میں بھی روایت موجود ہے۔ جس کو عبید اللہ راوی نے بیان کیا کہ اس اسود عنسی کو فیروز نامی ایک شخص نے قتل کیا۔

(بخاری شریف، کتاب المغازی)

سجاح بنت حارث

یہ بنو تمیم چند قبائل پر مشتمل اور چند بستیوں میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے علاقے پر حیات نبوی میں چند عامل جو کہ انھیں کے قوم کے تھے مقرر تھے جن کے نام مالک بن نویرہ، وکیع بن مالک، صفوان بن صفوان، قیس بن عاصم وغیرہ تھے۔ جب وفات نبوی کی خبر مشہور ہوئی تو قیس بن عاصم مرتد ہو گیا۔ مالک بن نویرہ نے بھی اس خبر کو سن کر مسرت کا اظہار کیا۔ صفوان بن صفوان اسلام پر قائم رہے اور قیس و صفوان میں جنگ شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں سجاح بنت حارث بن سوید نے جو تغلب سے تعلق رکھتی تھی، نبوت کا دعویٰ کیا اور بنی تغلب کے سردار ہذیل بن عمران نے اور بنی تمر کے سردار عتبہ بن ہلال اور بنی شیبان کے سردار سلیل بن قیس نے اس کے دعویٰ کو قبول کیا۔ سجاح کے پاس چار ہزار کے قریب لشکر جمع ہو گیا۔ وہ اس لشکر کو لے کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے چلی کہ بنو تمیم کے دوسرے قبائل پر حملہ کرے اور اس طرح بنو تمیم کو مجبور کر کے اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف جائے۔ سجاح نے بنو تمیم پر حملہ کیا۔ بنو تمیم نے حملہ کر کے اس کے لشکر کو شکست دی مگر پھر صلح ہو گئی۔

اب سجاح، مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک کو ہمراہ لے کر چلی تھوڑی دور جا کر اور کچھ سوچ کر بنو تمیم کے دونوں سردار جدا ہو کر چلے گئے سجاح اپنے لشکر کو لے آگے بڑھی۔ سجاح نے اپنے پیروؤں کے لیے پانچ وقت کی نماز تو لازمی رکھی تھی مگر سور کا گوشت کھانا، شراب پینا اور زنا کرنا جائز قرار دے دیا تھا۔ بہت سے عیسائی بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اس سجاح کو بنی تمیم کی بستیوں کے آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ خالد بن ولید لشکر اسلام لیے ہوئے تشریف لا رہے ہیں۔ ادھر مسیلمہ کذاب کی جماعت کثیرہ کا حال سن کر اس کو تردد ہوا کہ کہیں وہ بھی نبوت کا مدعی ہونے کے سبب رقابت اور مخالفت پر آمادہ نہ ہو جائے۔ مسیلمہ کذاب نے جب سجاح کے لشکر کا حال سنا تو وہ بھی اپنی جگہ متردد ہوا کہ ایک طرف اسلامی لشکر کا خطرہ ہے اور دوسری طرف سجاح عظیم لشکر لیے ہوئے نکلی ہے۔ اگر اس کی طرف متوجہ ہو گئی تو بڑی دقت پیش آئے گی۔ ادھر عکرمہ اور شرحبیل بھی اپنی جمعیت لے کر یمامہ کے قریب پہنچ چکے تھے اور مسیلمہ و سجاح کو ایک دوسرے کا شریکِ کار سمجھ کر احتیاط کو کام میں لا رہے تھے۔ بالآخر مسیلمہ نے سجاح کو خط لکھا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ سجاح نے جواب دیا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں۔ میں نبی ہوں اور سنا ہے کہ آپ بھی نبی ہیں۔ لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر مدینہ پر حملہ کریں مسیلمہ کذاب نے فوراً یہ پیغام بھیجا کہ جب تک محمد ﷺ زندہ تھے اس وقت تو میں نے آدھا ملک ان کے لیے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا۔ اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے۔ لیکن تم بھی نبوت کی مدعی ہو لہٰذا میں آدھی پیغمبری تم کو دے دوں گا بہتر یہ ہے کہ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ کر تنہا میرے پاس چلی آؤ تاکہ تقسیم پیغمبری اور مدینہ پر حملہ آوری کے تعلق سے تمام گفتگو اور مشورہ ہو جائے۔

سجاح یہ پیغام پاتے ہی مسیلمہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس نے اپنے قلعہ کے سامنے ایک خیمہ کھڑا کیا۔ سجاح کو اس میں اتارا۔ دونوں کی بات چیت ہوئی۔ سجاح نے مسیلمہ کی پیغمبری کو تسلیم کیا۔ الغرام اینکہ جب سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید مدعیہ نبوت سجاح کی سرکوبی کے لیے بنو تمیم پہنچے تو اسے غائب پایا اور بنو تمیم نے سیدنا خالد کے آگے ہتھیار ڈال دیئے اور اسلام لے آئے۔ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے انھیں معاف کر دیا۔ اس طرح عرب کے دوسرے علاقوں کے قبائل کو بھی مطیع کر لیا۔

(تاریخ اسلام از نجیب آبادی)

طلیحہ بن خویلد

اس کا اصل نام طلحہ تھا مگر تحقیراً طلیحہ کہا جاتا تھا۔ قبیلہ بنو اسد سے تھا، جو قریش کا دیرینہ مخالف و دشمن تھا۔ طلیحہ نے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا لیکن اس وقت اس کا فریب کارگر نہ ہوا۔ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سارا قبیلہ بنو اسد اس کے زیر اثر آ گیا۔ اس طلیحہ نے نماز سے سجدہ موقوف کر دیا، زکوٰۃ بھی معاف کر دی اس طرح منکرین زکوٰۃ اس کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ طلیحہ نے ایک بہت بڑا لشکر تیار کر کے مدینہ منورہ بھیجا۔ سیدنا ابوبکر صدیق خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بھی لشکر لے کر مقابلے کے لیے آئے جس کے نتیجے میں حملہ آور بھاگ نکلے۔ تاہم اس سے طلیحہ کی قوت کا استیصال نہ ہو سکا۔ اتنے میں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر مدینہ واپس آ گیا۔ طلیحہ نجد کے معروف چشمہ بزاخہ کے مقام پر خیمہ زن تھا۔ اس کی سرکوبی کے لیے خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو مامور فرمایا۔ جونہی اسلامی لشکر پہنچا بزاخہ کے مقام پر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ طلیحہ کی فوج نے ابتداً بہادری و شجاعت کے جوہر دکھائے تاہم شکست کھائی۔ طلیحہ کا فریب کھل گیا اور وہ شام کی طرف بھاگ نکلا۔ کچھ عرصہ بعد طلیحہ مسلمان ہو گیا اور آخر وقت تک ایمان پر قائم رہا۔ عراق و ایران کی مہموں میں اس نے لشکر اسلامی میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تاریخ اسلام از نجیب آبادی)

یہ وہ کذاب تھے جنھوں نے نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ سب ناکام و نامراد ہوئے۔ بعض کو عبرتناک شکست ہوئی۔ طلیحہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غور و فکر کے بعد دوبارہ اسلام کے دامن میں پناہ لی۔ ان سھوں کی خواہش تھی کہ کسی طرح وہ بھی نبی کریم ﷺ جیسا مقام حاصل کر لیں۔ اسی لیے نبوت کا جھوٹا دعویٰ تک کیا مگر انھیں اپنے مقاصد میں ناکامی ہوئی کیونکہ مقام نبوت اللہ تعالیٰ کی خواہش پر منحصر ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت و رسالت کا بھی خاتمہ ہو گیا ہے اب کوئی نبی نہیں آسکتا، جو بھی مقام نبوت پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرے گا اللہ اسے ذلیل و رسوا کرے گا، یہی فیصلہ الٰہی ہے۔

عقیدہ ختم نبوت

عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے جس پر امام الانبیاء، خاتم النبیین جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے خلفاء و دیگر اصحاب رسول سے لے کر آج تک امت محمدیہ کا کلی و قطعی اجماع قائم و دائم ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے آخری رسول و نبی ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی تشریعی یا غیر تشریعی نہیں آئے گا۔ گزشتہ عہد میں جب بھی کسی شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اسے مرتد قرار دیا گیا اور اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین قرار دیا۔ قرآن مجید میں سورہ البقرۃ کے اول رکوع میں ہے : ختم اللہ علیٰ قلوبھم۔ یعنی : اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی۔ ''تاج العروس'' لغت کی مشہور کتاب ہے اس میں ہے :-

''وَ مِنْ اَسْمَائِهٖ علیه السلام الخاتِمِ و الخاتَم وَ هُوَ الَّذِی خَتَمَ النُّبُوَّةَ بِجَمِیْعِهٖ۔'' (بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک، مؤلفہ مولانا عبد اللہ معمار، ص ۵۲۸، طبع پنجم مئی ۱۹۷۱ء)

اس کا ترجمہ انھوں نے اس طرح لکھا ہے :''اور آپ ﷺ کے ناموں میں سے خاتِم اور خاتَم، اور وہ وہ ہے جس نے آکر نبوت ختم کر دی۔ یعنی آپ ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت ختم ہے۔''

''مختار الصحاح'' مؤلف الشیخ الامام محمد بن ابی بکر الرازی میں لفظ خاتم کے حوالے سے لکھا ہے کہ خَتَمَ الشَّیْءَ (اس نے چیز کو ختم کر دیا)۔ مزید لکھتے ہیں : خاتمۃ الشَّیْءِ (کسی چیز کا خاتمہ یا انتہا)۔ محمد ﷺ خاتم الانبیاء علیہم السلام یعنی محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دور کا ایک عیار اور چالاک قسم کا آدمی تھا اس نے اپنی نبوت کا سکہ جمانے کے لیے محقق علماء کے اقوال کو اپنی تائید میں بطور دلیل پیش کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ''احمدیہ تعلیمی پاکٹ بک'' میں لفظ خاتم النبیین کے لغوی معنی ''مفردات القرآن'' مؤلف امام راغب اصفہانی سے عبارت :-

''الختم و الطَّبع یقَال علیٰ وَجھَین مصدر خَتَمْتُ وَ طَبَعْتُ وَ ھُوَ تَاثِیر الشَیءِ۔ قیل ختمت القرآن ای انتھت الی آخرہ۔''

الزام اینکہ قادیانی حضرات امام راغب اصفہانی کے ان الفاظ سے ظلی و بروزی اور تشریعی و غیر تشریعی کا مفہوم لے کر مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوت کو مربوط کرنے کی جسارت کرتے ہیں، جو سراسر غلط اور غیر صحیح ہے۔ قادیانی لٹریچر میں اس قسم کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

قادیانیت کا مختصر تعارف

ہفت روزہ ''تکبیر'' کراچی میں نو مسلم قادیانی عبد الکریم انور قریشی کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا وہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے میرے دادا سلطان احمد قریشی نے قادیانیت قبول کی تھی گو یہ بہت پرانی بات ہے اب تو سمجھیں کہ ایک صدی پرانی بات ہے مگر جب انھوں نے قادیانیت قبول کی تو ہمارے بڑے بوڑھے بتاتے ہیں کہ تمام اہل خانہ نے ان سے قطع تعلق کر لیا اور ایک طرح سوشل بائیکاٹ ہو گیا قادیانیت کی تبلیغ و اشاعت کے حوالے سے جہاں تک آپ نے پوچھا اس حوالے سے صحیح صورت حال یہ ہے کہ میرے نانا محمد یاسین کو ساری دنیا تاجران کتب قادیانی کے حوالے سے جانتی ہے قادیانیت کی اشاعت اور ان کے مواد کی طباعت و اشاعت و ترسیل کے حوالے سے انھوں نے باقاعدہ ادارہ قائم کیا۔ اس حوالے سے یہ کہنا درست ہے کہ ہمارا گھرانہ بہت مشہور ہوا کیونکہ قادیانیت سے متعلق سارا لٹریچر کتابیں رسالے ہم ہی چھاپتے تھے تو اس لیے ہم اس حوالے سے مشہور ہو گئے۔

محترم عبد الکریم انور قریشی قادیانیت سے متعلق بیان فرماتے ہیں : اللہ عز و جل نے مجھے عمر کے بڑے حصے گزرنے کے بعد (۶۰ سال بعد) سہی مگر اسلام کی ابدی نعمت سے سرفراز کیا۔ مجھے اس پر فخر ہے۔ آپ نے قادیانیت کے حوالے سے پوچھا ہے تو یہاں یہ میں بتاتا چلوں کہ میں نے جس گھرانے میں آنکھ کھولی وہ ایک ایسا گھرانہ تھا جہاں کتابیں اور قادیانی مواد بکثرت موجود تھا۔ میں چونکہ پیدائشی قادیانی تھا تو ظاہری بات تھی کہ تعلیم کے تمام مدارج بھی اسی ماحول میں طے ہوئے میں نے قادیانیت سے متعلق بے شمار کتابیں پڑھیں بے شمار محافل میں گیا بلکہ آپ یہ کہیں کہ عمر کا اتنا بڑا حصہ ان لوگوں میں اس ماحول میں گزارا ہے کہ میں جماعت احمدیہ اور ان کے تمام امور سے واقف رہا ہوں مگر سچ بات یہی ہے کہ مجھے آہستہ آہستہ اندازہ ہوتا گیا کہ دال میں کچھ ضرور کالا ہے جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تو اندازہ ہوا کہ یہ ساری دال ہی کالی ہے باہر سے ایک غلاف ہے جو چڑھا رکھا ہے مگر در حقیقت سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام سے کاٹ کر ایک ایسے مذہب کی طرف لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ جس کا واحد مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔

عبد الکریم قریشی صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مہدویت و مسیحیت اور ان کے عقائد و نظریات سے متعلق بیان کیا کہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سارا تحریر کردہ اور بعد ازاں لکھا جانے والا سارا تحریری مواد پڑھا ابتداء میں تو سچی بات ہے کہ خود میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا مجھے خود اس میں کوئی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید محبوب حسن واسطی رحمہ اللہ

جھوٹے مدعیانِ نبوت

جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے متعلق حضور ﷺ نے احادیث میں پیش گوئی فرما دی تھی کہ آئندہ ایک ایسا فتنہ بھی ابھرنے والا ہے، تاکہ مسلمان اس کے استیصال سے غفلت نہ برتیں، مسلم شریف کی ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:-

"لا تقوم الساعة حتى يبعث دجالون كذابون قريباً من ثلاثين كلهم يزعم انه رسول الله."

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہو جائیں کہ ان میں سے ہر ایک گمان کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

اور مسلم شریف ہی میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:-

"سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي."

"عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے ہوں گے، ان میں سے ہر ایک کا گمان ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔"

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۱ھ ربیع الاوّل حضور ﷺ کے وصال کے بعد مسلمانوں کے انتخاب سے خلیفہ مقرر ہوئے اور ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ اپنے انتقال تک دو سال تین ماہ دس دن مسلمانوں کی یہ عظیم خدمت انجام دیتے رہے۔

اقتدار سنبھالتے ہی آپ کو بعض اہم مسائل کا سامنا کرنا پڑا کہ اگر وہ ان کے فوری حل کی طرف پورے عزم و حوصلے کے ساتھ متوجہ نہ ہوتے تو اسلام کے وجود کو بڑا خطرہ لاحق ہو سکتا تھا:-

① - تحفظِ دین و تدوینِ قرآن

② - اندرونی شورش و بدامنی کا خاتمہ

③ - رومیوں کے مقابلے میں مہم اسامہ بن زید کی تکمیل

④ - مدعیانِ نبوت کے خلاف جہاد

⑤ - منکرینِ زکاۃ کی تادیب و ارتداد کا استیصال

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدعیانِ نبوت کے خلاف پورے عزم و حوصلے سے جہاد کیا اور اس میں انہیں نمایاں کامیابی بھی ہوئی۔ حضور ﷺ کے دور ہی میں بعض جھوٹے نبی پیدا ہو گئے تھے، مثلاً اسود عنسی، مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد وغیرہ اور ان میں سے بعض مثلاً اسود عنسی (جو بقول حضرت عروہ حضور ﷺ کی وفات سے ایک دن ایک رات قبل مارا گیا اور بذریعہ وحی آپ کو اس کے قتل کی خبر دی گئی) آپ کے دور میں ختم بھی ہو گئے لیکن ان کے خلاف اصل معرکے عہدِ صدیقی ہی میں ہوئے۔

① اسود عنسی سوّد اللہ وجھہ

جب اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضور ﷺ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو اس کے قتل کے لیے یمن روانہ فرمایا تھا اور وہ ذلت کے ساتھ مارا گیا، شاعر عبد الرحمن ثمالی نے درج ذیل اشعار میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:-

وقال رسول الله سيروا لقتله
على خبر موعود واسعد السعد

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اس کے قتل کے لیے جاؤ اور اچھے وعدے اور خوش نصیبی کی خبر دی۔

فسرنا إليه في فوارس بهمة
على حين أمر من وصاة محمد

چنانچہ ہم چند سواروں کے ہمراہ اس کے قتل کے لیے روانہ ہو گئے، آپ ﷺ کے حکم و وصیت کی تعمیل کے لیے بعض مورخین، مثلاً: طبری و ابن اثیر کی تحقیق کے مطابق اسود عنسی کی جماعت میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور اپنے ہی ایک ساتھی قیس بن مکشوح کے ہاتھوں حالتِ نشہ میں مارا گیا۔

اس کا نام عبہلہ بن کعب تھا، چونکہ چہرہ چھپا کر چلتا تھا، اس لیے اسود ذوالخمار کے نام سے مشہور ہو گیا تھا۔ خمار عورتوں کی اوڑھنی کو کہتے ہیں، پوشیدہ شے کے معنی میں بھی آتا ہے، یعنی چھپے چہرے والا۔ اس کے پاس سحیق و شقیق نامی دو مسخر شیطان تھے۔ حضور ﷺ کے یمن کے عامل باذان کا جب انتقال ہوا تو ان شیطانوں یا کسی نے باذان کے انتقال کی خبر دی تو اس نے یمن کی حکومت پر قبضہ کر لیا اور باذان کی بیوہ مرزبانہ سے شادی کر لی۔ مرزبانہ دل سے اس شادی پر راضی نہ تھی اور بالآخر حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کی مدد سے اسود عنسی سے چھٹکارا حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئی۔

② طلیحہ بن خویلد اسدی

یہ ایک عامل و فال گو تھا، پھر مسلمان ہوا۔ حضور ﷺ کے آخری دور میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا مگر ابھی یہ عسکری مہم ختم نہ ہوئی تھی کہ حضور ﷺ کی وفات کی خبر مشہور ہوئی اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ طلیحہ اسدی نے اس فرصت کو غنیمت جانا اور غطفان، ہوازن، بنو طے وغیرہ متعدد قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور نجد کے چشمے پر اپنا کیمپ قائم کر کے ایک بہت بڑی جمعیت اکٹھا کر لی اور مسلمانوں سے مقابلے کی تیاری کرنے لگا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک کی اندرونی گڑبڑ کو دور کرنے کے لیے گیارہ نامور بہادروں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دانش وروں کا انتخاب فرمایا۔ گیارہ جھنڈے تیار کروائے، ہر ایک کو بطور نشانی ایک ایک جھنڈا دیا اور ان کو درج ذیل مختلف جہتوں کی طرف روانہ فرمایا:-

① حضرت خالد بن ولید ؓ کو طلیحہ بن خویلد اور مالک بن نویرہ کے استیصال کے لیے نجد و بطاح کی طرف۔

② حضرت عکرمہ بن ابی جہل ؓ کو مسیلمہ کذاب کے استیصال کے لیے یمامہ کی طرف۔

③ حضرت شرحبیل بن حسنہ ؓ کو اولاً عکرمہ ؓ کی امداد اور ثانیاً بنو کندہ و بنو قضاعہ کو زیر کرنے کے لیے حضرموت کی طرف۔

④ حضرت خالد ؓ بن سعید بن العاص کو باغی قبائل کی سرکوبی کے لیے سرحد شام کی طرف۔

⑤ حضرت عمرو بن العاص ؓ کو مرتدین کی سرکوبی کے لیے بنو قضاعہ کی طرف۔

⑥ حضرت حذیفہ ؓ بن محسن کو شریروں کو سبق سکھانے کے لیے عمان کی طرف۔

⑦ حضرت عرفجہ ؓ بن ہرثمہ کو دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے اہل مہرہ کی طرف۔

⑧ حضرت طریفہ ؓ بن حاجر کو باغیوں کی سرکوبی کے لیے بنو سلیم و بنو ہوازن کی طرف۔

⑨ حضرت سوید ؓ بن مقرن کو مخالفین اور دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے تہامہ یمن کی طرف۔

⑩ حضرت علاء بن الحضرمی ؓ کو شریروں کی سرکوبی کے لیے بحرین کی طرف۔

⑪ حضرت مہاجر ؓ ابن امیہ کو دشمنوں کو زیر کرنے کے لیے صنعاء کی طرف۔

ماہ جمادی الاول ۱۱ھ (حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے اقتدار سنبھالنے کے صرف دو ماہ بعد) یہ حضرات مدینہ منورہ سے اپنے اپنے مشن پر روانہ ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید ؓ کی ڈیوٹی اولاً اسی مدعی نبوت طلیحہ بن خویلد اسدی کی سرکوبی کے لیے لگی تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے وہ بزاخہ (نجد) کی طرف روانہ ہوئے۔ حاتم طائی کے بیٹے حضرت عدی ؓ بن حاتم جو پہلے ہی اپنے قبیلے طے کے شریروں کو سمجھانے کے بعد اپنے کامیاب مشن کے بعد لوٹ رہے تھے وہ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت خالد بن ولید ؓ سے آملے اور اس طرح اس مدعی نبوت پر زبردست حملہ ہوا اس کی فوج کے متعدد سپاہی مارے گئے، بہت سے بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ خود طلیحہ اپنی بیوی کے ساتھ شام کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے دور حکومت میں مدینہ واپس آیا اور آپ کے ہاتھ پر دوبارہ مسلمان ہوا۔

③ مسیلمہ کذاب

۹ھ اور ۱۰ھ میں اہم مذاکرات کے لیے ملک کے مختلف حصوں اور بیرونی ممالک سے جو وفود حضور ﷺ کے پاس مدینہ آئے، ان میں وفد بنی حنیفہ کو اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ اس میں مدعی نبوت مسیلمہ کذاب بھی شامل تھا۔ گو ۹ھ میں جب وہ وفد کے ساتھ مدینہ آیا، ابھی تک اس نے دعوائے نبوت نہیں کیا تھا جو اس وفد کے ناکام مذاکرات کے بعد کیا۔ یہ وفد ۱۷ افراد پر مشتمل تھا، ۱۶ افراد حضور ﷺ کی خدمت میں آکر مشرف بہ اسلام ہوئے، جبکہ مسیلمہ تکبر کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس نہ آیا۔ حضور ﷺ دار بنت الحارث میں اس کے پاس تشریف لے گئے، جہاں مدینہ میں اس کا قیام تھا اور مسیلمہ کی بیوی کیسہ بنت الحارث بن کریز کا گھر تھا، جہاں مسیلمہ آکر ٹھہرا تھا۔ جب حضور ﷺ تبلیغ اسلام کے لیے مسیلمہ کے پاس آئے تو خطیب رسول اللہ ﷺ حضرت ثابت بن قیس بن شماس ؓ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے، آپ ﷺ نے جب اسے دعوت اسلام دی تو وہ کہنے لگا:-

”إن شئت خليت بيننا وبين الأمر ثم جعلته بعدك۔“

”اگر آپ چاہیں تو آپ ہمارے اور اس نبوت کے درمیان حائل نہ ہوں، پھر اپنے بعد یہ نبوت ہمیں سونپ دیں۔“

یعنی جب تک آپ ﷺ زندہ ہیں، آپ ﷺ نبی اور آپ ﷺ کی آنکھیں بند ہونے کے بعد میں نبی اور آپ ﷺ کا خلیفہ۔ یہ مسئلہ آپ کے اور میرے درمیان کیوں حائل ہو، کیوں نہ ہمارا اور آپ کا سمجھوتہ ہو جائے۔ بخاری شریف میں ہے:-

”وفي يد رسول الله ﷺ قضيب فوقف عليه فقال له النبي ﷺ لو سألتني هذا القضيب ما أعطيتكه وفي رواية أخرى ولن تعد وأمر الله فيك ولئن ادبرت ليعقرنك الله واني لأراك الذي أريت فيه ما رأيت۔“

”اور حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: تو اگر مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو میں تجھے وہ بھی نہ دوں گا (اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:) اور تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے ہرگز تجاوز نہ کر سکے گا اور اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کر دیں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو خواب میں مجھے دکھایا گیا ہے۔“

نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد اس نے حضور ﷺ کو درج ذیل خط بھیجا:-

”من مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله (ﷺ) أما بعد فإني قد اشركت معك في الأمر وان لنا نصف الأرض ولقريش نصف ولكن قريشاً لا ينصفون۔ والسلام“

”رسول اللہ مسیلمہ کی جانب سے محمد (ﷺ) کی طرف، اما بعد! میں اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی، لیکن قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام“

حضور ﷺ نے اس خط کا درج ذیل جواب لکھوایا:-

”من محمد رسول الله (ﷺ) إلى مسيلمة الكذاب أما بعد فالسلام على من اتبع الهدى فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

والعاقبة للمتقین۔"

"محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے مسیلمہ کذاب (بہت جھوٹے) کی طرف، اما بعد! سلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کر دے اور اچھا انعام پرہیزکرنے والوں کا ہے۔"

اس طرح گویا اولاً مسیلمہ کذاب نے حضور ﷺ کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ زندگی میں نبی رہیں، بعد میں یہ چیز مجھے دے جائیں یا پھر ہم دونوں زمین کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔

حضور پاک ﷺ کا یہ جواب ملنے کے بعد مسیلمہ کو اپنی مقصد برآری کے لیے جنگ کی تیاریوں کے علاوہ کوئی دوسری صورت نہ سوجھی اور اس نے باقاعدہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں، ادھر حضور پاک ﷺ نے اپنے وصال سے پیشتر آخری کوشش کے طور پر مسیلمہ ہی کے قبیلے بنوحنیفہ کے ایک شخص رجال بن عنفوہ کو جس نے یمامہ سے منتقل ہوکر مدینہ کی سکونت اختیار کر لی تھی، مسیلمہ کے پاس سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لیے بھیجا۔ یہ شخص جب یمامہ پہنچا تو بجائے مسیلمہ کو سمجھانے کے خود مسیلمہ کے ساتھ مل گیا اور اس طرح مسیلمہ کی طاقت روز بروز بڑھتی رہی اور اس دوران میں حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر حکومت کی بھاری ذمہ داری آ پڑی۔ آپ نے مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے ابتداء حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابن جہل کو بھیجا اور پھر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کو ان کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ پر حملہ کرنے میں ذرا جلدی کی، وہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے پہنچنے سے پہلے ہی حملہ آور ہو گئے اور شکست کھائی۔ ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقام بطاح میں اپنی مہم سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ واپس آئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ مسیلمہ کی جنگی تیاری کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کے ساتھ صرف قبیلۂ ربیعہ کے ۴۰ ہزار جنگجو تھے اور کئی دیگر قبائل کے ہزاروں لوگ بھی اس کے ساتھ جمع ہو گئے تھے، جب کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر صرف ۱۳ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ جو لوگ مسیلمہ کذاب کو جھوٹا سمجھتے تھے، وہ بھی محض قومی و قبائلی عصبیت کی بنا پر مسیلمہ کے ساتھ ہو گئے۔

حضرت خالد بن ولید کی فوجیں جب یمامہ کے قریب پہنچیں تو آپ نے فوج کے ایک دستے کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پیش قدمی کا حکم دیا۔ مسیلمہ پہلے ہی مجاعہ بن مرارہ کی سرکردگی میں ۶۰ آدمیوں کا ایک دستہ بنوتمیم پر شب خون مارنے کے لیے بھیج چکا تھا۔ اسلامی فوج سے اس دستہ کا ٹکراؤ ہوا اور یہ سب مرتد اسلامی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے اور مجاعہ گرفتار ہوا، اب مسلمانوں کو مسیلمہ کی اصل فوج سے نبرد آزما ہونا تھا۔ مسیلمہ نے اسلامی فوج پر زبردست حملہ کیا لیکن مسلمان اس پامردی سے لڑے کہ مسیلمہ کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگے۔ مسیلمہ کی فوج کے دو سپہ سالار تھے، رجال بن عنفوہ اور محکم بن طفیل۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے محکم بن طفیل کو قتل کیا، اب مسیلمہ کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ مسیلمہ کی فوج قریب ہی ایک قلعہ نما باغ (حدیقۃ الرحمن) میں تھی، مسیلمہ فرار ہونے کی نیت سے اس باغ کے دروازے کے باہر جانا چاہتا تھا کہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ (جنھوں نے حالتِ کفر میں غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا، بعد میں وہ اسلام لائے تھے وہ اس دروازے کے قریب موجود تھے، انھوں) نے مسیلمہ کو اس زور سے نیزہ کھینچ کر مارا کہ نیزہ مسیلمہ کی زرہ کو پار کرتا ہوا مسیلمہ کے سینے کے پار ہو گیا اور اس طرح مسیلمہ واصلِ جہنم ہو گیا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا جو بڑا دھبہ لگا ہوا تھا، کسی قدر کم ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف مسلمانوں کی یہ جنگ جو تاریخ میں جنگِ یمامہ کے نام سے مشہور ہے، ماہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں ہوئی اور اس کی شدت خون ریزی اور جانی نقصان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس میں مسیلمہ کذاب کی فوج کے ۷۰ ہزار جنگجو مارے گئے، جبکہ ۱ ہزار سے زائد صحابہ و تابعین شہید ہوئے جن میں خطیب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے علمبردار حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ وہ ۹ھ میں جب وفد بنوحنیفہ مذاکرات کے لیے مدینہ آیا تو وہ مسیلمہ سے بات کرنے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئے ہوئے تھے اور جب مسیلمہ نے حضور ﷺ سے اوٹ پٹانگ بات شروع کی تو بقیہ تفصیلی گفتگو کے لیے آپ ﷺ نے اپنی طرف سے انھیں نامزد کیا تھا کہ اے مسیلمہ! اب میری طرف سے باقی بات تم سے یہ ثابت بن قیس کریں گے۔

④ سجاح بنت الحرث بن سوید

اس زمانے میں عورتوں کو بھی نبوت کے دعوے کا سودا سمایا، چنانچہ بنی تغلب کی اس عورت نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور مدینے پر چڑھائی کے لیے چار ہزار کا لشکر جمع کر لیا اور اس مذموم مقصد میں بعض قبائل کے سردار مثلاً بنی تمر کا سردار عقبہ بنی ہلال، بنوتغلب کا سردار ہذیل بن عمران اور بنی شیبان کا سلیل بن قیس بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ اس نے اپنے مذہب میں اس سہولت کا اعلان کر دیا کہ نمازیں تو ضرور پڑھو مگر زنا کرنا، شراب پینا اور سور کھانا جائز ہے۔ اس ترغیب سے بہت سے عیسائی بھی اس کے پیروکار بن گئے، چونکہ مسیلمہ کذاب اور سجاح کا مدینہ پر حملہ کرنا مشترکہ مقصد تھا، لہٰذا اس نے مسیلمہ کذاب سے شادی کر لی اور مہر یہ قرار پایا کہ مسیلمہ نے آدھی پیغمبری اپنے پاس رکھی اور آدھی سجاح کو دے دی۔ نیز مسیلمہ نے سجاح کے پیروکاروں پر عشا اور فجر کی دو مشکل نمازیں معاف کر دیں مگر یہ شادی زیادہ دن نہ چل سکی۔ صرف تین دن دونوں کا ساتھ رہا اور پھر جیسے حضرت خالد بن ولید کی فوج سجاح کی فوج کے بالمقابل ہوئی، سجاح کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب ساتھی اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئے اور یہ بھی بھاگ اور بنی تغلب کے مقام جزیرہ پہنچ کر کہیں روپوش ہوگئی۔

⑤ فازازی

آٹھویں صدی ہجری کے امام حدیث علامہ شاطبی ﷫ نے اپنی کتاب ''الاعتصام'' میں اس جھوٹے نبی سے متعلق کچھ تفصیل لکھی ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع اسے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت سے ایسے امور دکھلائے جو کرامت و خارقِ عادت سمجھے جاتے ہیں۔ عوام ہر زمانے میں عجائب پرست ہوتے ہیں، اس وقت بھی ایک جماعت فازازی کے ساتھ ہوگئی۔ یہ بھی مرزا قادیانی کی طرح اتباع قرآن کا مدعی تھا، اس لیے اس نے آیت خاتم النبیین میں ایسی تاویلات کیں جن کے ذریعے کسی نبی کی گنجائش آنحضرت ﷺ کے بعد نکل آئے مگر باتفاقِ علمائے وقت اس کا دعویٰ اور تاویلات سب کفر و الحاد قرار دی گئیں اور اس زمانے کے امام مقتدر شیخ المشائخ ابوجعفر بن زبیر ﷫ کے فتویٰ پر اس کو قتل کر دیا گیا۔''

⑥ مرزا غلام احمد قادیانی

انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر ہند و پاک میں دعوائے نبوت کا یہ فتنہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں اس مدعی نبوت کے گھرانے نے خصوصاً مرزا غلام احمد کے باپ مرزا غلام مرتضیٰ نے مسلمانوں کی تحریکِ آزادی کو کچلنے کے سلسلے میں انگریزی حکومت کی بھرپور مدد کی تھی۔ انگریزی حکومت کی یہ ایک سیاسی ضرورت تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کے جذبۂ حریت کو کچلنے اور ان میں جہادی روح ختم کرنے کے لیے اس خاندان کو استعمال کیا جائے اور دین میں ایک نیا شوشہ چھوڑ کر مذموم مقاصد کو پورا کیا جائے۔ انگریزوں نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کے لیے بھرپور طور پر یہ حربہ استعمال کیا۔

حضرات فقہائے کرام نے کافروں کی تین قسمیں بیان کی ہیں:-

① - مطلق کافر

② - منافق کافر

③ - زندیق کافر

مطلق کافر

ایمانِ مجمل و ایمانِ مفصل میں جن سات بنیادی عقائد و افکار پر ایمان لانا اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے، وہ ان کا صراحتاً یا اشارتاً انکار کرتا ہے یا صراحتاً یا اشارتاً ان میں شک کا اظہار کرتا ہے اور یا ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے جن سے صراحتاً یا اشارتاً انکار سمجھا جائے۔

منافق کافر

وہ زبان سے تو ان ایمانیات کا اقرار کرتا ہے مگر دل سے انکار کرتا ہے۔ اس کا ظاہری اقرار درحقیقت دنیاوی فوائد حاصل کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

زندیق کافر

وہ دین میں تحریف کا مرتکب ہوتا ہے۔ آیات و احادیث کی اپنی مرضی اور اپنے مذموم مقاصد کے اعتبار سے تشریح کرتا اور سلف صالحین کی تعبیرات کو نظر انداز کرتا ہے، اپنے کفر پر اسلام کا لیبل لگاتا اور بدبودار شراب کو آبِ شیریں کہہ کر فروخت کرتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کافروں کے اس تیسرے زمرے میں آتا ہے۔

① - دنیا کے مسلمانوں نے اسلام کے خلاف اس تخریبی تحریک کو محسوس کیا اور رابطہ العالم الاسلامی کے تحت مکہ مکرمہ میں ۶ تا ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کو ۴۰ مسلمانوں کا اجلاس ہوا جنھوں نے متفقہ طور پر قادیانیت کو اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک قرار دیا۔

② - ۹ جون ۱۹۷۴ء پاکستان اور بیرونی ممالک میں اس تخریبی تحریک کے توڑ کے لیے مجلسِ عمل تحفظِ ختمِ نبوت وجود میں آئی اور علمائے حق اس تحریک کے خلاف میدانِ عمل میں آ گئے۔

③ - ۱۴ جون ۱۹۷۴ء پاکستان بھر میں اس کے خلاف ملک گیر ہڑتال اور پرامن مظاہرے ہوئے۔ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر مرزا طاہر کی سربراہی میں نشتر میڈیکل کالج کے طلبا پر لاٹھیوں اور سریوں سے جو ظلم کیا تھا وہ مارتے جاتے اور کہتے جاتے اور ''ختمِ نبوت کے نعرے لگاؤ'' اس پر شدید احتجاج کیا گیا اور حکومتِ وقت کو مجبور کیا گیا وہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔

④ - ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں ضروری آئینی ترامیم اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش کی گئی۔

⑤ - ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا بل منظور ہوا۔

حکومتِ وقت اور خصوصاً اس وقت کے وزیرِ اعظم پاکستان ذوالفقار علی بھٹو، وزیرِ قانون عبد الحفیظ پیرزادہ، اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار وغیرہ نے علمائے حق اور جمہور کے اس جائز دینی مطالبے میں ان کا ساتھ دیا۔ قائد حزبِ اختلاف مولانا مفتی محمود ﷫ نے اس ساری جدوجہد میں انتہائی کردار ادا کیا۔ ارکانِ قومی اسمبلی کی اس قرارداد سے بہت پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر و مفسد قرار دیا تھا اور اس ساری جدوجہد کے لیے فضا سازگار کی تھی۔ مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، گولڑہ شریف کے سجادہ نشین حضرت پیر مہر علی شاہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد یوسف بنوری، مفتی زین العابدین، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا ابو الحسنات وغیرہ۔ وہ پوری ملتِ اسلامیہ کے شکریے کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ایک عظیم فتنے کو پھیلنے سے روکا۔ ان کے علاوہ جن علما، قائدین نے قومی اسمبلی کے اندر اور باہر اس سلسلے میں محنتیں کیں، انھوں نے بھی دینی حمیت کا مظاہرہ کیا اور مسلمانانِ پاکستان کے دل جیتے۔ مثلاً مولانا عبد الحق (اکوڑہ خٹک)، مولانا عبد المصطفیٰ ازہری، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا ظفر

بقیہ صفحہ [illegible] پر ملاحظہ کریں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(۳)

مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیّت

از قلم

علامہ ثناء اللہ امرتسری، علامہ سید رشید رضا مصری، مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا محمد داود غزنوی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، جسٹس پیر کرم شاہ ازہری، مولانا محمود احمد رضوی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا سید انور حسین مونگیری، مولانا محمد اسحاق بھٹی، ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان، ابو عمار سلیم، عبید اللہ لطیف، عبد المنان شورش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

مرزا صاحب قادیانی کا انتقال

حضرت علامہ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مرزا غلام احمد قادیانی کے شدید ترین مخالفین میں سے ایک تھے۔ انھوں نے پوری زندگی مرزا کی ہر ہر محاذ پر مخالفت کی اور اس کے باطل دعاوی کی راہ میں ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ حتیٰ کہ خود مرزا نے ان سے تنگ آ کر دعا کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ مرزا کی یہ واحد دعا تھی جو مرتبہ اجابت تک پہنچی اور جھوٹا (مرزا) سچے (مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ) کی زندگی میں مر گیا۔ یہ سب تاریخ رد قادیانیت کا زریں باب ہے۔ مرزا کی وفات پر جو شذرہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنے ہفت روزہ اخبار "اہل حدیث" امرتسر بابت ۵ جون ۱۹۰۸ء میں لکھا تھا، وہ تاریخی اہمیت کی حامل تحریر ہے جسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ (الواقعۃ)

اگر بمرد عدو جائے شادمانی نیست
کہ زندگانیٔ ما نیز جاودانی نیست [1]

شعر مذکور میں جو اخلاقی تعلیم دی گئی ہے وہ اس موقعہ کے لیے ہے جب کسی شخص کی دشمنی کسی سے ذاتی عناد اور شخصی بغض پر ہو لیکن جس شخص سے عداوت کی بنا مذہبی اختلاف یا اس کا دینی فساد ہو اس کی نسبت خوشی کرنے سے قانون اور شریعت منع نہیں کرتی، اس لیے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ابو جہل کے مرنے کے موقع پر حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:-

"مات فرعون ھذہ الامۃ۔"

یعنی: "امت محمدیہ کا فرعون مر گیا"۔

قرآن مجید میں کفار کی ہلاکت پر فرمایا گیا ہے:-

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [2] (الانعام:۴۵)

اس لحاظ سے آج کوئی شخص مرزا صاحب کے انتقال پر خوشی کرے تو کوئی ایسا قابل ملامت نہیں مگر ہم کو مرزا صاحب کے انتقال پر اس لیے خوشی نہیں بلکہ ایک اور وجہ سے ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے خاص میری تعلق ایک اشتہار دیا تھا جو مرزا صاحب اور مجھ ہی میں نہیں بلکہ مرزا صاحب کے تمام مشن کے فیصلے کے متعلق کافی ہے گو آج سے پہلے بھی ایک دفعہ اشتہار درج ہو چکا ہے مگر ناظرین کے استحضار کے لیے اس کا ضروری حصہ آج بھی درج کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا:-

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں [3] کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ میں نے خدا سے یہ فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارک مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انھیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر دے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا

---

[1] اگر دشمن مر گیا تو خوشی کا موقع نہیں ہے، اس لیے کہ ہماری زندگی بھی جاوداں (ہمیشگی) نہیں ہے۔ (الواقعہ)

[2] پس جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی جڑ ہی کٹ گئی، تمام تعریفیں اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الواقعہ)

[3] میرا اشد دشمن ہونا مرزا جی تتمہ حقیقت الوحی کے ص ۳۰۵ پر تسلیم کرتے ہیں۔ ایڈیٹر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین

الراقم عبد اللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد۔

مرقومہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

جواب

اشتہار مرقوم کا مضمون کسی شرح یا حاشیہ کا محتاج نہیں بلکہ اپنا مضمون آپ صاف بتلاتا ہے کہ مرزا صاحب اور ثناء اللہ میں سے جو پہلے مرے گا وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہے۔ گو اس قاعدہ کو خاکسار نے تسلیم نہ کیا ہو مگر مرزا صاحب پر تو اس اشتہار سے اقبال ڈگری ہے بلکہ ایجاد کردہ اصول ہے۔ پس اس اصول کو مد نظر رکھ کر ناظرین کو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کا واقعہ سناتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قادیانی جو حرم محترم کی علالت کی وجہ سے لاہور تبدیل آب و ہوا کے لیے گئے ہوئے تھے ۲۶ مئی کو خود ہی علیل ہو کر چند گھنٹوں میں راہی ملک بقا ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے اسٹیشن لاہور پر حکیم نور الدین کو کہتے ہوئے سنا کہ مرض اسہال[1] سے مرے ہیں۔ ۴ بجے صبح کے مرض لاحق ہوا ۲ بجے زبان بند ہوگئی۔ دس بجے انتقال ہوگیا۔ معتقدین کی آنکھوں میں اندھیرا ہوگیا اور مخالفین کو خوشی ہوئی۔ کیوں نہ ہو جب کہ دنیا کا عام قاعدہ ہی یہ ہے جو عرب کے مشہور شاعر متنبی نے کہا ہے

بذا قضت الایام ما بین اھلھا
مصائب قوم عند قوم فوائدا

یعنی: دنیا میں دستور ہی چلا آیا ہے کہ ایک قوم کی مصیبت پر دوسری قوم کو فوائد ہوتے ہیں۔

افسوس کہ میں اس روز اعظم گڑھ سے امرت سر کو آتا ہوا ریل کے سفر میں تھا ورنہ عجب نہیں کہ جس وقت جنازہ آپ کا اسٹیشن امرت سر پر آیا تھا خاکسار بلند آواز سے کہتا کہ

عاشق کا جنازہ ہے ذرہ دھوم سے نکلے

اور آپ کے خلیفہ راشد حکیم نور الدین صاحب کو مرزا جی کا اشتہار منقولہ بالا دکھا کر پوچھتا کہ مرزا صاحب نے جلدی کیوں کی ابھی تو میں زندہ ہوں پھر وہ کیوں چل دیے ایسی بے وفائی بھی کیا۔ ایسے مسیح ایسے مہدی ایسے کرشن ایسے ابن اللہ اور یہ بے مروتی۔ آہ

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا
پر ترے عہد سے پہلے تو یہ دستور نہ تھا

الحمد للہ کہ مرزا صاحب میرے مقابلہ پر اپنے کذب، اپنے افترا، اپنے دجل، غرض اپنے ہمہ صفات موصوف ہونے پر مہر کر گئے جس کی بابت میں ان کا مشکور ہوں اور اس احسان کے عوض میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ

بخش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر
خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعویٰ کیا

ہاں یاد آیا کہ مرزا صاحب کے بے وقت انتقال سے یہی نہیں کہ بموجب اشتہار مرقومہ آپ کے مشن اور آپ کی نبوت کو صدمہ پہونچا بلکہ کئی ایک اور اسباب بھی ایسے جمع ہو گئے جو فرداً فرداً بھی قادیانی مشن کو صدمہ پہونچا رہے ہیں۔

منجملہ آسمانی منکوحہ کا نکاح ایک عظیم الشان امر ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کی برادری میں ایک لڑکی تھی جس کا والد ہوشیار پور کا رہنے والا تھا اس کے والد کو مرزا صاحب نے پیام نکاح دیا مگر بوجوہات مختلفہ وارثان معصومہ نے انکار کر دیا اس پر مرزا صاحب نے ان کو دھمکایا کہ اگر تم نے اس لڑکی کو اور کسی جگہ بیاہ دیا تو یہ بیوہ ہو کر بھی میرے پاس آئے گی۔ چنانچہ رسالہ "کرامات الصادقین" کے اخیر صفحہ پر لکھا ہے:-

"قال و یموت بعلھا و ابوھا الی ثلث سنۃ من یوم النکاح ثم نردھا الیک بعد موتہا۔"

میرے خدا نے مجھے بذریعہ الہام کہا ہے کہ اس عورت کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک مر جائیں گے اور ان کے مرنے کے بعد اس عورت کو ہم تیری (مرزا کی) طرف پھیر لائیں گے۔

اس پیشین گوئی کے متعلق جب کبھی سوال ہوا تو یہی جواب ملا کہ میں کیا مر گیا ہوں۔ میری زندگی میں ضرور مسمات مذکورہ میرے نکاح میں آئے گی مگر افسوس کہ آج اس امید کا بھی خاتمہ ہوگیا اور مرزا صاحب یہ شعر پڑھتے ہوئے تشریف لے گئے کہ

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

اطلاع: ڈاکٹر عبد الحکیم خان صاحب کا مضمون متعلق موت مرزا آیندہ پرچہ میں درج ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مرزا صاحب کے انتقال کے بعد حکیم نور الدین سے مرزائیوں نے خلافت کی بیعت کی۔ دیکھیے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ

"اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف جس نے بھی زبان کھولی اور قلم اٹھایا۔ اس کے حملے کو روکنے کے لیے ان کا قلم شمشیر بے نیام ہوتا تھا اور اسی مجاہدانہ خدمت میں انھوں نے عمر بسر کر دی۔ فجزاہ اللہ عن الاسلام خیر الجزاء۔"

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو خراج عقیدت

(۲) دربار خلافت قادیان سے اس مضمون کا ایک اشتہار بھی پہونچا ہے جس میں پایا جاتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہیں۔ ایڈیٹر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونک احق ھو قل ای وربی انہ لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدیٰ مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود کذاب۔ دجال۔ مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے ان گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون۔ ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے یہ فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔ وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لک بہ علم پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین۔ آمین بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبد اللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

([illegible] برقی پریس امرتسر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ سید رشید رضا مصری

مسیح الھند

قاہرہ (مصر) کے مشہور جریدے "المنار" کی ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ کی اشاعت میں عالم اسلام کے نامور فاضل اور مدیر "المنار" علامہ سید رشید رضا مصری جنٹر کا مضمون بعنوان "مسیح الہند" طباعت پذیر ہوا تھا۔ اس مضمون کا اردو ترجمہ "ضیاء السنۃ" کلکتہ کی شعبان ۱۳۲۰ھ (۱۹۰۲ء) کی اشاعت میں "مرزا قادیانی خیالی مسیح" کے عنوان سے شائع ہوا جو پیش خدمت ہے۔ (الواقعۃ)

✡ ✡ ✡ ✡ ✡

اس شخص نے جو کہ مسیح اور مہدی ہونے کا مدعی ہے دنیا میں شر و فساد برپا کیا ہے۔ جھوٹے دعویٰ کی تائید میں طرح طرح کے رسالے ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ میں شائع کرتا ہے۔ اس کے مضامین اور تحریرات ایسے ہیں جیسے کاہنوں اور نجومیوں کے شعبدے اور مقفیٰ فقرے بلکہ اس سے بھی بدتر اگر کوئی شخص مرزا کی تحریر کو تامل سے پڑھے تاکہ اس کا اصلی مطلب معلوم ہو تو سوا ملمع سازی اور غلو اور اپنی مدح و ثنا کے اس میں کچھ نہ پائے۔ یہ شخص بار بار اپنی تعریف اور جو اس کو مسیح موعود نہیں مانتے ان کی مذمت و ہجو کرتا ہے۔ بسا اوقات اس کی طویل و عریض تحریرات میں اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں جن میں غور کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شخص مذکور حصول جاہ و ثروت اور برٹش گورنمنٹ سے تقرب و رسوخ پیدا کرنا چاہتا ہے، اس کے سوا اور کوئی اس کا مقصد معلوم نہیں ہوتا۔ جہاد کو منسوخ اور مسلمانوں پر حرام کہتا ہے اور انگریزوں کی مدح کرتا ہے۔ اس لیے وہ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ ذرا مسیح دجال ہم کو بتائے اور نشان دے کہ اس زمانہ میں جہاد کرنے والے مسلمان کہاں ہیں اور حرام و منسوخ کہنے کی کیا ضرورت واقع ہوئی وہ مسلمان کہاں ہیں جو اس کام میں مشغول ہیں اور ان کو اس سے روکنے کے لیے منسوخ کہنے پر زور دیا جاتا ہے۔ کیا اس کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بڑے بڑے شہر اور ملک نکل گئے کیونکہ جن امور کی اس لیے ضرورت تھی ان کو مسلمانوں نے یک قلم موقوف کر دیا جو قومیں کہ مسلمانوں پر جنگ و حرب کی وجہ سے طعن و طنز کرتی تھیں وہی قومیں فنون جنگی میں مسلمانوں سے آگے بڑھ گئیں یہاں تک ان پر حاکم و فرماں روا ہو گئیں۔ شاید مرزا پر وحی نازل ہوئی ہوگی کہ جنگ و حرب مسلمانوں کے لیے عار و ننگ اور مسیحی قوم کے لیے خیر و خوبی اور فضیلت کا باعث ہے۔ مرزا گمان کرتا ہے کہ جس قدر روایتیں نزول مسیح کے بارہ میں وارد ہیں وہ سب مجھ پر صادق آتی ہیں۔ حالانکہ احادیث میں صاف طور پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول و ظہور کا ذکر ہے۔ بھلا کہاں عیسیٰ علیہ السلام اور کہاں مرزا قادیانی مورد لعن و ملام۔

احادیث میں وارد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے درمیان آسمان سے نازل ہوں گے سو ہندوستان میں آسمان سے نزول کہاں ہوا؟ کہاں فرشتے اور کہاں مرزا کے مرید جاہل و احمق۔

احادیث میں جو مسیح کے اوصاف مذکور ہیں وہ ہرگز مرزا پر منطبق نہیں اس سبب سے وہ طرح طرح کی تاویلیں کرتا ہے اور لغو باتیں بناتا ہے۔ کہتا ہے کہ ظاہر قرآن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کو ان کی قبر کا بھی حال معلوم ہوا ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوتا ہے کہ احادیث میں جن کے نزول کا ذکر ہے اس سے مراد قادیانی ہے۔ یا تو احادیث مذکورہ کی صحیح و مقبول تاویل کی جائے یا ان کا ضعیف ہونا بیان کیا جائے کیونکہ قرآن متواتر اور قطعی ہے پس جو قول کہ کسی تاویل اور توجیہ سے بھی اس کے مخالف ہوگا وہ مقبول نہ ہوگا۔

یہ دجال اظہار معجزات و خوارق عادات کا مدعی ہے کیونکہ اس نے ایک کتاب جو کہ لوگوں کی نگاہوں میں نہایت حقیر اور ذلیل ہے اگرچہ وہ اس کو بزعم خود عظیم الشان سمجھتا ہے تالیف کی ہے اس میں سوا ہذیان اور خرافات کے اور کچھ نہیں۔ پس جب اس قسم کی لغو اور لچر کتابیں مسیح اور مہدی ہونے کے لیے دلیل ہو سکتی ہیں تو جس کتاب کو تمام عقلا پسند کرتے ہیں وہ کتاب والے کے معبود ہونے کی دلیل کیوں نہ ہوگی۔ اس بد حواس کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ قرآن کا آنحضرت ﷺ کے لیے معجزہ ہونا کس وجہ سے ظاہر ہوا؟ کیا اس سبب سے کہ وہ تالیف کی ہوئی کتاب ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کے علوم ربانی اور اصلاحی امور پر مشتمل ہے۔ اسی کے صدقے سے گمراہوں نے ہدایت پائی، ان کے عقائد درست ہوئے، خراب اخلاق عمدہ ہو گئے۔ باوجود یہ کہ قرآن ایسے شخص کی زبان سے آشکارا ہوا جو محض امی جس نے استاد سے ایک لفظ بھی نہیں سیکھا۔ نیز اس کا بیان اس درجہ فصیح و بلیغ ہے کہ تمام بلغا اس سے عاجز و مجبور ہو گئے۔ باوجودیکہ جو قرآن لے کر آئے وہ فصاحت و بلاغت میں شہرۂ آفاق نہ تھے۔ اور مقام غور و انصاف ہے کہ جو شخص چالیس سال کی عمر تک کسی قسم کے کمال اور جوہر میں مشہور و معروف نہ ہو پھر وہ دفعۃً ایسے درجہ و مرتبہ پر پہنچ جائے جو سب پر سبقت لے جائے اس کا سبب سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سچا معجزہ اور حق تعالیٰ کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔ اور مرزا کا یہ کہنا کہ فاتحہ ہمارے مسیح ہونے کی دلیل ہے اور لفظ الرحمٰن الرحیم محمد خاتم الانبیاء پر دلالت کرتا ہے وغیرہ سو یہ قرآن کے ساتھ تمسخر اور نہایت مکروہ لہو و لعب ہے ہر شخص اس قسم کے خرافات پر الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرا سکتا ہے۔ کیا عجب کہ قادیانی راہ راست پر واپس آجائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ عبد العزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ

قادیانی اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کی تفسیر

مرزا قادیانی کے ایک مرید فضل امام مختار نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ایک آیت کی تفسیر مولانا عبد العزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ سے دریافت کی تھی۔ قادیانی رفع، حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہیں۔ مولانا رحیم آبادی رحمہ اللہ نے قادیانی استفسار کے جواب میں آیت کی جو تفسیر کی ہے اس سے قادیانی دعاوی کی قلعی کھل جاتی ہے کہ قرآنی متن اور لغت دونوں مرزائی عقائد کے برعکس ہیں۔ یہ استفسار اور اس کا جواب ماہنامہ "ضیاء السنۃ" (کلکتہ) کی شعبان ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء) کی اشاعت میں طباعت پذیر ہوا۔ (الواقعہ)

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

بخدمت شریف جناب مولانا صاحب مدظلہ العالی

بعد سلام و علیک عرض پرداز ہوں کہ واسطے دریافت دو یک امر جو شک میں پڑا ہوں متکلف خدمت ہے اور وہ یہ ہے:-

① - حضرت عیسیٰ بحالتِ جسمانی آسمان پر اب تک زندہ ہیں یا روحانی؟

② - اگر بحالتِ جسمانی زندہ ہیں تو سورہ آل عمران میں یہ آیت: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ۔ لفظ متوفی اس آیت میں کس مطلب سے اتری ہے کچھ سمجھ میں نہیں آیا ہے؟

امیدوار ہوں کہ مہربانی فرما کر خلاصہ مطلب تحریر فرمایا جائے کہ شک بندہ کا رفع ہو جائے مکرر یہ کہ اب تک کوئی پیغمبر بحالتِ جسمانی زندہ ہیں یا نہیں۔

زیادہ والسلام عریضہ انکسار

بندہ فضل امام مختار از مریدان قادیان

محلہ بنہ ڈاکخانہ صدر مدھوبنی ضلع پورنیہ

بتاریخ ۱۵ اگست ۱۹۰۵ء

جواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لفظ توفی قرآن مجید میں مار ڈالنے اور سلا دینے دونوں معنوں میں آیا ہے: وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا [1] (البقرۃ: ۲۳۴) میں توفی بمعنی موت ہے اور وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ [2] (الانعام: ۶۰) میں سلا دینے کے معنی میں ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ (آل عمران: ۵۵) میں کیا مراد ہے۔ یہاں پر تین کلمات: ①- متوفیک، ②- رافعک الی و ③- مطہرک، بر سبیل عطف وارد ہیں اور اس کے قبل ہے: وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ [3] (آل عمران: ۵۴) دونوں آیت کو ملا کر دیکھیے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ اسی مکر اللہ کا بیان ہے پس اگر اس کے موت ہی معنی ہیں تو مکر اللہ کیا ہوا، موت تو ایک معمولی بات ہے مکر کیا ہوا؟ علاوہ موت تو دشمنوں کا مقصود ہی تھا پھر ان کے ساتھ مکر کیا ہوا؟ اس آیت میں توفی اور رفع الی اللہ اور تطہیر من الکفار ایک ساتھ وارد ہے۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ توفی کر کے تم کو اپنی طرف اٹھا لیں گے اور کافروں سے پاک کریں گے تو اگر موت کے ساتھ رفع ہوا تو

①- اولاً حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت ہے۔

②- دوسرے متوفیک صرف اس کے لیے کافی تھا رافعک کی کیا ضرورت اور کیا فائدہ؟

③- تیسرے و مطہرک کے معنے موت کے بعد کفار سے پاک کرنے کی کیا صورت ہے روح مجرد کو کفار سے کیا تعلق جو ان سے چھڑایا، کافروں سے تطہیر کے معنے سوائے چھڑانے کے دوسرے نہیں بن سکتے۔ لہٰذا موت کے معنے یہاں نہیں ہو سکتے۔

پس مضمون یہ ہوا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو کیفیت نومیہ کے ساتھ اپنی طرف اٹھا کر کافروں سے چھڑا لوں گا۔

اس واسطے آیت کریمہ:-

وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا . بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا [4] (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

میں صرف قتل کی نفی اور اٹھانے کا ذکر ہے اور اللہ پاک کے غلبہ اور حکمت کا اظہار اس کی وجہ یہی ہے کہ توفی مقدمہ رفع، اور تطہیر نتیجہ رفع، اصل فعل رفع ہی تھا اور وہ غلبہ اور حکمتِ الٰہی کی دلیل، ورنہ موت کی صورت (جو معمولی بات ہے) میں ظہور غلبہ اور حکمتِ الٰہی کیا ہے علاوہ جب یہ بات بجائے خود ثابت ہے کہ توفی کا اطلاق موت ہی کے صورت پر نہیں ہوتا بلکہ توفی کی صورتیں متعدد ہیں تو یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ جس طرح توفی کی ایک صورت سلا دینا ہے ویسی ہی ایک صورت اٹھا لینا بھی ہے پس ورافعک الی، متوفیک کا بیان ہے۔

---

① اور جو لوگ تم میں سے وفات پا جاتے ہیں اور بیویاں چھوڑ جاتے ہیں۔ (الواقعہ)

② اور وہ ایسا ہے کہ رات کو تمہیں سلا دیتا ہے۔ (الواقعہ)

③ انھوں نے مکر کیا اور اللہ نے تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر فرمانے والا ہے۔ (الواقعہ)

④ اور انھیں (عیسیٰ علیہ السلام) یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ انھیں اپنی جانب اٹھا لیا اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ (الواقعہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

ختمِ نبوت اور قادیانی فتنہ!

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا اسی وقت سے اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے نبوت کا سلسلہ جاری فرمایا اور مختلف دوروں اور مختلف قوموں میں ان کی ضرورت کے مطابق انبیاء اور رسل آتے رہے۔ (صلوات اللہ علیہم)

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ ہماری اس انسانی دنیا پر ہزاروں سال ایسے گزرے ہیں، جب کہ اس کی آبادی کے مختلف ٹکڑے ایک دوسرے سے بہت بے تعلق بلکہ بے خبر تھے اور ان کے احوال و مزاج اور ان کی عقلی و روحانی سطح اور استعداد میں بہت زیادہ فرق تھا، کیوں کہ انسانوں کی آمد و رفت اور اسی طرح علوم و افکار کے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے جو ذرائع بعد میں پیدا ہوئے جنھوں نے انسانیت کے مختلف حلقوں میں تعلق و اتصال اور کسی درجہ میں یکسانی پیدا کی وہ اس وقت تک وجود میں نہیں آئے تھے۔ اس لیے انسانی دنیا اس وقت ایک دنیا نہیں تھی، بلکہ ہر قوم اور ملک کی گویا ایک مستقل دنیا تھا یہی وجہ تھی کہ اس دور میں قوموں اور ملکوں کے لیے الگ الگ پیغمبر مبعوث ہوتے رہے اور چونکہ انسانوں کی دینی استعداد کمال کو نہیں پہنچی تھی۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی تعلیم و ہدایت میں اس پورے دور میں ارتقا بھی جاری رہا اور شرائع و احکام میں حسبِ ضرورت تغیر و تبدل ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ اب سے تقریباً ڈیڑھ دو ہزار سال پہلے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ انسانی دنیا کے مختلف حصوں میں باہم تعلق اور تبادلہ علوم و افکار کچھ ہونے لگا اور پوری انسانی دنیا ایک ہی دنیا بننے لگی اور ٹھیک اس دور میں انسانیت کچھ اپنے فطری ارتقا کے نتیجے میں اور کچھ انبیاء علیہم السلام کی ہزاروں سال کی مسلسل تربیت کے طفیل میں اپنی دینی و روحانی استعداد کے لحاظ سے گویا سنِ بلوغ کو پہنچی اور وہ وقت آ گیا کہ سب انسانوں کے لیے اللہ کا دین اور اس کی شریعت آخری اور مکمل شکل میں بھیج دی جائے اور پوری دنیا کی تعلیم و ہدایت کے لیے ایک ہی پیغمبر مبعوث فرما دیا جائے۔ حکمتِ خداوندی نے ٹھیک اس وقت پر سیدنا حضرت محمد ﷺ کو ساری دنیا کے لیے واحد نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کے ذریعے اپنا دین اور اپنی شریعت آخری اور مکمل شکل میں بھیج دی اور اعلان فرما دیا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدۃ: ۳]

اسی کے ساتھ حکمتِ خداوندی نے یہ بھی فیصلہ فرمایا کہ اس دین اور اس شریعت کو جو اپنے مکمل اور کافی وافی ہونے کی وجہ سے جب کبھی کسی ترمیم اور کسی اضافہ کی محتاج نہ ہوگی، محفوظ کر دیا جائے اور ایسا انتظام فرما دیا جائے کہ ختمِ دنیا تک تمام انسانوں کے لیے یہ ایک زندہ اور محفوظ اور مستند خدائی دستور اور آسمانی منشور ہے اور اس فیصلہ کا اعلان بھی کتابِ پاک میں فرما دیا گیا:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر: ۹]

تکمیلِ دین اور تمامِ شریعت کے بعد اس کی حفاظت کا یہ فیصلہ دراصل محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کی حفاظت اور قیامت تک اس کی بقا کی ضمانت کا فیصلہ تھا۔ گویا اسی فیصلہ میں یہ مضمر تھا کہ پہلے انبیاء و رسل جس طرح خود دنیا سے چلے ان کی نبوتیں بھی چلی گئیں، ان کے متعلق فیصلہ الٰہی یہی تھا کہ وہ چلی جائیں۔ (جب ایک چیز سے کام لینا ہی نہیں تو اس کے باقی رہنے کی یہاں ضرورت ہی کیا ہے) لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت دنیا سے خود ان کے چلے جانے کے بعد باقی رکھی جائے گی۔ کیوں کہ قیامت تک رہنمائی کا کام اب اسی سے لینا ہے۔ الغرض دین و شریعت کی تکمیل و حفاظت کا فیصلہ اور اعلانیہ براہِ راست اس حقیقت کا اعلانیہ تھا کہ نبوتِ محمدی قیامت تک باقی رکھی جائے گی اور آسمانِ نبوت کا یہ آفتاب اس دنیا کی آخری شام تک غروب نہ ہوگا۔

پس خود رسول اللہ ﷺ تو اس بشری دنیا کے عام طبعی قانون کے مطابق (جس سے حکمتِ الٰہی نے کسی بشر کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے) وقتِ مقررہ پر اس دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن آپ کی نبوت نہیں گئی اور اللہ کے فیصلے کے مطابق وہ قیامت تک کے لیے اس دنیا میں باقی ہے اور طالبانِ نور کے لیے آفتابِ ہدایت و نبوت جوں کا توں روشن رہے گا اور یہ دنیا کبھی نبوت کے نور سے خالی نہ ہوگی۔

اسی لیے حکمتِ خداوندی نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کوئی نئی نبوت نہیں بھیجی جائے گی اور کوئی نیا نبی مبعوث نہ ہوگا۔ پس محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ سلسلہ ختم کر دیا گیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز میں اس کا اعلان بھی فرما دیا:-

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [الاحزاب: ۴۰]

حق تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت محمد ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان فرمانے کے بعد جو یہ فرمایا: ''اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' تو اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ختمِ نبوت کے اعلان سے تمھیں یہ وسوسہ اور خطرہ نہ ہو کہ آئندہ جب نبی نہیں آئیں گے تو انسانوں کی ہدایت کی ضرورت کس طرح پوری ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ یہ فیصلہ ہم نے کیا ہے اور ہم ''علیم کل'' ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ ہمارے اس آخری نبی کے بعد اب انسانی دنیا کو کسی نئے نبی اور نئی ہدایت کی بالکل ضرورت نہ ہوگی۔ کیوں کہ اس نبی کی نبوت اور تعلیم و ہدایت قیامت تک زندہ اور محفوظ رہ کر اپنا کام کرتی رہے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے بھی اپنے اس فیصلہ کا بار بار اعلان کرایا۔ حدیث کا جو ذخیرہ متداول کتابوں میں محفوظ ہے۔ معمولی تلاش سے اس میں دس بیس نہیں سینکڑوں بلا مبالغہ سینکڑوں حدیثیں مل جاتی ہیں۔ جن میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف الفاظ و عبارات میں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ کا اعلان فرمایا ہے کہ نبوت مجھ پر ختم کر دی گئی۔ اب میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، مگر آپ نے اللہ کی اطلاع سے یہ پیشین گوئی بھی فرمائی:-

''لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهُ نَبِيٌّ وَ أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ''

''نہیں آئے گی قیامت یہاں تک کہ اٹھیں گے بہت سے دجال و کذاب اور وہ سب نبوت کے مدعی ہوں گے اور حقیقت یہ ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔''

چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق پہلی صدی سے بلکہ عہد نبوی ہی سے ان دجالوں کذابوں کا ظہور شروع ہوگیا۔ مسیلمہ کذاب نے آنحضرت ﷺ کے آخری دورِ حیات ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نبی اکرم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باتفاق رائے سب سے پہلا جہاد اسی مسیلمہ اور اس کی امت کے خلاف کیا، جس میں بارہ سو صحابہ شہید ہوئے، لیکن جھوٹی نبوت کے اس فتنہ کو دفن کر کے دم لیا۔

پھر اس کے بعد بھی نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق مختلف زمانوں میں مدعیانِ نبوت اٹھے، لیکن امتِ محمدیہ نے ان کے ساتھ یہی معاملہ کیا اگر وہ پاگل نہیں تھے تو ان کو دجال و کذاب اور مرتد قرار دیا گیا اور ان کے ناپاک وجود سے اللہ کی زمین کو پاک کیا گیا اور یہ اسی بنیاد پر ہوا کہ ختمِ نبوت کے عقیدہ کو دین کے ان ضروریات و بنیات میں سمجھا گیا، جن میں سے کسی ایک کے انکار سے بھی آدمی کا رشتہ اسلام سے کٹ جاتا ہے۔

بہرحال ہر دور میں پوری امتِ محمدیہ ﷺ کا یہ متفقہ فیصلہ رہا ہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری نبی ہونا اور آپ کے بعد کسی نبی کا نہ آنا اسی طرح ''ضروریاتِ دین'' میں سے ہے، جس طرح مثلاً حضور کا نبی و رسول ہونا، قرآن کا کتاب اللہ ہونا، قیامت کا قائم ہونا وغیرہ وغیرہ اور اسی لیے نئی نبوت کے مدعیوں کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو ہمیشہ اسلام سے خارج سمجھا گیا اور ان کے ساتھ ہمیشہ وہی معاملہ کیا گیا، جس کے مرتدین اور زنادقہ مستحق ہوتے ہیں، بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ ان کے ساتھ دوسرے زندیقوں اور مرتدوں سے زیادہ سخت معاملہ کیا گیا۔

اور یوں بھی غور کرنے سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ اور اس کی گنجائش سمجھنا ایسا ہی بڑا فتنہ ہے کہ امت کو پوری شدت کے ساتھ اس کی بیخ کنی کرنی چاہیے اور ان کے ساتھ ذرہ برابر نرمی نہ برتنا چاہیے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اپنی طبیعت اور مزاج کے لحاظ سے نہایت نرم تھے اور بدر سے گرفتار شدہ مکہ کے محارب کافروں کے متعلق بھی جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کو نرم فیصلہ کی رائے دی تھی۔ مسیلمہ کے خلاف جہاد کے بارے میں ان کا غیر معمولی جوش و تشدد جو روایات سے معلوم ہوتا ہے وہ ان کے مقام صدیقیت کی خاص شہادت ہے۔

ذرا غور تو فرمایئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین قرار دے کر فیصلہ فرما دیا کہ اب قیامت تک سارے انسانوں کی نجات صرف ان کی تصدیق، ان کی ہدایت و تعلیم کے اتباع پر منحصر ہے۔ ان کے بعد اب کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔ جس کی تصدیق کرنا اور جس کی ہدایت کا ماننا انسانوں کی نجات کے لیے ضروری ہو۔

شاید بہت سے لوگوں نے غور نہیں کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ایک غیر معمولی عظمت اور اہمیت رکھتا ہے اور امتِ محمدیہ کے لیے اس میں بہت ہی بڑی رحمت ہے۔ نبوت کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ نئے نبیوں کا آنا امتوں کے لیے کتنا بڑا اور کتنا سخت امتحان ہوتا ہے اور پہلے پیغمبروں کے ماننے والے کتنے لوگ ہوتے ہیں جو نئے نبی پر ایمان لاتے ہیں۔

صرف سب سے آخری دو رسولوں ہی کو دیکھ لیجیے، عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائے (اور احیائے موتیٰ جیسے معجزے لے کر تشریف لائے) تو یہودیوں میں سے کتنے اُن پر ایمان لائے اور کتنے انکار کر کے لعنتی اور جہنمی بنے۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے (اور کیسی آیاتِ بینات کے ساتھ تشریف لائے) تو یہود و نصاریٰ میں سے یعنی اگلے پیغمبروں اور اگلی کتابوں کے ماننے والوں میں سے کتنے آپ پر ایمان لائے اور کتنے انکار اور کفر کر کے دنیا میں اللہ کی لعنت اور آخرت میں ابدی عذابِ نار کے مستحق ہوئے۔

پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم کر فرما کر یہ رحمت فرمائی کہ اس میں امت کو اس سخت امتحان سے محفوظ فرما دیا۔ اگر بالفرض نبوت جاری رہتی اور آپ کے بعد کوئی نبی آتا تو یقیناً وہی صورت ہوتی جو پہلے ہمیشہ ہوئی ہے، یعنی حضور ﷺ کی امت کے بہت تھوڑے لوگ اس کو مانتے اور زیادہ تر انکار کر کے (معاذ اللہ) کافر اور لعنتی ہو جاتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ ختم فرما کر اس امت کو ہمیشہ کے لیے کفر اور لعنت کے اس خطرہ سے محفوظ فرما

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دیا اور اُمت کو مطمئن فرما دیا کہ تمہاری اور ساری دنیا کی نجات کے لیے بس یہ کافی ہے کہ ہمارے اس رسول (محمد ﷺ) پر ایمان ہو اور ان کی ہدایت کا اتباع ہو۔

الغرض ختم نبوت صرف ایک دینی مسئلہ اور عقیدہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فیصلے کا عنوان ہے کہ اب سارے انسانوں کے لیے نجات کی آخری شرط بس ہمارے اس رسول (محمد ﷺ) پر ایمان لانا اور ان کی ہدایت کا اتباع کرنا ہے۔ اس لیے اب قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کو مطمئن اور یکسو ہو کر بس ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے سلسلہ میں یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔

پس اب جو شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی نئی نبوت کی گنجائش نکالتا ہے وہ اللہ کے اس فیصلے اور اس کے قائم کیے ہوئے اس سارے دینی نظام کو درہم برہم کرنا چاہتا ہے اور اس کے دور رس نتائج پر غور کیجیے۔ یہ دوسری قسم کی اعتقادی گمراہیوں سے بہت مختلف قسم کی بات ہے۔ اس کا اثر پورے نظامِ دین پر پڑتا ہے۔ نئے نبی کی آمد پر اُس پر ایمان لانا مدار نجات ہو جاتا ہے۔ وہی نبی وقت ہوتا ہے اور اُس کے زمانہ کا کوئی شخص اس سے پہلے پیغمبروں کی تصدیق کرے، لیکن اس کو نہ مانے تو وہ کافر اور اللہ کی لعنت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے بعد نئی نبوت کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ آخری شرط محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا نہیں ہوگا بلکہ بعد میں آنے والے اس نبی پر ایمان لانا نجات کی آخری شرط ٹھہرے گا (جیسا کہ قادیانی امت مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق صاف صاف کہتی ہے کہ ان کا انکار کرنے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح پہلے نبیوں کے منکر لعنتی اور کافر ہوئے)۔

پس جو لوگ دین میں اتنا بڑا فساد برپا کرنا چاہیں اور قیامت کے لیے قائم کیے ہوئے اللہ کے اس نظام کو یوں درہم برہم کرنا چاہیں، لازماً ایمان والوں کو اُن کے ساتھ دوسرے تمام زنادقہ و مرتدین سے زیادہ سخت معاملہ کرنا چاہیے اور اسلامی تاریخ کے جاننے والے جیسا کہ جانتے ہیں امتِ محمدیہ نے ہر دور میں ایسا ہی کیا ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کوئی نرمی نہیں کی گئی۔

بد قسمتی سے ہندوستان میں اسلامی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب قائم ہوئی تو جس طرح زنا اور شراب جیسے فواحش و منکرات کو قانونی جواز حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کے بس میں یہ بھی نہ رہا کہ وہ بازار میں شراب کی اور عورتوں کی عصمت کی خرید و فروخت کو بزور روک سکیں۔ اسی طرح نبوت کا دعویٰ کرنے والوں کے لیے بھی میدان صاف ہو گیا تو اٹھارہویں صدی کے اواخر میں مرزا غلام احمد قادیانی (جس کو بہت پہلے سے مذہبی سرداری کا مقام حاصل کرنے کا مالیخولیا تھا) انگریزی حکومت کے سایہ میں نبوت کے دعوے کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

اس مختصر سے مضمون میں مرزا غلام احمد کی اور اس کے دعوؤں کی تاریخ بیان کرنا نہیں ہے، اس کے لیے مستقل کتابیں موجود ہیں۔ بلکہ صرف دعوائے نبوت کے متعلق کچھ کہنا ہے اور وہ بھی صرف اس ضرورت سے کہ حال میں بعض حضرات نے (جنھوں نے غالباً مرزا صاحب اور ان کی امت کی کتابوں کے دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی ہے) مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان ہی سمجھیں اور ان کے ساتھ اخوت اسلامی والا تعلق رکھیں اور مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت اور قادیانی امت کے اس نبی پر ایمان لانے کی اسی طرح تاویل کر لیں، جس طرح کہ بہت صوفیوں کے شطحیات کی یا شاعروں کے کلمات کی کر لی جاتی ہے۔

یہ مشورہ خواہ کتنی ہی نیک نیتی سے دیا گیا ہو، لیکن سخت گمراہ کن اور سنگین غلطی ہے اور اس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے کہ ان مشورہ دینے والے حضرات نے اس کے سوا کوئی خدمت انجام نہیں دی ہے کہ قادیانیت کے مردہ جسم میں نئے سرے سے جان ڈال دی ہے۔

اس عاجز نے ''الفرقان'' کی گزشتہ اشاعت کے ایک مضمون میں جیسا کہ عرض کیا تھا قادیانیت علمی طور پر ختم ہو چکی تھی اور کسی غور کرنے والے طالب حق کے لیے اس کے بارے میں اس قوم کے کسی فریب اور مغالطہ کے لیے کوئی گنجائش نہیں رہی تھی، لیکن اس غلطی نے ایک اچھے خاصے حلقے کے لیے معاملہ کو پھر سے مشتبہ بنا دیا اور ایک طے شدہ مسئلہ پھر غیر طے شدہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اسی احساس نے اس عاجز کو مجبور کیا ہے کہ جس موضوع پر قریباً ۲۰ سال سے کبھی کچھ سوچنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی تھی، اب پھر اس پر لکھنا ضروری معلوم ہو رہا ہے۔

بہرحال اس وقت قادیانیت سے متعلق دوسرے مباحث سے صرف نظر کر کے صرف مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت اور ان کو نبی ماننے والی قادیانی امت کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

دعوائے نبوت

قادیانی امت کے موجودہ خلیفہ اور امام مرزا محمود نے اب سے ۳۷ برس پہلے ۱۹۱۵ء میں ''حقیقۃ النبوۃ'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی۔ جس کا موضوع ہی لاہوری پارٹی کے مقابلے میں مرزا صاحب کو نبی (یعنی شرعی معنی کے لحاظ سے حقیقی نبی) ثابت کرنا ہے۔

اس کی لوح پر لکھا ہوا ہے کہ اس ''مسیح موعود مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت و رسالت براہین قاطعہ کے ساتھ ثابت کی گئی ہے۔''

اس کے بعد صفحہ: ۱۸۴ سے صفحہ ۲۳۳ تک (گویا پورے ۵۰ صفحے پر) لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لیے مرزا غلام احمد کی نبوت کے دلائل دیے گئے ہیں۔ یہ کل ۳۰ دلائل ہیں۔ ان میں ساتویں دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور اپنے لیے نبوت و رسالت کا دعویٰ کیا ہے اور پھر گن کر ۳۹ عبارتیں مرزا صاحب کی کتابوں سے مرزا محمود نے نقل کی ہیں، جن میں مرزا صاحب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اپنے کو نبی و رسول کہا ہے اور نبوت و رسالت کا صاف وصریح دعویٰ کیا ہے۔

اس میں سے چند عبارتیں ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ عبارتیں اگرچہ ہم نے خود مرزا صاحب کی کتابوں میں بھی پڑھی ہیں، لیکن اس وقت ہم ان کو ''حقیقۃ النبوۃ'' سے نقل کر رہے ہیں۔

① - ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی: ص ۶۸)

② - ''میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔'' (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

③ - ''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول و نبی ہیں۔'' (بدر ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء)

④ -''پس اس میں کیا شک ہے کہ میری پیشین گوئیوں کے بعد دنیا میں زلزلوں اور دوسری آفات کا سلسلہ شروع ہو جانا میری سچائی کے لیے ایک نشان ہے۔ یاد رہے کہ خدا کے رسول کی خواہ کسی حصہ زمین میں تکذیب ہو۔ مگر اس کی تکذیب کے وقت دوسرے مجرم بھی پکڑے جاتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی: ص ۱۶۱)

⑤ - ''کانگڑہ اور بھاگسو کے پہاڑ کے صدہا آدمی زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔ ان کا کیا قصور تھا، انھوں نے کون سی تکذیب کی تھی۔ سو یاد رہے کہ جب خدا کے کسی مرسل کی تکذیب کی جاتی ہے خواہ وہ تکذیب کوئی خاص قوم کرے یا کسی خاص حصہ زمین میں ہو، مگر خدا تعالیٰ کی غیرت عام عذاب نازل کرتی ہے۔'' (حقیقۃ الوحی: ص ۱۶۲)

⑥ - ''پس خدا نے اپنی سنت کے موافق ایک نبی کے مبعوث ہونے تک وہ عذاب ملتوی رکھا اور جب وہ نبی مبعوث ہو گیا..... تب وہ وقت آیا کہ ان کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی: ص ۵۲)

⑦ - ''سخت عذاب بغیر نبی قائم ہونے کے آتا ہی نہیں، جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [بنی إسرائیل:۱۵] پھر یہ کیا بات ہے کہ ایک طرف تو طاعون ملک کو کھا رہی ہے اور دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اے غافلو! تلاش کرو شاید تم میں خدا کی طرف سے کوئی نبی قائم ہو گیا ہو، جس کی تم تکذیب کر رہے ہو۔'' (تجلیات الٰہیہ: ص ۹۰۸)

⑧ - ''خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑے۔'' (دافع البلاء: ص ۸)

⑨ - ''خدا تعالیٰ.... قادیان کو اس (طاعون کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیوں کہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔'' (دافع البلاء: ۱۰)

⑩ - ''سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔'' (دافع البلاء: ص ۱۱)

یہ مرزا صاحب کی اپنی عبارتیں ہیں۔ انصاف سے غور کیا جائے کہ ان میں کسی تاویل کی گنجائش ہے؟

ان کے علاوہ مرزا صاحب نے جو خدائی الہامات گھڑے ہیں ان میں بھی وہ سینکڑوں جگہ خدا کی طرف سے اپنے کو نبی و رسول کہتے ہیں۔ مرزا محمود نے ''حقیقۃ النبوۃ'' میں ان الہامات کو بھی اپنے باپ کی نبوت سے مستقل دلیل قرار دیا ہے اور ۳۹ ہی ایسے الہام بھی ذکر کیے ہیں، ہم ان میں سے بھی صرف دس ہی یہاں نقل کرتے ہیں:-

① - ''هو الذي أرسل رسوله بالهدى و دين الحق وتهذيب الاخلاق۔''

② -''اني مع الرسول أقوم والوم من يلوم۔''

③ -''اني مع الرسول أقوم وافطر وأصوم۔''

④ - ''سيقول العدو لست مرسلا سناخذه من مارن او خرطوم۔''

⑤ -''اني مع الرسول أقوم ومن يلومه الوم۔''

⑥ - ''اني مع الرسول أقوم ولن ابوح الارض الى الوقت المعلوم۔''

⑦ -''اني مع الرسول أقوم وادوم ما يروم۔''

⑧ -''اني مع الرسول فقط۔''

⑨ - ''إنا أرسلنا أحمداً إلى قوم فاعرضوا وقالوا كذاب شر۔''

عربی زبان کا صحیح ذوق رکھنے والے ہی کچھ سمجھ سکتے ہیں کہ ایسی مہمل تک بندیوں کو حق تعالیٰ شانہ کی وحی بتانا افترا علی اللہ ہونے کے علاوہ کتنی بڑی جہالت اور بے حیائی ہے، لیکن اس وقت ان چیزوں کی بحث نہیں ہے۔ یہاں تو ان کے مہملات کے نقل کرنے سے غرض صرف یہ ہے کہ اس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ اللہ کی وحی اور اس کے الہامات ہیں، جن میں مجھے نبی و رسول یا مرسل کہا گیا ہے۔

آخر میں اس سلسلہ کا اردو الہام بھی سن لیجیے:-

⑩ - ''دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا، لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

مرزا محمود نے ''حقیقۃ النبوۃ'' میں اس قسم کے ۳۹ الہام نقل کر کے (جن میں سے دس ناظرین نے یہاں ملاحظہ فرمائے) لکھا ہے:-

''اب یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس قدر الہامات کی موجودگی میں حضرت مسیح موعود کو غیر نبی قرار دیں۔ اللہ تعالیٰ تو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں، بیسیوں اور سینکڑوں دفعہ آپ کو نبی کے نام سے یاد فرماتا ہے اور ہم سب جگہ یہ تاویل کر لیں کہ ان سب الہامات سے مراد اسی قدر ہے کہ آپ نبی نہیں، مگر نبیوں کی کوئی صفت آپ میں پائی جاتی ہے۔ کیا اس کی نظیر دنیا میں کسی اور انسان میں بھی ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بار بار نبی کہہ کر پکارتا ہے، لیکن درحقیقت وہ نبی نہیں ہوتا۔''

''کیا سب نبیوں کو ہم اس لیے نبی نہیں مانتے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو نبی کہا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ وہی خدا جس نے موسیٰ سے کہا کہ تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا اور عیسیٰ سے کہا کہ تو نبی ہے تو وہ نبی ہو گیا۔ لیکن آج مسیح موعود کہا ہے کہ تو نبی ہے تو وہ نبی نہیں ہوتا۔ اگر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نبی بنانے کے لیے کوئی اور لفظ ہوتے تو انھیں ہمارے سامنے پیش کرو، جن سے ہمیں معلوم ہو سکے کہ پہلے نبیوں کو تو اس طرح نبی کہا جاتا تھا، تب وہ نبی ہوتے تھے اور مسیح موعود کو اس کے خلاف کسی اور طرح نبی کہا گیا ہے پس وہ نبی نہیں ہوئے۔ کیا اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی یقینی وحی کی موجودگی میں کوئی شخص مسیح موعود کی نبوت کا انکار کر سکتا ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے اسے ضرور پہلے نبیوں کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ کیوں کہ حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح کی نبوت جن دلائل اور جن الفاظ سے ثابت ہوتی ہے ان سے بڑھ کر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے اگر مسیح موعود نبی نہیں تو دنیا میں آج تک کبھی کوئی نبی ہوا نہیں۔'' (حقیقۃ النبوۃ: ص ۲۰۰، ۲۰۱)

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں واقعہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مرزا غلام احمد کی عبارتوں میں بھی کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہیں ہے اور محمد علی لاہوری وغیرہ نے ان عبارات میں اب تک جو تاویلیں کی ہیں ہمارے نزدیک تو وہ صرف اس بات کے دلائل ہیں کہ ایک اچھا خاصا پڑھا لکھا آدمی جب کسی غلط اور صریحاً غلط بات کو ماننے ہی کی ٹھان لے اور اللہ کی توفیق نصیب نہ ہو تو پھر علم اور عقل کی کوئی روشنی اسے اس غلطی سے نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے خواجہ کمال الدین اور محمد علی ایم۔ اے جیسوں کے شکل میں ہمیں یہ نمونے دکھائے، تاکہ سمجھنے والے سمجھیں کہ سعادت اور ہدایت کسی کو بلا اللہ کی توفیق سے نہیں ملتی۔

بہرحال ہم تو پوری دیانت اور بصیرت سے یہ سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے دعوائے نبوت میں کسی تاویل و توجیہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ لیکن اگر کسی ایسے صاحب کو جنھوں نے قادیانی لٹریچر کا زیادہ مطالعہ نہیں کیا ہے لاہوری پارٹی کی تاویلوں کی وجہ سے یا خود مرزا غلام احمد کی بعض دوسری دجل آفریں تلبیسی عبارات کی وجہ سے اشتباہ اور تردد ہو تو ہمارے نزدیک اس کا امکان اور اس کی گنجائش ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مرزا محمود اور ان کی پارٹی جن کو نبوت کے مسئلہ پر اصرار ہے اور جو صاف کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو انھیں معنوں میں پہلے نبیوں جن کو قرآن و حدیث میں نبی کہا گیا ہے اور جو اپنے اس عقیدے پر دلیلیں پیش کرتے ہیں اور مسلمانوں سے اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں آخر ان کے بارے میں اشتباہ یا تردد کی کیا گنجائش ہے۔

اگرچہ اہلِ انصاف اور طالبانِ حق کے لیے مرزا محمود کی مندرجہ بالا عبارات ہی کافی ہے، لیکن اسی کتاب ''حقیقۃ النبوۃ'' کی چند عبارتیں اور بھی پڑھ لیجیے:-

① - ''آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی ہیں اور خدا نے اور اس کے رسول نے ان ہی الفاظ میں آپ کو نبی کہا ہے جن میں قرآن کریم اور احادیث میں پچھلے نبیوں کو نبی کہا گیا ہے۔'' (ص: ۷۰)

② - ''پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت مسیح موعود قرآن کریم کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں اور لغت کے معنوں کی رو سے بھی نبی ہیں۔'' (ص: ۱۱۶)

③ - ''پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں، بلکہ حقیقی نبی ہیں۔''

④ - ''بلحاظ نبوت ہم بھی مرزا صاحب کو پہلے نبیوں کے مطابق مانتے ہیں۔'' (ص: ۲۹۲)

لاہوری پارٹی مرزا غلام احمد کی ایسی جن عبارتوں کو پیش کرتی ہے جن میں انھوں نے دعوائے نبوت سے کبھی انکار کیا ہے یا اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص اور نبوتِ محدثیت بتلایا ہے ان کے متعلق مرزا صاحب نے طویل بحث کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ۱۹۰۱ء تک مرزا صاحب کا یہ خیال تھا کہ میری نبوت جزئی اور ناقص نبوت ہے اور اس کا مطلب گویا محدثیت ہے، لیکن ۱۹۰۱ء میں خدا کی وحی نے ان کو اس طرف متوجہ کیا کہ ان کی نبوت جزئی نہیں ہے، بلکہ ان کی نبوت وہی نبوت ہے جو اگلے نبیوں کی تھی۔ چنانچہ اس کے بعد سے عقیدہ بدل گیا، پھر آپ نے اپنی نبوت کو جزئی یا ناقص نہیں کہا۔

یہ پوری بحث بہت طول طویل ہے اور فضول تکرار سے بھری ہوئی ہے سب کے نقل کرنے کے گنجائش نہیں، چند فقرے جن میں اصل بات آگئی ہے یہ ہیں:-

⑤ - ''جن کتب میں آپ نے اپنے نبی ہونے سے صریح الفاظ میں انکار کیا ہے اور اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص محدثوں کی نبوت قرار دیا ہے وہ سب کی سب بلا استثناء ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب ہے اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتب میں سے ایک کتاب میں بھی اپنی نبوت کو جزئی قرار نہیں دیا اور نہ ناقص اور نہ نبوت محدثیت۔'' (ص: ۱۲۰)

⑥ - ''۱۹۰۱ء سے پہلے کے حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے۔'' (ص: ۱۲۱)

⑦ - ''پہلے بھی (یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی) نبی کے نام سے آپ کو پکارا تو جاتا تھا لیکن آپ اس کی تاویل کرتے تھے، لیکن آپ اس کی تاویل کرتے رہتے تھے، لیکن جب بار بار الہامات میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے نبی و رسول کے نام سے پکارا تو آپ کو معلوم ہوا کہ آپ واقعہ میں نبی ہیں غیر نبی ہیں۔ جیسا کہ پہلے سمجھتے تھے اور نبی کا لفظ جو آپ کے الہامات میں آتا ہے صریح اور قابل تاویل نہیں۔'' (ص: ۱۲۴)

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ مرزا محمود نے ''حقیقۃ النبوۃ'' میں لاہوریوں پر حجت قائم کرنے کے لیے قریباً پچاس صفحہ پر اپنے باپ کی نبوت کی دلیلیں دی ہیں یہ کل (۱۰۰) سو دلیلیں دی ہیں ناظرین ذرا اس سلسلہ کی بھی سیر کر لیں:-

⑧ - ''اول دلیل: حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو نبی کہہ کر پکارا ہے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن کریم میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک تو آیت: وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْتِي مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ [الصف:٦] سے ثابت ہے کہ آنے والے مسیح کا نام اللہ تعالیٰ رسول رکھتا ہے ..... پس جس کا نام قرآن کریم رسول رکھتا ہے اس کے نبی اور رسول ہونے میں کیا شک کیا جا سکتا ہے، جب کہ ہم سب پہلے سب نبیوں کو اسی بنا پر نبی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام نبی رکھا ہے تو مسیح موعود کے رسول نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں، جو دلیل پہلوں کے نبی ہونے کی ہے وہی حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کی ہے اگر حضرت موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام نبی اور رسول تھے تو مسیح موعود بھی نبی تھے اور اگر حضرت مسیح موعود نبی نہ تھے تو پہلے بزرگ بھی نبی نہ تھے دونوں کی نبوت پر ایک ہی کتاب شاہد ہے۔"

⑨ - "دوسری دلیل: حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو نبی اکرم ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ جسے خدا تعالیٰ قرآن کریم میں رسول کہتا ہے اور هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى [التوبۃ:٣٣] میں اس کی نسبت پیشین گوئی کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے کی شہادت دیتے ہیں اس کی نبوت کا انکار کرنا کسی مومن کے لیے جائز نہیں ہوسکتا۔" (ص: ۱۸۹، ۱۹۰)

⑩ - "تیسری شہادت: مسیح موعود کے نبی ہونے پر انبیاء گزشتہ کی شہادت ہے، سب سے پرانی شہادت تو زرتشت نبی کی ہے جو ایران کا ایک نبی ہے .... دوسری شہادت کرشن نبی کی ہے .... تیسری شہادت دانیال نبی کی ہے .... پھر کتاب طالمود میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا ہے۔ اب تمام صداقت پسندوں سے جن کا دعویٰ ہے کہ وہ حق کو قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، پوچھتا ہوں کہ کیا یہ بات عقلِ سلیم تسلیم کر سکتی ہے کہ ایک شخص جو غیر نبی ہے اس کی نسبت ہزاروں سال پہلے سے انبیاء خبر دے رہے تھے کیا ان سب نبیوں کی شہادتوں کے باوجود جو انھوں نے ہزاروں سال پہلے دی تھیں۔ ہم مسیح موعود کو غیر نبی تسلیم کر سکتے ہیں اور ان تمام پیشین گوئیوں میں جہاں جہاں اسے نبی کہا گیا ہے ان سب مقامات کی یہ تاویل کر سکتے ہیں کہ نبی سے مراد نبی نہیں، بلکہ مشابہت کی وجہ سے نبی کہہ دیا گیا ہے آخر تاویل کی بھی کوئی حد ہوتی ہے ..... میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ جو کوئی شخص مخلی بالطبع ہو کر اس بات پر غور کرے گا تو اسے اس خیال کی لغویت خود ہی معلوم ہو جائے گی اور روزِ روشن کی طرح اس پر ظاہر ہو جائے گا کہ مسیح موعود ضرور نبی ہے، کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک شخص کا نام قرآن کریم نبی رکھے۔ آنحضرت ﷺ نبی رکھیں، کرشن نبی رکھے، زرتشت نبی رکھے، دانیال نبی رکھے اور ہزاروں سالوں سے ان کے آنے کی خبریں دی جا رہی ہوں، لیکن باوجود ان سب شہادتوں کے وہ پھر بھی غیر نبی کا غیر نبی ہی رہے اور سب پچھلے نبیوں کی بات قرآن کی شہادت اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان کی تاویل کر لی جائے، اگر تاویل ہی کرنی ہے تو کیوں اپنے خیالات اور گمانوں کی تاویل نہ کی جائے اور کیوں بلا سبب اس قدر شہادتوں کو ان کی حقیقت سے پھیر دی جائے اور اس قدر زبردست ثبوتوں سے منہ پھیر لیا جائے۔" (حقیقۃ النبوۃ: ص ۱۹۷، ۱۹۹)

حال میں جن محترم حضرات نے "او نبی قوم باشد اے مرید" جیسی چیزیں سنا سنا کر مسلمانوں کو یہ تلقین فرمائی تھی کہ وہ قادیانیوں کو مسلمان ہی سمجھیں اور مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت اور ان کی امت کے عقیدۂ نبوت کی تاویل کریں، جیسے کہ بہت سے صوفیوں کے شطحیات کی کی جاتی ہے۔ ہمارا گمان یہی ہے کہ ان حضرات سے یہ غلطی حقیقت حال سے ناواقفی کی وجہ سے ہوئی اور اس لیے امید رکھنی چاہیے کہ وہ کم سے کم اس کو ضرور تسلیم کریں گے کہ مرزا محمود کے ان بیانات نے قادیانیوں کے عقیدہ کے بارے میں کسی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے اور اگر اب بھی کوئی تاویل ہو سکتی ہے تو خدارا ہم جیسے ناسخن شناسوں کو بتایا تو جائے کہ کیا تاویل ہو سکتی ہے۔

اور پھر بات صرف کتابوں اور عبارتوں ہی کی نہیں ہے قادیانی مناظرین خاص اس موضوع پر مناظرے کرتے ہیں "اجرائے نبوت" ان کے مناظروں اور مقرروں کی تقریروں کا عنوان ہوتا ہے اور جنھوں نے ان قادیانی مناظرین اور مقررین کی اس موضوع پر تقریریں سنی ہیں وہ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت کے ختم ہونے پر اور آپ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے پر یہ لوگ زبان اور دماغ کا کتنا زور صرف کرتے ہیں اور ختم نبوت سے متعلق آیات و احادیث میں کیسی کیسی تحریفیں کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد کے نبی ثابت کرنے پر کتنے زور لگاتے ہیں۔

بہر حال "وفات مسیح" کی طرح "اجراء نبوت" قادیانی علم کلام کا خاص مسئلہ ہے اور مرزا قادیانی کی نبوت ہی کی بنیاد پر قادیانی امت ان کے نہ ماننے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے سارے مسلمانوں کو کافر کہتی ہے۔

قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ امام مرزا محمود ہی نے "حقیقۃ النبوۃ" کی تصنیف سے بھی چار سال پہلے یعنی ۱۹۱۱ء میں "تشحیذ الاذہان" میں بغیر کسی لاگ لپیٹ کے پوری صراحت اور صفائی کے ساتھ اس کا اعلان کیا تھا اور خود مرزا غلام احمد کی عبارتوں کے حوالے دے کر ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب کو نہ ماننے والے اس زمانے کے مسلمان بالکل اسی طرح کافر ہیں، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نہ ماننے والے یہود و نصاریٰ کافر ہیں۔

"تشحیذ الاذہان" کے اس مضمون میں مرزا محمود نے اس دعویٰ کے ثبوت میں پہلے اپنے باپ مرزا غلام احمد کے ایک خط سے (جو انھوں نے ڈاکٹر عبد الحکیم کو لکھا تھا) ایک عبارت نقل کی ہے، جس کا آخری حصہ یہ ہے:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"خدا نے مجھے ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے۔"

خط کی یہ عبارت نقل کر کے مرزا محمود کہتے ہیں:-

"اس عبارت سے مفصلہ ذیل باتیں نکلتی ہیں:

اول: تو یہ کہ حضرت صاحب کو اس بات کا الہام ہوا کہ جس کو آپ کی دعوت پہنچی اور اس نے آپ کو قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ دوسرے: یہ کہ اس کے نیچے وہی لوگ نہیں ہیں کہ جنھوں نے تکفیر میں جدوجہد کی بلکہ ہر ایک شخص جس نے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔" (تشحیذ الاذہان: ۱۵/ اپریل ۱۹۱۱ء ص: ۱۳۵)

نیز اسی "تشحیذ الاذہان" میں اسی سلسلہ میں صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے:-

"جب تبت اور سوئٹزر لینڈ کے باشندے رسول اللہ ﷺ کے نہ ماننے پر کافر ہیں تو ہندوستان کے باشندے مسیح موعود کے نہ ماننے سے کیونکر مومن ٹھہر سکتے ہیں۔ جب حضرت کی مخالفت کے باوجود انسان مسلمان کا مسلمان رہتا ہے تو پھر آپ کی بعثت کا فائدہ ہی کیا ہوا۔" (ص: ۱۲۲)

اور اسی بنیاد پر مسلمانوں کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کی نمازِ جنازہ میں شریک ہونا اور اپنی لڑکیوں کا ان سے نکاح کرنا وہ بالکل اسی طرح ناجائز سمجھتے ہیں، جس طرح کہ دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ یہ معاملات کرنا ناجائز ہے۔ یہ ان کے یہاں عام مشہور مسائل ہیں اور اسی پر قادیانی امت کا عمل ہے۔

ان سب چیزوں کے سامنے آنے کے بعد قادیانی امت کو مسلمان قرار دینے کی صرف یہی صورت ہے کہ اسلام میں نئے نبیوں کے آنے اور ان پر ایمان لانے کی گنجائش سمجھی جائے اور ظاہر ہے کوئی ایمان والا ہرگز اس کافرانہ گمراہی کو اپنے لیے پسند نہیں کر سکتا۔

حال میں بعض ایسے حضرات نے جن کی غلطی بہت سے مسلمانوں کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے جو یہ مشورہ مسلمانوں کو دیا ہے کہ وہ قادیانیت اور قادیانیوں کے اصل موقف اور مقام سے واقف نہیں ہیں اور اسی ناواقفی نے ان سے یہ اتنی بڑی خطرناک غلطی کرائی ہے اور انھیں اس کا بالکل اندازہ نہیں ہے کہ قادیانیوں کے ساتھ ان کی اس بزرگانہ نوازش میں مسلمانوں کے دین و ایمان کا کتنا ضرر اور زیاں پنہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو توفیق دے کہ وہ خود ہی اس کی تلافی کریں، واقعہ یہ ہے کہ پوری تلافی وہی کر سکتے ہیں۔

یہ عاجز قادیانیوں کے بارے میں کچھ لکھنے کی بالکل ضرورت نہیں سمجھتا تھا، لیکن صرف اس امید اور احساس نے اس وقت کچھ لکھنے پر مجبور کیا کہ اس تازہ غلط مشورہ سے گمراہی میں مبتلا ہونے والے کسی بندہ کو شاید میری یہ محنت بچا سکے۔ واللہ الهادي إلى سبيل الرشاد

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

یعنی: میں مسیح زماں ہوں، میں کلیم خدا ہوں، میں محمد ہوں، میں احمد مجتبیٰ ہوں۔

(مسلمانو اب آپ نے سمجھا کہ جب مرزائی کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو اس میں محمد رسول اللہ سے معاذ اللہ مرزا مراد لیتے ہیں۔)

"عیسیٰ کا ذکر چھوڑ دو میں اس سے بہتر ہوں۔" (دافع البلاء صفحہ ۲۰) ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ دو کہ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

"عیسیٰ تو میرے منبر پر پاؤں بھی نہیں رکھ سکتا" (ازالہ صفحہ ۵۸)

ایک منم کہ حسب بشارت آدم
عیسیٰ کجا ست تا بہ نہد پا بہ منبرم

یعنی میں وہ ہوں جو حسب بشارت آیا ہوں۔ عیسیٰ کہاں ہے کہ میرے منبر پر پاؤں بھی رکھ سکے۔

"میں حجر اسود ہوں" (البشریٰ، بار اول، صفحہ ۴۸) "شخصے پائے من بوسید من گفتم کہ سنگ اسود منم۔" ایک شخص نے میرے پاؤں کو بوسہ دیا تو میں نے کہا کہ سنگ اسود ہوں۔

قادیان ارض حرم ہے۔ (درثمین، اردو صفحہ ۵۲)

زمین قادیان اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے۔ (پاکستانیو! سوچو جو جماعت قادیان کو ارض حرم سمجھتی ہے، اس کا دلی لگاؤ بھارت سے ہوگا یا پاکستان سے)

نواسہ رسول کی توہین۔ "کربلائیست سیر ہر آنم، صد حسین است در گریبانم" یعنی میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔ سینکڑوں حسین میرے گریبان میں پڑے ہیں۔

مسلمانو! یہ ہیں وہ بنیادی اصول جن کی وجہ سے ہر مکتب فکر کے علماء مرزائیوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔

پہلے غازی ختم نبوت

"حضرت نبی کریم ﷺ کے آخری زمانہ حیات میں یمن وغیرہ کے نگران حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ تھے، اسود عنسی نے دعویٰ نبوت کیا اور اپنا جتھہ بنا لیا۔ حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے اسود عنسی کو قتل کیا۔ اس لحاظ سے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ پہلے غازی ختم نبوت ہیں۔"

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، ص ۳۱، از مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جسٹس پیر کرم شاہ ازہری رحمہ اللہ

فتنہ انکارِ ختم نبوت

(حقائق و واقعات کی روشنی میں)

ختمِ نبوت کا عقیدہ اسلام کے ان چند بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے، جن پر امت کا اجماع رہا ہے، اگرچہ بدقسمتی سے امتِ اسلامیہ کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے۔ باہم تعصب نے بارہا ملت کے امن و سکون کو درہم برہم کیا اور فتنہ و فساد کے شعلوں نے بڑے المناک حادثات کو جنم دیا۔ لیکن اتنے شدید اختلافات کے باوجود سارے فرقے اس پر متفق رہے کہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں اور حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے۔ چنانچہ گزشتہ تیرہ صدیوں سے جس نے بھی نبی بننے کا دعویٰ کیا اس کو مرتد قرار دے دیا گیا اور اس کے خلاف علمِ جہاد بلند کر کے اس کی جھوٹی عظمت کو خاک میں ملا دیا۔ مسیلمہ نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نتائج کی پروا کیے بغیر اس کے خلاف لشکر کشی کی اور تب چین کا سانس لیا جب اس جھوٹے نبی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بے شک اس جہاد میں کافی مسلمان بھی شہید ہوئے، جن میں سینکڑوں حفاظ کرام اور عظیم المرتبت صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی قربانی دے کر بھی اس فتنے کو کچلنا ضروری سمجھا۔ آپ نورِ صدیقیت سے دیکھ رہے تھے کہ اگر ذرا تساہل برتا تو یہ امت سینکڑوں گروہوں میں نہیں سینکڑوں امتوں میں بٹ جائے گی۔ ہر امت کا اپنا نبی ہو گا اور وہ اسی کی شریعت اور سنت کو اپنائے گی۔ اس طرح رحمت للعالمین ﷺ کے زیرِ سایہ اسلام کے پلیٹ فارم پر انسانیت کے اتحاد کی ساری امیدیں ختم ہو جائیں گی اور : اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا [الأعراف: ۱۵۸] کا سہانا منظر کبھی بھی نظر نہیں آئے گا۔

ناظرین! کو یہ بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ مسیلمہ نبی اکرم ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا، بلکہ اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ ساتھ وہ نبی اکرم ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کرتا تھا، چنانچہ حضور خاتم الانبیاء والرسل ﷺ کی ظاہری زندگی کے آخری ایام میں اس نے جو عریضہ ارسال خدمت کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

"من مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله۔"

"یہ خط مسیلمہ کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کا رسول ہے، محمد رسول اللہ کی طرف لکھا جا رہا ہے۔"

علامہ طبری نے اس امر کی بھی تصریح کی ہے کہ اس کے ہاں جو اذان مروج تھی، اس میں "أشهد أن محمد رسول الله" بھی کہا جاتا تھا۔ بایں ہمہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مرتد واجب القتل یقین کر کے اس پر لشکر کشی کی اور اس کو واصلِ جہنم کر کے آرام کا سانس لیا۔

اسلام کی تیرہ صد سالہ تاریخ میں جب بھی کسی سر پھرے طالع آزما یا فتنہ پرداز نے اپنے آپ کو نبی کہنے کی جرأت کی اس کو قتل کر دیا گیا۔

انگریز کی غلامی کے دور میں ملتِ اسلامیہ کو جس طرح کئی مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ اسی طرح ایک جھوٹی نبوت قائم کر کے امت میں انتشار پیدا کیا گیا۔ وہ مدعی نبوت بظاہر عیسائیت کا رد کرتا تھا اور پادریوں سے مناظرے کرتا تھا، اس کے باوجود وہ انگریز کا پرلے درجے کا وفادار تھا۔ ملکہ انگلستان کی شان میں اس نے ایسے تعریفی پمفلٹ لکھے کہ کوئی باغیرت مسلمان ان کو پڑھنا گوارا نہیں کرتا۔ انگریز کی اسلام دشمنی اظہر من الشمس ہے، جنھوں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا تختہ الٹا۔ سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کر دیا۔ ایسی ظالم اور اسلام دشمن حکومت کو اپنی وفاداری کا یقین دلانا اسلام سے غداری نہیں تو اور کیا ہے؟ انگریز نے اس کی نبوت کو اپنی سنگینیوں کے سایہ میں پروان چڑھنے کا موقع دیا اور اس کو قبول کرنے والوں کے لیے بے جا نوازشات کے دروازے کھول دیئے۔ ہر مرزائی کے لیے کسی استحقاق کے بغیر اچھی اچھی ملازمتیں مختص کر دی گئیں۔ سیاسی میدان میں بھی ان کو آگے بڑھانے کی کوشش کی گئی۔ بے شک وہ شخص عیسائیت کے خلاف لکھتا اور بولتا تھا، لیکن انگریز نے اس کے ذریعے امتِ مسلمہ میں ایک نئی امت پیدا کر کے اور ان کے متفقہ بنیادی عقیدہ میں تشکیک پیدا کر کے جو مقصد عظیم حاصل کیا وہ بہت بڑا کارنامہ تھا اور اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم تھا۔ اگر ایسا شخص عیسائیت کے خلاف کچھ بولتا ہے تو بولا کرے، اس سے انگریزی سیاست کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچتا، بلکہ عیسائیوں کی مخالفت ہی ایک ایسا ذریعہ ہے، جس سے وہ انگریزی استعمار کی خدمت پوری دل جمعی کے ساتھ کر سکتا تھا، اگر وہ عیسائیوں کے خلاف کچھ نہ کرتا تو اس کی بات کوئی آدمی سننے کے لیے تیار نہ تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا پیغام لے کر جب مرزائی مبلغ اسلامی ممالک میں گئے، وہاں ان کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ کئی ممالک میں تو انھیں مرتد قرار دے دیا گیا۔ عالمِ اسلام کے تمام علماء نے بالاتفاق اس مدعی نبوت کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیا۔

یہ عرض کرنے کا مقصد صرف اس حقیقت کو واضح کرنا ہے کہ ختم نبوت کا عقیدہ ان بنیادی عقیدوں میں سے ایک ہے، جن پر گوناگوں اختلافات کے باوجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سترہ صدیوں تک امت کا کلی اتفاق اور قطعی اجماع رہا ہے، جس طرح ایک مسلمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی توحید، قیامت، حضور ﷺ کی رسالت کسی دلیل کی محتاج نہیں۔ اسی طرح ختم نبوت کا مسئلہ بھی کبھی زیر بحث نہیں آیا اور اس کے ثبوت کے لیے کسی مسلمان کو کسی دلیل یا بحث وتمحیص کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ لیکن مرزا قادیانی نے وہ کام کر دکھایا جس کی جراءت آج تک شیطان کو بھی نہیں ہوئی تھی، اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلہ پر شرح وبسط سے لکھا جائے، تاکہ نبی اکرم ﷺ کا امتی کسی غلط فہمی کے باعث اپنے آقائے کریم سے کٹ کر نہ رہ جائے۔ رہے وہ لوگ جو شکم کو ایمان پر ترجیح دیتے ہیں اور مال و دولت کے حصول کی خاطر دین بدلنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے، بلکہ اسے کمال ہوش مندی سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ ہمیں ان کے لیے ملول نہیں ہونا چاہیے، نہ ایسے ابن الوقتوں کی خدا کو ضرورت ہے اور نہ اس کے رسول کو۔

ہمارا دعویٰ بلکہ غیر متزلزل عقیدہ اور ایمان یہ ہے:-

''حضور سرور عالم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا، حضور ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا اور جو شخص اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور جو بدبخت اس کے اس دعویٰ کو سچا تسلیم کرتا ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور مرتد ہے اور اسی سزا کا مستحق ہے جو اسلام نے مرتد کے لیے مقرر فرمائی ہے۔''

اس عقیدہ کو ثابت کرنے لیے ہم ایسے دلائل پیش کریں گے جو قطعی اور یقینی ہیں اور جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب سے پہلے ہم قرآن کریم سے استدلال کرتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [الأحزاب:۴۰]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کا اسم گرامی لے کر فرمایا ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔ یعنی انبیاء کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں۔ جب مولا کریم جو بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ہے، نے یہ فرمایا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں تو نبی اکرم ﷺ کے بعد جس نے کسی کو نبی مانا اس نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تکذیب کی اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ارشاد کو جھٹلاتا ہے وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

خاتم النبیین کا جو معنی یہاں کیا گیا ہے۔ اہل لغت نے اس کا یہی معنی لکھا ہے، اس وقت میرے پاس علم لغت کی دوسری کتب کے علاوہ الصحاح للجوہری اور لسان العرب لابن منظور موجود ہیں۔ جن کا شمار لغت عربی کی امہات الکتب میں ہوتا ہے۔ آؤ! ان کا مطالعہ سے اس لفظ کی تحقیق کریں۔ ایک چیز پیش نظر رہے کہ صحاح مولف علامہ حماد بن اسماعیل الجوہری کا سن ولادت ۳۳۲ھ اور سال وفات ۳۹۷ یا ۳۹۸ھ ہے اور لسان العرب کے مولف علامہ ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور الافریقی المصری کا سن ولادت ۶۳۰ھ اور سال وفات ۷۱۱ھ ہے۔ یہ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ (موجودہ) فتنہ انکار ختم نبوت سے صدہا سال پہلے یہ کتابیں لکھی گئی ہیں، ان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ انھوں نے مذہبی تعصب یا ذاتی عقیدہ کے باعث لکھا ہے، تاکہ ان کا قول حجت نہ رہے، بلکہ ان کی نگارشات اور ان کی تحقیقات اہل لغت کے اقوال کے عین مطابق ہیں۔

پہلے صحاح کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:-

''ختم الله له بخيرا'' خدا اس کا خاتمہ بالخیر کرے۔

''وختمت القرآن بلغت آخره'' یعنی میں نے قرآن مجید آخر تک پڑھ لیا۔

''اختتمت الشيء نقيض افتتحته'' افتتاح کی نقیض اختتام ہے۔

''والخاتم والخاتم والختام والخاتام كله بمعنى واحد وخاتمة الشيء آخره'' یعنی خاتم خاتم ختام خاتام سب کا ایک ہی معنی ہے اور کسی چیز کے آخر کو خاتمۃ الشیٔ کہتے ہیں۔

''محمد ﷺ خاتم الانبياء عليهم الصلاة والسلام'' حضور ﷺ تمام نبیوں سے آخر میں تشریف لے آئے۔

علامہ ابن المنظور ''لسان العرب'' میں لکھتے ہیں:-

''ختام الوادي، اقصاه، وختام القوم وخاتمهم وخاتمهم آخرهم و محمد خاتم الأنبياء عليه وعليهم الصلاة والسلام''

''وادی کے آخری کونہ کو ختام الوادی کہتے ہیں۔ قوم کے آخری فرد کو ختام، خاتم اور خاتم کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے نبی پاک ﷺ کو خاتم الانبیاء کہا گیا ہے۔''

''لسان العرب'' میں ''التھذیب'' کے حوالے سے لکھا ہے:-

''الخاتم والخاتم من اسماء النبي ﷺ وفي التنزيل العزيز : وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ. اي آخرهم ومن اسمائه العاقب أيضاً ومعناه آخر الأنبياء۔''

یعنی : ''خاتم اور خاتم نبی کریم ﷺ کے اسماء میں سے ہے۔ قرآن مجید میں ہے: وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی سب نبیوں سے پیچھے آنے والا اور حضور ﷺ کے اسماء میں سے العاقب بھی ہے، اس کا معنی آخر الانبیاء ہے۔''

اہل لغت کی ان تصریحات سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خاتم کی تاء پر زیر ہو یا زبر اس کا معنی ''آخری'' ہے۔ اس معنی کی تائید کے لیے اہل لغت نے ایک دوسری آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔

''وختامه مسك أي آخره مسك'' یعنی : اہل جنت کو جو شروب پلایا جائے گا اس کے آخر میں انھیں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کستوری کی خوشبو آئے گی۔

قادیانی اعتراض

ختمِ نبوت کے منکرین اس موقع پر یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ خاتم کا جو معنی آپ نے بیان کیا ہے (آخری) وہ یہاں مراد نہیں، بلکہ اس کا دوسرا معنی مراد ہے اور یہ معنی بھی ان لغت کی کتابوں میں موجود ہے، جن کا حوالہ آپ نے دیا ہے۔ جب ایک لفظ کے دو معنی ہوں تو وہاں ایک معنی مراد لینے پر بضد ہونا اور دوسرے معنی کو ترک کر دینا تحقیقِ حق کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس آیت کو مانتے ہیں اور اس کے معنی اپنی طرف سے نہیں گھڑتے۔ تاکہ ہم پر تحریف قرآن کا الزام نہ لگایا جائے۔ بلکہ لغتِ عرب کے مطابق ہی اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں، کسی کو ہم پر اعتراض کا حق نہیں پہنچتا۔

صحاح اور لسان العرب دونوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مذکور ہے۔ آیت کا یہی معنی ابلغ اور شانِ رسالت کے شایان ہے کہ نبی اکرم ﷺ انبیاء پر مہر لگانے والے ہیں۔ جس پر نبی اکرم ﷺ نے مہر لگا دی اور وہ نبوت کے شرف سے مشرف ہوگا اور جس پر مہر نہ لگائی، وہ نبوت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتا۔

جواب اس کے متعلق گزارش ہے کہ بے شک لغت کی کتابوں میں خاتم کا معنی مہر یا مہر لگانے والا مرقوم ہے، لیکن انھوں نے تصریح کر دی ہے کہ مذکورہ آیت میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین ہے، یہاں فقط یہی معنی مراد ہے اور یہ لوگ اگر مصر ہوں کہ یہاں خاتم کا دوسرا معنی مراد ہے تو اس سے بھی انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مطالعہ کرتے ہوئے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ انھوں نے مہر سے مراد ڈاکخانہ کی مہر یا کسی افسر کی مہر سمجھی ہے کہ لفافہ یا کارڈ پر مہر ٹھپہ لگایا اور اسے آگے بھیج دیا، یا کسی کی درخواست پر اپنی مہر ثبت کی اور اسے مناسب کارروائی کے لیے متعلقہ دفتر روانہ کر دیا۔ حالانکہ مہر کا جو مفہوم اہلِ لغت نے لیا ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ کاش انھیں بے جا تعصب اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ ائمہ لغت کی عبارتوں میں غور کرتے۔

آیئے! ہم آپ کی خدمت میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں، تاکہ آپ کسی صحیح فیصلہ پر پہنچ سکیں۔

لسان العرب میں ہے:

"ختمه، يختمه ختماً و ختاماً: طبعه فهو مختوم و مختم شدد للمبالغة۔"

"ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگا دی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختم کہتے ہیں۔"

اس کے بعد لکھتے ہیں:-

"ومعنى ختم وطبع في اللغة واحد التفطية على الشيئ والاستيثاق عن أن لا يدخله شيئ كما قال جل و علا: أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا [محمد:۲۰]

اس عبارت کا ترجمہ ذرا غور سے سنیے: یعنی "ختم اور طبع کا لغت میں ایک ہی معنی ہے اور وہ یہ کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا اور مضبوطی سے بند کر دینا کہ اس میں باہر سے کسی چیز کے داخلہ کا امکان ہی نہ ہو۔"

پہلے زمانہ میں خلفاء، امراء اور سلاطین وغیرہ اپنے خطوط کو لکھنے کے بعد کسی کاغذ کے لفافہ اور کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر سر بمہر کر دیتے کہ جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اب اس کو سر بمہر کر دیا گیا ہے، تاکہ اس مہر کی موجودگی میں اس میں کوئی رد و بدل نہ کر دے۔ اگر کوئی رد و بدل کرے گا تو وہ پہلے مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا۔ اس پر احکامِ سلطانی میں تغیر و تبدل کرنے اور امانت میں خیانت کرنے کے سنگین الزامات میں مقدمہ چلایا جائے گا۔ اس صورت میں خاتم النبیین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی، تاکہ کوئی کذاب، دجال اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اگر کوئی شخص زبردستی اس زمرہ میں گھسنا چاہے گا تو پہلے مہر توڑے گا اور جب مہر توڑے گا تو پکڑا جائے گا اور اسے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا جائے گا۔

قرآن کریم کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں عربی زبان کی لغات سے بھی بڑی مدد ملتی ہے، لیکن اس سلسلے میں بھی قولِ فیصل اور حرفِ آخر حضور ﷺ کی بیان کردہ تشریح ہوتی ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں۔

آیئے! اب احادیثِ نبویہ کا بغور مطالعہ کریں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے خاتم النبیین کے کلمات کا کیا مفہوم بیان فرمایا ہے۔ خاتم النبیین کے معنی کی وضاحت کے لیے بے شمار صحیح احادیث کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ سب کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں، فقط چند احادیث یہاں تحریر کی جاتی ہیں۔ جن کے دلوں میں ہدایت کی سچی طلب ہو گی، اللہ تعالیٰ ان کے لیے ہدایت کی راہیں کھول دے گا اور اس کی توفیق ان کی دست گیری کرے گی:-

①- "قال النبي ﷺ ان مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتاً فاحسنه واجمله الا موضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له ويقولون هل لا وضعت هذه اللبنة قال فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين۔" (صحيح البخاري، كتاب المناقب باب خاتم النبيين: ۱/۵۰۱)

"حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی اور خوب حسین و جمیل بنائی۔ مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔ لوگ اس عمارت کے اردگرد پھرتے اور اس کی خوب صورتی پر حیران ہوتے۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے کہ اس جگہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔"

اگر آپ اس حدیث میں غور کریں گے تو بلاغتِ نبوی کے اعجاز کا آپ کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک عمارت مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کوئی خالی جگہ نہیں رہتی تو کوئی ماہر سے ماہر انجینئر بھی اس میں ایک اینٹ کا اضافہ نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کی ایک ہی صورت ہے کہ پہلی اینٹوں میں سے کوئی اینٹ توڑ کر وہاں سے نکال لی جائے اور پھر اس خالی کرائی ہوئی جگہ پر کوئی نئی اینٹ لگا دی جائے۔ حضور کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قصر نبوت مکمل ہو گیا، اب اس میں کسی اور نبی کی گنجائش نہیں۔ بجز اس کے کہ سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی کو وہاں سے نکالا جائے اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لیے جگہ بنائی جائے۔ کیا کوئی عقل سلیم اس کو گوارا کرے گا۔ قصر نبوت کی اس توڑ پھوڑ کو کیا اللہ تعالیٰ کی غیرت برداشت کرے گی؟ ہرگز نہیں۔ یہ ایک حدیث ہی اتنی جامع اور اتنی معنی خیز اور اتنی بصیرت افروز ہے کہ ختم نبوت کے لیے مزید کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس حدیث کو امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے کتاب الفضائل باب خاتم النبیین میں اور امام ترمذی نے کتاب المناقب اور ابو داود طیالسی نے اپنی مسند میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔

②- "أن رسول الله ﷺ قال فضلت على الأنبياء بست أعطيت جوامع الكلم ونصرت بالرعب واحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً وارسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبيون۔" (صحیح مسلم: ۱/۱۹۹، ترمذی وابن ماجہ)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے چھ باتوں میں انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جوامع الکلم سے نوازا گیا۔ یعنی الفاظ مختصر اور معانی کا بحر بے پیدا کنار۔ رعب کے ذریعے میری مدد فرمائی گئی۔ میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔ میرے لیے ساری زمین کو مسجد بنا دیا گیا اور اس سے تیمم کی اجازت دی گئی۔ مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔ میری ذات سے انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔"

③- حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

"قال رسول الله ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي۔" (ترمذی: ۲/۵۳)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔"

سرور دو عالم ﷺ کی اس تصریح کے بعد جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں۔ کسی نبوت کا دعویٰ کرنا اور کسی کا اس باطل دعوے کو تسلیم کرنا سراسر کفر اور الحاد ہے۔

④- "قال رسول الله ﷺ ان الله لم يبعث نبياً الا حذر أمته الدجال وانا آخر الأنبياء وانتم آخر الأمم وهو خارج فيكم لا محالة۔" (ابن ماجہ)

"حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال کے خروج سے نہ ڈرایا ہو۔ اب میں آخری نبی ہوں اور تم میری آخری امت ہو۔ وہ ضرور تمہارے اندر ہی نکلے گا۔"

اس حدیث سے جس طرح حضور ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا ثابت ہو رہا ہے، اسی طرح حضور ﷺ کی امت کا آخر الامم ہونا بھی ثابت ہو رہا ہے۔

⑤- امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب المناقب میں یہ حدیث روایت کی ہے:-

"قال النبي ﷺ لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب۔" (سنن الترمذی: ۲/۲۰۹)

"اگر میرے بعد کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو عمر بن الخطاب نبی ہوتے۔"

⑥- امام بخاری اور امام مسلم نے فضائل صحابہ کے زیر عنوان کے نیچے یہ ارشاد نبوی ﷺ نقل کیا:-

"قال رسول الله ﷺ لعلي أنت مني بمنزلة هارون من موسى الا أنه لا نبي بعدي۔" (صحيح البخاري: ۲/۶۳۳)

رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ تبوک پر روانہ ہوتے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو مدینہ طیبہ ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ کچھ پریشان ہوئے تو حضور علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا: "میرے ساتھ تمھاری وہی نسبت ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون کی تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔"

آخر میں ایک اور حدیث سماعت فرمائیے اور اسی کے ذکر پر احادیث کی نقل کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔

⑦- "عن ثوبان قال رسول الله ﷺ وانه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔" (سنن ابی داود: ۲/۱۲۷)

"حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔"

علامہ ابن کثیر (متوفی ۷۷۴ھ) متعدد احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:-

"فقد أخبر الله تعالى في كتابه ورسوله ﷺ في السنة المتواترة عنه انه لا نبي بعده ليعلموا ان كل من ادعى هذا المقام بعده فهو كذاب, افاك دجال, ضال مضل۔"

"یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور رسول کریم ﷺ نے سنتِ متواترہ میں بتایا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تا کہ ساری دنیا جان لے کہ جو شخص بھی حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کذاب ہے۔ جھوٹا ہے، دجال ہے، گمراہ ہے اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔"

علامہ سید آلوسی (متوفی ۱۲۷۰ھ) "روح المعانی" میں لکھتے ہیں:-

"وكونه ﷺ خاتم النبيين مما نطق به الكتاب و صرحت به السنة واجمعت عليه الأمة فيكفر مدعى خلافه ويقتل ان اصر۔" (تفسیر روح المعانی، ص: ۲۲، ۳۹)

یعنی: "حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح قرآن و سنت نے کی ہے جس پر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امت کا اجماع ہے۔ پس جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔''

علامہ ابن حیان اندلسی (متوفی ۷۴۵ھ) اپنی ''تفسیر بحر محیط'' میں رقم طراز ہیں:-

"ومن ذهب إلى أن النبوة مكتسبة لا تنقطع أو الى ان الولى أفضل من النبي فهو زنديق يجب قتله وقد ادعى ناس النبوة فقتل هم المسلمون على ذلك وكان في عصرنا شخص من الفقراء ادعى النبوة بمدينة مالقه فقتله السلطان بن الأحمر ملك الاندلس بغرناطة وصلب حتى تناسر لحمه."

یعنی: ''جس شخص کا یہ نظریہ ہو کہ نبوت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا اور اسے اب حاصل کیا جا سکتا ہے یا جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے وہ زندیق ہے اور واجب القتل ہے۔ آج تک جن لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا مسلمانوں نے ان کو قتل کر دیا۔ ہمارے زمانے میں بھی فقراء میں سے ایک شخص نے شہر مالقہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تو اندلس کے بادشاہ نے غرناطہ میں اس کا سر قلم کر دیا اور اس کی لاش کو سولی پر چڑھا دیا اور وہ اسی حالت میں لٹکا رہا، یہاں تک کہ اس کا گوشت گل کر گر پڑا۔''

ان مذکورہ بالا اقتباسات سے امت کا ختمِ نبوت کے عقیدہ پر اجماع ثابت ہو گیا اور ہر زمانے کے علماء نے مدعی نبوت کو گردن زنی قرار دیا۔ آخر میں ہم ختمِ نبوت پر عقلی دلیل پیش کرتے ہیں۔

ختمِ نبوت کے عقلی دلائل

قدرت کے کام حکمت سے خالی نہیں ہوتے۔

جب حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت جملہ اقوام عالم کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ پر نازل شدہ کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف کے جوں کی توں ہمارے پاس موجود ہے۔ جب سرورِ عالم کی سنتِ مبارکہ اپنی ساری تفصیلات کے ساتھ اس کتاب کی تشریح و توضیح کر رہی ہے۔ جب کہ شریعتِ اسلامیہ روزِ اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں ہماری راہنمائی کر رہی ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ آج بھی اعلان کر رہی ہے : اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدۃ: ۳] تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا کیا فائدہ ہے اور اس سے کس مقصد کی تکمیل مطلوب ہے۔ آفتابِ محمدی طلوع ہو چکا ہے۔ عالم کا گوشہ گوشہ اس کی کرنوں سے روشن ہو رہا ہے تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا قطعاً قرینِ دانشمندی ہے؟

مزید غور فرمایئے! نبی کی آمد کوئی معمولی واقعہ نہیں ہوتی کہ نبی آیا۔ جس نے چاہا مان لیا اور جس نے چاہا انکار کر دیا اور بات ختم ہو گئی۔ بلکہ نبی کی بعثت کے بعد کفر اور اسلام کی کسوٹی نبی کی ذات بن کر رہ جاتی ہے۔ کوئی کتنا نیک، پاکباز، پارسا اور عالم با عمل ہو، اگر وہ سچے نبی کی نبوت کو تسلیم نہیں کرے گا تو اس کا نام مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا جائے گا اور کفار منکرین کے زمرہ میں اس کا نام درج کر دیا جائے گا اور یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں۔

اب ذرا عملی دنیا میں مرزا قادیانی کی آمد کا جائزہ لیجیے۔ مسلمانوں کی تعداد کم سے کم اعداد و شمار کے مطابق پچاس کروڑ سے زائد ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام یقین کرتے ہیں۔ تمام انبیاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے ان کی نبوت اور صداقت کا اقرار کرتے ہیں۔ قیامت کی آمد کے قائل ہیں۔ عملی طور پر غافل اور کاہل سہی۔ لیکن احکام خداوندی اور ارشاداتِ نبوی کے برحق ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ ضروریاتِ دین میں سے ہر چیز پر ان کا ایمان ہے اور اس امت میں لاکھوں نہیں، بلکہ کروڑوں کی تعداد میں ایسے بندگانِ خدا بھی ہر زمانہ میں موجود رہے۔ جو شریعت پر پوری طرح کاربند اور عبادات پر سختی سے پابند رہے ہیں۔ ان کے اخلاص و للہیت پر فرشتے رشک کرتے ہیں اور ان کے کارہائے نمایاں پر خود ان کے خالق کو ناز ہے۔ اسی پاک امت میں آ کر کر مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا، ان کی آمد سے پہلے تو یہ سارے کے سارے مسلمان تھے۔ چلو! بعض میں عملی کوتاہیاں ہم تسلیم کرتے ہیں، لیکن کم از کم نعمت ایمان سے تو وہ بہرہ ور تھے۔ اب حقیقتِ حال یہ ہے کہ پچاس سالہ کوششوں کے باوجود چند لاکھ کی نفری نے مرزا قادیانی کو نبی مانا اور باقی پچاس کروڑ نے ان کو دجال اور کذاب قرار دیا۔ نبی کو ماننا اسلام اور انکار کفر ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنا سبز قدم جب دنیائے اسلام میں رکھا تو یہ بہار آئی کہ سارے سارے مسلمان مرتد قرار پائے اور اسلام سے محروم ہو کر کفر میں مبتلا ہو گئے۔ صرف گنتی کے چند آدمی مسلمان باقی رہے۔ ان میں بھی غالب اکثریت بلیک مارکیٹ کرنے والوں، رشوت لینے والوں، اقرباء نوازی اور مرزائیت پروری کی قربان گاہوں پر لاکھوں حقداروں کے حقوق بھینٹ چڑھانے والوں کی ہے۔ ان میں اکثر بے نماز، ڈاڑھی منڈے اور آوارہ مزاج لوگ ہیں۔ ہر قسم کی رذیل حرکتیں کرنے والوں کا ایک لشکر جرار ٹھاٹھیں مارتا ہوا آپ کو نظر آئے گا۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ دنیا اسلام کے لیے عملی طور پر مرزا قادیانی کی آمد برکت کا باعث بنی یا نحوست کا؟

اللہ تعالیٰ کی حکمت اس کو پسند نہیں کرتی کہ مرزا قادیانی کو سچا نبی بنا کر بھیجا جائے، تاکہ اسلام کے سارے ہرے بھرے پیڑے اپنے خنک سایوں، میٹھے پھلوں، رنگین اور مہکتے ہوئے پھولوں سمیت اکھاڑ پھینک دیئے جائیں اور چند خاردار جھاڑیوں کے جھرمٹ پر ''گلشن اسلام'' کا بورڈ آویزاں کر دیا جائے۔ متقیوں، پرہیز گاروں، عالموں اور عاشقوں کی امت پر کفر کا فتویٰ لگا دیا جائے اور چند زاغ صفت طالع آزما افراد کو مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا جائے۔ مرزا قادیانی کے امتی بڑی ڈینگیں مارتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام پہنچا رہے ہیں۔ ہماری کوششوں سے یورپ میں اتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں، اتنے لوگوں کو ہم نے کلمہ پڑھایا۔

گزارش ہے تم مرزا قادیانی کو اس لیے نبی کہتے ہو کہ انھوں نے چند کافروں کو کلمہ پڑھایا۔ ہم اولیائے کرام کے زمرہ سے آپ کو ایسے ایسے مبلغ دکھاتے ہیں، جنھوں نے ہزاروں لاکھوں کفار کو کفر کی ظلمتوں سے نکال کر ہدایت کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ خواجہ خواجگان سلطان الہند معین الحق والدین اجمیری رحمہ اللہ نے لاکھوں مشرکوں کے زنار توڑے اور ان کی پیشانیوں کو بارگاہ رب العزت میں شرف سجود بخشا۔ شیخ علی ہجویری رحمہ اللہ نے اس کفرستان کے کنارے پر توحید کا جو پرچم گاڑا تھا وہ آج بھی لہرا رہا ہے اور لاکھوں خفتہ بختوں کو خواب غفلت سے جگا رہا ہے۔ مشائخ چشت اور دیگر اولیائے کرام نے اسلام کی جو تبلیغ کی اور جو فرشتہ صفت مرید بنائے۔ ان کے مقابلے میں ساری امت مرزائیہ کی تبلیغی کوششوں کی نسبت سمندر اور قطرہ کی بھی نہیں۔ ان کارہائے نمایاں کے باوجود حضرات نے نہ نبوت کا دعویٰ کیا، نہ مہدیت کا، نہ مسیحیت کا، نہ ظلی کا، نہ بروزی کا بلکہ اپنے آپ کو غلامان مصطفی ہی کہا اور اسی کو اپنے لیے باعث صد افتخار اور موجب سعادت دارین سمجھا۔

مسیح علیہ السلام زندہ ہیں

مرزا قادیانی کو اپنی نبوت تک پہنچنے کے لیے بڑا دور کا چکر کاٹنا پڑا۔ آخر کار اس کی کمند فکر یہاں آ کر رکی کہ یہ تو احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آئیں گے۔ میں کیوں نہ اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا شروع کر دوں، تاکہ مجھے لوگ مسیح مان لیں، لیکن اس میں مشکل پیش یہ آئی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو زندہ ہیں ان کی زندگی میں میں مسیح کیسے بن سکتا ہوں۔ خیال آیا کہ پہلے مسیح کو مردہ ثابت کرد جب وہ مردہ قرار پا گئے تو پھر میرے لیے میدان صاف ہو جائے گا، چنانچہ اس نے اپنا سارا زور وفات مسیح علیہ السلام ثابت کرنے پر لگا دیا۔

بے شک رحمت عالم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت سے قبل حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے، جن احادیث میں نزول مسیح کے متعلق تشریح کی گئی ہے، وہ اس کثرت سے مروی ہیں کہ معنوی طور پر وہ درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ آیئے! آپ بھی ان احادیث کی جھلک ملاحظہ کیجیے۔ آپ کو پتا چل جائے گا کہ نبی برحق نے کوئی مبہم پیشین گوئی نہیں کی۔ کسی ایسے مسیح کی آمد کی اطلاع نہیں دی، جس کی پہچان نہ ہو سکے اور جس شاطر کا جی چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اس کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا، اس کے لقب سے خبردار کیا۔ اس وقت اور مقام کی نشان دہی کی جس وقت اور جس مقام پر وہ نزول فرمائے گا جو کارہائے نمایاں وہ انجام دے گا۔ اس کی تفصیل بیان فرما دی اور اس کے مدفن کا بھی تعین فرما دیا اور اس کا حلیہ بھی بیان کر دیا۔ اب اگر وہ احادیث صحیح ہیں، جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی گئی ہے تو ان تفصیلات کو بھی من وعن صحیح اور سچ تسلیم کرنا پڑے گا، جو ان کے متعلق بتائی گئی ہیں اور اگر کوئی شخص ان تفصیلات کو ماننے سے انکار کر دے گا تو پھر اسے ان تمام احادیث کو بھی ساقط الاعتبار قرار دینا پڑے گا۔ جن میں ان کی آمد کی پیشین گوئی کی گئی ہے۔ تحقیق اور انصاف کا یہ کیسا معیار ہے کہ ایک روایت کی مفید طلب آدھی بات تو مان لی اور اسی روایت کی دیگر تفصیلات کو نظر انداز کر دیا۔

ان کثیر التعداد احادیث میں سے چند احادیث جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔ ملاحظہ کریں۔

پہلی حدیث جسے امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام احمد رحمہم اللہ نے اپنی کتب حدیث میں روایت کیا ہے:-

① - "عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلاً فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الحرب ويفيض المال حتى لا يقبله أحد حتى تكون السجدة الواحدة خير من الدنيا وما فيها۔" (صحیح البخاری: ۱/۴۹۰، کتاب احادیث الأنبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم، مسلم: ۱/۸۷، باب بیان نزول عیسیٰ، ترمذی، أبواب الفتن باب فی نزول عیسیٰ مسند احمد مرویات أبی ہریرۃ)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ ضرور اتریں گے تمھارے درمیان ابن مریم عادل حاکم کی حیثیت سے پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو مار ڈالیں گے اور جنگ کا خاتمہ کر دیں گے اور مال کی اتنی فراوانی ہو گی کہ اسے کوئی لینے والا نہ ہوگا اور (دین داری کا یہ عالم ہوگا) کہ اپنے پروردگار کی جناب میں ایک سجدہ دنیا ومافیہا سے بہتر ہوگا۔"

② - امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں الفاظ نقل کیے ہیں:-

"لا تقوم الساعة حتى ينزل عيسى بن مريم۔"

"اس وقت تک قیامت برپا نہ ہوگی، جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔"

③ - مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت ابی ہریرہ سے منقول ہے:-

"فبيناهم يعدون للقتال يسوون الصفوف إذا اقيمت الصلاة فينزل عيسى بن مريم فامهم فإذا راه عدو الله يذوب كما يذوب الملح في الماء فلو تركه انذاب حتى يهلك ولكن يقتله بيده فيريهم دمه في حربة۔"

"نبی اکرم ﷺ نے خروج دجال کے ذکر کے بعد فرمایا: اس اثناء میں کہ مسلمان اس سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہوں۔ صفیں درست کر رہے ہوں گے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نماز کے لیے اقامت کہی جا چکی ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور مسلمانوں کی امامت کرائیں گے اور دشمن خدا دجال ان کو دیکھے تو پگھلنے لگے گا۔ جیسے نمک میں پانی پگھلتا ہے۔ اگر آپ اس کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیں تو وہ از خود پگھل کر مر جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ہاتھ سے قتل کروائے گا اور آپ اپنے نیزے میں اس کا خون لگا ہوا لوگوں کو دکھائیں گے۔''

④- ''عن أبي هريرة أن النبي ﷺ قال ليس بيني وبينه نبي -يعني عيسى- وأنه نازل فإذا رأيتموه فاعرفوه رجلا مربوعاً إلى الحمرة والبياض بين ممصرتين كان رأسه يقطرون لم يصبه بليل فيقاتل الناس على الإسلام فيدق الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويهلك الله في زمانه الملل كلها غير الإسلام ويهلك المسيح الدجال فيمكث في الأرض أربعين سنة ثم يتوفي فيصلي عليه المسلمون۔'' (مسند أحمد مرويات أبو هريرة: ۲/ ۴۰۳، تفسیر ابن جریر: ۶/ ۲۲، أبو داود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے اور ان (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے اور یہ کہ وہ اترنے والے ہیں۔ پس جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد درمیانہ، ان کی رنگت سرخ و سفید، دو زرد رنگ کے کپڑے پہنے ہوں گے۔ ان کے سر کے بال ایسے ہوں کہ گویا اب ان سے پانی ٹپکنے والا ہے۔ حالانکہ وہ بھیگے ہوئے نہ ہوں گے۔ وہ اسلام پر لوگوں سے جنگ کریں۔ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے، خنازیر کو مار ڈالیں گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں اسلام کے بغیر تمام ملتوں کو ختم کر دے گا اور وہ (مسیح) دجال کو قتل کر دیں گے اور وہ زمین میں چالیس سال قیام فرمائیں گے، پھر وہ وفات پا جائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔''

⑤- ''عن جابر بن عبد الله سمعت رسول الله ﷺ: فينزل عيسى بن مريم علیہ السلام فيقول أميرهم تعال فصل بنا فيقول لا أن بعضكم على بعض امراه تكرمة الله لهذه الأمة۔'' (الحاوی للفتاوی: ۲/ ۶۴، مسلم بیان نزول عیسیٰ بن مریم، مسند أحمد، مرویات جابر بن عبد اللہ)

''حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے عرض کرے گا کہ حضور تشریف لایئے اور امامت فرمائیے تو آپ فرمائیں گے نہیں تم میں سے بعض دوسروں کے امیر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کی تکریم کے طور پر ہے۔''

⑥- ''عن النواس بن سمعان (في قصة الدجال) بينما هو كذالك إذا بعث الله مسيح بن مريم فينزل عند المنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهروذتين واضعا كفيه على اجنحة ملكين إذا طأطار رأسه قطر واذا رفعه تحدد منه جمان كاللؤلؤ فلا يحل لكافر يجد ريح نفسه الامات ونفسه ينتهي إلى حيث ينتهي طرفه فيطلبه حتى يدركه بباب لد فيقتله۔'' (ابوداود کتاب الملاحم: ۲/ ۱۳۵، مسلم: ۲/ ۴۰۱، ترمذی ابواب الفتن: ۲/ ۴۸)

''حضرت نواس بن سمعان نے دجال کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس اثناء میں اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم کو بھیج دے گا اور وہ دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید منارہ کے پاس زرد رنگ کے دو کپڑے پہنے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو یوں محسوس ہوگا کہ قطرے ٹپک رہے ہیں اور جب سر اٹھائیں گے ان کے سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی اور وہ ان کی حد نظر تک جائے گی وہ زندہ نہ بچے گا۔ پھر ابن مریم دجال کا پیچھا کریں گے اور لد دروازے پر اسے جا پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔''

⑦- آخر میں ایک اور حدیث سماعت فرمایئے:-

''عن ثوبان مولى رسول الله ﷺ عصابتان من أمتي احرزهما الله تعالى من النار عصابة تغزو الهند وعصابة تكون مع عيسى بن مريم علیہ السلام'' (نسائي كتاب الجهاد: ۲/ ۶۳، مسند أحمد مرويات ثوبان: ۵/ ۲۷۸)

''حضور نبی اکرم ﷺ کے غلام ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری امت کے دو لشکر ایسے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ ایک وہ لشکر جو ہندوستان پر حملہ کرے گا۔ دوسرا وہ جو عیسیٰ بن مریم کے ساتھ ہوگا۔''

آپ نے ان احادیث کا مطالعہ فرمالیا۔ ان میں مسیح موعود کا حلیہ، نام، والدہ کا نام، مقام اور وقت نزول آپ کے کارہائے نمایاں سب کے سب مذکور ہیں۔ خدا کی شان ملاحظہ ہو کہ یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کا نام بھی عیسیٰ نہیں۔ حالانکہ ہزاروں مسلمان اس نام کے موجود ہیں، ان کی والدہ کا نام بھی مریم نہیں۔ حالانکہ ہزاروں مسلمان عورتیں اس نام کی اب بھی ہیں اور خود قادیان میں اس نام کی کئی لڑکیاں ہوں گی۔ صلیب کو توڑنا، خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کرنا تو کجا میاں جی ساری عمر عیسائی حکومت کے جھولی چک بنے رہے اور اس کی خیرات پر پلتے رہے اور اس کی اسلام کش سرگرمیوں پر تعریف وتوصیف کے قصیدے لکھتے رہے۔ ساری دنیا کو دار السلام بنا کر جزیہ ختم کرنا تو بڑی دور کی بات ہے۔ خدائے مصطفیٰ نے یہ بھی پسند نہ فرمایا کہ قادیان کا خطہ پاکستان کا حصہ بنے۔ اب بھی جو لوگ انہیں مسیح موعود مانتے ہیں ان کی نادانی قابلِ صد افسوس ہے۔

فتنہ منکرین ختمِ نبوت کے بارے تاجدارِ ختمِ نبوت کا انتباہ

اللہ عزاسمہ نے اپنے نبی مکرم حبیب معظم ﷺ پر سلسلۂ نبوت کو ختم کر دیا۔ وحی نبوت کا نزول ہمیشہ کے لیے بند ہوگیا۔ ہر راہ رو جوحق کا جویا ہے، اس پر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لازم ہو گیا کہ وہ اس نبی مکرم کے نقوش پا کر اپنا خضر راہ بنائے۔ یہی وہ چشمہ فیض ہے، جس سے تمام نوع انسانی کو روز قیامت تک سیراب ہونا ہے۔ اس کی بتائی ہوئی راہ کو چھوڑ کر کوئی بھی منزل مراد تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو اس چشمہ شریں سے اپنی پیاس نہ بجھائے اس کے مقدر میں تشنہ لبی کے سوا کچھ نہیں جس نے اس کے دامن رحمت کو چھوڑ دیا وہ ہمیشہ کے لیے شقاوت و محرومی کی دلدل میں پھنس کر رہ گیا۔

جب حقیقت یہ ہے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ کاروان انسانیت کو یہ نبی ان تمام خطرات سے آگاہ نہ کر دے۔ جو قیامِ قیامت تک پیش آنے والے ہیں، ان فتنوں کی واضح طور پر نشاندہی نہ کر دے۔ جو ان کے خرمن ایمان پر بجلیاں بن کر گرنے والے ہیں اور ان ایسے موڑوں اور چوراہوں سے باخبر نہ کر دے۔ جہاں سے وہ بھٹک سکتے ہیں اور غلط ڈگر پر چل کر اپنے آپ کو برباد کر سکتے ہیں۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کی شان ختم نبوت کا یہ تقاضا تھا کہ نبی اکرم ﷺ ان فتنوں اور فتنہ بازوں اور راہزنوں سے اپنی امت کو مطلع فرما دیں، جو کسی زمانہ میں لوگوں کی گمراہی اور تباہی کا سبب بننے والے تھے۔ چنانچہ کتب احادیث میں بکثرت ایسی احادیث صحیحہ موجود ہیں، جن میں خاتم النبیین ﷺ نے ایسے فتنوں اور فتنہ بازوں کی مکمل طور پر نشاندہی فرمائی ہے:-

① - حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو صاحب سر رسول اللہ ﷺ (رازدان رسالت) کے لقب سے معروف ہیں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:-

"واللہ إني لاعلم الناس بكل فتنة هي كائنة فيما بيني وبين الساعة ومالي إلا أن يكون رسول اللہ ﷺ اسر الي في ذلك شيئا لم يحدثه غيري -- لكن رسول اللہ ﷺ قال وهو يحدث مجلسا أنا فيه فقال رسول اللہ ﷺ وهو يعد الفتن منهن ثلاث لا يكون يزرن شيئا ومنهن فتن كرياح الصف منها صغار ومنها كبار۔ قال حذيفة فذهب أولئك الرهط كلهم غيري۔" (صحیح مسلم: ۲/۳۹۰)

"بخدا ہر فتنہ جو قیامت تک برپا ہونے والا ہے۔ میں اسے تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں اس کی وجہ یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ہی راز داری سے ان کے متعلق بتایا ہو، بلکہ نبی اکرم ﷺ نے ایک مجلس میں انھیں بیان کیا۔ جس میں میں حاضر تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فتنوں کا شمار کرتے ہوئے فرمایا: ان میں سے تین ایسے فتنے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے اور ان میں سے کئی فتنے موسم گرما کی آندھیوں کی طرح ہیں، ان میں بعض چھوٹے ہیں اور بعض بڑے ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان حاضرین مجلس میں سے اب میرے سوا کوئی باقی نہیں۔"

② - انہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا:-

"واللہ ما ادري أنسی أصحابي ام تناسوا والله ما ترک رسول اللہ ﷺ عن قائد الفتنة إلى أن تنقضي الدنيا يبلغ من معه ثلاث مائة فصاعداً إلا قد سماه لنا باسمه واسم ابيه واسم قبلة۔" (أبو داود کتاب الفتن: ۲/۱۲۶)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھیوں نے اسے فراموش کر دیا یا دانستہ انجان بنے بیٹھے ہیں۔ بخدا اختتام دنیا تک فتنے برپا ہونے والے ہیں ان کے ایسے قائد جن کے پیرو تین سے یا زائد ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے ایسے قائد کا نام، اس کے باپ کا نام اور اس کے قبیلے کا نام ہمارے سامنے ذکر فرما دیا۔"

ان ارشادات سے مقصد یہ تھا کہ امت اسلامیہ ان فتنہ بازوں کے دام فریب میں پھنس کر راہ حق سے منحرف نہ ہو جائے۔ کوئی بدقماش ان کی متاع ایمان کو لوٹ کر نہ لے جائے۔

ان تمام فتنوں میں سب سے مہلک فتنہ وہ تھا جو انکار ختم نبوت کی صورت میں نمودار ہونے والا تھا۔ کئی طالع آزما اپنی ناموری اور شہرت کے لیے نبوت کا سوانگ رچانے والے تھے۔ ان لوگوں کی فتنہ انگیزیوں سے صرف یہی نہیں کہ مملکت اسلامیہ کا امن و سکون برباد ہونے والا تھا۔ لوگوں کے ایمان و یقین میں شک و ارتیاب کا زہر گھولا جانے والا تھا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ فتنہ ملتِ اسلامیہ کی وحدت اور یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والا تھا اور اسلام میں تحریف و تغیر کا ایسا دروازہ کھولنے والا تھا جس سے اس چشمۂ فیض کے مکدر ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے سرور کونین خاتم النبیین ﷺ نے خصوصیت سے اس فتنے کا ذکر کر کے اپنے غلاموں کو ہوشیار کر دیا کہ وہ ایسے جھوٹے اور کذاب مدعیان کے چنگل میں اسیر نہ ہو جائیں۔

③ - حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

"قال رسول اللہ ﷺ وانه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم انه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي۔" (أبو داود: ۲/۱۲۷، ترمذی: ۲/۴۵)

"یعنی میری امت میں تیس جھوٹے نمودار ہوں گے۔ ان میں ہر ایک دعویٰ کرے گا وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔"

اسی مفہوم کی ایک دوسری حدیث ہے جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:-

"لا تقوم الساعه حتى يبعث دجالون كذابون قريباً من ثلاثين كلهم يزعم أنه رسول اللہ۔"

"یعنی قیامت نہیں ہو گی جب تک تیس کے قریب دجال اور کذاب نمودار نہ ہوں۔ ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرے گا کہ وہ رسول اللہ ہے۔"

آپ ان احادیث میں مکرر غور فرمائیے۔ ہادی برحق نے کتنی فصاحت سے اپنی امت کو ایسے بدبخت لوگوں کی شر انگیزیوں سے متنبہ فرما دیا۔ پہلی حدیث

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ارشاد فرمایا: وہ تیس کذاب دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہیں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، پھر خاتم النبیین کی تشریح بھی خود فرما دی کہ کوئی محرف اس کی غلط تاویل کر کے لوگوں کو گمراہ نہ کر دے۔ فرمایا: ''لا نبی بعدی'' میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دوسری حدیث میں ان جھوٹے مدعیان نبوت کو کذاب کے ساتھ دجال بھی فرما دیا۔

لغت عرب میں دجال کی یہ تشریح کی گئی ہے:-

''الدجال المموہ وسمي دجلاً لتمويهه على الناس وتلبيه وتزيينه الباطل۔'' (لسان العرب)

''یعنی دجال ملمع ساز کو کہتے ہیں جو لوہے پر سونے کا پانی چڑھا کر لوگوں کو دھوکا دے۔''

دجال کو دجال اس لیے کہا جائے گا کہ وہ لوگوں کے سامنے چکنی چپڑی باتیں کرے گا۔ باطل کو حق کا لباس پہنائے گا اور اس کو اپنی لن ترانیوں سے مزین کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے گا۔

ان واضح تصریحات کے بعد ہر وہ شخص جو نبی مکرم رسول معظم ﷺ پر صدق دل سے ایمان لایا اور حضور ﷺ کے جملہ ارشادات کو برحق اور سچ تسلیم کرتا ہے۔ وہ کبھی بھی کسی طمع ساز کے دجل وفریب کا شکار ہو کر عقیدۂ ختم نبوت سے انکار نہیں کر سکتا اور نہ کسی کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر اس کی نبوت کا اقرار کر سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے ان روشن ارشادات سے تمام فرزندان اسلام پر حجت تمام کر دی۔ اب اگر کوئی گمراہی کے اس غلیظ اور گہرے گھڑے میں گرنا چاہتا ہے تو اس کی مرضی اس کے مرشد کامل نے تو اس کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔

جب نبی صادق و مصدوق نے یہ فرمایا کہ تیس دجال، کذاب قیامت سے پہلے نبوت کا دعویٰ کریں گے تو پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ ایسا نہ ہوتا۔ چنانچہ امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والسلام کی چودہ سالہ تاریخ حضور ﷺ کی اس پیشین گوئی کی تصدیق کر رہی ہے۔ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا سلسلہ خلافت صدیقی ہی میں شروع ہو گیا تھا اور یہ سلسلہ مسلسل جاری رہا۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی تشریف فرما ہوئے۔ ان کے دعاوی، ان کی تعلیمات، ان کے فرمودات اور ان کے طریقۂ کار کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان میں ہمیں کوئی جدت نظر نہیں آتی۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے سابقہ پیشروؤں کی تعلیمات اور نظریات سے پوری طرح استفادہ کیا ہے اور متفرق لوگوں سے متفرق چیزیں لے کر اپنی نبوت کی دکان سجائی ہے۔ مرزا قادیانی ختم نبوت کے قائل بھی ہیں اور ساتھ ہی اپنے آپ کو نبی بھی کہتے ہیں۔ اس تضاد کو انھوں نے یہ کہہ کر دور کیا ہے کہ حقیقی نبی تو حضور ﷺ ہیں اور میں ظلی اور بروزی نبی ہوں۔ درحقیقت یہ تاویل کتنی ہی بھونڈی کیوں نہ ہو۔ بہر حال مرزا قادیانی کی ذہنی سطح سے بلند تر ہے۔ ظاہر بین شخص ضرور اس ندرت آفرینی پر حیران ہو جاتا ہے، لیکن درحقیقت یہ مرزا قادیانی کا سرقہ ہے، جو انھوں نے اپنے ایک پہلے پیشر و اسحاق اخرس مغربی مدعی نبوت سے کیا ہے۔ یہ کم بخت شمالی افریقہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے تمام علومِ رسمیہ کی تکمیل کی، پھر اپنے وطن سے نقل مکانی کر کے بہت دور اصفہان میں آپہنچا اور ایک عربی مدرسہ میں قیام کیا اور دس سال تک گونگا بنا رہا۔ ایک رات اس نے زور دار چیخنا شروع کر دیا۔ مدرسہ کے تمام لوگ بیدار ہو گئے، جب اس کے پاس پہنچے وہ نماز میں مشغول ہو گیا اور ایسی خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے لگا کہ بڑے بڑے قاری بھی عش عش کر اٹھے۔ جب لوگوں کے دلوں پر اس کی دھاک بیٹھ گئی تو اس نے ایک دن اپنے نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ جس طریقے سے اس نے اپنی نبوت کا اعلان کیا وہ قابلِ غور ہے، کہنے لگا:-

''فرشتہ نے ایک سفید سی چیز میرے منہ میں رکھ دی، یہ تو معلوم نہیں وہ کیا چیز تھی، البتہ اتنا جانتا ہوں وہ شہد سے زیادہ شیریں، مشک سے زیادہ خوشبو دار اور برف سے زیادہ سرد تھی۔ اس نعمت خداوندی کا حلق سے نیچے اترنا تھا کہ میری زبان گویا ہو گئی اور میرے منہ سے یہ کلمہ نکلا: ''اشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد رسول الله'' یہ سن کر فرشتوں نے کہا کہ محمد کی طرح تم بھی رسول ہو۔ میں نے کہا: میرے دوستو! تم یہ کیسی بات کر رہے ہو؟ مجھے اس سے سخت حیرت ہے، بلکہ میں تو عرقِ خجالت میں ڈوبا جاتا ہوں، فرشتے کہنے لگے: خدائے قدوس نے تمھیں اس قوم کے لیے نبی مبعوث فرمایا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب باری نے تو سیدنا محمد ﷺ روحی فداہ کو خاتم الانبیاء قرار دیا اور آپ کی ذاتِ اقدس پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا۔ اب میری نبوت کیا معنی رکھتی ہے۔ کہنے لگے: درست ہے مگر محمد ﷺ کی نبوت مستقل حیثیت رکھتی ہے اور تمھاری بالتبع اور ظلی اور بروزی[1] ہے۔'' (آئمہ تلبیس، ص ۱۱۰)

مرزا قادیانی نے اس موضوع پر جو طومار لکھے ہیں، ان کا مطالعہ فرمایئے۔ یہی چیز ہے جس میں ہیر پھیر کر کے انھوں نے اپنی نبوت کا سوانگ رچایا ہے۔ مرزا قادیانی نے وحی کا جو انداز اپنایا ہے وہ بھی ان کے قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔ قرآن کریم کی آیت کا کوئی حصہ لیا، حدیث کا کوئی فقرہ چرایا، ایک دو لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیے اور اسے وحی کا نام دے کر سادہ لوح لوگوں پر اپنی نبوت کا رعب جمایا لیکن ان کا یہ انداز بھی طبع زاد نہیں، بلکہ اس کوچۂ ضلالت میں جو لوگ پہلے آوارہ گردی کرتے رہے، انہی کی ان صاحب نے بھی نقل اتارنے کی کوشش کی ہے۔

حمدان بن اشعث ایک صاحب گزرے ہیں، اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور امام محمد بن

[1] اسحاق اخرس ہو یا مرزا قادیانی، ہر دو کی یہ ہرزہ سرائی کہ میں ظلی نبی ہوں یا بروزی نبی ہوں۔ ان کے ذہنوں کی یہ شیطانی تلبیس ہے، وگرنہ پورے اسلامی کلچر (قرآن، حدیث، کتب سیر وغیرہ) میں اس کا کوئی وجود نہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حنفیہ کے فرزند احمد کی رسالت کا اعلان کیا۔ اس نے اپنے معتقدین کو ایک خود ساختہ سورت نماز میں پڑھنے کی تلقین کی، اس سورت کے چند فقرے آپ بھی ملاحظہ فرمایئے:-

"الحمد الله بكلماته وتعالى باسمه قل أن الأهلة مواقيت للناس ظاهرها ليعلم عدد السنين والحساب اتقوا في يأولي الألباب وأنا الذي الاأسئل عما افعل وأنا العليم الحكيم۔"

مرزا نے بے شمار دعوے کیے ہیں: میں مسیح ہوں، میں عیسیٰ ہوں، میں مہدی ہوں وغیرہ وغیرہ۔ ان دعاوی میں بھی انھوں نے اپنے استاد حمدان کے استاد اول قرمط کی پیروی کی۔ اس نے اپنے پیروؤں پر رات دن میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ جب انھوں نے اس سے شکوہ کیا کہ نماز کی کثرت نے انھیں دنیاوی اشغال اور کسبِ معاش سے روک دیا ہے تو بولا: اچھا میں اس کے متعلق ذاتِ باری سے رجوع کروں گا۔ چنانچہ چند روز بعد لوگوں کو ایک نوشتہ دکھانے لگا جس میں حمدان کو خطاب کر کے لکھا تھا کہ تم بھی مسیح ہو، تم ہی کلمہ ہو، تم ہی محمد بن حنفیہ ہو، تم ہی جبرائیل ہو۔ اس کے بعد کہنے لگا کہ جناب مسیح بن مریم میرے پاس انسانی صورت میں آئے اور مجھ سے فرمایا کہ تم ہی داعی ہو، تم ہی حجت ہو، تم ہی ناقہ ہو، تم ہی دابۃ ہو، تم ہی روح القدس ہو اور تم ہی یحییٰ بن زکریا ہو۔ مرزا قادیانی آنجہانی نے اسی حمدان کے الفاظ کو کچھ اضافوں کے ساتھ دہرایا ہے۔ البتہ ان نابکاروں میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اپنے آپ کو حضور ﷺ کہہ سکتا، یہ گستاخی مرزا قادیانی ہی کے لیے مختص تھی۔

مرزا قادیانی نے بھی اپنی صداقت کے لیے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں عربی میں قصیدہ لکھ سکتا ہوں، میں عربی میں تفسیر لکھ سکتا ہوں۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بھی محض لغو اور لچر ہے۔ اس نے جو اشعار عربی میں لکھے ہیں اور جو عربی نثر لکھی ہے، ذوقِ سلیم کو اس سے گھن آتی ہے۔ اہلِ زبان نے اسے کبھی بھی لائقِ التفات نہیں سمجھا بلکہ اسے اغلاط کا پلندہ کہا ہے۔ خود ہند و پاک کے علماء نے اس کے ایک ایک صفحہ میں بیسیوں اغلاط کی نشان دہی کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ اس کی بیشتر عبارتیں سرقہ ہیں اور فضلاء نے ان مقامات کی نشان دہی کی جہاں سے مرزا قادیانی نے سرقہ کیا ہے۔ ایسے آدمی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس قسم کی ڈینگیں مارے۔ بفرضِ محال اگر اسے عربی لغت گو شاعر یا صاحبِ طرز ادیب تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے اس کی نبوت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ کیا اس سے بہتر ہزارہا شعراء اور نثر نگار و ادباء نہیں گزرے ہیں، جن کے سامنے اسے یارائے تکلم بھی نہیں۔ اگر اس قسم کی نان اسٹاپ عربی لکھ کر یہ انسان نبی بن سکتا ہے تو متنبی، ابونواس، فرزدق، جریر نے کیا گناہ کیا تھا کہ وہ شرف نبوت سے محروم رہے۔ مرزا قادیانی نے یہ دلیل بھی ازخود پیش نہیں کی، بلکہ یہ بھی اپنے ایک پیشرو سے اخذ کی ہے۔ مرزا علی محمد باب نے جب مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ایران کے علماء نے ان سے پوچھا کہ اپنی کوئی کرامت بیان کیجیے جس سے ثابت ہو کہ واقعی آپ مسیح موعود ہیں۔ باب نے کہا: میری کرامت یہ ہے کہ میں ایک دن میں ہزار بیت لکھتا ہوں۔ علماء نے کہا: اگر یہ بیان صحیح بھی ہو تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوگا کہ تم ایک زود نویس کاتب ہو۔ مہدیت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟ متنبی کو بھی کچھ عرصہ اپنی قادر الکلامی نے نبوت کا دعویٰ کر کے قسمت آزمائی پر برانگیختہ کیا تھا، لیکن اسے جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور بے چارے مرزا قادیانی آخر وقت تک فریبِ نفس میں مبتلا رہے۔

قرۃ العین طاہرہ مرزا علی محمد باب کی عقیدت مند تھی۔ وہ خود بھی ضال اور مضل تھا اور یہ بھی ساری عمر دشتِ ضلالت میں خاک بسر رہی۔ اس نے باب کی شان میں قصائد لکھے لیکن بیان میں وہ زور ہے، کلام میں وہ بلا کی آمد ہے، ذوق و شوق کا وہ عالم ہے کہ درد و سوز الفاظ کے آبگینوں میں چھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ ایک باطل شعار اور گمراہ کے کلام کا مطالعہ کرنے سے ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام اپنے متکلم کی طرح عبوساً قمطریرا کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے۔ آپ چند شعر طاہرہ قرۃ العین کے پڑھیے جو اس نے باب کی محبت میں وارفتہ ہو کر لکھے ہیں، کہتی ہے:-

گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ رو برو
شرح دہم غم ترا نکتہ بنکتہ مو بمو
از پے دیدن رخت ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کو بکو
مے رود از فراق تو خونِ دل از دو دیدہ ام
دجلہ بدجلہ یم بیم چشمہ بچشمہ جو بجو
درد دل طاہرہ گشت و نیافت جز ترا
صفحہ بصفحہ لا بلا پردہ بپردہ تو بتو

بے چارے مرزا علی محمد باب کو یہ بھی خبط سوار تھا کہ قرآن کریم کی آیات کو اپنے اوپر چسپاں کیا کرتے، چنانچہ: وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْمۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ [الأنبياء:۱۰۵] کی تفسیر کرتے ہوئے باب کے مشہور مرید حاجی مرزا جانی بابی نے لکھا ہے کہ آیت میں لفظ ذکر سے مراد علی محمد باب ہے۔ مرزا قادیانی بے چارے بھی ان آیاتِ طیبات کو اپنے اوپر بڑی ڈھٹائی سے چسپاں کرتے رہے، جو خاتم الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی شان میں نازل ہوئی تھیں جن کا تذکرہ قدرے تفصیل سے آگے آرہا ہے۔

ان چیزوں کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو علم ہو جائے کہ مرزا قادیانی کے سارے دعوے ان کی ساری دلیلیں، ان کی تعلّیاں اور ان کا انداز ان کا طبع زاد نہیں، بلکہ ان سے پہلے جو بد قماش اور بد طینت لوگ گلشنِ اسلام کو برباد کرنے کے لیے مختلف لباس پہن کر آتے رہے ہیں۔ ان صاحب نے ان سے ہی دریوزہ گری کی ہے۔ البتہ ایک چیز میں مرزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قادیانی بالکل منفرد اور یکتا نظر آتے ہیں۔ ان کے پیش روؤں میں سے کسی میں یہ جرأت نہیں کہ اس وصف میں مرزا قادیانی آنجہانی کی ہمسری تو کجا محض شرکت کا بھی دعویٰ کر سکے۔ ان سے پہلے جتنے جھوٹے مدعیانِ نبوت اور مہدویت گزرے ہیں، انھوں نے اپنی مخالف حکومتوں سے ٹکر لی ہے۔ بڑی عزیمت اور بہادری کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا ہے۔ اپنے دعویٰ کی سربلندی کے لیے خون کے دریا بہائے ہیں۔ اپنی جانیں قربان کیں ہیں۔ شجاعت و بہادری کی دنیا میں انمٹ نقوش چھوڑے ہیں، لیکن جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے ساری عمر انگریزوں کی کاسہ لیسی کی ہے۔ حکامِ وقت کی خوشامد اور ثناگستری میں اپنی ساری عمر برباد کی ہے۔ اس میں اور اس کے ماننے والوں میں کبھی یہ جرأت نہیں ہوئی کہ وہ اسلام کے دشمنوں سے نبرد آزمائی کا خیال بھی دل میں لاسکیں۔ ملتِ اسلامیہ کے عام افراد انگریزی استعمار کے قلعہ کی بنیادیں کھودتے رہے، قید ہوتے رہے، کوڑے کھاتے رہے، تختہ دار پر مسکراتے ہوئے جان دیتے رہے۔ لیکن مرزا قادیانی ان کے خلفاء اور ان کے مریدوں نے ہمیشہ باطل کی کاسہ لیسی میں ہی اپنی عزت سمجھی۔

اسلام کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی کسی نے ختمِ نبوت کے عقیدہ کے خلاف سازش کی اور اپنی نبوت کا سوانگ رچایا ملتِ اسلامیہ کے اجتماعی ضمیر نے اسے اپنی صفوں سے خارج کر دیا اور ان کی کسی تاویل کو بھی درخورِ اعتنا نہ جانا۔ ایسے فتنہ بازوں کے خلاف اعلان جہاد کیا اور جب تک اس فتنہ کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک نہیں دیا۔ اس وقت تک آرام کا سانس نہیں لیا۔ اس جہاد میں کسی جانی اور مالی اور وقت کی قربانی سے دریغ نہیں کیا گیا۔ یہاں ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی کی دکان اس لیے چل نکلی کہ یہاں کوئی آزاد مسلمان فرمانروا نہ تھا۔ انگریز جیسے دشمن دین و ایمان کی عمل داری تھی۔ یہ امت اور اس کا جھوٹا نبی ان کی خوشامد اور بے جا ستائش میں میراثیوں سے بھی چار قدم آگے تھے۔ نیز انگریز کی سیاسی مصلحتیں بھی اس کی متقاضی تھیں کہ یہ فتنہ پھلے پھولے۔ تاکہ ملتِ اسلامیہ ذہنی انتشار و افتراق کا شکار ہو کر کمزور ہو جائے۔ بیرونِ ہند جہاں بھی کوئی مسلمان حکمران تھا۔ وہاں مرزائیت کے مبلغ جب پہنچے تو ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کی یاد سے مرزائی مبلغوں پر آج بھی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

ہر زمانے میں اور ہر جگہ منکرینِ ختمِ نبوت کے خلاف اس اجتماعی اور یکساں ردِ عمل سے کیا یہ واضح نہیں ہو جاتا کہ ختمِ نبوت کا عقیدہ ملتِ اسلامیہ کے لیے روح کی حیثیت رکھتا ہے، جو شخص اس سے انحراف کرتا ہے، وہ ملتِ اسلامیہ کا فرد نہیں رہ سکتا۔ بلکہ وہ مرتد اور لائقِ گردن زنی ہے، اس لیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مدعیِ نبوت سے اس کی صداقت پر فقط دلیل طلب کرے تو وہ بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

الف لیلہ کے سند باد جہازی کا سفرنامہ تو آپ نے مزے لے لے کر پڑھا ہوگا۔ آیئے! آج آپ کو قادیان کے منچلے سند باد جہازی کی داستانِ سفر سنائیں۔ یہ اس سے بھی زیادہ ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی اور دلچسپ ہے۔ تفصیل کی گنجائش نہیں، صرف موٹی موٹی باتیں عرض کروں گا کہ کس طرح مرزا قادیانی سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں دس پندرہ روپے کی ملازمت اختیار کرنے کے بعد اور پھر مختاری کے امتحان میں فیل ہونے کے بعد نبوت کے قصرِ رفیع میں ایک مرصع اور زر نگار تخت پر جلوہ افروز ہو گئے۔

ابتداء میں یہ عام مسلمانوں کی طرح ختمِ نبوت کے قائل تھے اور حضور کریم ﷺ کے بعد کسی نبی کے آنے اور اس پر نزولِ وحی کو محال سمجھتے تھے اور ایسا دعویٰ کرنے والے کو کافر اور کاذب کہا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی اپنی تحریروں سے چند اقتباسات پیشِ خدمت ہیں:-

❁ "ازالہ اوہام" پر رقم طراز ہیں:-

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔" (ازالہ اوہام، حصہ دوم، ص ۵۷۵، خزائن ج ۳ ص ۴۱۰)

❁ اسی کتاب کی جلد دوم، ص: ۲۹۲ پر لکھتے ہیں:-

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ یعنی: محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ﷺ ہے اور ختم کرنے والا ہے نبیوں کو، یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔"

❁ تیسرا حوالہ ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:-

"یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد جبرائیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جائے اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو، پیدا ہو جائے اور جو امر مستلزم محال ہو وہ محال ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام، حصہ دوم ص ۵۸۷، خزائن: ج ۳ ص ۴۱۴)

❁ آخر میں ایک اور حوالہ سنیے، جس میں مرزا قادیانی نے صاف الفاظ میں ایسے شخص کو کافر اور کاذب کہا ہے جو حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے:-

"سیدنا مولانا حضرت محمد مصطفی ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔" (دین الحق: ص ۲۷، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

یہ خیال رہے کہ مرزا قادیانی کے یہ ارشادات اس زمانے سے تعلق نہیں رکھتے۔ جب وہ دس پندرہ روپے کے مشاہرہ پر سیالکوٹ کچہری میں ایک معمولی ملازم تھے یا ابھی وہ کورانہ تقلید کی منزل طے کر رہے تھے، بلکہ یہ اس زمانے کی تحریریں ہیں جب کہ ان پر ان کے قول کے مطابق براہِ راست الہام ہوا کرتا تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور معارف قرآن کا ان کے دل میں منجانب اللہ القاء ہوا کرتا تھا۔ آگے چل کر انھوں نے ان عقائد کے برعکس نئے عقائد کو اپنایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے کے الہامات جن کو وہ منجانب اللہ خیال کر رہے تھے وہ شیطانی الہامات تھے۔ ان کا حق و صداقت سے کوئی رابطہ نہ تھا۔ عین ممکن ہے، بلکہ یہ حق ہے کہ ان کے بعد والے خیالات جنھیں وہ وحیِ الٰہی کہنے پر مصر ہیں، وہ ابلیس لعین کی وسوسہ انگیزیاں تھیں۔ ان کا حق و صداقت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا، ورنہ یہ کیسے تسلیم کیا جائے کہ ایک مرتبہ تو من جانب اللہ انھیں القاء ہو کہ حضور ﷺ کے بعد کسی رسول کا آنا جائز نہیں، اجرائے نبوت محال ہے اور جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ کاذب اور کافر ہے اور اسی خدا کی طرف سے وحی ہو کہ تو نبی ہے اور رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب اس بیّن تضاد کی نسبت کو جہالت اور حماقت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

آنجہانی مرزا قادیانی ان مراحل سے گزر کر ۱۸۸۲ء میں مجدد بنے اور مامور من اللہ کے لقب سے اپنے آپ کو نوازا۔ ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا سوانگ رچایا۔ آخر کار انگریز کی عقل فتنہ زا نے بناوٹی نبوت کا جو سنگھاسن تیار کیا تھا اس پر آکر براجمان ہو گئے۔

۱۹۰۰ء میں اپنی مسجد کے خطیب مولوی عبد الکریم سے ایسا خطبہ دلوایا جس میں ان کی نبوت کا کھلا اعلان تھا۔ خطیب صاحب نے مرزا قادیانی کے لیے نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کیے۔ اس خطبہ کو سن کر مولوی احسن صاحب امروہی نے بڑی ناراضی کا اظہار کیا۔ مولوی عبد الکریم نے ایک اور خطبہ پڑھا جس میں مرزا قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ اگر میں غلطی کرتا ہوں تو حضور مجھے بتلائیں، میں حضور کو نبی اور رسول مانتا ہوں۔ جب جمعہ ختم ہو چکا تو مولوی صاحب نے اپنے سوال کا پھر جواب پوچھا۔ مرزا قادیانی نے مڑ کر کہا کہ مولوی صاحب ہمارا بھی یہی مذہب اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔ مرزا قادیانی چلے گئے اور مولوی احسن اور مولوی عبد الکریم کے درمیان اس بارے میں خوب جھگڑا ہوا اور آواز بہت بلند ہو گئی تو مرزا قادیانی مکان سے نکلے اور یہ آیت پڑھی:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [الحجرات: ۲]

"اے ایمان والو! نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔"

یہ تھا مرزا قادیانی کا دعوائے نبوت کرنے کا انداز۔ اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان کی وہ ہرزہ سرائی جو بزعمِ خویش بحیثیت ایک نبی کے وقتاً فوقتاً ان سے سرزد ہوتی رہی:-

۞ ۱۹۰۲ء میں آنجہانی نے ایک رسالہ "تحفۃ الندوہ" کے نام سے لکھا، اس میں کہتے ہیں:-

"پس جیسا کہ میں نے بار بار اعلان کر دیا ہے کہ یہ کلام جو میں سناتا ہوں، یہ قطعی اور یقینی طور پر خدا کا کلام ہے، جیسا کہ قرآن اور توارت خدا کا کلام ہے اور میں خدا کا ظلی و بروزی نبی ہوں اور ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے۔" (تحفۃ الندوہ: ص ۳ و خزائن: ج ۱۹ ص ۹۵)

۞ "تتمہ حقیقت الوحی" پر لکھتے ہیں:-

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اس نے مجھے بھیجا اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔" (تتمہ حقیقت الوحی: ص ۶۸، خزائن: ج ۲۲ ص ۵۰۳)

۞ "دافع البلاء" میں اپنے بارے ڈینگ مارتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے گو ستر برس تک رہے قادیان کو اس کی خوف ناک تباہی سے محفوظ رکھے گا، کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔" (دافع البلاء: ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

۞ اسی صفحہ پر آگے لکھتے ہیں:-

"اب اگر اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس نشان سے کسی کو انکار ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے ...... باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔" (دافع البلاء: ص ۱۰، خزائن: ج ۱۸ ص ۲۳۰)

۞ مرزا قادیانی کی تصنیف لطیف "ایک غلطی کا ازالہ" کا ایک حوالہ بھی پیش خدمت ہے، ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے، اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ص ۱، خزائن: ج ۱۸، ص ۲۰۶)

۞ مرزا بشیر الدین آنجہانی نے مرزا قادیانی کی نبوت کے بارے میں جو تشریح کی ہے۔ اس کے بعد اس مسئلہ میں شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ وہ لکھتے ہیں:-

"ہم حضرت مسیح موعود کی نبوت پر نظر ڈالتے ہیں تو آپ کی نبوت میں وہ تمام باتیں پائی جاتی ہیں جو نبی اللہ کے لیے لغت و قرآن و محاورہ انبیاء گزشتہ سے لازمی معلوم ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ آپ کا نام اللہ تعالیٰ نے نبی رکھا ہے۔ پس آپ قرآن کریم و لغت اور محاورہ انبیاء گزشتہ کے مطابق نبی تھے۔" (حقیقت النبوۃ: حصہ اول، ص: ۶۳)

اس قسم کے دعاوی سے مرزا قادیانی کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ ان واضح اقتباسات کے مطالعے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا وہ صرف اپنے آپ کو مجدد یا مہدی کہا کرتے تھے۔ ایسے شخص کی سادہ لوحی پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

صرف مرزا آنجہانی نے اپنے کو نبی نہیں کہا، بلکہ اس کی دریدہ دہنی کا یہ عالم ہے کہ وہ ختم نبوت کے عقیدے کے لغو اور باطل کہتا ہے اور یہاں تک کہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ایسا مذہب شیطانی مذہب اور جہنم کی طرف لے جانے والا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے تو یہ اس امت کو خیر الامم کہنا جھوٹ ہوگا، بلکہ یہ شر الامم ہوگی۔ اس چیز کو اب ان کی عبارتوں سے ملاحظہ فرمایئے:-

۞ "یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ یہ خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ: حصہ پنجم ص ۱۸۳، خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۴)

۞ اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:-

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بیزار ایسے مذہب سے اور کوئی نہ ہوگا۔ میں ایسے مذہب کا نام شیطانی مذہب رکھتا ہوں نہ کہ رحمانی اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ایسا مذہب جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ: حصہ پنجم، ص ۱۸۳، خزائن: ج ۱۷ ص ۳۵۴)

۞ ایک اور ارشاد سنیے، فرماتے ہیں:-

"گویا اللہ تعالیٰ نے امت کو یہ جو کہا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ یہ جھوٹ تھا، نعوذ باللہ! اگر یہ معنی لیے جائیں کہ آئندہ کے واسطے نبوت کا دروازہ ہر طرح سے بند ہے تو پھر خیر الامت کی بجائے شر الامم ہوئی۔" (الحکم قادیان: مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء)

حضور علیہ السلام کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مرزا قادیانی نے بڑے محتاط انداز سے قدم جمانے کی کوشش کی۔ جب انھوں نے دیکھا کہ ان کے گرد عقل و دل کے کئی اندھے جمع ہو گئے ہیں تو انھوں نے اپنی عظمتِ شان اور دیگر انبیاء کی تنقیص کا سلسلہ شروع کر دیا، لیکن عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے جب حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو بڑے مودبانہ انداز سے اپنے آپ کو حضور کا ادنیٰ غلام کہتے اور اپنی نبوت کو حضور کا فیضانِ نبوت تسلیم کرتے۔ اس طرح جب انھوں نے کئی اور برگشتہ قسمت لوگوں کو اپنے دامِ تزویر میں پھانس لیا تو اب انھوں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کا ہم پلہ اور ہم پایہ کہنا شروع کر دیا۔ چنانچہ ان کی ایک بڑ ملاحظہ ہو، لکھتے ہیں:-

"دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا، میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں .... میں محمد (ﷺ) ہوں، یعنی بروزی طور پر۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی: ص ۸۵، خزائن: ج ۲۲ ص ۵۲۱)

حدیث پاک میں ہے:-

"إذا لم تستحي فاصنع ما شئت۔"

"جب تو حیا کی چادر اتار دے تو پھر جو چاہے کرتا رہ۔"

مرزا قادیانی نے بھی شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ دیا اور واہی تباہی باتیں شروع کر دیں۔ بھلا ان پاک انبیاء سے مرزا قادیانی کو کیا نسبت ہو سکتی ہے؟ آدم علیہ السلام کے علم کا یہ حال ہے کہ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا [البقرۃ: ۳۱] کی شان عطا ہوئی۔ فرشتے آپ کے علم کے سامنے سر تسلیم خم کر رہے ہیں اور مرزا قادیانی ہیں کہ مختاری کے امتحان میں فیل ہو رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کہ نمرود کی طاغوتی طاقت کو للکارتے ہیں اور بڑی جرأت سے آتش کدہ نمرود میں چھلانگ لگا دیتے ہیں اور مرزا قادیانی ہیں کہ ساری عمر انگریزوں کی خوشامد اور ثناگستری میں گزار دیتے ہیں:-

چہ نسبت خاک راہ بعالم پاک

ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ص ۸، خزائن: ج ۱۸ ص ۲۱۲)

درثمین میں کہتا ہے:-

احمد آخر زماں نام من است
آخریں جام ہمیں جام من است

"میرا نام احمد آخر زمان ہے اور میرا جام ہی سب سے آخری جام ہے۔ یعنی حضور تو خاتم النبیین نہیں۔"

نزول المسیح (ص ۹۹) خزائن (ج ۱۸ ص ۴۷۷) میں لکھتا ہے:-

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

مزید کہتا ہے:-

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم زکسے
آدم نیز احمد مختار
در برم جامۂ ہمہ ابرار

"میں ہی آدم ہوں، میں ہی احمد مختار ہوں، میں نے تمام ابرار کا لباس پہنا ہوا ہے۔"

پھر کہتا ہے:-

زندہ شد ہر نبی بآمدنم
ہر رسولے نہاں بہ پیرہنم

(نزول المسیح: ص ۱۰۰، خزائن: ج ۱۸ ص ۴۷۸)

میرے آنے سے ہر نبی زندہ ہو گیا اور ہر رسول میرے کرتے میں چھپا ہوا ہے۔ آپ یہ نہ سمجھیے یہ شاعرانہ مبالغہ آرائی ہے اور اشعار میں ایسی تک بندیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ میں آپ کو ایک ایسا اقتباس پیش کرتا ہوں، جس سے آپ اندازہ لگائیں گے کہ وہ اپنے آپ کو فخر کائنات سید موجودات ﷺ سے بھی برتر سمجھتا ہے اور اس کے لیے اس نے تناسخ اور حلول کا مشرکانہ اور ملحدانہ نظریہ بھی اسلام میں داخل کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے۔ اپنے خطبہ الہامیہ میں آنجہانی لکھتے ہیں۔ عربی متن اور ترجمہ ان کا اپنا ہے:-

"وأعلم ان نبينا ﷺ كما بعث في الألف الخامس كذلك بعث في آخر الألف السادس باتخاذه بروز مسيح الموعود۔"

"اور جان کہ ہمارے نبی ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے۔"

آپ مقصد سمجھ گئے کہ مرزا قادیانی کی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی دوسری بعثت ہوئی۔ اب ذرا دل تھام کر یہ بھی پڑھیے:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"بل الحق ان روحانیة علیه السلام کان فی آخر الالف السادس اعنی فی هذه الایام اشد واقوی واکمل من تلک الاعوام بل کالبدر التام۔"

"بلکہ حق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روحانیت چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی ان دنوں میں بہ نسبت ان سالوں کے قوی اور اکمل اور اشد ہے۔ بلکہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔"

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ گستاخ اپنے آپ کو چودھویں کا چاند کہہ رہا ہے اور حضور ﷺ کو ہلال سے تشبیہ دے رہا ہے۔

اے مرزائیو!

لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا [مریم: ۸۹،۹۰]

ان خرافات سے بھی زیادہ دلوں کو مجروح کرنے والی وہ تحریفات ہیں جو مرزا قادیانی آنجہانی نے ان آیاتِ الٰہیہ میں روا رکھیں۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مختلف انعامات و احسانات سے سرفراز فرمایا۔ اس نے ازراہ گستاخی یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ آیت میرے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

چنانچہ (اربعین نمبر: ۳، ص ۲۳) پر لکھتا ہے:-

"اللہ تعالیٰ نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [الانبیاء: ۱۰۷] نیز اسی آیت کے بارے میں بھی کہا کہ یہ بھی میرے حق میں نازل ہوئی ہے۔"

وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا [الاحزاب: ۴۶]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو شرف معراج سے مشرف فرما کر تمام انبیائے کرام پر فضیلت عطا فرمائی اور اس مقام تک عروج ہوا، جہاں کسی کا طائر خیال بھی پرواز نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ صاحب کہتا ہے کہ یہ آیتیں بھی میرے حق میں نازل ہوئی ہیں:-

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا [بنی اسرائیل: ۱] ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى [النجم: ۸،۹]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اے محبوب! جو تیرے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور یہ بے ادب کہتا ہے کہ مجھ پر یہ آیت نازل ہوئی:-

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ [الفتح: ۱۰]

پھر کہتا ہے: "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ میں بھی مجھ سے خطاب ہے کہ ہم نے تمھیں کوثر عطا فرمایا۔"

(حقیقت الوحی: ص ۸۰، خزائن: ج ۲۲ ص ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو مقام محمود کی بشارت دی۔ یہ کہتا ہے کہ مجھے الہام ہوا:-

"اراد الله ان یبعثک مقاما محمودا۔"

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تجھے (مرزا قادیانی) مقام محمود تک پہنچا دے۔" (حقیقت الوحی: ص ۱۰۲، خزائن: ج ۲۲ ص ۱۰۵)

اعجاز احمدی میں لکھتا ہے:-

"اور مجھے بتلایا گیا تھا کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ [التوبۃ: ۳۳] یعنی اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول (مرزا غلام احمد قادیانی) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ وہ اس دین کو سارے دینوں پر غالب کرے۔" (نعوذ باللہ)

(اعجاز احمدی: ص ۷، خزائن: ج ۹ ص ۱۱۳)

ایک غلطی کا ازالہ: ص ۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷ پر لکھتا ہے:-

"مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ [الفتح: ۲۹] اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا ہے اور رسول بھی۔"

یہ چند حوالے اس کے طومار خرافات سے مشت نمونہ از خروارے کے طور پر نقل کیے ہیں۔ ایک معمولی درجہ کا مسلمان جب ان گستاخیوں اور ہرزہ سرائیوں کو پڑھتا ہے تو اس کا کلیجہ شق ہو جاتا ہے، اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔

کیا ایسے شخص کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے متعلق ہمیں کسی عالم سے مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ وہ ہرزہ سرائیاں ہیں، جن کی جرأت اس سے پہلے آنے والے جھوٹے مدعیان نبوت کو نہ ہو سکی۔ اسے ہم اپنے ایمان کی کمزوری کہیں یا انگریز کی سنگینوں کا کرشمہ اس کے وجود کو برداشت کیا جاتا رہا ہے، ورنہ راجپال اور لیکھرام وغیرہ کی بکواسیات اس کے مقابلے میں کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ وہ عقیدہ جس پر ابتداء سے آج تک امتِ محمدیہ ﷺ کا اجماع رہا ہو اور جس زمانہ میں جس کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اسے صرف کافر و مرتد قرار نہ دے دیا گیا، بلکہ اس کا استیصال اور قلع قمع کر دیا گیا ہو تو آج ایسا شخص یا گروہ ملتِ اسلامیہ کا جز کیسے رہ سکتا ہے؟ خصوصاً مرزا غلام احمد قادیانی جس کی گستاخیاں اور آیات قرآنی میں تحریفات کی یہ کیفیت ہو اس کو اسلام اپنے ماننے والوں کی صفوں میں کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

مرزا قادیانی اور ان کے جانشینوں کی مستند تحریروں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انھیں نہ امتِ مسلمہ کے ماضی سے کوئی عقیدت ہے نہ اس کے حال سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ مستقبل کے بارے میں ہماری امنگوں میں کوئی یکسانیت ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے جو دشمن تھے یہ لوگ انھیں سرپرست سمجھتے رہے۔ جس انگریز نے برصغیر میں اسلامی اقتدار کا چراغ گل کیا۔ ہماری ثقافتی اور تہذیبی قدروں کو بے رحمی سے روند ڈالا۔ ہمارے اوقات کو درہم برہم کر دیا۔ ہمارے مدارس اور علمی ادارے مقفل کر دیے، وہ انگریز جن کی خون آشام تلوار ہمارے لاکھوں بے گناہوں کے قتل کے بوجھ سے خم ہے، جنھوں نے ہمارے فخر روزگار علماء و فقہاء و اتقیاء کو درختوں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنوں کے ساتھ باندھ کر گولی سے اڑا دیا۔

حضرت مولانا فضل حق خیر آبادی اور ان کے جاں نثار ساتھی رحمہم اللہ جزائر انڈیمان میں انگریزوں کی سفاکانہ قید میں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ وہ انگریز جن کے ناپاک ہاتھ ملت کی ردائے ناموس کو تار تار کرنے میں اس وقت بھی کوشاں تھے۔ کیا کسی باغیرت مسلمان کے دل میں ان دشمنانِ اسلام کے لیے خیر سگالی کے جذبات پائے جا سکتے ہیں۔ لیکن مرزا قادیانی ساری عمر ان کی چاپلوسی میں لگے رہے۔ انہی کی مدح سرائیاں، انہی کے لیے دعائیں، انہی کے پنجۂ استبداد کو مضبوط کرنے کے لیے تقریری اور تصنیفی میدان میں مخلصانہ کوششیں۔ خود ہی فیصلہ کیجیے کہ اگر ملتِ اسلامیہ اور فرقۂ قادیانیہ میں اور ان کے علاوہ اور کوئی اختلاف نہ ہوتا تو کیا ایسے غداروں اور ملت فروشوں کو اپنی صفوں میں جگہ دینے کے لیے ہم تیار ہوتے۔ قرآن کریم جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس میں ایک بار نہیں بار بار حکم دیا گیا:-

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ١ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ١ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ١ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [المائدۃ:۵۱]

''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو شخص ان کو اپنا دوست بنائے گا تو وہ ان میں سے ہو گا۔ (ملتِ اسلامیہ سے خارج کر دیا جائے گا) بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

یہ تو ہے اللہ کا فرمان اور الٰہی فتویٰ۔

اب ذرا اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کی بے شمار تحریروں سے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیے۔ اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن'' کے آخر میں لکھتے ہیں:-

''میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں، یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا کی اطاعت کرو، دوسرا اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو۔ جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سائے میں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔'' (شہادۃ القرآن: ص ۸۴، خزائن: ج ۶ ص ۳۸۰)

ایک دوسری جگہ دہ اور کھل کر اپنی نیاز مندی اور اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں:-

''مجھ سے جو سرکار انگریزی کے حق میں خدمت ہوئی وہ یہ تھی کہ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور رسائل اور اشتہارات چھپوا کر اس ملک اور نیز دوسرے بلادِ اسلام میں اس مضمون کے شائع کیے کہ گورنمنٹ انگریزی ہم مسلمانوں کی محسن ہے۔ لہٰذا ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس گورنمنٹ کی سچی اطاعت کرے اور دل سے اس دولت کا شکر گزار اور دعا گو رہے اور یہ کتابیں میں نے مختلف زبانوں میں یعنی اردو، فارسی، عربی میں تالیف کر کے اسلام کے تمام ملکوں میں پھیلا دیں۔'' (ستارہ قیصرہ: ص ۳، ۴۔ خزائن: ج ۱۵ ص ۱۱۴)

مرزا قادیانی نے اپنے عربی رسالہ ''نور القرآن'' میں انگریز کے بارے میں جو خوشامدانہ الفاظ لکھے ہیں اور اپنے بارے میں جو تعلیاں کی ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

''فلي أن أدعي التفرد في هذه الخدمات ولي أن أقول إنني وحيد في هذه التائيدات ولي أن أقول إني حرز لها وحصن حافظ من الآفات وبشرني ربي وقال ما كان الله ليعذبهم وأنت فيهم فليس للدولة نظيري ومثيلي في نصري وعوني وستعلم الدولة أن كانت من المتوسمين۔''

''مجھے حق ہے کہ میں دعویٰ کروں کہ میں ان خدمات کو انجام دینے میں منفرد ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں ان تائیدات میں یکتا ہوں اور مجھے حق ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں اس حکومت کے لیے تعویذ اور ایسا قلعہ ہوں جو اس کو آفات و مصائب سے محفوظ رکھنے والا ہے اور میرے رب نے مجھے بشارت دی اور فرمایا کہ اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب تک تم ان میں ہو۔ بس حقیقتاً اس حکومت کے پاس میرا کوئی ہمسر اور نصرت و تائید میں میرا کوئی مثیل نہیں۔ اگر خدا نے اس حکومت کو مردم شناسی کی نگاہ عطا کی ہے تو وہ اس کی تصدیق کرے گی۔'' (نور الحق، حصہ اول، ص ۳۲، ۳۳۔ خزائن: ج ۸ ص ۴۵)

آپ ان الفاظ کو بار بار غور سے پڑھیے، کیا انگریز جیسی دشمنِ دین و ملت قوم کے لیے کسی گنہگار مسلمان کی زبان سے یہ جملے نکل سکتے ہیں۔ جو شخص انگریزوں کی حکومت کے لیے قلعہ کا کام دے رہا ہو اور جس کا وجود اس ناپاک اقتدار کی ضمانت ہو، وہ غلامانِ مصطفی ﷺ کی صفت میں کھڑا ہونے کا کوئی حق نہیں رکھتا۔

خوشامد و تملق کا یہ سلسلہ بڑا طویل ہے، آخر میں ایک اور حوالہ پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ یہ اندازہ لگانا آپ کا کام ہے کہ مرزا قادیانی ذلت کی کن پستیوں میں گر چکے تھے۔ چوبیں فروری ۱۹۹۸ء کو انھوں نے ایک درخواست لیفٹیننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں ارسال کی، جس کا ایک پیراگراف آپ بھی پڑھیے:-

''یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جانثار خاندان ثابت کر چکی اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چھٹیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں، اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے تحقیق و توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھے۔'' (کتاب البریہ: ص ۱۳۔ خزائن: ج ۱۳ ص ۳۵۰)

کوئی شخص اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انگریز مذہباً عیسائی تھے۔ مرزا قادیانی نے عیسائیوں کے ساتھ مناظرے بھی کیے، اشتہار بھی نکالے، پمفلٹ بھی چھاپے اور کتابیں بھی تصنیف کیں اور ان میں عیسائیوں کو خوب رگیدا ہے۔ ان کی یہ خدمت کیا کوئی کم ہے۔ اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ پسِ پردہ حقیقت کچھ اور ہے جس سے مرزا قادیانی نے پردہ اٹھایا ہے۔ ان کی تصنیف (تریاق القلوب ضمیمہ نمبر ۳ ص ب،ج۔ خزائن: ج ۱۵ ص ۴۹۰) ہے، جس کا عنوان ملاحظہ کے قابل ہے:-

"حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست"

اس کے ضمن میں لکھتے ہیں:-

"میں اس بات کا اقراری ہوں کہ جب کہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حد اعتدال سے بڑھ گئی تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں میں جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے، ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لیے حکمتِ عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔"

اس اقتباس سے معمولی فکر و دانش کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ عیسائیت اور اس کے رد میں یہ جوش و خروش مرزا قادیانی کی محض حکمتِ عملی تھی، ورنہ ان کا اصل مقصد تو صرف انگریز کی چاپلوسی کرنا اور قصیدہ خوانی کرنا تھا۔

اب میں آپ کو ایک دوسری چیز کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ افراد کی طرح قوموں پر بھی ادبار و انحطاط کے دور آیا کرتے ہیں، جن لوگوں کو اپنی قوم سے قلبی انس ہوتا ہے وہ ان ناسازگار حالات میں بھی اپنی قوم کے جذباتِ غیرت وحمیت کو ٹھنڈا نہیں ہوتے دیتے۔ وہ انھیں ہر انداز سے اٹھنے اور ابھرنے پر برانگیختہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ ان میں اپنی کھوئی ہوئی عزت و آزادی کو حاصل کرنے کی امنگ کو زندہ رکھتے ہیں۔ جب بھی حالات مساعدت کرتے ہیں وہ دشمن کے خلاف جہاد کا نقارہ بجا دیتے ہیں۔ اسی وقت ان کے آغوشِ تربیت میں پروان چڑھتے ہوئے جذبات سیلاب کی طرح امڈ آتے ہیں۔ چشم زدن میں وہ قوم جو بھیڑ بکریوں کے گلہ کی طرح بے بس اور ضعیف تھی، شیروں جیسی جرأت کے ساتھ دشمن پر جھپٹتی ہے اور اسے خاک میں ملا دیتی ہے اور فضائے آسمان میں ان کی عظمت کا پھریرا اور اونچا بہت اونچا لہرانے لگتا ہے۔ یہ کبھی نہیں دکھا گیا ہے کہ قوم کا کوئی خیر اندیش ہو اور وہ ان جذبات کو کچل دینے کے لیے اپنی ساری عمر کھپا دے اور ان کو تلقین کرے کہ تم اپنے اجنبی آقا کے قدم چاٹتے رہو اور کتوں کی طرح بے غیرتی کی زندگی بسر کرو۔ ایسا کہنے والا قوم کا دشمن ہوتا ہے، قوم کا غدار ہوتا ہے، دشمن کا لفقہ کالم ہوتا ہے۔ نبی کا مقام تو بڑا اونچا ہے، اسے تو ایک شریف انسان کہنا بھی انسانیت کی توہین ہے۔

اب آپ ذرا مرزا قادیانی کے دفتر پند و نصائح میں سے چند نصائح دل تھام کر غور سے پڑھیے، آنجہانی کی حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی، ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید و حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعتِ جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ بن جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔"

(تریاق القلوب: ص ۱۵۔ خزائن: ج ۱۵ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

ایک دوسرے مقام پر اپنی کتابوں کی کثرت کا اظہار کرنے کے بعد ان کے اثرات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:-

"اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں انسانوں نے جہاد کے غلط خیال چھوڑ دیے، جو نافہم ملاؤں کی تعلیم سے ان کے دلوں میں تھے۔ یہ ایک ایسی خدمت مجھ سے ظہور میں آئی ہے کہ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ برٹش انڈیا کے تمام مسلمانوں میں سے اس کی نظیر کوئی مسلمان نہیں دکھلا سکتا۔" (ستارۂ قیصرہ: ص ۴۔ خزائن: ج ۱۵ ص ۱۱۴)

مرزا قادیانی نے منارۃ المسیح کی تعمیر کے لیے چندہ کرنے کے لیے جو اشتہار دیا اس کے چند الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"سو آج سے دین کے لیے لڑنا حرام کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو دین کے لیے تلوار اٹھاتا ہے اور غازی کا نام رکھوا کر کافروں کو قتل کرتا ہے وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔" (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ضمیمہ، خطبہ الہامیہ ص ۵۔ خزائن: ج ۱۶ ص ۱۷)

ان کے دو شعر بھی سن لیجیے، کہتے ہیں:-

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ و جدال

(درثمین: ص ۵۴۔ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶، ۲۷۔ خزائن: ج ۱۷ ص ۷۷، ۷۸)

جس نے امت کو انگریز کی ابدی غلامی کے لیے تیار کرنے میں ساری عمر کھپا دی ہو ہم مجبور ہیں کہ اسے ملت کا بدخواہ اور غدار قرار دیں۔ جس طرح خارش زدہ کتے کو مسجد میں ہم داخل نہیں ہوتے دیتے۔ اسی طرح ہم ایسے غداروں کو حرمِ ملت کے پاس تک نہیں پھٹکنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیں گے۔ اس شخص کی بوالعجبیوں اور اسلام پر اس کی زیادتیوں اور ملتِ کے خلاف اس کی سازشوں کی کوئی انتہا نہیں۔ مرزا قادیانی نے صرف اسی پر بس نہیں کی، بلکہ امتِ محمدیہ کے مستحکم قلعہ میں شگاف ڈالنے کی جسارت سے بھی وہ باز نہ آئے۔ وہ عمر بھر ملتِ اسلامیہ کو پارہ پارہ کر کے اپنے انگریز محسنوں کے قدموں پر لا ڈالنے کے لیے سرگرداں رہے۔

ان دشمنانِ دین وملت کی گستاخیاں، قرآن کریم کی آیات میں واضح تحریف اور امتِ محمدیہ ﷺ کے خلاف ریشہ دوانیوں کی طویل داستان آپ نے ملاحظہ فرمائی، لیکن اس گھناؤنی سازش کے ایک انتہائی سنسنی خیز کردار کو بے نقاب کرنے کے لیے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ قارئین کی خدمت میں مفکرِ اسلام، شاعرِ مشرق، ترجمانِ حقیقت، حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ کے اس مضمون کا اقتباس بھی پیش کیا جائے جو انھوں نے جواہر لال نہرو کے سوالات کے جواب میں لکھا تھا۔

اس میں انھوں نے مسئلے کی نزاکتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بحث کی ہے اور آخری فقرے میں اس چیز کو بڑی جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ ان مندرجہ بالا اختلافات کے باوجود مرزائی امتِ مسلمہ سے اپنے آپ کو الگ امت کیوں نہیں مانتے۔ علامہ لکھتے ہیں:-

"اسلام لازماً ایک دینی جماعت ہے جس کی حدود مقرر ہیں۔ یعنی وحدتِ الوہیت پر ایمان، انبیاء پر ایمان اور رسولِ کریم ﷺ کی ختمِ رسالت پر ایمان۔ دراصل یہ آخری یقین ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن ہے کہ فرد یا گروہ ملتِ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں، مثلاً برہمو سماج خدا پر یقین رکھتے ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کو خدا کا پیغمبر مانتے ہیں لیکن انھیں ملتِ اسلامیہ میں شمار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ قادیانیوں کی طرح وہ انبیاء کے ذریعے وحی کے تسلسل پر ایمان رکھتے ہیں اور رسولِ کریم کی ختمِ نبوت کو نہیں مانتے، جہاں تک مجھے معلوم ہے کوئی اسلامی فرقہ اس حدِ فاصل کو عبور کرنے کی جسارت نہیں کر سکا۔

ایران میں بہائیوں نے ختمِ نبوت کے اصول کو صریحاً جھٹلایا لیکن ساتھ ہی انھوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ الگ جماعت ہیں اور مسلمانوں میں شامل نہیں ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین کے خدا کی طرف سے ظاہر ہوا، لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت کے رسولِ کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہونِ منت ہے۔

میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو راہیں ہیں: یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں یا ختمِ نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو پورے مفہوم کے ساتھ قبول کر لیں، ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہوتا کہ انھیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔" (حرفِ اقبال: ص ۱۳۶، ۱۳۷)

مرزائی اپنے آپ کو امت تسلیم کرتے ہیں۔ وہ صرف سیاسی اور معاشی فوائد حاصل کرنے کے لیے ملتِ اسلامیہ میں گھسے رہنا چاہتے ہیں، جس کے متعلق حضرت علامہ نے اشارہ کیا ہے۔

جب کبھی پہلے حضرت علامہ اور پنڈت نہرو کے اس علمی مباحثہ کے پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے تو مجھے بڑی حیرت ہوتی کہ پنڈت نہرو کے دل میں قادیانیوں کی ہمدردی کا کیسے یکایک جذبہ پیدا ہو گیا۔

سیاسی، ذہنی اور نظریاتی اعتبار سے مرزائیوں کے درمیان اور ان کے درمیان بعد المشرقین تھا۔ وہ انگریزوں کے خوشامدی اور ان کے اقتدار کے مضبوط کرنے کے لیے ہر طرح کوشاں اور پنڈت نہرو ہندوستان کی آزادی کے لیڈر اور انگریزی اقتدار کے دشمن، خدا کے منکر، سوشلسٹ انھیں کیا سوجھی کہ وہ قادیانیوں کی وکالت کرنے لگ گئے۔ آخرکار پروفیسر الیاس برنی مرحوم ومغفور کی شہرۂ آفاق کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے ڈاکٹر شنکر داس کا ایک مضمون نظر سے گزرا، جس سے وہ اضطراب ختم ہو گیا۔ اخبار "وندے ماترم" مورخہ ۲۲ اپریل ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر شنکر داس کا ایک مضمون شائع ہوا اس کے ضروری اقتباسات پیش کرتا ہوں، وہ لکھتے ہیں:-

"اس سے اہم سوال جو اس وقت ملک کے سامنے درپیش ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے اندر کس طرح قومیت کا جذبہ پیدا کیا جائے..... ہندوستانی مسلمان اپنے آپ کو ایک الگ قوم تصور کیے بیٹھے ہیں اور وہ دن رات عرب ہی کے گیت گاتے ہیں۔ اگر ان کا بس چلے تو وہ ہندوستان کو بھی عرب کا نام دے دیں۔

اس تاریکی میں اس مایوسی کے عالم میں ہندوستانی قوم پرستوں اور محبانِ وطن کو ایک ہی امید کی شعاع دکھائی دیتی ہے اور وہ آشا کی جھلک احمدیوں کی تحریک ہے۔ جس قدر مسلمان احمدیت کی طرف راغب ہوں گے وہ قادیان کو اپنا مکہ تصور کرنے لگیں گے اور آخر میں محب ہند اور قوم پرست بن جائیں گے۔ مسلمانوں میں احمدیہ تحریک کی ترقی ہی عربی تہذیب اور پان اسلام ازم کا خاتمہ کر سکتی ہے۔

جس طرح ایک ہندو کے مسلمان ہو جانے پر اس کی شردھا اور عقیدت رام کرشن، وید، گیتا اور رامائن سے اٹھ کر قرآن اور عرب کی بھومی میں منتقل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی مسلمان احمدی بن جاتا ہے تو اس کا زاویۂ نگاہ بدل جاتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ میں اس کی عقیدت کم ہو جاتی ہے، مکہ مدینہ اس کے لیے روایتی مقامات رہ جاتے ہیں۔ یہ بات عام مسلمانوں کے لیے جو ہر وقت پان اسلام ازم اور پان عربی سنگٹھن کے خواب دیکھتے ہیں، کتنی ہی مایوس کن ہو مگر ایک قوم پرست کے لیے باعثِ مسرت ہے۔"

حضرت علامہ اقبال رحمہ اللہ کے مقالہ کے اقتباسات اور ڈاکٹر شنکر داس کے مندرجات سے یہ بات پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزائی جماعت کی اصلیت کیا ہے اور یہ کس مسلم کش تحریک کا شاخسانہ ہے۔ اب جب کہ مملکتِ خداداد پاکستان کی ایک منتخب اسمبلی کی طرف سے اس خطرناک اقلیت کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے اور اسی اسمبلی کی طرف سے یہ قرار داد بھی پاس ہو چکی ہے کہ مرزائیوں کو کلیدی آسامیوں سے الگ کر دیا جائے اور انھیں اپنے باطل عقائد کی تبلیغ کی ہرگز اجازت نہ دی جائے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج تک اربابِ بست وکشا کی طرف سے اس سلسلے میں مجرمانہ غفلت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور آج تک کوئی واضح اقدام نہیں کیا گیا۔

ستم کی بات تو یہ ہے کہ اس اسلامی جمہوریہ کے مختلف تعلیمی اداروں میں غیر مسلم مرزائی ① اسلامیات کی تعلیم دینے پر مامور ہیں اور طلبا کے معصوم اذہان کو مسموم کرنے کے دھندوں میں مصروف ہیں۔ عوام کے بار بار اصرار کے باوجود محکمہ تعلیم کے کارپردازنس سے مس نہیں ہوتے۔

واضح رہے کہ مرزائی جماعت نہرو، پٹیل اور گاندھی سے بھی زیادہ پاکستان کے بارے میں بد اندیش ہے۔ ان کے کارکنوں نے کسی زمانے میں بھی پاکستان کو کمزور بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ سر ظفر اللہ کی وزارت کا دور ہو یا ایم ایم احمد کی اقتصادی پالیسی، ہر ایک نے پاکستان کو کھوکھلا ہی کیا ہے۔ اس لیے مملکتِ خداداد پاکستان کی ہر بہی خواہ حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس اقلیت کو کلیدی آسامیوں خصوصاً محکمہ تعلیم سے دور رکھے اور ان کی نام نہاد مذہبی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرے، کیوں کہ کسی بھی اسلامی نظریاتی سلطنت میں خلافِ دین اور خلافِ وطن سرگرمیوں کو برداشت نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہِ اقدس میں دعا ہے کہ وہ اپنے محبوب کریم، رؤف رحیم ﷺ کے طفیل امت مسلمہ کو ہر قسم کے ظاہری و باطنی دشمنوں سے محفوظ رکھے اور اس مملکتِ خداداد پاکستان کی آپ حفاظت فرمائے اور ہمیں توفیق ارزانی فرمائے کہ ہم یہاں اس کے محبوب کا لایا ہوا نظام نافذ کر سکیں۔ آمین

① گورنمنٹ انٹر کالج بھیرہ ضلع سرگودھا اور گورنمنٹ البیرونی ڈگری کالج پنڈ دادنخان اس کی واضح مثالیں ہیں۔

بقیہ: قادیانی مشن یہود ونصاریٰ کی پاکری

the Headquarters of the movement in pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journy back. Choudhry Mohammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli press, and abrief account was also broadcast on the radio."

ترجمہ: ''قارئین! ایک چھوٹے سے واقعے سے ہمارے مشن کی پوزیشن کا اندازہ لگا سکیں گے جو اسے اسرائیل میں حاصل ہے۔ ۱۹۵۶ء میں جب ہمارے مشنری چودھری شریف تحریک کے ہیڈ کوارٹر پاکستان آنے لگے تو اسرائیل کے صدر نے انھیں پیغام ارسال کیا کہ وہ جانے سے قبل انھیں ملیں۔ چودھری محمد شریف نے موقع سے فائدہ اٹھا کر قرآن حکیم کے جرمن ترجمے کی ایک کاپی انھیں پیش کی، جو آپ نے بخوشی قبول کی۔ یہ انٹرویو اور اس کے احوال اسرائیلی پریس میں اور اسرائیل ریڈیو نے نشر کیے۔'' (آور فارن مشنز از مرزا مبارک احمد، ص ۷۹، ۸۰، طبع چہارم شائع کردہ نصرت آرٹ پریس ربوہ)

محترم قارئین! ان تمام دلائل اور ثبوتوں سے یہ بات پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے کہ قادیانی نہ صرف عیسائیوں کے ایجنٹ بلکہ یہودیوں کے بھی آلہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ اسلام اور جہاد وقتال کے مخالف ہی نہیں بلکہ اوّل نمبر دشمن بھی ہیں۔

بقیہ: پیر مہر علی شاہ گولڑوی

کے علماء شریک ہوئے اور تحفظ ختم نبوت کا عزم کیا۔ کئی علماء نے اس تاریخی مناظرے کی روداد لکھی۔ ''راست بیانی برشکست قادیانی'' کے نام مولانا امام الدین گجراتی نے مرزا کے ساتھ پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مناظرے کی روداد لکھی ہے۔ ''مصنوعی قادیانی کے اعمال جو سخت کاذب اور الفربے'' کے عنوان سے مولانا محمد شفیق نے مرزا قادیانی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے درمیان جو مباحثہ ہوا اس پر محاکمہ کیا ہے۔

رد قادیانیت میں تصانیف

پیر مہر علی شاہ نے مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں کئی کتابیں تردید مرزائیت میں لکھیں۔ ان کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:-

① - ہدیۃ الرسول

رد قادیانیت میں پیر صاحب کی پہلی کتاب ہے، فارسی زبان میں ہے، ۱۸۹۹ء میں طبع ہوئی تھی۔

② - شمس الہدایۃ فی اثبات حیات المسیح

قادیانی تحریک کی تردید کے لیے پیر صاحب نے عنوان بالا سے ایک کتاب لکھی جس میں حیات مسیح کا اثبات کیا ہے۔ کتاب کو علمی حلقوں میں بہت پسند کیا گیا۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا عبد الجبار غزنوی نے پیر صاحب کے نام اپنے مکتوب گرامی میں لکھا:-

''مجمع خیرات و برکات، منبع حسنات و فیوضات، حضرت پیر مہر شاہ صاحب کتاب شمس الہدایۃ کے مطالعہ سے میں نے حظ وافر اور خیر ظاہر حاصل کیا ہے۔'' (مہر منیر، ص ۲۰۷)

کتاب پہلے پہل ۱۹۰۰ء (۱۳۱۷ھ) میں منصۂ شہود پر آئی۔

③ - سیف چشتیائی

یہ پیر صاحب کی مشہور کتاب ہے جس میں مرزائی نبوت کے تارو پود بکھیر دیئے ہیں۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور تقریباً ہر حلقے میں پڑھی گئی۔ اس کا سن طباعت ۱۹۰۲ء (۱۳۲۰ھ) ہے۔

تردید قادیانیت میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی خدمات بنظر استحسان ملاحظہ کیے جانے کے لائق ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد داود غزنوی رحمہ اللہ

اسلام اور قادیانیت

مرزائی مسلمانوں سے الگ ایک فرقہ ہے

مرزا غلام احمد اور مرزا محمود کی تحریروں کی روشنی میں

اسلام اور قادیانیت کا مسئلہ اسلامی دنیا میں اپنی قسم کا بالکل نیا مسئلہ ہے۔ یہ ایک فتنہ ہے، لیکن یہ فتنہ ہر اعتبار سے پہلے فتنوں سے زیادہ اہم، زیادہ وسیع، زیادہ منظم اور حکومتِ وقت کی پشت پناہی کے ساتھ خود کاشتہ پودے کی طرح پرورش پا رہا ہے۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ اسلام کی میزدہ صد سالہ زندگی میں اس سے قبل کبھی بھی امتِ مسلمہ کو اس قسم کے فتنہ سے سابقہ نہیں پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نئے مذہب کی بنیاد غلام آباد میں اس وقت رکھی جب کہ ہندوستان کے مسلمان اپنی محکومی اور غلامی کی وجہ سے مذہبی اور سیاسی پستی کی انتہا کو پہنچ چکے تھے اور بظاہر اس رقبت اور تعبد سے نکلنے اور حریت و آزادی کے لیے سر اٹھانے کی کوئی امید نہ رہی تھی۔ اس وقت بانی فرقہ نے مسلمانوں کی درماندگی اور ذلت کا یقین رکھتے ہوئے اور مسلمانوں کی پستی کو ابدی زوال خیال کرتے ہوئے مجددیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوت کے دعاوی کو بتدریج پیش کیا۔ جوں جوں حکومتِ وقت کی آہنی گرفت اس بدقسمت ملک کے رہنے والوں پر قوی تر ہوتی گئی بانی فرقہ اپنے دعاوی کو پہلے سے بلند و ارفع کرتا چلا گیا، حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا، جب کہ بانی فرقہ کو یقین آ گیا کہ حکومت کا دیا ہوا امن دامان جہاں اس کے دعاوی کی بلا خطر اشاعت اور آزادانہ تبلیغ کا ضامن ہے، وہاں حکومت کی قوت و سطوت ملک پر سکہ بٹھا چکی ہے کہ دعاوی کو اگر انتہائی منزل تک پہنچا کر بالکل نئے مذہب اور نئی امت کی بنیاد رکھ دی جائے تو مسلمانوں کی کوئی قوت مزاحم نہ ہو سکے گی، بلکہ بہت ممکن اور قرینِ قیاس ہے کہ یہ نئی امت کی تجویز حکومتِ وقت کے منشاء کے مطابق ہو اور اس کے حاکمانہ اغراض کو زیادہ مستحکم کرنے والی ثابت ہو۔

نئی امت کی تشریح

وہ مسلمان جو اس خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں کہ قادیانی گروہ اسلام کا ایک فرقہ ہے اور اسے اسلام اور امتِ مسلمہ سے الگ ایک نیا فرقہ یا نئی امت کہنے کو اور اس کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرنے کو تنگ خیالی اور اتحادِ اسلام کے منافی سمجھتے ہیں، اُن کے لیے اس سلسلہ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بانی فرقہ اور اس کے خلفاء اور جانشینوں کے اقوال کا یہاں مختصر ذکر کروں، تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جب تبلیغِ اسلام کی آڑ میں اپنی پیری کا حلقہ کافی وسیع کر لیا اور مختلف پیشین گوئیوں اور ان کی تشریحات کو شائع کر کے مریدوں کی عقیدت مندی کو وقتاً فوقتاً امتحان کی کسوٹی پر پرکھ کر مجددیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوت کی منزلیں جب بتدریج طے کر لیں تو کس طرح اس نے ایک نئے مذہب اور نئی امت کے قیام کا اعلان کیا اور اپنے ماننے والوں کے سوا تمام مسلمانوں کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا اور اس کے سوا اس کے لیے کوئی چارہ کار نہ تھا کہ اپنی جماعت کو ایک علیحدہ قوم اور الگ امت بنانے کے لیے ہر اس فرد و بشر کو جو اس کی نبوت کا قائل نہ ہو، کافر قرار دے اور ان سے ہر طرح قطع تعلق کا اعلان کرے۔

دعویٰ نبوت بدرجہ کمال

مختلف دعاوی بتدریج اپنے مریدوں سے منوانے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعوائے نبوت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے اور ایک نبی اور ایک امت اور اس کی شریعت اور اس کی کتاب اور اس کی ارضِ حرم، غرض پوری نقالی کے واسطے یہ اعلانات وقتاً فوقتاً کرتا رہا:-

"اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اس نے میرا نام نبی رکھا ہے، اور اس نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اس نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشانات ظاہر کیے جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص: ۱۷)

"خدا نے میرے ہزارہا نشانوں سے میری وہ تائید کی ہے کہ بہت ہی کم نبی گزرے ہیں جن کی یہ تائید کی گئی لیکن پھر بھی جن کے دلوں پر مہریں ہیں وہ خدا کے نشانوں سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص: ۱۴۸)

نبوت کی تشریح

مرزا غلام احمد کی نبوت کے متعلق تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے، اس کے خلیفہ دوم اور اس کے بیٹے میاں محمود کی بعض عبارات نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ مرزا کو دوسرے انبیاء کی طرح حقیقی نبی مانتے ہیں:-

"میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق لکھ آیا ہوں کہ نبوت کے حقوق کے لحاظ سے وہ ایسی ہی نبوت ہے جیسے اور نبیوں کی، صرف نبوت کے حاصل کرنے کے طریقوں میں فرق ہے۔" (القول الفصل، ص: ۲۳)

پس شریعتِ اسلامی نبی کے جو معنی کرتی ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی سے مرزا صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہونے کے دعویدار ہیں۔

صاحب شریعت ہونے کا دعویٰ

صرف دعوائے نبوت پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا، دیکھیے:-

"یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر و نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہو گیا، میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی ...... اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ هَٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ ۔ صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ [الاعلیٰ:۱۸-۱۹] یعنی قرآنی تعلیم تورات میں بھی موجود ہے۔" (اربعین نمبر ۴، ص: ۷)

صاحب امر و نہی اور صاحب شریعت کے ادعا کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کر دیا کہ حضرت محمد ﷺ کے وقت میں جو احکام تھے، ان میں سے بعض کی تنسیخ مسیح موعود کے وقت میں کر دی گئی:-

"جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے، پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل ممنوع کیا گیا...... اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔" (اربعین نمبر ۴، ص: ۱۵)

دعوائے نبوت سے پہلے جب کہ صرف محدث اور ملہم ہونے کا دعویٰ تھا، اس وقت مرزا نے یہ نکتہ اپنے مریدوں کو بتایا:-

"یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں، لیکن صاحب شریعت کے سوا اور جس قدر محدث ہیں گو وہ کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔" (تریاق القلوب، ص: ۱۳۰)

مرزا غلام احمد کا یہ اعلان لاہوری جماعت کی ان تمام تاویلات کی جڑ کاٹ دیتا ہے جس سے وہ عوام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں اور فریب کارانہ طریق پر مرزا کے دعاوی کو پیش کرتے ہیں، کیونکہ یہ تو الم نشرح ہے کہ مرزا نے اپنے منکرین کو جہنمی اور کافر بار ہا کہا ہے۔

فتویٰ کفر کی تدریجی رفتار

"جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی ہے گو وہ مسلمان ہے مگر مجھے اپنا حکم نہیں ٹھہراتا اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے۔" (تحفۃ الندوہ، ص: ۴)

یہاں تو صرف اتنا ہی کہا ہے کہ وہ آسمان پر قابل مواخذہ ہے۔ اس کے بعد فتویٰ فسق ملتا ہے:-

"جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعے سے قرآن شریف میں اور احکام دیے ہیں اسی طرح آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ آنے کی پیش گوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی اور اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا۔" (حجۃ اللہ، تقریر لاہور)

فتویٰ فسق کے بعد ترقی کرتے ہوئے اسلام سے محرومی کا فتویٰ دیا جاتا ہے:-

"خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے۔" (اخبار "الفضل" قادیان، ۱۹۳۵/۱/۱۵)

اس طرح میدان تیار کر لینے کے بعد صاف و صریح طور پر کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے:-

"کفر دو قسم پر ہے ایک کفر یہ کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کے باوجود اتمام حجت کو جھوٹا جانتا ہے ...... اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی، ص: ۱۷۹)

فتویٰ کفر صادر کر دینے کے بعد جہنم کے ٹھیکیدار بن کر تمام مسلمانوں کو جہنمی قرار دیتے ہوئے ایک اشتہار بعنوان "معیار الاخبار" میں اعلان کرتا ہے:-

"مجھے الہام ہوا جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔" (تبلیغ رسالت، جلد نہم، ص: ۲۷)

قادیانیوں کا شوقِ تکفیر جس کے لیے وہ علمائے اسلام کو مطعون کرتے ہیں یہیں پر ختم نہیں ہوتا، بلکہ ترقی کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے:-

"خطبہ الہامیہ میں حضرت مسیح موعود نے آں حضرت کی بعثت اول و ثانی کی باہمی نسبت کو ہلال اور بدر کی نسبت سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس سے لازم آتا ہے کہ بعثت ثانی کے کافر کفر میں بعثت اول کے کافروں سے بہت بڑھ کر ہیں۔" (الفضل: ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء)

اب اس امر میں کیا شبہ باقی رہ گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اللہ نہ ماننے والے تمام دنیا کے مسلمان مرزائیوں کے نزدیک ابوجہل، ابولہب اور دوسرے معاندین اسلام سے کفر میں کہیں بڑھ کر ہیں اور اس ملک میں بسنے والی غیر مسلم اقوام جو محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں، ان کے کفر کے مقابلے میں مرزا غلام احمد کی نبوت کے منکر یعنی مسلمان مرزائیوں کے نزدیک بہت بڑے کافر ہیں۔ معاذ اللہ

پس ایسی حالت میں اگر مسلمان حکومت سے یہ مطالبہ کریں کہ مرزائیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے تو یہ کون سی غلط بات ہے، بلکہ یہ تو مرزا غلام احمد کی تعلیمات کے مطابق ان کی عین منشا کے موافق ہے اور اسی مقصد کی تکمیل کے لیے تو اس نے اپنی "وحی" کو قرآن کریم کی طرح قطعی یقینی اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاریب بیان کیا اور صاحب کتاب، صاحب شریعت اور صاحب امت ہونے کا دعویٰ کر کے عام مسلمانوں سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

قادیانی "کلام اللہ"

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا جال بچھانے کے بعد یہ ضروری سمجھا کہ نئی امت کی بنیاد ڈالنے کے لیے صاحب کتاب ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا جائے، اس لیے اس نے صاحب وحی ہونے کا دعویٰ کیا اور کہا کہ جو کلام مجھ پر نازل ہوتا ہے وہ بغیر ایک ذرہ کے فرق کے قرآن کریم کی طرح اللہ کا کلام ہے، جیسا کہ ذیل کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے:-

"اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں، ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی ..... اور میں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اس خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔" (ایک غلطی کا ازالہ، مصنفہ مرزا غلام احمد)

اور اس تمام خرافات کو جسے مرزا غلام احمد الہامات اور وحی الٰہی سے تعبیر کرتا ہے، اس کے مجموعہ کو بیس سپاروں کے برابر حجم قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:-

"اور خدا کا کلام جس قدر مجھ پر نازل ہوا ہے کہ اگر وہ تمام لکھا جائے تو بیس جزو سے کم نہ ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی، ص: ۳۹۱)

اس لحاظ سے عام مسلمانوں کا قرآن تو تیس پاروں کا ہے، لیکن مرزائیوں کا قرآن کریم اور جدید کلام الٰہی کا مجموعہ گویا پچاس پاروں کا ہوگا۔ معاذ اللہ من ذلک

نئی امت کا اعلان

نبوت اور کتاب اللہ کا یقین دلانے کے بعد مرزا غلام احمد نے ان الفاظ سے ایک نئی امت کی بنیاد ڈالی:-

"جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا، اس دعوے میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنا دے جو اس پر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور ایک امت بنا دے جو اس کو نبی سمجھتی ہو اور اس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہو۔" (ارشاد مرزا غلام احمد۔ الحکم قادیاں، نمبر ۲۱ جلد ۷)

اب اس نئے سلسلہ کے تمام لوازم اور مناسبات دیکھتے جائیے، اس کے مطالعہ سے اس امر کے فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی، خود مرزا غلام احمد اور اس کے خلفاء کے اعلانات اور ہدایات وغیرہ مرزائیوں کو تمام مسلمانوں سے الگ ایک امت اور علاحدہ جماعت قرار دینے میں کس قدر موید ہیں۔

قادیانی دین

"اللہ تعالیٰ نے اس آخری صداقت کو قادیان کے ویرانہ میں نمودار کیا اور حضرت مسیح موعود کو اس اہم کام کے لیے منتخب فرمایا اور فرمایا: میں تیرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دوں گا، زور آور حملوں سے تیری تائید کروں اور جو دین تو لے آیا ہے اسے تمام دیگر ادیان پر بذریعہ دلائل و براہین غالب کروں گا۔" (الفضل، قادیان: ۳ فروری ۱۹۳۵ء)

مسلمانوں سے قطع تعلق

نئی امت، نئی کتاب اور نئی شریعت، مریدوں سے منوانے کے بعد مرزا غلام احمد نے اس سلسلے کو مضبوط کرنے کے لیے تمام مسلمانوں سے مرزائیوں کو قطع تعلق کا حکم دیا۔ اس حکم کو ان الفاظ کے ساتھ اپنے مریدوں کے ذہن نشین کراتا ہے:-

"یہ جو ہم نے دوسرے مدعیان اسلام سے قطع تعلق کیا ہے۔ اول تو یہ خدا تعالیٰ کے حکم سے تھا، نہ اپنی طرف سے اور دوسرے وہ لوگ ریا پرستی اور طرح طرح کی خرابیوں میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور ان لوگوں کو ان کی ایسی حالت کے ساتھ اپنی جماعت کے ساتھ ملانا یا ان سے تعلق رکھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عمدہ اور تازہ دودھ میں بگڑا ہوا دودھ ڈال دیں جو سڑ گیا ہے اور اس میں کیڑے پڑ گئے ہیں۔" (تشحیذ الاذہان، قادیان: جلد ۶، ص ۸)

تمام اسلامی فرقوں کے کلی متارکہ کے لیے

تاکیدی حکم مرزا غلام احمد نے یوں دیا:-

"تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلی ترک کرنا پڑے گا۔" (حاشیہ تحفہ گولڑیہ، ص: ۲۷)

اسلامی اداروں سے بے تعلقی

مرزا غلام احمد قادیانی کا عام اسلامی اداروں کے متعلق جو رویہ تھا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں یہ شخص ساری عمر نہ کسی اسلامی انجمن کا رکن بنا اور نہ کسی انجمن کو چندہ دیا۔ البتہ خود مسلمانوں سے چندہ مانگتا رہا اور خوب وصول کرتا رہا۔ سرور شاہ قادیانی اس مضمون پر اپنی کتاب میں لکھتا ہے:-

"حتیٰ کہ ایک دفعہ علی گڑھ میں قرآن مجید کی اشاعت کی غرض سے ایک انجمن بنائی گئی اور وہاں کے سیکرٹری نے ایک خاص خط بھیجا کہ ہماری اس انجمن میں آپ صاحبان میں سے بھی کچھ شریک ہوں، مگر باوجود .... مولوی عبدالکریم .... کی کوشش کے حضور (مرزا) نے انکار ہی فرمایا، پھر سرسید صاحب کے چندۂ مدرسہ مانگنے کا موقع تو مشہور ہی ہے، یہاں تک کہ وہ ایک روپیہ تک بھی مانگتے رہے لیکن حضور (مرزا) نے شرکت سے انکار ہی فرمایا، حالانکہ اپنا خود مدرسہ انگریزی جاری کیا ہوا تھا۔" (کشف الاختلاف، ص: ۳۲)

نماز علاحدہ پڑھو

مذکورہ بالا افتراق اور انقطاع کے بعد یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر اپنے امتیوں کو نماز پڑھنے کی اجازت دے، اس لیے مرزا نے بتاکید کہا:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے، پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جس سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے، منشائے الٰہی کی مخالفت ہے، میں تم کو بتاکید منع کرتا ہوں کہ غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔" (الحکم: ۷ فروری ۱۹۰۳ء)

اور اس حکم کو زیادہ وسعت دیتے ہوئے کہتا ہے:-

"پس یاد رکھو، جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو، بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ تمھیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں، بکلی ترک کرنا پڑے گا۔" (اربعین نمبر ۳، ص: ۳۴ کا حاشیہ)

حکیم نور الدین کا فتویٰ

میاں محمود جب حج کے واسطے گیا تو اپنی ایک کتاب میں لکھتا ہے کہ پہلے ہی دن طواف کے وقت مغرب کی نماز کا وقت آ گیا تو اس نے ہرچند ٹلنے کی کوشش کی مگر راستے رک گئے تھے اور نماز شروع ہو گئی تھی تو اس کے نانا نے جو اس کے ہمراہ تھا کہا کہ حکیم نور الدین (خلیفہ اول متنبی قادیان) کا حکم ہے کہ مکہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھ لو۔ چنانچہ انھوں نے مغرب اور اس کے بعد عشاء کی نماز بھی پڑھ لی، لیکن حرم سے فارغ ہونے کے بعد جب گھر گئے تو دونوں نمازیں دہرا لیں، جب وطن واپس آئے تو کسی نے حکیم نور الدین کے پاس اس کا ذکر کیا، اس نے جواب میں کہا:-

"ہم نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا ہماری یہ اجازت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو ڈرتے ہیں اور جن کے ابتلا کا ڈر ہے، وہ ایسا کر سکتے ہیں کہ اگر کسی جگہ گھر گئے ہوں تو غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھ لیں اور پھر آ کر دہرا لیں۔" (آئینہ صداقت، ص: ۱۰ مصنفہ میاں محمود خلیفہ قادیان)

مسلمانوں کا جنازہ نہ پڑھو

مسلمانوں سے کامل علاحدگی اور مکمل انقطاع تعلق کرنے اور سچ مچ ایک الگ امت بنانے کے لیے مسلمانوں کی میت، اگرچہ چھوٹے معصوم بچے کی ہو، اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کر دیا گیا:-

"غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں، حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔" (انوار خلافت، ص: ۹۲ مصنفہ محمود)

اور اسی کتاب کے ص ۹۷ پر میاں محمود اپنے باپ مرزا غلام احمد کے متعلق ایک واقعہ لکھتا ہے:-

"آپ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا جو آپ کی زبانی طور پر تصدیق کرتا تھا جب وہ مرا تو مجھے یاد ہے، آپ ٹہلتے جاتے اور فرماتے کہ اس نے کبھی شرارت نہیں کی تھی، بلکہ میرا فرماں بردار ہی رہا ...... اور یہ بھی فرماتے کہ میری بڑی عزت کیا کرتا تھا، لیکن آپ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔"

جس مذہب کے بانی کا اپنے فرمانبردار بیٹے کے ساتھ یہ سلوک ہے، کوئی مسلمان اس گروہ سے کسی ہمدردی یا کسی سلوک کی کیا امید رکھ سکتا ہے۔

مسلمانوں سے نکاح حرام

تاکہ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ رہ جائے جس سے امت مرزائیہ کا امتِ مسلمہ کے ساتھ تعلق باقی رہے، اس لیے نکاح کے متعلق یہ حکم سنایا گیا:-

"حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو لڑکی نہ دے۔" (برکات خلافت، ص: ۷۵)

میاں محمود ایک دوسری کتاب میں مسلمانوں کے ساتھ نکاح کو ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ نکاح کے مماثل قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:-

"جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ کیا غیر احمدیوں میں کوئی ایسا ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے، ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے۔ مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دیتے ہو۔" (ملائکۃ اللہ، ص: ۴۶)

حکیم نور الدین کا مسلم مقاطعہ

میاں محمود اپنے باپ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا، لیکن آپ نے اس کو یہی فرمایا کہ لڑکی بٹھائے رکھو لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھے سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔" (انوار خلافت، ص: ۹۴)

اقتصادی مقاطعہ

مرزائیوں سے اتحاد کے متمنی مسلمان اس حقیقت کو نہیں معلوم کیوں نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جس مذہب کی بنیاد ان تعلیمات پر ہے جس کا ذکر اوپر کر چکا ہوں کہ وہ ہر معاملہ میں مسلمانوں کے ساتھ علاحدگی اور افتراق کو اپنی حیات کے لیے ضروری سمجھتے ہیں، نہ صرف یہ بلکہ تمام غیر مسلم اقوام کے کفر کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بہت بڑے کافر سمجھتے ہوں۔ کاش وہ چشم بصیرت سے ان مصائب کا مطالعہ کرتے جو قادیان میں رہنے والے مسلمانوں پر خلیفۂ قادیان اور اس کی جماعت کی طرف سے نازل کیے جاتے رہے ہیں۔ اگر ان کو مباہلہ والوں کی دردناک داستان سننے کی فرصت نہیں ملی، اگر ان کو شہید محمد حسین کے پسماندگان سے ان کی زہرگداز تکالیف معلوم کرنے کے لیے وقت میسر نہیں ہوا، اگر اس کی دہشت انگیزی کی خبریں ان کے کانوں تک نہیں پہنچیں جو مرزائی رضا کار قادیان میں وقتاً فوقتاً پھیلاتے رہتے ہیں، کم از کم مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ پڑھنے کی فرصت تو مل گئی ہوگی، جس میں ان کو نظر آیا ہوگا:-

"انھوں نے اپنے دلائل دوسروں سے منوانے اور اپنی جماعت کو ترقی دینے کے لیے ایسے حربوں کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال شروع کیا جنھیں ناپسندیدہ کہا جائے گا جن لوگوں نے قادیانیوں کی جماعت میں شامل ہونے سے انکار کیا، انھیں مقاطعہ قادیان سے اخراج اور بعض اوقات اس سے بھی مکروہ تر مصائب کی دھمکیاں دے دے کر دہشت انگیزی کی فضا پیدا کی، بلکہ بسا اوقات انھوں نے ان دھمکیوں کو عملی جامہ پہنا کر اپنی جماعت کے استحکام کی کوشش کی۔" (فیصلہ مسٹر کھوسلہ)

جو جماعت نہ صرف مذہبی لحاظ سے مسلمانوں کو کافر سمجھتی ہو، بلکہ اقتصادی طور پر بھی مسلمانوں کے ساتھ بدترین سلوک روا رکھتی ہو اس سے نیکی کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہاں پر مرزائی سرکلر کی نقل شائع کرنا چاہتا ہوں، شاید ہمارے نکتہ میں احباب کی تسکینِ خاطر کا سامان مہیا ہو سکے۔

مرزائیوں کا اقتصادی اقرار نامہ

"قادیان کی احمدیہ جماعت نے جو معاہدۂ ترقی وتجارت تجویز کیا ہے، منظور ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریاتِ جماعتِ قادیان کا خیال رکھوں گا اور قادیانی مدیر تجارت کا خیال رکھوں گا اور قادیانی مدیر تجارت کو جو حکم کسی چیز کے بہم پہنچانے کا دیں گے اس کی تعمیل کروں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے، اس کی بلاچون چرا تعمیل کروں گا...... ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خریدوں گا، معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں ۲۰ روپے سے لے کر ۱۰۰ روپے تک جرمانہ ادا کروں گا۔"

یہ ہے وہ جماعت جس کے ساتھ ہمیں بعض مسلم جرائد اور بعض سیاسی رہنما اتحاد اور اتفاق کی دعوت دیتے ہیں اور مرزائیوں کے اختلاف کو فروعی اختلاف قرار دیتے ہیں۔ اگر ان کے پاس چشمِ بصیرت موجود ہے تو اس سے ضرور سبق حاصل کریں گے۔

مرزائیوں کے مسلم ہمدرد

مرزائیوں سے ہمدردی رکھنے والے مسلمان اگر ہمارے معروضات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھیں تو کیا وہ مرزا محمود کی اس تقریر سے بھی سبق حاصل نہیں کریں گے:-

"ساری دنیا ہماری دشمن ہے، بعض لوگ ان کو ہم سے مطلب ہوتا ہے تو ہمیں وہ شاباش کہتے ہیں جس سے بعض احمدی یہ خیال کر لیتے ہیں کہ وہ ہمارے دوست ہیں، حالانکہ جب تک ایک شخص خواہ وہ ہم سے کتنی ہمدردی کرنے والا ہو، پورے طور پر احمدی نہیں ہو جاتا، ہمارا دشمن ہے۔" (تقریر میاں محمود ۲۵ اپریل ۱۹۳۰ء)

اسلامی سلطنت کی تباہی پر خوشی

جنگِ عظیم کا وہ الم آفریں زمانہ جبکہ حجاز، عراق، فلسطین اور شرقِ اردن پر اسلامی عظمت کا علم سرنگوں ہو رہا تھا اور صلیب، ہلال کے خلاف کامیاب جنگ لڑ کر صدیوں کے بعد بیت المقدس واپس لینے میں مصروف تھی اور مشرق سے مغرب تک ہر مسلم کا گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا، لیکن اس زمانہ میں مرزائی اسلام کی شکست پر اپنے مرکز قادیان میں جشن شادمانی منا رہے تھے۔

الفضل قادیان (۱۶ نومبر ۱۹۱۸ء) کے سرورق پر "قادیان میں جشن مسرت" کے عنوان سے یہ اعلان شائع کیا گیا:-

"۱۳ تاریخ جس وقت جرمن کے شرائط منظور کر لینے اور التوائے جنگ کے کاغذ پر دستخط ہو جانے کی اطلاع قادیان پہنچی تو خوشی اور انبساط کی ایک لہر برقی سرعت کے ساتھ تمام لوگوں کے قلوب میں سرایت کر گئی اور جس نے اس خبر کو سنا، نہایت شاداں و فرحاں ہوا...... حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی طرف سے مبارک باد کے تار بھیجے گئے اور حضور نے پانسو روپیہ اظہار مسرت کے طور پر ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر گورداسپور کی خدمت میں بھجوایا کہ آپ جہاں پسند فرمائیں خرچ کریں۔"

پیشتر ازیں چند روز ہوئے کہ ترکی کے ہتھیار ڈالنے کی خوشی میں حضور نے پانچ ہزار روپے جنگی اغراض کے لیے ڈپٹی کمشنر صاحب کی خدمت میں بھجوایا تھا۔

ان تمام تفصیلات کے بعد کون سنگدل مسلمان ہے جو مرزائیوں کے رویہ سے متاثر نہ ہو اور خود انہی کی تعلیمات اور ان کے طرزِ عمل کی بنا پر اس مطالبہ کی ہم نوائی میں تامل کرے کہ مرزائی جماعت مسلمانوں سے بالکل الگ ایک جماعت ہے اور اپنی ہی تحریروں کی بنا پر اس کی مستحق ہے کہ اسے مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دیا جائے۔

بقیہ مرزائی نبوت کا خاتمہ

یا یہ دعویٰ کرے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے، جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس کا میوہ کھاتا ہے حوروں کو گلے لگاتا ہے، پس یہ سب کے سب کافر ہیں، رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے ہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور آپ ﷺ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین کہا ہے اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا ہے اور امت محمدیہ نے اس پر اجماع کیا ہے کہ ختم نبوت کے بارے میں جو آیت یا حدیث آئی ہے اس کے وہی معنی ہیں جو اس کے الفاظ سے سمجھے جاتے ہیں اور وہی مراد ہیں اور اس میں کسی طرح تاویل یا تخصیص جائز نہیں ہے، پس اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ سب گروہ یقینی کافر ہیں ان کے کفر پر اجماع ہوگیا ہے اور ان کا کفر قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اسلام سے خارج ہے نہ تو اس کے جنازے کی نماز درست ہے، نہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اب میں اپنا بیان اس دعا پر ختم کرتا ہوں۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ. رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

مجازی نبی اور ظلّی نبی

مرزا صاحب کی کتابوں میں اتنا الجھاؤ، تکرار اور ذوقِ صحیح سے محرومی و تہی دستی کا مظاہرہ ہے کہ کوئی شخص بھی انھیں بالاستیعاب نہیں پڑھ سکتا، بلکہ خود ذوقِ صحیح کی پہچان ایک طرح سے یہ ہے کہ پڑھا لکھا آدمی اس معاملہ میں سپر ڈال دے اور اپنے عجز کا پوری طرح اعتراف کر لے۔ یعنی سوائے ایک طرح کے مراق اور بدذوقی کے یہ ناممکن ہے کہ ان کی کتابوں سے شغف پیدا ہو سکے، میرا اپنا یہ حال ہے کہ بارہا ان کی کتابیں پڑھنے کا عزم کیا، بظاہر کتاب ہاتھ میں اٹھا بھی لی، لیکن چند ہی صفحے پڑھنے کے بعد دیکھا کہ دل و دماغ قطعی بغاوت پر آمادہ ہیں، ناچار ہمت ہار دی اور کتاب رکھ دی، صرف دل چسپی البتہ ان میں ایسی ہے جو مطالعہ پر کبھی کبھی اکساتی ہے اور وہ ہے ان کا روایتی تضاد اور بے تکا پن، ایک ہی صفحے میں بسا اوقات یہ اتنی مختلف اور متضاد باتیں کہیں گے کہ آپ کا محظوظ ہونا قطعی ہے، زیادہ پُر لطف حصہ ان کی کتابوں کا وہ ہوتا ہے جہاں یہ اپنے منصب پر روشنی ڈالتے ہیں، یہاں دیکھنے کی چیز یہ ہوتی ہے کہ یہ ایک دم کتنا اونچا اٹھتے ہیں اور پھر کس تیزی سے زمین پر آ رہتے ہیں، کبھی تو یہ گمان ہوتا ہے کہ نبوت کے تمام فرازوں کو انھوں نے آن کی آن میں طے کر لیا، اور لاہوت کے کناروں کو چھو آئے اور کوئی فضیلت ایسی نہ چھوڑی، جس کا انتساب انھوں نے اپنی طرف نہ کیا ہو اور کبھی عجز و انکسار کا یہ عالم کہ ایک ادنیٰ و حقیر مسلمان ہیں جن میں کوئی تعلّی اور ادعا نہیں، طبیعت کا یہ اتار چڑھاؤ پوری تحریرات میں چھایا ہوا ہے۔ جب نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں، تو ابن مریم کو بھی خاطر میں نہیں لاتے بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر منم محمد و احمد تک کا نعرہ مستانہ مارتے ہیں اور نہیں شرماتے، پھر جب اعتراضات سامنے آتے ہیں، تو اپنا مقام اتنا گرا لیتے ہیں کہ انھیں دائرہ اسلامیت میں رکھنا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔

جھوٹا اور سچا ہونا، تو خیر ایک الگ بحث ہے یہاں اصلی مصیبت یہ ہے کہ مرزا صاحب عمر بھر اس چکر سے نہیں نکلے کہ یہ کہاں کھڑے ہیں؟ ان کا دعویٰ کیا ہے؟ لوگ انھیں کیا سمجھیں اور کیا جانیں۔ ان کا کمال یہ ہے کہ اس کے باوجود یہ تضاد اور تناقض کو بڑی حکمت سے باہم سمو دیتے ہیں، مثلاً ایک ہی وقت میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ غیر تشریعی اور ظلّی نبی ہیں، اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجازی نبی ہیں، حالانکہ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ غیر تشریعی اور ظلّی نبوت کے یہ معنی ہیں کہ یہ نبوت کی ایک قسم ہے، جس میں ان کے عقیدے کے مطابق دعویٰ تو ہوتا ہے، الہامات سے بھی نوازا جاتا ہے، مگر شریعت یا پیغام نہیں ہوتا اور مجازی کے معنی اس کے بالکل الٹ ہیں، یعنی غیر حقیقی، ان دونوں میں جو فرق ہے، اس کو یوں سمجھیے کہ مرزا صاحب جب اپنے کو ظلّی اور غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں، تو وہ اپنے لیے مراتب نبوت میں سے ایک ادنیٰ مرتبہ اپنے لیے چن لیتے ہیں، لیکن جب وہ کہتے ہیں کہ ان کی نبوت مجازاً نبوت ہے، تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ سرے سے منصب نبوت پر فائز ہی نہیں اور ان کو نبی کہا جاتا ہے، تو وہ محض ایک پیرایہ بیان ہے، جیسے کوئی شخص اپنے گدھے کو ازراہِ محبت اسپ تازی کہہ دے، یا اسپ تازی کو شیر قرار دے، تو اس سے اس کی حقیقت نہیں بدلے گی، گدھا، گدھا ہی رہے گا اور گھوڑا گھوڑا ہی۔

گویا غیر تشریعی نبی اور تشریعی نبی میں فرق مرتبہ کا ہے، اور مجازی نبی اور نبی میں فرق نوعیت کا ہے، لیکن مرزا صاحب کا یہ اعجاز ہے کہ وہ ان دونوں کو اس طرح اپنے میں جمع کر لیتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

ان کے ذہن کا یہی الجھاؤ لاہوری و قادیانی تفریق کا ذمہ دار ہے۔ تعجب ان پر نہیں یہ تو بے چارے اپنی افتادِ طبیعت سے بہر آئینہ مجبور تھے، تعجب ان لوگوں پر ہے جو اس زمانے میں ان کو مانتے ہیں۔ آج دور صاف صاف اور دوٹوک بات کہنے کا ہے، یعنی یا تو آپ کا ایک متعین منصب ہے اور یا نہیں ہے، یہ پیچ دار باتیں اور چناں و چنیں کے قصے، اس زمانے کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ اس عہد میں ذہن و فکر کی مشغولیتیں اتنی زیادہ ہیں کہ ایسا الجھا ہوا انسان قطعاً کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ذہنی خوبیاں ہی تو ایک ایسی چیز ہیں، جن کی بنا پر ایک پیغمبر اپنے ہم عصروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اگر اسی نعمت سے یہ حضرت محروم ہی، اور ذہن ہی میں استواری اور استقامت نہیں، تو دعویٰ نبوت کس برتے پر!

ہمارے نزدیک نبوت فکری ارتقا، اور فکری سلجھاؤ کا آخری مقام ہوتا ہے، اور جس کو ہم نبی قرار دیتے ہیں، اس کے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ وہ بہترین صلاحیتوں سے بہرہ مند ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید انور حسین مونگیری رحمہ اللہ

مرزائی نبوت کا خاتمہ

اما بعد! فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

مسلمانو! افسوس ہے کہ ایک ایسا پر آشوب زمانہ آیا ہے کہ مقدس مذہب اسلام کے ان مسائل و عقائد پر جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں۔ اور جن پر تمام اہل اسلام کا اتفاق اور اجماع ہو چکا ہے۔ ایک ایسا شخص نکتہ چینیاں کرنے کو کھڑا ہو جاتا ہے کہ جو نہ تو آیات قرآنیہ کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے اور نہ احادیث نبویہ سے خبر رکھتا ہے۔ ایک جھوٹے مدعی نبوت کے اردو کے رسالوں کو دیکھ کر اسلام کے منصوص اور اجماعی مسئلوں اور عقیدوں کو غلط ثابت کرنے کا مدعی ہوتا ہے۔ غلط غلط شبہات پیش کر کے مسلمانوں میں بیہودہ خیالات پھیلانے کی کوشش کرتا ہے، تمام مسلمانوں کا عموماً اور اہل سنت و الجماعت کا خصوصاً اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ﷺ ہیں، یعنی نبوت اور رسالت آپ پر ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا، آج کل اس کے خلاف یہ آواز اٹھائی گئی ہے کہ نبوت و رسالے ہنوز ختم نہیں ہوئی ہے، آپ کے بعد بھی نبی ہو سکتا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد آنجہانی قادیانی نبی اور رسول ہیں۔ اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ مسئلہ ختم نبوت پر مفصل اور مدلل تقریر کی جائے اور مسلمانوں کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے کہ آنحضرت ﷺ کا خاتم النبین اور آپ کے بعد کسی اور نبی کا نہ ہونا، قرآن مجید کی قطعی الدلالت آیت سے اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور اہل اسلام کا عموماً اور اہل سنت و الجماعت کے تینوں فرقے ①-نقہاء، ②-محدثین، ③-صوفیہ، کا خصوصاً اسی پر اجماع ہے جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے وہ اہل سنت و الجماعت بلکہ اسلام سے خارج ہے اور جو شخص آپ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے، وہ کذاب اور دجال ہے۔

مذکورہ بالا آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ صحابی آنحضرت ﷺ کے پسر متبنیٰ (لے پالک) تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ہوئی تھی میاں بیوی میں سخت نا اتفاقی رہا کرتی تھی، آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی، طلاق کے بعد عدت گزرنے پر خداوند تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں اور ازواج مطہرات میں داخل ہو گئیں، اس پر مخالفین اسلام نے طعن اور طنز کی راہ سے یہ کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) نے اپنے بیٹے کی بیوی (بیوہ) سے نکاح کر لیا ہے، حالانکہ بیٹے کی بیوی (بہو) قرآن مجید کی رو سے حرام ہے، اسی بیہودہ اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے (حقیقی اور نسبی) باپ نہیں ہیں" اور زید تمہارے مردوں میں ہیں تو زید کے بھی حقیقی باپ نہیں ہیں، پس زید آپ کے حقیقی اور نسبی نہیں ہوئے اور زید کی بیوی آپ پر حرام نہیں ہوئیں، پس مذکورہ بالا اعتراض لغو ہے اور نا سمجھی پر مبنی ہے، یہاں پر دو شبہے پیدا ہوتے ہیں۔

پہلا شبہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے تین بیٹے تھے: ①-ابراہیم، ②-قاسم، ③-طاہر۔ جب آپ کے تین بیٹے موجود تھے تو پھر یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ رجال رجل کی جمع ہے اور رجل عربی میں بالغ مرد کو کہتے ہیں، پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ محمد تمہارے بالغ مردوں میں سے کسی باپ نہیں ہیں، اس شبہ کا جواب لفظ رجل پر غور کرنے سے ہی ہو جاتا ہے، اس لیے اس شبہ کے جواب میں کوئی دوسری عبارت نہیں لائی گئی، اور من رجالکم ہی کو اس کے جواب میں کافی سمجھا گیا۔

یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزا قادیانی (اخبار البدر ۱۹ دسمبر ۱۹۰۷ء، ملفوظات، ج ۷ ص ۲۴۷) میں فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے۔ حالانکہ یہ محض غلط بات ہے، نہ کسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے اور نہ تاریخ کی کتابوں میں کہیں لکھا ہے کہ آپ کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے، یہ مرزا قادیانی کا جاہلانہ جھوٹ ہے، اگر کسی مرزائی کو کچھ بھی غیرت ہے تو اس روایت کا ثبوت پیش کرے ورنہ اس بات کا اقرار کرے کہ مرزا قادیانی بے باک جھوٹے تھے۔

دوسرا شبہ یہ ہے کہ جب آپ سے ابوۃ کی نفی کی گئی، یعنی یہ کہا گیا کہ آپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے حقیقی باپ نہیں ہیں، تو اس سے سمجھا جاتا ہے کہ آپ میں حقیقی باپ جیسی شفقت بھی نہ ہوگی، اس شبہ کے دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور رسول کی شفقت امت پر اس شفقت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جو شفقت حقیقی باپ کو اپنی اولاد پر ہوتی ہے۔ انبیائے کرام کے واقعات زندگی پر غور کرو کہ انہوں نے امت کی بہی خواہی کے لیے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلیں ہیں، حق تو یوں ہے کہ اپنا باپ بھی اپنی اولاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے اتنی تکلیفیں نہیں برداشت کر سکتا ہے۔ جتنی تکلیفیں انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی امت کے لیے برداشت کی ہیں۔ بس اس کہنے سے کہ محمد خدا کے رسول ہیں یہ شبہ تو جاتا رہا کہ آپ میں حقیقی باپ جیسی شفقت نہیں ہوگی۔ مگر یہ بات ثابت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کی شفقت تمام انبیائے کرام کی شفقت سے بڑھی ہوئی ہے اس لیے فرمایا: وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ آپ تمام نبیوں کے ختم کرنے والے اور آخر الانبیاء ہیں اور جب آپ ﷺ آخر الانبیاء ہیں تو آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اس لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ میں وہ نبوی شفقت اعلیٰ واتم واکمل درجہ ہو۔ چنانچہ آپ کی اعلیٰ تعلیمات و ہدایات سے اس کی کافی شہادت ملتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ کی تعریف میں کہا گیا ہے:-

ماترک خیرا الا هداکم الیه وما ترک شرا الا حذرکم وباله الوخیم

"آپ نے ہر بھلی بات کی ہدایت فرمادی اور ہر ایک بری بات کے ناقابل برداشت عذاب سے ڈرا دیا۔"

اس آیت میں خاتم النبیین کی قرأت میں اختلاف ہے۔ سات قاریوں میں سے چھ قاریوں کے نزدیک خاتم النبیین بکسر تا ہے اور یہی مشہور قرأت ہے اور ایک قاری عاصم کے نزدیک خاتم النبیین بفتح تا ہے۔ گو یہ قرأت مشہور نہیں ہے مگر ہندوستان میں اسی قرأت کا رواج ہو گیا ہے۔ چنانچہ یہاں کہ قرآن مجید میں خاتم النبیین بفتح تا ہی ہے بہرکیف اگر خاتم کو بکسر تا پڑھیے تو یہ صیغہ اسم فاعل کا ہے۔ ختم یختم باب ضرب یضرب سے اور اس کے معنی ختم کرنے والا یا مہر کرنے والا ہوگا۔ خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں گے کہ نبیوں کا ختم کرنے والا یا نبیوں پر مہر کرنے والا۔ چونکہ مہر کرنا خدا کی صفت ہے اس لیے اس معنی کی رو سے خاتم النبیین آپ کی صفت نہیں ہو سکتی۔ پس یہاں پر سوائے ختم کرنے والے کے اور دوسرے معنی صحیح نہیں ہو سکتے۔ اس صورت میں نبوت کا ختم ہو جانا روز روشن کی طرح ثابت ہو جاتا ہے تھوڑی سمجھ کا آدمی بھی اس کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

اور اگر خاتم بہ فتح تا پڑھیے تو خاتم کے تین معنی ہیں: ① - انگوٹھی جیسے خاتم فضۃ، چاندی کی انگوٹھی۔ ② - مہر جیسے خاتم الکتاب، خط کی مہر۔ ③ - آخر جیسے خاتم القوم، قوم کا آخری شخص۔ عربی لغات اور عربی محاورات پر غور کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ختام، خاتم بالکسر و خاتم بالفتح یہ الفاظ جب کسی وسعت والی چیز کی طرف مضاف ہوتے ہیں تو جہاں پر وسعت ختم ہوتی ہے اسی جگہ کو ختام، خاتم بالکسر، خاتم بالفتح کہتے ہیں۔ ختام الوادی اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں پر میدان ختم ہو جائے۔ اسی طرح یہ الفاظ جب کسی ایسی چیز کی طرف مضاف ہوتے ہیں جس کے بہت سے افراد ہوں تو ختام، خاتم بالکسر، خاتم بالفتح ہر ایک کے معنی آخر کے ہوتے ہیں۔ جیسے خاتم القوم، قوم کا آخری شخص۔ مجمع البحار جو احادیث کی ایک معتبر لغت ہے، اور قاموس اور اس کی شرح تاج العروس اور لسان العرب وغیرہ عربی کی مشہور لغتوں میں صاف لکھا ہے:-

"ختام الوادی اقصاہ ختام القوم و خاتِمهم و خاتَمهم، آخرهم۔" (لسان العرب، ج ۴ ص ۲۵)

کہ ختام الوادی کے معنی انتہائی وادی ہے اور ختام القوم کے معنی آخر قوم کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ ان کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے کہ خاتم النبیین یا خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین کے ہیں۔ پس خاتم النبیین پڑھو یا خاتم النبیین، ہر حالت میں یہی مطلب ہوگا کہ آنحضرت ﷺ آخر النبیین ہیں، یعنی تمام انبیائے کرام کے آخر ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یہاں پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اس آیت میں لفظ رسول اللہ کے بعد خاتم النبیین کا لفظ صرف اس بات کے ثابت کرنے کے لیے لایا گیا ہے کہ وہ شفقت جو انبیاء کرام کی اپنی اپنی امت پر رہا کرتی ہے، آپ میں سب سے زیادہ تھی، اور آپ اس شفقت کے نہایت ہی اعلیٰ واتم واکمل درجہ پر ہیں۔ اور یہ مطلب اس آیت سے اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے جب کہ خاتم یا خاتم کے معنی آخر یا ختم کرنے والا لیا جائے۔ اور اگر خاتم بالفتح کو بمعنی مہر بھی لیا جائے جب بھی ہمارے مطلب کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ کسی چیز پر مہر لگ جانے کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ چیز بند کر دی گئی۔ پس اس جملہ کا مطلب آپ نبیوں پر مہر ہیں، یہی ہوگا کہ آپ کے وجود باوجود سے نبیوں کا آنا بند ہو گیا، آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ وھو المطلوب۔

یہاں تک میں نے محض عربی لغتوں کے رو سے خاتم النبیین کے معنی بیان کیے، جس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ یہ آیت مسئلہ ختم نبوت پر قطعی الدلالۃ نص ہے۔ اس میں کسی طرح دوسرے معنی کی گنجائش نہیں۔ اب میں یہ بیان کرنا چاہتا ہوں، کہ جس مقدس ذات پر یہ آیت نازل ہوئی ہے، اُس نے اس آیت کا کیا مطلب سمجھا اور سمجھایا ہے اور اپنی امت مرحومہ کو مسئلہ ختم نبوت میں کیا تعلیم دی ہے۔

پہلی حدیث! میں دجال کے بارے میں ایک طویل حدیث مروی ہے۔ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ اپنی امت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

"انا آخر الانبیاء و انتم آخر الامم۔" (سنن ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم)

"میں سب نبیوں کا آخر شخص ہوں اور تم سب امتوں میں آخری امت ہو۔"

یعنی نہ میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی دوسری امت۔ جب خود حضور پر نور ﷺ نے اپنے کو آخر الانبیاء فرما دیا تو اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہیں۔ جیسا کہ اہل لغت لکھتے ہیں، اب کسی مسلمان کی مجال نہیں ہے، کہ آخر کے سوا خاتم کے کوئی دوسرے معنی لے، اس لیے کہ مسلمان کی شان یہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر کجا قول رسول آمد دگر گیرند

بلکہ مرزائیوں کی بھی مجال نہیں ہے، کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہونے میں چون و چرا کر سکیں۔ اس لیے کہ مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ اول نور الدین قادیانی کا مذہب یہ ہے کہ وحی و الہام کے معنی جو صاحب وحی بیان کرے وہی صحیح ہے، اور اس کے سوا سب غلط۔ یہاں پر جب خود صاحب وحی علیہ الصلوۃ والسلام نے انا آخر الانبیاء فرما دیا تو اب آخر کے سوا خاتم کے دوسرے معنی لینا کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا۔ وھو المراد۔

دوسری حدیث ! جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے ہیں:-

"عن جبیر بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ یقول ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی۔" (بخاری، باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ، مسلم، باب فی اسمائہ ﷺ)

"میرے بہت سے نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں، اللہ میرے ذریعہ سے کفر مٹائے گا، میں حاشر ہوں، میرے بعد لوگ قبروں سے اٹھیں گے، میں عاقب ہوں، اور عاقب اسی کو کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ عاقب کی تفسیر میں: لیس بعدہ نبی فرمایا۔"

اس میں نبی کا لفظ نکرہ ہے اور نفی کے تحت میں واقع ہے اور جب نکرہ نفی کے تحت میں واقع ہوتا ہے تو عام ہوتا ہے یعنی اس نکرہ کے ہر فرد کو شامل ہوتا ہے۔ پس لیس بعدہ نبی کا یہ مطلب ہوا کہ آپ کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں ہے تشریعی ہو یا غیر تشریعی ظلی ہو یا بروزی، علاوہ اس کے عاقب کے لغوی معنی بھی پیچھے آنے والا ہے، اور پیچھے آنا والا بھی اسی کو کہتے ہیں، جس کے بعد کوئی نہ ہو۔ پس لغوی معنی کی رو سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ وھو المقصود

یہ بھی واضح رہے کہ قرآن مجید سے یا کسی حدیث صحیح سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی اور رسول دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ① - تشریعی ② - غیر تشریعی، یا ① - اصلی ② - ظلی و بروزی۔ بلکہ قرآن مجید کی ایک صریح آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نبی صاحب کتاب اور صاحب شریعت تھے، دیکھو سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، نوح، داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، ذکریا، یحییٰ، عیسیٰ، الیاس، اسمٰعیل، الیسع، یونس، لوط علیہم السلام کا ذکر کرکے فرمایا:-

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ (الانعام: ۸۹)

"یہ وہ جماعت ہے، جن سب کو میں نے کتاب اور شریعت اور نبوت دی ہے۔"

پس کسی نبی کو تشریعی یعنی صاحب کتاب و شریعت قرار دینا، اور کسی نبی کو غیر تشریعی یعنی غیر صاحب کتاب و غیر صاحب شریعت قرار دینا، اس آیت کے صریح خلاف ہے۔

اسی طرح آیہ کریمہ: لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِهِ (البقرۃ: ۲۸۵) سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ نبوت و رسالت میں سب رسول برابر ہیں، کسی میں کچھ فرق نہیں ہے۔ اب تشریعی اور غیر تشریعی کا فرق نکالنا اور کسی نبی کو تشریعی کہنا اور کسی کو غیر تشریعی یا کسی کو اصلی کہنا اور کسی کو بروزی کہنا باطل ہے۔ ہاں باعتبار درجہ کے بعض نبی کو بعض نبی پر فضیلت ہے۔ جیسا کہ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (البقرۃ: ۲۵۳) سے ثابت ہوتا ہے، مگر فضیلت کی یہ وجہ نہیں ہے کہ بعض نبی تشریعی ہیں اور بعض غیر تشریعی، بلکہ وجوہ فضیلت دوسری باتیں ہیں۔

تیسری حدیث ! ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

"عن ابی ہریرہ ان رسول اللہ قال فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب و احلت لی الغنائم و جعلت لی الارض مسجدا و طھورا ارسلت الی الخلق کافۃ و ختم بی النبیون۔" (رواہ مسلم، باب المساجد ومواضع الصلوۃ)

"میں دوسرے نبیوں پر چھ باتوں میں فضیلت دیا گیا ہوں: ① مجھ کو جامع کلمے دیئے گئے ② میں اپنے رعب کی وجہ سے فتح یاب ہوں ③ مال غنیمت میرے لیے حلال کیا گیا ④ ساری زمین میرے لیے نماز اور تیمم کے لائق بنائی گئی ⑤ میں سارے لوگوں کے لیے رسول ہوں ⑥ نبیوں کے آنے کا سلسلہ مجھ پر ختم کیا گیا۔"

اس حدیث سے بعبارت النص ثابت ہوا کہ رسالت آپ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے اب آپ کے بعد کوئی رسول نہیں ہو سکتا۔

مسلمانو! مرزائی جماعت کی گستاخی اور بے ادبی دیکھو کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ختم رسالت کو اپنے وجوہ فضیلت میں بیان فرمایا ہے اور یہ جماعت کہتی ہے کہ بنی اسرائیل میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ دراز تک نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری رہا اور بدقسمتی سے مسلمانوں کے وقت میں نبوت و رسالت بند کر دی گئی۔ جس بات کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی فضیلت میں شمار کیا ہے، یہ بے ادب جماعت اس بات کو بدقسمتی قرار دیتی ہے۔ یہ ہے مرزائیوں کا اسلام اور ایمان۔

میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں کا یہ خیال کہ جس طرح بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبی اور رسول آتے رہے، اسی طرح امت محمدیہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد قیامت تک نبی اور رسول آتے رہیں گے، غلط اور محض غلط ہے۔

چوتھی حدیث ! بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون خلفاء۔" (بخاری، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل)

"بنی اسرائیل پر انبیاء علیہم السلام حکومت کرتے رہے، جب کوئی نبی وفات پاتے تو دوسرے نبی ان کے جانشین ہوتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، البتہ خلفاء ہوں گے۔"

اس حدیث سے صاف طور سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جس طرح بنی اسرائیل میں ایک نبی کے جانشین دوسرے نبی ہوتے تھے، اس طرح آنحضرت ﷺ کا کوئی جانشین نبی نہ ہوگا، اور یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آپ کے جانشینوں کا لقب خلفاء ہے انبیاء نہیں ہے۔ اسی وجہ سے بعض خلفائے راشدین کی نسبت آنحضرت ﷺ نے صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ ان میں نبی ہونے کی صلاحیت تھی، مگر چونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس وجہ سے وہ نبی نہ ہو سکے۔

پانچویں حدیث! میں عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

"قال رسول اللہ ﷺ لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب۔" (ترمذی، باب مناقب عمر)

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے۔"

چھٹی حدیث! صحیحین میں سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غزوہ تبوک میں جاتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:-

"قال رسول اللہ ﷺ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔" (بخاری، باب مناقب علی ابن ابی طالب، مسلم، باب فضائل علی ابن ابی طالب)

"آپ ہمارے غیب (پیچھے) میں اسی طرح ہمارے جانشین ہیں، جس طرح موسیٰ کے جانشین ہارون تھے، مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں۔"

یعنی ہارون نبی تھے، اور چونکہ ہمارے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اس لیے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔

اس روایت سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام جیسی نبوت بھی کسی کو نہیں مل سکتی ہے، اور مرزائیوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام کی نبوت غیر تشریعی تھی۔ تو ثابت ہوا کہ غیر تشریعی نبوت بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔

کیا کوئی مسلمان اس بات کو مان سکتا ہے کہ مرزا قادیانی فنا فی الرسول کے درجہ پر پہنچ کر غیر تشریعی اور ظلی و بروزی نبی بن جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ درجہ نہ ملے اور غیر تشریعی اور ظلی و بروزی نبوت سے بھی محروم رہ جائیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ واقف کار حضرات جانتے ہیں اور جان سکتے ہیں کہ صحابہ کرام سے اور بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلام کو کس قدر نفع پہنچا اور اسلامی حکومت کو ترقی ہوئی اور مرزا قادیانی کے وجود سے اسلام کو اور مسلمانوں کو کس قدر نقصان ہر طرح کا پہنچا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی کو اپنی فضیلت کا دعویٰ ہے۔ افسوس۔

بایں خواری امید ملک داری

مسلمانو! اس وقت تک جتنی حدیثیں میں نے بیان کیں ان سے یہ بات اچھی طرح ثابت ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا۔

اب ایک اور حدیث بیان کرتا ہوں، جس سے علاوہ اس مضمون کے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہ ہوگا، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ، آپ ﷺ کے بعد جو شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرے، وہ محض کذاب و دجال ہے۔

ساتویں حدیث! حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:-

"قال رسول اللہ ﷺ اذا وضع السیف فی امتی لم ترفع عنھا الی یوم القیامۃ ولا تقوم الساعۃ حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین و حتی تعبد قبائل من امتی الاوثان وانہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی و لا تزال طائفہ من امتی علی الحق ظاھرین لا یضرھم من خالفھم حتی یاتی امر اللہ و فی روایۃ البخاری دجالون کذابون۔" (ابو داود، باب ذکر الفتن و دلائلھا اور ترمذی، باب ما جاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج الکذابون)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، ہماری امت میں جب لڑائی شروع ہو جائے گی، تو قیامت تک موقوف نہ ہوگی، اور قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ہماری امت کے چند قبیلے مشرکین کے ساتھ مل جائیں گے اور یہاں تک کہ چند قبیلے ہماری امت کے بت پرستی کرنے لگیں، اور بے شک ہماری امت میں تیس کے قریب کذاب ہوں گے۔ (بخاری شریف میں اس طرح ہے دجال و کذاب ہوں گے) ہر ایک ان کا دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے، حالانکہ میں سب نبیوں میں آخری شخص ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور ہماری امت میں ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا، جو ان کی مخالفت کرے گا، ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔"

اس حدیث میں دو لفظ قابل غور ہیں ① کذاب ② دجال۔ کذاب کے لغوی معنی ہیں کثرت سے جھوٹ بولنے والا، دجال کے لغوی معنی ہیں کثرت سے فریب دینے والا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک معمولی انسان جب جھوٹ بولتا ہے، یا کسی کو فریب دیتا ہے تو، بڑے بڑے عقلا اس کے جھوٹ کو سچ سمجھ لیتے ہیں اور اس کے فریب میں آ جاتے ہیں۔ بھلا جو شخص کہ مدعی نبوت کا ہوگا۔ اس کا کذب و فریب کیسا ہوگا؟ خصوصاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حالت میں کہ وہ کثرت سے جھوٹ بولے اور کثرت سے فریب دے، یقیناً معمولی انسان کے کذب و فریب سے کہیں زیادہ ہوگا۔ جو لوگ اہل علم ہیں، وہ تو قرآن و حدیث کی رو سے اس کذاب و دجال کو پہچان سکتے ہیں، اور ان کے فریب سے بچ سکتے ہیں، مگر جو لوگ قرآن و حدیث سے واقف نہیں ہیں، ان کا بچنا بہت دشوار ہے۔ اس لیے حضور ﷺ نے ان کذاب و دجال کی نشانی ایسے عام فہم لفظوں میں فرما دی ہے کہ جس کو تھوڑی عقل والا آدمی بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے، وہ نشان یہ ہے: "کلھم یزعم انہ نبی اللہ" یعنی ہر ایک ان کا یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی اللہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرے، وہی کذاب و دجال ہے، یعنی آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا ہی کذاب و دجال ہونے کی نشانی ہے۔ اس لیے کہ ہر قسم کی نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔" اگر آپ کے بعد کسی قسم کے نبی کا ہونا جائز ہوتا، تو آپ کذاب و دجال کی یہ نشانی نہیں بتاتے، اور ہرگز عام لفظوں میں نہ فرماتے کہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، یہاں پر لا نبی بعدی میں لائے نفی جنس ہے، جو استغراق کے لیے ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی قسم کا نبی نہیں ہو سکتا۔ یہ جملہ کہ انا خاتم النبیین آپ کے بعد مدعیان نبوت کے کاذب ہونے کی دلیل ہے اور یہ جملہ کے لا نبی بعدی انا خاتم النبیین کی تفسیر ہے۔ یعنی انا خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، اس حدیث سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جن جھوٹے مدعیان نبوت کے ظہور کی حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے ان میں تین صفتیں پائی جائیں گی: ① باوجود دعویٰ نبوت کے اپنے کو امتی کہیں گے، ② جھوٹ کثرت سے بولیں گے، ③ بڑے فریبی ہوں گے۔

اس حدیث کی رو سے جب مرزا قادیانی کی حالت پر غور کرتا ہوں تو یہ تینوں صفتیں مرزا قادیانی میں نہایت صفائی کے ساتھ پاتا ہوں۔ مرزا قادیانی کی تالیفات کو اٹھا کر دیکھو، قریب قریب ہر تالیف میں ان کا یہ اقرار موجود ہے کہ میں امتی بھی ہوں نبی بھی، مرزا قادیانی میں اس پہلی صفت کا پایا جانا ان کا اقرار ہے، کوئی مرزائی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ دوسری صفت یعنی کثرت سے جھوٹ بولنا بھی مرزا قادیانی میں روز روشن کی طرح پائی جاتی ہے۔ دیکھو: "صحیفہ محمدیہ"، نمبر ۱، ۸، ۱۳ وغیرہ۔ مرزا قادیانی جھوٹ بولنے میں ایسے دلیر ہیں کہ بے شمار جھوٹ باتیں قرآن و حدیث کی طرف منسوب کر دینے میں کچھ بھی باک نہیں کرتے۔ اور ما و شما کی طرف جھوٹ بات کا منسوب کر دینا تو ان کا شعار ہے۔ دیکھو (اربعین، نمبر ۳، ص ۱۷، خزائن، ج ۱۷، ص ۴۰۴) مرزا قادیانی لکھتے ہیں:-

"لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشین گوئیاں پوری ہوتیں، جس میں لکھا تھا، کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا، تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا، وہ اس کو کافر قرار دیں گے، اور اس کو قتل کے لیے فتویٰ دیئے جائیں گے، اور اس کی سخت ترین توہین کی جائے گی۔ اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔"

حالانکہ یہ محض جھوٹ ہے کہیں قرآن مجید اور احادیث میں ان مضامین کا پتہ نہیں ہے، کوئی غیرت مند مرزائی ہے، جو قرآن و حادیث میں ان مضامین کو دکھا سکے، اگر نہیں دکھلائے (اور ہرگز نہیں دکھلا سکتا ہے) تو اس کو مرزا قادیانی کے کاذب تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟ مرزا قادیانی کا ایک اور صریح جھوٹ دیکھو (اربعین، نمبر ۳، ص ۹، خزائن، ج ۱۷، ص ۳۹۴ میں) لکھتے ہیں کہ

"مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسمٰعیل علی گڑھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا، کہ وہ اگر کاذب ہے، تو ہم سے پہلے مرے گا، اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا، کیونکہ وہ کاذب ہے، مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے، اور اس طرح پر ان کی موت نے فیصلہ کر دیا، کہ کاذب کون تھا۔"

حالانکہ یہ بھی محض جھوٹ ہے، نہ مولوی غلام دستگیر صاحب نے ایسا لکھا اور نہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے، عرصہ سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ دونوں صاحبوں کی کتابوں میں دکھلاؤ، مگر کوئی مرزائی اس کا جواب نہیں دیتا ہے۔ دعاء مرزا میں جو عین جلسہ مناظرہ مونگیر میں شائع کی گئی تھی جس کو یہ ساتواں سال ہے مبلغ پانسو روپے کا چیلنج دیا ہوا ہے، کہ جو مرزائی مذکورہ بالا مضمون دونوں مولوی صاحبوں کی کتابوں میں دکھلا دے وہ مبلغ پانسو روپیہ مجھ سے انعام لے، جلسہ مناظرہ میں مرزائی جماعت کے بڑے بڑے مربی موجود تھے، مگر صدائے برنخاست، یہ ہے مرزا قادیانی کے کذاب ہونے کا قطعی ثبوت، اب رہی، تیسری صفت یعنی دجال بڑا فریبی ہونا، اس صفت میں بھی مرزا قادیانی اپنی نظیر آپ ہے، اگر مرزا قادیانی کی دھوکا بازیوں اور فریبوں کو جمع کیا جائے تو ایک مستقل کتاب تیار ہو جائے، میں اس وقت ان کا ایک فریب دکھلاتا ہوں سنو!

مرزا قادیانی نے جس طرح مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اسی طرح خاتم الخلفاء ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے، یعنی وہ کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا آخری خلیفہ ہوں۔ کسی نے ان پر اعتراض کیا کہ از روئے حدیث شریف کے خلافت تو تیس برس تک ختم ہو چکی، اب آپ خاتم الخلفاء کیونکر ہو سکتے ہیں، اس کے جواب میں مرزا قادیانی (شہادۃ القرآن، ص ۴۱، خزائن، ج ۶، ص ۳۳۷ میں) لکھتے ہیں:-

"اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے، تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے، جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہے، مثلاً صحیح بخاری کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے، خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے، کہ آسمان سے اس کی نسبت آواز آئے گی، کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے، جو ایسی کتاب میں درج ہے، جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے، مگر وہ حدیث جو معترض نے پیش کی ہے ملاء کو اس میں کئی طرح کا جرح ہے اور اس کی صحت میں کلام ہے۔"

اس جواب میں مرزا قادیانی کا فریب یہ ہے، کہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو جس میں یہ ذکر ہے کہ بعض خلیفہ کے لیے آسمان سے آواز آئے گی کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" بخاری شریف کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ پھر اہل سنت و الجماعت کے اس مشہور قول کو کہ قرآن مجید کے بعد تمام کتابوں سے صحیح تر کتاب بخاری شریف ہی ہے ذکر کر کے اس پر زور دے دیا ہے، تا کہ لوگ سمجھیں کی یہ حدیث بہت صحیح ہے، اور جو حدیث معترض نے پیش کی ہے، بمقابلہ اس حدیث کے ضعیف ہے، حالانکہ یہ بات محض غلط ہے، بخاری شریف میں اس حدیث کا کہیں پتہ نہیں ہے، نہ تو ان لفظوں کے ساتھ یہ حدیث بخاری میں ہے، اور نہ اس مضمون کی کوئی حدیث بخاری میں ہے۔ عرصہ ہوا کہ میں نے اس کو بھاگلپور کے جلسہ میں بھی بیان کیا تھا، اور "صحیفہ رحمانیہ"، نمبر ۱، ۲ میں بھی طبع کرا کر شائع کر دیا ہے، مگر آج تک مرزائیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آج پھر مرزائیوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ اس حدیث کو یا اس کے مضمون کو بخاری شریف میں دکھلائیں، یا مرزا قادیانی کے جھوٹے اور فریبی ہونے کا اقرار کریں۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ایک معترض کے جوب میں تو مرزا قادیانی نے اس حدیث کو بخاری شریف کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس وجہ سے اس کی صحت پر بڑا زور دے رہے ہیں، اور اس سے پیشتر اپنی مایہ ناز کتاب "ازالہ اوہام" (حصہ دوم، ص ۵۶۰، خزائن، ج ۳، ص ۳۷۸) میں لکھا ہے کہ

"اگر مہدی کا آنا مسیح ابن مریم کے زمانہ کے لیے ایک لازم غیر منفک ہوتا اور مسیح کے سلسلہ ظہور میں داخل ہوتا تو دو بزرگ شیخ اور امام حدیث کے یعنی حضرت محمد اسمٰعیل صاحب صحیح بخاری اور حضرت امام مسلم صاحب صحیح مسلم اپنے اپنے صحیفہ سے اس واقعہ کو خارج نہ رکھتے، لیکن جس حالت میں انھوں نے اس زمانے کا تمام نقشہ کھینچ کر رکھ دیا، اور حصر کے طور پر دعویٰ کر کے بتلا دیا، کہ فلاں فلاں امر کا اس وقت ظہور ہوگا، لیکن امام محمد مہدی کا تو نام تک بھی نہیں لیا، اس سے سمجھا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی صحیح اور کامل تحقیقات کے رو سے ان حدیثوں کو صحیح نہیں سمجھا، جو مسیح کے آنے کے ساتھ مہدی کا آنا لازم اور غیر منفک ٹھہرا رہی ہیں۔"

اب کوئی مرزائی مجھے بتلائے کہ جب امام بخاری نے امام محمد مہدی کا نام تک نہیں لیا، تو پھر یہ حدیث کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" صحیح بخاری میں کیونکر پائی جا سکتی ہے؟ یہ ہے مرزا قادیانی کا دوسرا فریب کہ جہاں ان کو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مہدی نہیں ہوں گے وہاں یہ لکھ دیا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب میں امام مہدی کا نام تک نہیں لیا ہے۔ اور جب ایک معترض نے ان کے خاتم الخلفاء ہونے پر اعتراض کیا تو اس کے جواب میں لکھ دیا کہ "ھذا خلیفۃ اللہ المھدی" بخاری شریف میں ہے۔ یا یوں کہیے کہ مرزا قادیانی کو معترض کے جواب لکھتے وقت اپنے حافظ کے قصور کی وجہ سے اپنی پہلی تحریر یاد نہیں رہی، تو اس صورت میں بھی مرزا قادیانی مشہور مثل کے مطابق کہ دروغ گو را حافظہ نباشد، دروغ گو ثابت ہوتے ہیں۔

الغرض مرزا قادیانی جس طرح قرآن و حدیث کی رو سے کاذب ثابت ہوتے ہیں اسی طرح ایک مشہور مثل کی رو سے بھی دروغ گو ثابت ہوتے ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مسلمانو! آپ حضرات نے ہمارے مذکورہ بالا بیان سے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ہم لوگوں کا یہ عقیدہ کہ سید المرسلین شفیع المذنبین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت و رسالت ختم ہو چکی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو کسی قسم کی نبوت و رسالت نہیں مل سکتی۔ نہایت ہی پختہ عقیدہ ہے اور قرآن مجید کی آیت قطعی الدلالت اور صحیح صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور مذکورہ بالا آیت اور احادیث کے وہی معانی ہیں جو ابھی بیان کیے گئے ان کے سوا دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔ جو شخص اس کے خلاف عقیدہ رکھے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسے کے نبی اور رسول ہونے کا قائل ہو وہ شخص اہل سنت و جماعت بلکہ اہل اسلام سے خارج ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض اپنی مشہور کتاب "شفاء" (جز ۲، ص ۲۴۷، فصل فی بیان ما ھو من المقالات کفر و ما یتوقف) میں لکھتے ہیں:-

"و من ادعی النبوۃ لنفسہ او جوز اکتسابھا والبلوغ بصفاء القلب الی مرتبتھا کالفلاسفۃ و غلاۃ المتصوفۃ و کذلک من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ وانہ یصعد الی السماء و یدخل الجنۃ و یاکل من ثمارھا ویحانق حور العین فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی لانہ اخبر انہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ و اخبر عن اللہ تعالیٰ انہ خاتم النبیین و انہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ھذا الکلام علی ظاھرہ و انہ مفھومہ المراد بہ دون تاویل و تخصیص فلا شک فی کفر ھؤلاء الطوائف، کلھا قطعاً و اجماعاً و سمعاً۔"

"جو شخص خود نبی ہونے کا دعویٰ کرے یا یہ دعویٰ کرے کہ محنت سے نبوت حاصل ہو سکتی ہے یا یہ دعویٰ کرے کہ صفائی قلب سے نبوت کے مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے جیسا کہ فلاسفہ اور غالی صوفیاء قائل ہیں یا یہ دعویٰ کرے کہ اس پر وحی آتی ہے گو نبوت کا دعویٰ نہ کرے

بقیہ صفحہ ۱۴۸ پر ملاحظہ کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

مرزا غلام احمد قادیانی، اپنے دعاوی کی روشنی میں

مرزا غلام احمد قریباً ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مرزا حکیم غلام مرتضیٰ معمولی قسم کے طبیب تھے۔ اپنے حالات کی وجہ سے نہ تو وہ مرزا صاحب کو دینی تعلیم کسی اچھی درس گاہ میں دلوا سکے نہ دنیوی تعلیم کے لیے کسی سکول یا کالج کا رُخ کر سکے۔ مختصر سا مطب اور ایک معمولی طبیب اُس وقت کی تعلیم کے مصارف کہاں برداشت کر سکتا تھا؟

ابتداء سادہ قرآن مجید پڑھنے کے بعد ادھوری سی طب پڑھائی، اس کے بعد اپنے خاندان میں اپنے حقیقی ماموں کی بیٹی مسماۃ حرمت بی بی سے شادی ہوگئی اور اٹھارہ انیس سال کی عمر میں ایک شیعی المذہب معلم محمد گل علی سے منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ مرزا صاحب کا بڑا لڑکا سلطان احمد اسی حرمت بی بی کے بطن سے تھا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب تلاشِ معاش کے سلسلے میں لاہور، امرتسر، سیالکوٹ وغیرہ کی طرف نکل گئے۔

سیالکوٹ میں مرزا صاحب کے ایک ہندو دوست لالہ بھیم سین تھے۔ ان کی وساطت سے سیالکوٹ کچہری میں عرضی نویسی کرنے لگے اور لالہ بھیم سین سے مل کر مختار کا امتحان دیا۔ لالہ بھیم سین کامیاب ہو گئے اور مرزا صاحب فیل ہوئے۔ اسی افسوس میں عرائض نویسی بھی چھوڑ دی اور واپس قادیان چلے گئے۔

ان دنوں لاہور، امرتسر میں آریہ سماج کا بڑا زور تھا۔ پنڈت دیانند لیکھ رام وغیرہ سماجی مبلغین نے کہرام مچا رکھا تھا۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور دوسرے علمائے اسلام، سماجی پرچاریوں سے تحریری مناظرات اور تقریری گفتگوئیں کرتے رہتے تھے۔

مرزا صاحب دراصل کوئی آسان کام کرنا چاہتے تھے، جس سے آمد زیادہ ہو اور مغل نوابوں کے انداز سے زندگی بسر کر سکیں، اس لیے ان کی نگاہ میں پیری مریدی بہتر پیشہ تھا، چنانچہ دعوائے تجدید کے ایام میں ایک دفعہ ہوشیار پور گئے اور چلا کشی کی، لیکن اس میں بھی اس فن کے ماہرین کے سوا کامیابی مشکل ہوتی ہے۔ اسے ادھورا چھوڑ کر مذہبی چیر پھاڑ کی طرف توجہ کی۔ دعوائے تجدید اور الہامات پر قسمت آزمائی شروع کی۔ علومِ دین، منطق، فلسفہ، طب، تصوف؛ سب اُدھورے تھے۔ اس کم علمی اور ادھورا پن کا اثر مرزا صاحب کی پوری زندگی میں نمایاں رہا۔

مرزا صاحب نے ذاتی مطالعے سے کچھ عربی، کچھ فارسی اور دینیات کی بعض کتابوں پر عبور حاصل کر لیا تھا، مگر نہ تربیت صحیح تھی نہ فارسی اچھی لکھ سکتے تھے، بلکہ ان زبانوں میں ان کے مرید مولوی عبد الکریم اَعرج، مولوی محمد احسن امروہی، مولوی غلام رسول راجیکی اور حکیم نور دین وغیرہ ان سے بہتر لکھ سکتے تھے۔ مرزا صاحب کے اکثر مضامین ان کی لفظی اور معنوی نظر ثانی کے بعد پریس میں جاتے تھے۔ اس کے باوجود کبھی نظر ثانی رہ جاتی اور الہام کی ساخت چونکہ مرزا غلام احمد کی ہوتی، اس لیے الہامات غلط نکلتے۔ ان کی مرمت اور تاویل کے لیے قادیانی عوام اور علما کو بڑی دقت ہوتی، جس کا اثر خود مقامِ نبوت پر بھی پڑتا۔ مرزا صاحب کے عقیدت مند نبوت کو مجموعہ شکوک و تاویلات سمجھتے اور مرزا صاحب کی آبرو کو قائم رکھنے کے لیے کمزور اور پھپھسی تاویلات کرتے۔ عیسائیوں سماجیوں کی مجالس میں تمام انبیا کا مذاق اڑایا جاتا۔

ہمارے ہاں گوجرانوالہ میں ایک میاں نصیر الدین بڑے پختہ قادیانی تھے اور مرزا صاحب کے بڑے عقیدت مند تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا صاحب کا پہلے انبیائے حق سے مقابلہ درست نہیں۔ مرزا صاحب تھرڈ کلاس نبی تھے۔ کوئی پیش گوئی سمجھ میں ہی نہیں آتی۔ کوئی غلط نکلی، کوئی درست ہوگئی، اس لیے مرزا صاحب کی ہر پیش گوئی کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرنا بے فائدہ ہے اور نبیوں کی یہ کلاس پرانی ہے، اب بظاہر مرزا صاحب سے شروع ہو رہی ہے، اس لیے پہلے انبیاء سے مقابلہ کر کے پہلے صادق انبیاء کو نیچے لانا یا مرزا صاحب کو اوپر لے جانے کی کوشش کرنا بالکل بے معنی اور وقت کو ضائع کرنا ہے۔ سابقہ انبیاء کا مقام اور ہے اور مرزا صاحب اور ان کی کلاس کا مقام اور۔ وہ اسی تقسیم سے بڑی جلدی پیچھا چھڑا لیتے تھے۔

ہم تو انبیاء علیہم السلام کو کلی طور پر سچا سمجھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ سچے نبی کی کوئی پیش گوئی بھی غلط نہیں ہو سکتی، ورنہ قرآنِ عزیز کے ارشاد: ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ (الانبیاء:۹) کا کچھ مطلب نہیں رہے گا، مگر قادیانی حضرات میاں نصیر الدین صاحب کی تشریح کو اگر قبول کر لیں تو کم از کم انھیں توہینِ انبیاء کا مرتکب نہیں ہونا پڑے گا۔

چند مثالیں:

معلوم ہے مرزا صاحب کی پہلی شادی مسماۃ حرمت بی بی سے قریباً ۱۸۵۴ء میں ہوئی اور پھر ۱۸۵۶ء میں خان بہادر مرزا سلطان احمد ان کے بطن سے پیدا ہوئے، پھر اس کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی اور بچاری معلقہ رہی۔ ایک پیغمبر کے لیے اس قسم کی بے انصافی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس قدر معیوب ہے؟ جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف سے انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے آیا ہو، وہ خود انسانی حقوق کی اضاعت کا مجرم ہو، پھر سگے ماموں کی لڑکی، صلہ رحمی کے لحاظ سے بھی یہ کبیرہ گناہ ہے۔

اب ہمارے قادیانی دوست مرزا صاحب کو بچانے کے لیے کبھی حضرت ابراہیم اور حضرت ہاجرہ کی آڑ لیتے ہیں، کبھی حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کی بیویوں کی بحث چھیڑ لیتے ہیں، اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے لیے ان کوئی قسم تصور کریں۔

پھر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی دوسری اہلیہ نصرت جہاں بیگم کی خوشنودی اور مرزا سلطان احمد اور اس کی والدہ کو اپنے ترکے سے محروم کرنے کے لیے ایک حیلہ بنایا، جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ میں اسلام کی مدد کے لیے تیس جلدوں میں ایک کتاب لکھ رہا ہوں، جس کا نام "براہین احمدیہ" ہوگا، لیکن اس کی اشاعت کے لیے میرے پاس پیسے نہیں، اس لیے میں اپنی تمام زمین مکان وغیرہ منقول جائیداد اپنی اہلیہ نصرت جہاں کے پاس اس شرط پر رہن رکھتا ہوں کہ اگر میں یہ جائیداد مدت مقررہ میں فک نہ کر سکا تو اسی زرِ رہن مبلغ دس ہزار روپے میں بحق نصرت جہاں بیگم بیع تصور ہوگی۔ اس وقت یہ قانون "بیع بالوفا" کے نام سے رائج تھا، جسے غالباً انگریزی حکومت نے بھی ظالمانہ سمجھ کر منسوخ کر دیا، مگر مرزا صاحب نے اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی پہلی اولاد کو محروم کر دیا۔

ہمارے قادیانی دوست مرزا غلام احمد کے اس کردار کو درست ثابت کرنے کے لیے ایسی توجیہات بیان کرتے ہیں، جس سے مرزا غلام احمد تو کیا بچیں گے، پہلی نبوتوں اور سابق انبیاء علیہم السلام کے مقام پر بھی حرف آتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:-

"جو شخص کسی جائز وارث کو محروم کرے، وہ جنت کی بو نہیں پائے گا۔"

قادیانی حضرات کبھی تو یہ فرماتے ہیں کہ مرزا سلطان احمد آخر عمر میں قادیانی ہو گیا تھا۔ کبھی فرماتے ہیں: وہ اگر قادیانی ہو جاتا تو اسے ضرور جائیداد کا حصہ ملتا۔ کبھی فرماتے ہیں: نبیوں کی جائیداد نہیں ہوتی، وہ جو چھوڑیں صدقہ ہوتا ہے، لیکن مرزا صاحب کی ساری جائیداد ان کی ثانوی اولاد نے سنبھال لی، پہلی اولاد کو کچھ نہیں ملا۔ بہتر ہے کہ مرزا غلام احمد کو نئی قسم کی چیز سمجھ لیا جائے، وہ جو چاہیں کریں، ان پر الزام نہ ہو اور سابق انبیاء علیہم السلام قادیانی الزامات سے محفوظ رہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب پہلی اہلیہ سے دل برداشتہ تھے۔ وہ بیچاری بصورت معلقہ وقت گزار رہی تھی۔ آخر ۱۸۸۴ء میں مرزا صاحب نے ایک نو عمر باکرہ لڑکی مسماۃ نصرت جہاں بیگم سے شادی کی۔ اس کے والد کا نام ناصر نواب تھا۔ یہ بیچارے نام کے نواب تھے۔ نکاح کے بعد جلد ہی بوریا بستر سمیت کر دہلی سے قادیان آ گئے اور اولاد کے قدموں میں لڑکی کے گھر ڈیرے ڈال دیے۔

اسی اثنا میں ہشیار پور جا کر چلہ کشی کا خیال پیدا ہوا، ان ہی ایام میں نئی بیگم صاحبہ باامید ہوئی۔ مرزا صاحب نے عبد اللہ سنوری سے کہا تھا کہ خدا مجھ سے دیر دیر تک باتیں کرتا رہتا ہے۔ اس چلے میں ایک لڑکے کی پیدائش کا الہام ہوا، جس کا نام "عمانوئیل" ہوگا، چنانچہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب نے مرزا عمانوئیل کی پیدائش کا اعلان بذریعہ اشتہار کر دیا اور اس کے لیے کئی القاب کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:-

"مظهر الحق والعلاء، كأن الله نزل من السماء۔"

لوگوں نے جب مذاق اڑایا تو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار میں بتایا: یہ بچہ ایک عظیم الشان نشان ہوگا اور اسی سے آنحضرت ﷺ کی صداقت ظاہر ہوگی۔ مسیح علیہ السلام کے احیائے موتیٰ کے معجزے سے بھی زیادہ پُر وقار ہوگا، البتہ میعاد میں توسیع کر کے کہا کہ ۹ سال کے اندر اندر ہوگا۔

پھر ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا کہ یہ موعود لڑکا بڑی جلدی ہونے والا ہے (حالانکہ یہ تھی کہ بیوی تو حاملہ ہی ہے۔ اگر اسی حمل سے لڑکا پیدا ہو گیا تو اس کا نام عمانوئیل رکھ کر ڈھنڈورا پٹوا دیں گے اور اگر مقصد اسی حمل سے حل نہ ہوا تو مریدوں کو ۹ سال کی مزید امید میں ڈال دیں گے) مگر ہزار امیدوں اور دعاؤں کے بعد حمل وضع ہوا تو عمانوئیل کی جگہ لڑکی پیدا ہوئی۔ غیر مسلموں نے اسلام کا مذاق اڑایا اور مسلمانوں نے مرزا کا۔

مرزا صاحب پھر کوشش اور دعائیں کرنے لگے کہ بیوی پھر امید سے ہو، چنانچہ گود ہری ہونے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ۷/اگست ۱۸۸۷ء کو مرزا صاحب کے ہاں نصرت بیگم کے بطن سے لڑکا پیدا ہوا اور مرزا صاحب نے ۸/اگست ۱۸۸۷ء کو اشتہار دیا کہ ۸/اپریل ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے مطابق وہ عظیم الشان لڑکا جس کا نام عمانوئیل ہے، آج ۱۲ بجے رات پیدا ہو گیا۔ مرزا صاحب نے یہ اشتہار خوشخبری کے عنوان سے فخریہ شائع کیا، لیکن بدنصیبی ملاحظہ فرمایئے کہ مرزا عمانوئیل صاحب قریباً ۱۵ ماہ زندہ رہ کر ۴/نومبر ۱۸۸۸ء کو بوڑھے ابا کو داغِ مفارقت دے گیا۔ عمانوئیل اور "كأن الله نزل من السماء" کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ مرزا صاحب اسلام کا نام لے کر غیر مسلموں کو تمسخر کا موقع دیتے رہے۔ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے انھیں تنبیہ کی کہ وہ اس قسم کی مضحکہ خیز پیش گوئیاں ترک کر دیں۔ مرزا صاحب ان سے بھی بگڑنے لگے۔

معلوم ہے کہ خرص و تخمین سے پیشگوئیاں کرنا سچے اور پاکباز لوگوں کا کام نہیں، پھر پیشگوئی جھوٹی نکلنے پر ہیرا پھیری کرنا، سچے انبیاء کو مرزا غلام احمد کی سطح پر لانے کی کوشش کرنا، ملک میں خلفشار کے سوا اس میں کوئی فائدہ نہیں۔ اب بعض قادیانی دوست مرزا محمود صاحب خلیفہ ثانی کو عمانوئیل بنانے کی کوشش کر رہے ہیں، حالانکہ یہ بے چارے اس مدت کے کافی عرصہ بعد پیدا ہوئے، جو عمانوئیل کے لیے ان کے ابا نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقرر کی تھی اور ان کی پیدائش کے وقت مرزا صاحب نے ان کو عمنوئیل نہیں کہا، اس لیے کہ پہلی لڑکی اور مرنے والے عمنوئیل کے بعد مایوس ہو گئے اور وہ چاہتے تھے کہ لوگ عمنوئیل کو بھول بھی جائیں۔ ایسے کم سواد بزرگوں کو اگر سابقہ صادق انبیاء کی فہرست میں شامل کر لیا جائے تو تمام انبیاء غیر مسلم قوموں کی نظر میں مذاق بن جائیں گے، بلکہ اس قسم کے کمزور مدعی، جن کے وعدے اور پیش گوئیاں مشکوک ہوں، سارے عقلمندوں کی نظر میں ساقط الاعتبار ہوں گے۔

مرزا صاحب خود بھی نبوت کے سلسلے میں مطمئن نہیں تھے۔ پہلی تصانیف میں آنحضرت ﷺ کو اسی معنی میں خاتم النبیین سمجھتے رہے، جس معنی میں عامۃ المسلمین انھیں آخری نبی سمجھتے تھے۔ مجدد، مصلح، مسیح موعود ابن مریم، آدم، شیث، نوح، ابراہیم، اسحاق، اسماعیل، یوسف، موسیٰ، برہم اور تارمیکائیل اور گوپال وغیرہ دعاوی کرتے رہے، انھیں اپنے متعلق یقین نہیں تھا کہ وہ کیا ہیں؟ اشتہار "ایک غلطی کا ازالہ" میں خیال ہوا کہ بیوقوفوں کا جائزہ لیں کہ وہ نبوت کو بھی گوارا کرتے ہیں یا نہیں؟ چنانچہ اس اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا جی تو نبوت کے لیے مستعد تھا، مگر وہ گھبراتے تھے اور علماء کی گرفت سے ڈرتے تھے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:-

"میں نے نبوت یا رسالت سے انکار صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مستقل طور پر نبی ہوں۔"

گویا اپنے آپ کو غیر مستقل قسم کا نبی سمجھتے ہیں۔

یہ اشتہار مرزا صاحب نے ۵؍ نومبر ۱۹۰۱ء کو دیا، گویا چھپتے ہوئے غیر مستقل نبی رسول کا دعویٰ ہو گیا۔

عام قادیانی معیار صداقت کے مطابق مرزا صاحب کو سچا ہونے کے لیے ابھی کئی سال اور جینا چاہیے تھا، کیونکہ ان کے ہاں سچے نبی کو ۲۳ سال ضرور زندہ رہنا چاہیے۔ (اربعین، ص: ۴-۶) لیکن مرزا صاحب کا ۲۶؍ مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال ہوا۔ دعوائے نبوت کے بعد قریباً ۶، ۷ سال زندہ رہے۔ غرض انتہائی شوق کے باوجود نہ مسلمانوں کے معیار پر صحیح اترتے ہیں نہ قادیانی معیار پر۔ ایسے آدمی کو صادق انبیاء کا مماثل کیسے سمجھ لیا جائے؟

پہلے انبیاء علیہم السلام خصوصاً جن کا قرآن عزیز میں ذکر ہے، ہر ایک نے دعوائے نبوت اس طرح واضح فرمایا کہ اس کی امت کو اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہوا، لیکن مرزا صاحب کی موت کے تھوڑے عرصہ بعد قادیانی حضرات دو حصوں میں بٹ گئے۔ لاہوری جماعت کا خیال ہے کہ وہ نبی نہیں تھے۔ مولوی محمد علی، مولوی احسن امروہی، خواجہ کمال الدین، مولوی صدر الدین وغیرہ اکابر، جو برسوں مرزا صاحب کے ساتھ رہے، وہ ان کے دعوائے نبوت کا کھلا انکار کرتے ہیں۔ قادیانی حضرات کو ان کی نبوت پر اصرار ہے۔ استدلال میں دونوں مرزا صاحب کی کتابیں پیش کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہے، مرزا صاحب خود اپنے دعوے کے متعلق مطمئن نہیں تھے۔ ان کے بیان میں تذبذب ہے۔

جب مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کا ذکر ہوا تو مرزا صاحب اور ان کے خلفاء نے پہلے انبیاء پر نکتہ چینی شروع کر دی۔ جب دعوؤں کا موقع آیا تو ایک نہیں کئی دعوے کر دیے۔ عراق کی کرشمہ سازیاں بر سر کار آ گئیں۔ سچے لوگوں کے قول و عمل میں تفاوت نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب میں بعض ایسی کمزوریاں ہیں، جو راست بازوں میں نہیں ہوتیں۔ نبوت تو بڑی چیز ہے، عام با اخلاق اور اصحاب مروت میں بھی ان کا شمار مشکل ہے۔ عفیفہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ سے نکاح نہ ہونا تو مشہور ہے۔ مرزا صاحب نے جس انداز سے اس کے رشتے کا اپنے لیے مطالبہ کیا، وہ طریق کسی با مروت اور با اخلاق آدمی کے لیے مناسب نہیں۔

مرزا غلام حسین، مرزا غلام احمد کے عم زاد بھائی تھے، جو عرصہ سے مفقود الخبر تھے، ان کی زمین ان کی اہلیہ کے نام منتقل ہو چکی تھی اور یہ مرزا احمد بیگ ہشیار پوری کی ہمشیرہ تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ یہ زمین اپنے بھتیجے مرزا احمد بیگ کے لڑکے کے نام منتقل کروا دیں۔ مرزا احمد بیگ اس مقصد کے لیے مرزا غلام احمد کے پاس آئے کہ وہ اس ہبہ نامہ پر دستخط کر کے قانوناً اس کی تکمیل کر دیں۔ مرزا صاحب نے سودا شروع کر دیا کہ تم محمدی بیگم کا نکاح مجھ سے کر دو، میں اس ہبہ نامہ کی تکمیل کروں گا۔ شریف آدمی ایسی شرائط سے کبھی رشتے نہیں کرتے۔ دیہات کے دور افتادہ تعلیم سے بے بہرہ علاقوں میں اس قسم کے رشتے ہوتے ہیں، جسے وہاں کے شرفا بھی پسند نہیں کرتے۔

نکاح تو مرزا صاحب کا اب بھی نہیں ہوا، بلکہ اس "صغیرۃ السن حسناء" سے تعلق کی حسرت قبر میں مرزا صاحب کے ساتھ دفن ہو گئی، مگر زمین دے دینے کے بعد مرزا احمد بیگ کی منت کرتے، ناکامی کے باوجود اخلاق و مروت کے لحاظ سے مرزا صاحب بدنام نہ ہوتے۔ نکاح نہ ہونا تھا نہ ہوا اور اب تو امید بھی خاک میں مل گئی۔ اس عفیفہ نے مرزا سلطان احمد کے ساتھ بڑی وفاداری اور ٹھاٹھ سے زندگی گزاری۔

یہ تو شرط کا معاملہ تھا، اس کے بعد طلب و تحریص کے لیے جو راہ مرزا صاحب نے اختیار فرمائی، وہ بھی شرافت و مروت کے خلاف تھی۔ خدا کا فیصلہ تو تھا ہی نہیں، اگر تھا تو وہی کہ نکاح مرزا سلطان احمد سے ہو۔ ایک دھاندلی تھی۔ ناکامی کی صورت میں چپ ہو جاتے تو کسی حد تک شریفانہ فعل ہوتا۔ یہ ہنگامہ آرائی، اشتہار بازی تو قطعاً نامناسب تھی۔

غرض مرزا غلام احمد کی پوری زندگی تاریکیوں کا مجموعہ ہے، ان کے معاملات کے بعض حصے اخلاق کمزوریوں اور بے مروتی و بدزبانی سے بھرپور ہیں، انھیں پیمبر مان لینے سے مقام نبوت کی سربلندیاں یکسر ختم ہو جائیں گی۔

دو صدیوں کا موازنہ:

اٹھارویں صدی کے اواخر تک ہندوستان میں بڑے بڑے عالم اور پاکباز لوگ موجود تھے۔ سید احمد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شبیہ اور ان کے محترم رفقاء، جن کے کردار نے دنیا میں صحابہ کے کارنامے زندہ کر دیے۔ مولانا سیّد نذیر حسین، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا مملوک علی، نواب صدیق حسن خان، مولانا عبداللہ الغزنوی اور ان کے ابنائے کرام، مولانا غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ، مولانا حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی وغیرہم ریحتم، ذکر وفکر کے حلقوں میں بھی بڑے بڑے باکمال حضرات موجود تھے، ان اکابر سے کسی کو دعوائے نبوت کا خیال تک بھی نہیں آیا، اس لیے کہ وہ مقام نبوت کی بلندیوں کو سمجھتے تھے۔

مرزا صاحب کے دعوے کے بعد جب ان کی کمزوریاں، غلط کاریاں سامنے آئیں اور دفاع میں قادیانی حضرات نے جو راہ اختیار کی، اس سے اس قسم کے نبی بارش کی طرح برسنے لگے۔ جن میں بعض حضرات مرزا صاحب سے بھی گئے گزرے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ باکمال لوگ برسوں اور قرنوں کے بعد پیدا ہوتے ہیں۔

قرنہا باید کہ تا صاحب دلے پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن ①

اور یہاں جھوٹوں کی فراوانی ملاحظہ فرمایئے:-

① چراغ الدین جمونی
② ظہیر الدین اروپی
③ محمد بخش قادیانی
④ یار محمد وکیل بشیار پوری
⑤ عبداللہ تیماپوری
⑥ سید عابد علی
⑦ عبد اللطیف گناچوری
⑧ ڈاکٹر محمد صدیق بہاری
⑨ ماسٹر احمد سعید سمبڑیالی
⑩ احمد نور کابلی
⑪ نبی بخش پسروری
⑫ عبداللہ پٹواری چنیچہ وطنی
⑬ فضل احمد چنگا بنگیالی
⑭ غلام احمد مصلح موعود وقدرت ثانی
⑮ خواجہ اسماعیل لندن
⑯ سید محبوب شاہ گوجرانوالہ۔

ان سولہ جھوٹے بزرگوں کے کچھ حالات، الہامات، تاویلات اور حیلوں کا ذکر نہ کیا جائے تو مضمون میں یقیناً تشنگی رہے گی، لیکن مضمون پہلے کچھ لمبا ہو گیا، صحت بھی زیادہ کام کی اجازت نہیں دیتی، اس لیے آپ یوں سمجھیے کہ ان حضرات میں اکثر قادیانی ہیں، انھیں الہامات کا فیضان مرزا صاحب سے ورثے میں ملا ہے۔ تاویلات اور ہیرا پھیری میں یہ مرزا صاحب کے ہی ظل و بروز ہیں۔

یہ حضرات ان مرزا صاحب کو بھی نبی مانتے ہیں۔ میں نے آخری بزرگ سیّد محبوب شاہ کو دیکھا ہے۔ حلوائی کا کام کرتے تھے۔ دو بیویاں تھیں۔ ایک بہت زیادہ معمر تھی، اس کے متعلق ان کا خیال تھا کہ زیادہ تر آسمان پر رہتی ہے۔ اس کو بھی الہامات ہوتے ہیں۔ ایک بالکل نو عمر تھی، بمشکل سولہ سترہ سال کی ہو گی۔ شاہ صاحب ستر بہتر کے پس و پیش تھے، ان کا خیال تھا کہ اگر ضرورت ہو تو خاوند اپنا اسسٹنٹ رکھ سکتا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی بھی نبی ہیں۔ ان کا الہام تھا: "دو رسول رسالت کرن" کبھی کبھی نماز پڑھتے تھے۔ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ چھوٹی اہلیہ کو بھی نبوت کا عارضہ ہونے لگا تھا، الہامات شروع ہو گئے۔ شاہ صاحب کی موت کے بعد ایک ہم عمر جوان سے شادی ہو گئی اور عیالداری میں مشغول ہو گئی۔ الہام وغیرہ کی فرصت ہی نہیں ملتی، نبوت کا عارضہ بھی اب نہیں رہا۔ صحت مند ہے۔ ساری مصیبت مقام نبوت کے ساتھ اس مذاق کی وجہ سے پیش آئی، جو مرزا غلام احمد اور ان کے عقیدت مندوں نے اختیار کیا۔ أعاذنا اللّٰہ منہا

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

بقیہ: حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

ذمہ داری کو لیے پُر عزم ہو کر سفر کے لیے نکل پڑے۔ اور ایمانی جذبے ساتھ مسیلمہ کے سامنے نبی کریم ﷺ کا مکتوب گرامی پیش کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ کا خط ملنے کے بعد اللہ کا یہ دشمن سخت اضطراب میں مبتلا ہوا مگر شیطانی گھمنڈ نے اسے سرکشی پر آمادہ کیا۔ اس نے حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو گرفتار کر لیا دوسرے دن اپنی مجلس میں انھیں طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا تم یقین رکھتے ہو کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ سن کر اللہ کا یہ دشمن غضبناک ہوا اور پھر پوچھا کہ کیا تم یہ گواہی دیتا ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: انا أصم لا أسمع، میں بہرا ہوں میں نہیں سن سکتا۔ یعنی میرے کان یہ سننے سے قاصر ہیں۔

دشمن عقل و خرد کا غصہ عروج پر پہنچ گیا۔ اس کے اشارے پر صحابی رسول رضی اللہ عنہ کے جسم کا ایک حصہ کاٹ دیا گیا اور پھر اس نے پوچھا اور دوبارہ اس مجیب نے وہی جواب دیا: انا أصم لا أسمع، یہ جسم کے حصے کاٹتا رہا اور پوچھتا رہا اور ادھر بھی اس مرد استقامت نے ہر بار وہی جواب دیا۔ حتیٰ کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے خونِ مقدس کے یہ پاکیزہ قطرے بہے زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ۱۱ ہجری میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کی گئی۔ لشکر اسلامی میں حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ اور ان کے بڑے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ یمامہ کے مقام پر یہ جنگ لڑی گئی اور اللہ و رسول کا یہ دشمن اس جنگ میں عبرتناک شکست سے ہمکنار ہوا اور ذلت آمیز موت اس کا مقدر بنی۔

① "صدیوں کے بعد کوئی خدا شناس پارسا جنم لیتا ہے، خراساں میں بایزید بسطامی اور قرن میں اویس"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

ختم نبوت اور مرزائے قادیاں

① ختم نبوت کا مسئلہ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے ثابت ہونے کی وجہ سے مسلّمہ کل تھا، لیکن مرزا جی قادیانی نے ان نصوص کے صاف معنوں میں پیچیدگیاں ڈال کر اور ادھر ادھر سے کھینچ تان کر کے اس منصوص مسئلہ کو بھی محلِ نظر بنا دیا۔ حالانکہ منصوصات شرعیہ محلِ نظر نہیں ہوتے، بلکہ وہ اہلِ شرع کے نزدیک ویسے ہوتے ہیں، جیسے اہلِ منطق کے نزدیک بدیہیات اور علوم میں بدیہیات پر بحث نہیں کی جا سکتی۔

② مرزا جی قادیانی کے استنباطات عجیب میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے سورت فاتحہ کی آیت: صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے نبی اکرم ﷺ کے بعد بھی نبوت کے جاری رہنے کی دلیل پکڑی ہے۔

صورت استدلال یوں بیان کی ہے کہ جن لوگوں پر خدا کے انعامات ہیں وہ چار ہیں، چنانچہ لکھا ہے:-

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:۶۹)

یعنی: "جو کوئی خدا اور رسول کے کہنے پر چلے تو ان کو ان لوگوں کا ساتھ نصیب ہو گا جن کو خدا نے انعام کیا ہے اور وہ انبیاء ہیں اور صدیق ہیں اور شہید ہیں اور صالحین ہیں اور سب سے اچھے رفیق ہیں۔"

مرزا جی کہتے ہیں:-

"جب ہم اللہ کے رسول کی اطاعت بھی کرتے ہیں اور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے دعا بھی کرتے ہیں اور اس سے ہم صدیقیت اور شہادت اور صلاحیت کے مقامات پر ترقی کر سکتے ہیں تو ان سب کے ساتھ انبیاء کی رفاقت کا بھی ذکر ہے تو اگر نبی اکرم ﷺ کے بعد نبوت بالکل بند ہو اور کوئی شخص بھی نبی نہ بن سکے تو یہ دعا بھی اکارت جائے گی اور اطاعت بھی بے ثمر رہے گی۔ پس لازم ہے کہ اس دعا کی قبولیت اور اس اطاعت کا ثمر درجۂ نبوت کی عطا کی صورت میں بھی ہو۔" (اعجاز المسیح، مصنفہ مرزا)

اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا جی کا یہ استنباط و استدلال بچند وجوہ ازسر تا پا باطل ہے:-

اوّل: اس لیے کہ یہ استنباط خلاف نص قرآنی آیت خاتم النبیین اور خلاف احادیث صحیحہ ہے اور جو استنباط خلاف نص ہو وہ باطل ہوتا ہے، جیسا کہ علمِ اصول میں مصرح ہے۔ اس قاعدہ کو آپ عام عقل سے اور روز مرہ کے استعمال سے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ ایک وکیل کمرہ عدالت میں حاکم کے سامنے بعض عبارتوں میں کھینچ تان کر کے صریح قانون کے خلاف ایک بات پیدا کرنا چاہتا ہے۔ دوسرا وکیل اس کے جواب میں صرف یہ کہتا ہے کہ تمہاری ساری تقریر صریح قانون کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ قانون بھی پیش کرتا ہے، مثلاً کوئی شخص مرزا صاحب کو بحیثیت مصنف غلط گو، دھوکہ باز وغیرہ لکھے۔ مرزا جی (۵۰۰) پانچ سو دفعہ کے ماتحت اس پر استغاثہ کریں۔ ان کا وکیل ثابت کرے کہ مرزا صاحب جیسے نیک نام مصنف کے حق میں یہ الفاظ سخت موجب ہتک ہیں۔ وکیل ملزم کہے گا کہ آپ کا سارا استدلال (۵۰۰) پانچ سو دفعہ کے مستثنیٰ کے خلاف ہے، کیوں کہ اس میں لکھا ہے کہ مصنف کے حق میں ایسے الفاظ لکھنے کی اجازت ہے، اس لیے کہ اس میں پبلک کا فائدہ ہے۔

تو اب بتایئے کہ حاکم کس وکیل کی دلیل تسلیم کرے گا؟ اس کی جو صریح قانون پیش کرتا ہے یا اس کی جو قانون کے خلاف کھینچ تان کر کے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔

یہی حال مرزا جی اور ان کے پیروں کا ہے کہ وہ آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی وغیرہ کے خلاف جو جو بھی استنباطی دلیل لائیں وہ بوجہ اعلان و قانونِ الٰہی کے خلاف ہونے کے بالکل مردود ہے۔

دوم: اس لیے کہ آیت زیر بحث یعنی صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں منعم علیہم کی راہ پر چلنے کی دعا ہے نہ کہ نبی بننے کی۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ان کی ہدایتوں پر عمل کریں اور ان کے طریق عمل کو نمونہ بنائیں۔ جیسا کہ فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

یعنی: "تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں قابلِ اقتدا عمدہ نمونہ عمل (موجود) تھا (پھر تم نے اس طرح کیوں نہ کیا)۔"

اگر انبیاء کے رستے کی پیروی کا یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہم نبی بن جائیں تو کیا خدا کے رستے کی پیروی سے خدا بھی بن سکیں گے، پھر تو بڑی بھاری اور بڑی شان کی ترقی ہو گی۔ دیکھیے خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ (الانعام:۱۵۳)

یعنی: "یہ میرا سیدھا رستہ ہے اسی کی پیروی کرنا۔"

اس کے جواب میں کہیں یہ نہ کہہ دینا کہ ہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خدا بھی بن سکتے ہیں۔ اسی لیے تو مرزا جی نے اپنے ''آئینہ وساوس'' میں اپنا ایک خواب لکھا ہے:-

''رأيتني في المنام عين الله ويتقنت إنني هو۔''

''میں نے خواب میں اپنے آپ کو عین خدا دیکھا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔''

اگر کہا جائے کہ رستے کی پیروی سے رستہ والے کا رتبہ نہیں مل سکتا تھا تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے رستے کی پیروی سے بھی ہم صدیقیت، شہادت اور صلاحیت کا رتبہ بھی نہ پا سکیں۔ حالانکہ یہ بالکل باطل ہے۔ کیوں کہ بہت سے پاک نفوس ان مقامات پر پہنچے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت زیر بحث اس امر سے بالکل ساکت ہے۔ رستے کی پیروی اور ان کی رفاقت جیسا کہ آیت سورت نساء میں وارد ہے، دیگر امر ہے اور اس رتبہ پر فائز ہونا دیگر امر ہے۔ دیکھیے خدائے تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ معیت کئی جگہ وارد ہے:-

- إِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ (البقرۃ: ۱۵۳)
- إِنَّ مَعِيَ رَبِّي (الشعراء: ۶۲)
- إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبۃ: ۴۰)
- وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ (الحدید: ۴)
- هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا (المجادلۃ: ۷)

ان آیتوں میں خدا کی معیت کا صاف ذکر ہے تو نہ خدا بندہ بن جاتا ہے اور نہ بندہ خدائی کے رتبے پر پہنچ جاتا ہے، خدا خدا ہے اور بندہ بندہ۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ نے یتیم کے کفیل کی نسبت فرمایا:-

''أنا وكافل اليتيم كهاتين واشار بأصبعيه۔''

یعنی: میں اور یتیم کا کفیل ان دو انگلیوں کی طرح اکٹھے ہوں گے اور دو انگلیاں ملا کر آپ ﷺ نے اشارے سے بتایا کہ اس طرح۔

تو اس حدیث کا یہ مفاد نہیں کہ یتیم کا کفیل اور آنحضرت ﷺ ہم رتبہ ہوں گے یا وہ کفیل محمد ﷺ بن جائے گا۔ أعوذ بالله من زیغ ألقاب

دیگر یہ کہ بے شک نبوت کے سوا دیگر مقامات کی ترقی کھلی ہے، لیکن اس کی دلیل یہ آیت زیر بحث نہیں، بلکہ سورۂ حدید کی آیت ہے، چنانچہ فرمایا:-

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (الحدید: ۱۹)

یعنی: ''جو لوگ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی خدا کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں، ان کے لیے ان کا اجر بھی ہے اور نور بھی ہے۔''

اور نبوت کے بند ہو جانے کی دلیل آیت خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور احادیث صحیحہ ہیں۔ چنانچہ مسند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

''رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے، پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہو گا اور نہ کوئی نبی۔''

اسی طرح صحاح کی کئی ایک احادیث ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں، آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہو گا۔

اسے ایک مثال سے سمجھ لیجیے کہ بادشاہ نے جن عہدوں کی آسامیاں کھلی رکھی ہیں، ان کے لیے درخواست دے سکتے ہیں، لیکن جس عہدے کی نسبت اس کا اعلان ہو چکا ہے کہ یہ عہدہ پر ہو چکا ہے، اس کی اسامی خالی نہیں ہے، اس کے لیے درخواست پر درخواست دیتے جائیں ہرگز شنوائی نہیں ہو گی، بلکہ وہ درخواست بقاعدہ: وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (الرعد: ۱۴) ردی کی ٹوکری میں پھینک دی جائے گی۔ کیونکہ وہ شاہی اعلان کی حد سے باہر ہے، پس اس طرح نبوت اور دیگر مقامات کا حال ہے کہ اس احکم الحاکمین نے آیت: خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ اور آیت: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ: ۳) سے اعلان کر دیا ہے کہ ہمارے آخری رسول محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بالکل بند ہے۔ ہاں بموجب آیت سورۂ حدید اس پر ایمان لا کر اس کی پیروی کرو تو اپنی اپنی قابلیت سے اُن دروازوں سے آنے کی کوشش کرو۔ اس اعلان کے بعد کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ نبوت کی ہوس میں دعا مانگ مانگ کر سر کھپائے۔

اگر اس تصریح کے بعد بھی کسی کے دماغ میں یہ خیال سا جائے تو سمجھ لینا چاہیے کہ یا تو وہ مراقی وغیرہ ہو گا یا کاذب وفریبی (دجال وکذاب)۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:-

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ قیامت نہ آئے گی، جب تک میری امت (مدعیان اسلام) میں سے قریباً تیس دجال اور کذاب نہ ہو لیں، ہر ایک ان میں سے دعویٰ کرے گا کہ میں خدا کا نبی اور رسول ہوں۔'' (بخاری ومسلم)

پس بموجب اس حدیث کے مرزا صاحب اور اُن کے اتباع میں احمد نور کابلی، احمدی اور عبد اللہ تیما پوری اور نبی بخش احمدی ساکن مہاراجکے ضلع سیالکوٹ اور عبد اللطیف گناچوری اور فضل احمد احمدی جو عالم برزخ میں مرزا صاحب سے باتیں کرتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ جو کوئی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت ملنے کا دعویٰ کرتا ہے، وہ سب آنحضرت ﷺ کی مذکورہ حدیث کے ماتحت آ جائیں گے، ورنہ ہر مدعی نبوت اپنے پیروؤں کی نظر کے لحاظ سے صادق ٹھہر سکے گا یا کم از کم صدق وکذب ہر دو کا محل ہو سکے گا اور اس کے صادق ہونے کی صورت میں یہ حدیث بلا مصداق رہے گی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ معاذ اللہ آنحضرت ﷺ نے جو خبر قسمی تاکیدوں سے دی تھی وہ غلط نکلی اور ہمارے لیے یہ بہت مشکل ہے، بلکہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم اس صحیح حدیث کو غلط قرار دیں، بلکہ ہمارے لیے یہ بالکل آسان ہے اور واقعہ میں بھی درست ہے کہ اس حدیث کو صحیح سمجھ کر اُن مدعیان نبوت کو مفتری اور دجال اور کذاب قرار دیں اور ہر مدعی کی نئی سر دردی سے چھوٹ جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے ایک اور طرح پر بھی پرکھ لیں کہ اگر ہم نصوص بینہ یعنی آیت: خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور احادیث ختم رسالت کو نظر انداز کر کے مرزا صاحب کی کھینچ تان کی استنباطی دلیلوں کو تسلیم کر لیں اور تیس دجالوں والی صحیح اور متفق علیہ حدیث کا بھی لحاظ نہ کریں اور بقول مرزا جی دعویٰ نبوت کو آنحضرت ﷺ کے بعد بھی جائز جانیں تو مرزا جی کے سوا دیگر مدعیانِ نبوت کے لیے بھی رستہ کھلا رہے گا اور ان کی تکذیب کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہو گی، کیونکہ جب ہم (معاذ اللہ) ختمِ نبوت کے دلائل کو ایک دفعہ مرزا جی کے لیے بیکار کر چکے تو اب دوسروں کے مقابلے میں وہ بے کار نہیں ہو جائیں گی، اسی خیال نے کئی ایک احمدیوں کو جرأت دلا دی کہ انھوں نے نبوت کا کھلم کھلا دعویٰ کر دیا۔ ان میں سے ایک چودھری نبی بخش ساکن معراجکے ضلع سیالکوٹ اور دوسرا ماسٹر محمد سعید سبز پالی، نور احمد کابلی مقیم قادیان، فضل احمد ساکن چنگا بنگیاں راولپنڈی، عبد اللطیف گناچور جالندھر وغیرہ قریب درجن کے احمدیوں نے نبوت کا دعویٰ کیا، آخر ان بھلے مانسوں کی تکذیب کے لیے بھی تو کوئی دلیل چاہیے۔

اتنا تو آپ بھی مانیں گے کہ یہ سب احمدی ہیں اور مرزا صاحب نے نبوت کے لیے سوائے اپنی پیروی کے کوئی اور شرط مقرر نہیں کی تو اب کیا غضب ہے کہ آپ لوگ ان بے چاروں کے دعوے کی تصدیق نہیں کرتے۔ دیکھیے کتنی بے انصافی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے کھلے الفاظ میں فرمایا کہ میرے بعد نبوت و رسالت بند ہے۔ باوجود اس کے مرزا جی نے دعویٰ کیا تو آپ لوگوں نے تسلیم کر لیا اور مرزا جی صاف الفاظ میں لکھتے ہیں کہ میرے بعد نبوت کھلی ہے، ہاں صرف میری رنگت میں رنگے جانے کی ضرورت ہے اور ان بے چاروں نے مرزا جی کے منکے میں ڈبکیاں لے کر یہ رنگت چڑھائی اور دعویٰ کیا تو آپ لوگ ان کو نہیں مانتے، حالانکہ ان لوگوں کی تکذیب کے لیے آپ کے پاس سوائے اس کے کوئی دلیل نہیں کہ ''اجی ہم ان کو نہیں مانتے!''

اور یہ کوئی دلیل نہیں، کتنا ظلم و ستم ہے کہ مرزا جی اپنے بعد نبوت کا دروازہ کھلا رکھیں اور قیامت تک لا تعداد انبیاء ہو سکنے کے قائل ہوں اور سوائے اپنی اتباع کے کوئی اور شرط ضروری جانیں، اس پر مرزا جی کے خالص مخلص مریدوں میں سے چند جری علی اللہ مرزا جی کو قاسمِ نبوت اور صاحبِ فیض و کرم ثابت کرنے کے لیے اپنے آپ کو پیش کریں کہ ہم مرزا جی کے فیض سے مقامِ نبوت پر پہنچ گئے ہیں، جس طرح کہ مرزا جی نے آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ کر کے کہا کہ اسلام اور نبی اسلام کے حق ہونے کی زندہ دلیل یہ ہے کہ ان کی اتباع سے انسان مقامِ نبوت پر پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ میں اس کی زندہ مثال موجود ہوں، کیونکہ اگر سلسلۂ نبوت کو جاری نہ سمجھیں تو ایک تو خدائے تعالیٰ کی صفتِ کلام کا تعطل لازم آتا ہے، دوسرا یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع سے آدمی خدائے تعالیٰ کے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل نہیں کر سکتا، حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء میں سے کئی نبی ہوئے اور آنحضرت ﷺ تو ان سے افضل ہیں تو کیا ان کے خلفاء میں سے کوئی نبی نہ ہو۔

غرض یہ سب مدعی اور آپ لوگوں میں سے ان جیسے دیگر جو آیندہ پیدا ہوں گے وہ سب انھی ہتھیاروں سے مسلح ہو کر آئے ہیں اور آئیں گے جو مرزا جی نے خود پہنے اور ان کو پہنائے۔ پس آپ کا کوئی حق نہیں کہ اُن ہتھیاروں سے مرزا جی کو سجا دیکھ کر ''جری اللہ في حلل الأنبياء'' مان لیں اور دیگروں کو جو اُسی روپ میں انھی ہتھیاروں سے سجے ہوئے ہیں، کاذب و مفتری اور جعلی و نقلی قرار دیں۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى

آنحضرت ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کی روک کے لیے یہی دو باتیں تھیں کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہے اور آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا دجال و کذاب ہے۔ ختمِ نبوت کی آڑ میں مرزا صاحب نے اپنے دعوے اور استنباطی کھینچ تان کر تبر سے توڑ دی اور بجائے دجال ہو جانے کے نبی برحق بن گئے تو دیگر بے چاروں نے کیا گناہ کیا ہے کہ ان کے سامنے خار دار تار لگا دی گئی ہے کہ وہ دعویٰ نہیں کر سکتے، بلکہ دعویٰ سے دجال و کذاب ہو جاتے ہیں۔ غرض اگر بابِ نبوت مرزا جی کے لیے کھلا ہے تو اُنھی دلائل سے بقول مرزا جی دیگروں کے لیے بھی کھلا ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم مرزا جی کی تو تکذیب سے کافر قرار دیے جائیں اور دیگروں کی تصدیق سے بے ایمان ٹھہریں۔ ایں چہ؟

ہم آپ کو ایک اور طرح بھی سمجھاتے ہیں، شاید آپ کی جماعت میں کچھ سمجھ دار لوگ بھی ہوں، وہ یہ کہ مرزا جی نے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کو جائز رکھا، تو اب جو جو بھی دعویٰ کریں گے وہ تین حال سے خالی نہ ہوں گے یا سب کے سب سچے یا سب کے سب جھوٹے یا بعض سچے، بعض جھوٹے۔ اب دیکھیے آپ لوگوں کی پوزیشن کیا ہے؟ سب کو آپ سچا مانتے نہیں، کیونکہ احمد نور کابلی بے چارہ قادیان میں بیٹھا ہوا دن رات ٹرا رہا ہے اور آپ سنتے نہیں اور عبد اللہ تیما پوری سب سے پہلے روح القدس کے نزول کا مدعی بنا، لیکن آپ نے ایک نہ مانی۔ اسی طرح وہ بے چارہ جو مرزا جی سے عالمِ برزخ سے بھی فیض اٹھا رہا ہے اس کو بھی آپ نہیں مانتے اور آپ سب کے سب کو بھی جھوٹا نہیں مانتے، کیوں کہ آپ مرزا جی کو نبی صادق کہتے ہیں۔ اب باقی رہی تیسری صورت کہ بعض سچے اور بعض جھوٹے سو اس کے لیے آپ سوائے اپنے انکار کے کوئی دلیل پیش نہیں کرتے، کیوں کہ جو دلائل ختمِ نبوت کے تھے اُن کو مرزا جی نہایت کامیابی سے بالکل بے کار کر چکے ہیں، وہ کار آمد نہیں ہو سکتے اور پیش گوئیوں اور الہامات کا غلط استعمال آپ کے موجب تکذیب نہیں ہو سکتا۔ تو اب خدارا فرمائیے کہ آپ کے دین و ایمان اور علم و عقل کا کیا حال؟ دیکھیے! نصوصِ قرآنیہ و حدیثیہ کے چھوڑنے سے آپ کس قدر مشکلات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پھنس گئے، عقل سے بے بہرہ ہو گئے، انصاف سے دور جا پڑے، مرزا جی کو نبی اور دوسروں کو دجال مان کر کافر کے کافر ہی رہے۔ خدا و رسول کی باتوں کے چھوڑنے سے کہیں کے نہ رہے۔

آیئے! توبہ کیجیے! اور سیدھے سادھے مسلمان ہو جایئے، ہر نئے مدعی کو لاکھ کی ایک ہی بات کہہ دیجیے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔ اب آپ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ بموجب صحیح حدیث کے دجال و کذاب ہے۔ بس اس میں آپ کو کوئی مشکل نہیں پڑے گی، کفر آپ کے نزدیک نہیں پھٹکے گا، عقل آپ کی قائم رہے گی، علم آپ کا صحیح رہے گا اور آپ انصاف پر ہو کر ایسے مدعیوں کو ایک ہی حکم سنا سکیں گے، قیامت کے دن رسول اللہ ﷺ کے جھنڈے تلے کھڑے ہو کر شفاعت کے امیدوار ہو سکیں گے، خدا کرے کہ آپ لوگوں کو سمجھ آ جائے۔

تیسری وجہ مرزا جی کے استدلال کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نبوت کا حاصل ہونا دعاؤں اور التجاؤں پر نہیں رکھا، بلکہ وہ خود اپنے انتخاب سے جسے چاہتا رہا ہے، نبی بناتا رہا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو فرمایا:-

وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا۟ أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبُ إِلَّا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ (القصص: ۸٦)

یعنی: ''(اے نبی) تجھے کوئی امید نہیں تھی کہ تجھ پر کتاب نازل کی جائے گی، ہاں صرف خدا کی رحمت سے (اتاری گئی ہے)۔''

یہ آیت سورۂ قصص کی ہے اور اس سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی رسالت محض خدا کے فضل سے بغیر دعا یا سابقہ کوشش کے ملنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس کی شہرت یہاں تک ہو چکی ہے کہ اس کی بابت شعر بھی بن گیا ہے۔

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

نیز یہ آیت ملاحظہ فرمایئے! منکرین کہتے ہیں کہ ہم پیغمبر محمد ﷺ پر ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ ہمیں وہ کچھ نہ ملے جو خدا کے رسولوں کو ملتا رہا ہے، اس کے جواب میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے:-

ٱللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُۥ (الانعام: ۱۲۴)

''خدائے تعالیٰ اپنی رسالت کے موقع کو خوب پہچانتا ہے۔ (کسی آرزو اور خواہش کا اس میں دخل نہیں)۔''

اسی طرح سورت حج میں فرمایا:-

ٱللَّهُ يَصْطَفِى مِنَ ٱلْمَلَٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ ٱلنَّاسِ (الحج: ۷۵)

''خدائے تعالیٰ خود ہی فرشتوں اور انسانوں میں سے رسول منتخب کرتا رہا ہے (اسی کے مطابق اب اس رسول محمد ﷺ کو منتخب کیا ہے)۔''

لطیفہ عجیبہ:

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اپنی اردو تفسیر ''بیان القرآن'' میں اسی آیت : صِرَٰطَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے ضمن میں اس شخص کی بہت زور سے تردید کی ہے جو اس دعا کی بنا پر یہ سمجھے کہ دعا سے عہدۂ نبوت مل جاتا ہے اور جس طرح ہم نے اوپر لکھا ہے کہ نبوت خدا کی بخشش ہے، اسی امر کو ثابت رکھا ہے کہ عہدۂ نبوت خدا کی بخشش ہے۔ کسی کی دعا یا سعی کو اس میں دخل نہیں۔ پھر اس لمبی تقریر میں یہ کلے دو نتیجۂ کلام فرمائے ہیں:-

''پس مقام نبوت کے لیے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصولِ دین سے ناواقف ہو۔'' (جلد اول: ص ۱۰)

ہم مولوی صاحب موصوف کے حرف حرف کی تصدیق و تائید کرتے ہیں، لیکن جہاں مولوی صاحب موصوف نے ایسے مستدل کے علم کا حال لکھتے ہوئے اسے اصولِ دین سے ناواقف قرار دیا ہے، اگر وہاں اس کے ساتھ کم از کم اس شخص کے دین و ایمان کا حال بھی لکھ دیتے ہیں کہ وہ اس دین سے بے بہرہ اور ضال و مضل ہے تو حق پورا ہو جاتا۔

اس کے بعد ہم مولوی محمد علی صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ زید اپنی کتاب میں یوں لکھتا ہے:-

''آیت: أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفّٰی غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّٰی غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ براہ راست بند ہے اس لیے ماننا پڑتا ہے کہ اس امت کے لیے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔'' (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

ایسے شخص کے عقائد اور اس کے ملکۂ قرآن فہمی اور اصول دین سے اس کی واقفیت کی بابت آپ کیا فرماتے ہیں؟

* * * * *

تعزیرات پاکستان [illegible] کی تعریف

سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ کے تاریخی فیصلہ ظہیر الدین بنام سرکار (1993 SCMR 1718) کی رو سے کوئی قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتا اور نہ ہی اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ اس کے باوجود قادیانی آئین، قانون اور اعلیٰ عدالتی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہلواتے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے، گستاخانہ لٹریچر تقسیم کرتے، شعائر اسلامی کا تمسخر اڑاتے اور اسلامی مقدس شخصیات و مقامات کی توہین کرتے ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ قادیانیوں کی ان آئین شکن، خلاف قانون اور انتہائی اشتعال انگیز سرگرمیوں پر قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت اور خاموشی اختیار کیے ہوئے ہیں جس سے بعض اوقات لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال خراب ہو جاتی ہے۔ حکومت اگر پارلیمنٹ اور قانون کی بالا دستی پر یقین رکھتی ہے تو وہ قادیانیوں کو آئین، قانون اور عدالتی فیصلوں کا پابند کرے تاکہ کہیں کوئی لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال خراب نہ ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان

مرزا قادیانی کا مباہلہ

مرزا غلام احمد آنجہانی پروپیگنڈے کے فن سے پوری طرح آشنا تھے۔ اس فن کے اسرار و رموز ان پر پوری طرح واشگاف تھے۔ حصول مقصد کی خاطر وہ ایسے تمام طریقے روبہ عمل لانے کی صلاحیت رکھتے تھے جن سے ادنیٰ فائدے کی بھی توقع ہو۔ وہ جانتے تھے کہ اس برصغیر کی امت مسلمہ پر صوفیاء کا کس قدر اثر ہے۔ اور صوفیاء کی زبان سے نکلی ہوئی بات پر عوام کس طرح بلا چون و چرا عمل کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنی دکان چکانے کے لیے انہوں نے دیگر ذرائع کے ساتھ ساتھ ماضی قریب کے ان بزرگ افراد کو بھی استعمال کیا جنہیں عوام کا کوئی نہ کوئی طبقہ معتبر خیال کرتا ہو۔ انہوں نے امیر المومنین حضرت سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ کو اپنا مبشر قرار دیا۔ انہوں نے نعمت اللہ شاہ ولی کی پیش گوئی (خدا معلوم اس پیش گوئی کی حقیقت کیا ہے تاہم اگر یہ حقیقت تھی تو اس میں احمد کا ذکر ہے، غلام احمد کا نہیں) کو اپنے حق میں قرار دیا۔ انھوں نے صوبہ سرحد کے ایک نامور بزرگ حضرت سید امیر رحمہ اللہ آف کوٹھہ ضلع مردان (جو تحریک مجاہدین کے ایک نامور فرد سید احمدؒ کے مرید اور مولانا عبد اللہ غزنویؒ و مولانا غلام رسولؒ قلعہ والے کے پیر تھے) کے متعلق مشہور کیا کہ انھوں نے میری آمد کی خبر دی ہے۔ اسی طرح انہوں نے حضرت عارف باللہ مولانا عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کو بھی اپنی مطلب براری کے لیے استعمال کرنا چاہا اور مرزا صاحب قادیانی نے روایت گھڑی کہ عبد اللہ صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ قادیان سے نور ظاہر ہوا لیکن میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔

مرزا صاحب کی چال یہ تھی کہ اس طرح غزنوی اور اس سے عقیدت رکھنے والے اہل حدیث یا دیگر افراد میری مخالفت سے باز آ جائیں اور میری اطاعت کر لیں۔ وہ جانتے تھے کہ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ (جو مرزا صاحب کے شدید ترین مخالف تھے اور جن کا ماہنامہ اشاعۃ السنہ ان کی تردید کے لیے وقف تھا) مولانا عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ کا کس درجہ احترام کرتے تھے۔ غزنوی صاحب کی زبان سے بشارت پیش کر کے نہ صرف بٹالوی صاحب کو بزعم مرزا صاحب راہ راست پر لایا جا سکتا تھا بلکہ دیگر غزنوی علماء بھی حلقہ بگوش قادیانیت ہو جائیں گے، لیکن مولانا عبد اللہ غزنوی رحمہ اللہ نے ایسی کوئی بات نہ فرمائی تھی۔ علماء کو علم تھا کہ مرزا صاحب کے دوسرے جھوٹے دعاوی کی طرح یہ بھی پروپیگنڈے کا ایک حربہ ہے اس لیے وہ مرزا صاحب کے دام میں نہ پھنسے۔

مرزا صاحب قادیانی پر اولین متفقہ فتویٰ تکفیر (جس کے مجیب حضرت شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور مرتب شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ تھے اور جو ماہنامہ اشاعۃ السنہ میں طبع ہوا تھا، اس) کے تائید کنندگان میں دیگر بہت سے علماء کی طرح غزنوی علماء بھی شامل تھے۔ مولانا عبد الجبار غزنویؒ، مولانا عبد الواحد غزنویؒ، مولانا عبد الحق غزنوی "ان بزرگوں میں نمایاں ہیں۔ مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ تو اس فتویٰ تکفیر سے پہلے ہی میدان میں آ گئے تھے جیسا کہ اس خط و کتابت سے ظاہر ہوتا ہے جو شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ اور مرزا صاحب کے درمیان ابتداء ہوئی تھی جس میں مولانا بٹالوی نے مرزا قادیانی کو مباحثے کی دعوت دی تھی اور مرزا صاحب نے کہا تھا کہ مجمع بحث میں مولانا عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کا ہونا بھی ضروری ہے۔ ان تین بزرگوں کے اسماء گرامی اس فہرست میں بھی موجود ہیں جو مرزا صاحب قادیانی کے اشتہار مباہلہ کے مخاطبین تھے اور جن میں سرفہرست حضرت سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ تھے۔ یہ اشتہار اس وقت منظر عام پر آیا تھا جب ایک غزنوی عالم مولانا عبد الحقؒ کی طرف سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مباہلے کے چیلنج کا معاملہ چل رہا تھا، اسی لیے شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:-

"صوفی عبد الحق غزنویؒ و مولوی غلام دستگیر قصوریؒ مباہلہ کو تیار ہیں ان سے مباہلہ کیوں نہیں کرتے۔ اس کی وجہ معقول بیان کریں تو بدرجہ سوم میں مباہلہ کو حاضر ہوں۔" (ماہنامہ اشاعۃ السنہ، جلد ۱۸، نمبر ۳ ص ۸۶)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی زندگی میں بہت سے لوگوں کو مباہلوں کے چیلنج دیئے تھے۔ یہ دراصل ان کا مباحثہ و مناظرہ سے فرار کا ایک طریق تھا۔ وہ مباہلے کو اس طرح شروط سے مقید کر دیتے کہ بعض دفعہ اس کا عملی پہلو بعید از عقل ہو جاتا۔ پھر بھی اگر کوئی میدان میں آ وارد ہوتا تو آپ مختلف حیلوں بہانوں سے بات ٹال دیتے، شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو بھی مباہلے کا چیلنج تھا جو انہوں نے منظور کر لیا تھا۔ پھر مرزا صاحب قادیانی کی درخواست پر یہ کچھ دنوں کے لیے موخر ہوا۔ پھر جب وہ گویا ہوئے تو اس میں سے مباہلے کا لفظ ہی غائب تھا اور صرف خدا کی بارگاہ میں یک طرفہ دعا تک محدود ہو گیا۔ یہ یک طرفہ دعا مرزا صاحب قادیانی کے آخری فیصلے والے اشتہار میں درج ہے جس کے تحت وہ سچے کی زندگی میں جھوٹے کی حیثیت سے فوت ہو گئے۔ گویا آغاز مباہلہ سے کیا اور انجام آمنے سامنے آنے کی بجائے قادیان کے کسی گوشے میں بیٹھ کر دعا کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت میں ظاہر ہوا۔ اس طرح شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مناظرہ اور مباحثہ کے میدانوں میں تنگ آ کر مباہلے کا ڈول ڈالا۔ امرتسر مقام متعین ہوا لیکن پھر فرار ہو گئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸ء کے عرصہ میں حقیقتاً ایک ہی مباہلہ کیا جس میں ان کے مد مقابل ایک غزنوی درویش مولانا عبد الحقؒ تھے۔ گویا ایک غزنوی عالم کو مرزا صاحب قادیانی کے جھوٹے ہونے پر مہر لگانے کی لازوال سعادت حاصل ہے۔ یہ واحد مباہلہ امرتسر میں وقوع پذیر ہوا۔ مرزا غلام احمد اور مولانا عبد الحق غزنویؒ آمنے سامنے ہوئے اور مباہلے کے طریق و قواعد کے مطابق بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ اس مباہلے کی تاریخ کے تعین کے لیے غزنوی صاحب اور مرزا قادیانی کے درمیان جو خط و کتابت ہوئی، مولانا عبد الحق رحمہ اللہ نے اسے اشتہار کی شکل میں شائع کر کے محفوظ کر دیا، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب تاریخ مرزا میں شامل کر دیا ہے۔ اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"اطلاع عام برائے اہل اسلام

از مولوی صوفی عبد الحق مباہل مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنے کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کیے ہیں مجھ سے مباہلہ کر، مگر چونکہ خاص کر ان دنوں میں وہ پادریوں کے مقابلہ میں اسلام کی جنگ لڑتا ہے (ان دنوں مرزا صاحب، عبد اللہ آتھم عیسائی سے مناظرہ کر رہے تھے) تو اس موقع پر میں نے اور ہمارے بھائی مسلمانوں نے یہ مناسب سمجھا کہ مرزا سے اس موقع پر مباہلہ یا مباحثہ یا کسی اور قسم کی چھیڑ چھاڑ نہ کی جاوے تاکہ وہ پادریوں کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جاوے لہٰذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۷ ذی قعد ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے مگر تاریخ تبدیل کر دو۔ وہ خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم، مرزا غلام احمد قادیانی۔ السلام علی من اتبع الہدیٰ۔

چونکہ آپ آج کل اسلام کی طرف سے مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو اور اہل اسلام کی مدد میں ہو، لہٰذا اس موقع پر کسی مسلمان کو آپ پر حملہ کرنا یا آپ کے ساتھ مقابلہ یا مباہلہ میں پیش آنا نہایت نامناسب اور بہت ہی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ اور اس امر کی عقل اور عرف اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی ذلت اور بدنامی ہے۔ لہٰذا یہ تاریخ مقررہ آپ کی بے موقعہ ہے اس تاریخ کا بدلنا ضروری ہے۔

ہم کو مباہلہ کرنا آپ سے بدل و جان منظور ہے۔ رسالہ موسوم بہ، سچائی کا اظہار، میں آپ لکھتے ہیں کہ عنقریب ایک جلسہ مباحثہ علمائے لاہور سے ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے اس لیے ضروری ہے کہ مباہلہ اس مباحثہ کے بعد ہو جب کہ آپ اسلام کے مقابلہ پر ہوں۔ نیز آپ کا لیکچر اس موقع پر ہمیں بالکل منظور نہیں کیونکہ جب آپ اپنی صفائی ظاہر کریں گے پھر تو مباحثہ ہوا نہ مباہلہ، یہ بحثوں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں مقابلہ میں فقط فریقین یہی دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے۔ فقط۔

اس کا جواب بدست حاملان رقعہ ہذا بھیج دیں۔

راقم: عبد الحق بقلم خود ۷ ذی قعد ۱۳۱۰ھ"

(اس کے بعد مولانا غزنوی لکھتے ہیں) میرے خط کا جواب جو مرزا قادیانی نے بھیجا وہ بھی بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ از طرف عاجز عبد اللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ

میاں عبد الحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں مجھ کو قطعی طور پر کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کے لیے دو ہی غرضیں تھیں۔ ایک عیسائیوں سے مباحثہ، اور دوسرا آپ سے مباہلہ۔ میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لیے مع قبائل کے آیا ہوں۔ اور جماعت کثیر دوستوں کی جو میرے ساتھ کا ٹھہرائی گئی ہے ساتھ لایا ہوں۔ اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں۔ اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔ اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔ میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عید گاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے و لا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع و البصر و الفواد کل اولٰئک کان عنہ مسئولا۔

یہ بھی واضح رہے کہ میں ۱۵ جون (۱۸۹۳ء) کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت مولوی نور دین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لیے جاویں گے۔ ہاں یہ مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں۔ صرف یہ دعا ہوگی:-

"میں مسلمان اور اللہ رسول کا تبع ہوں اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔"

اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہوگی کہ:

"یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب دجال مفتری ہے اور اگر میں اس بات پر جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔"

اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں جو آپ تقویٰ کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جائے وہی لکھ دونگا۔ مگر اب ہرگز ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہیں ہوگی۔ لعنت اللہ علی من تخلف منا و ما حضر فی ذلک التاریخ و الیوم و الوقت و السلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ خاکسار غلام احمد از امرتسر ہفتم ذی قعد ۱۳۱۰ھ"

(مولانا غزنویؒ لکھتے ہیں) غرض یہ کہ اب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں کیونکہ میں نے تاریخ کا بدلنا تو اس سبب سے چاہا تھا کہ اگرچہ میں اور دیگر مسلمان مرزا کو کیسا ہی گمراہ سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو ہم سب کو بجائے بد دعا کے دعا اور مدد دینی چاہیے، مگر مرزا نے وہ تاریخ یعنی دہم ذی قعد نہیں بدلی۔ اب میں بھی اس وقت معین پر کہ دہم، ذی قعد ۱۳۱۰ھ بوقت دو بجے دن کے اپنا حاضر ہونا مباہلہ کے واسطے مقام مباہلہ میں فرض سمجھتا ہوں اور وہاں جاکر لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی طرفین سے مطلق نہ ہوگا جیسا کہ اس نے اپنے خط میں وعدہ کرلیا ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔ مقام عیدگاہ میں مباہلہ اس طریق پر بدیں الفاظ ہوگا۔

میں یعنی عبدالحق تین بار بآواز بلند کہوں گا:-

''یا اللہ ! میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری، محرف کلام اللہ و احادیث رسول اللہ سمجھتا ہوں۔ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔''

مرزا تین دفعہ بآواز بلند کہے:-

''یا اللہ ! اگر میں ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری، محرف کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ہوں، تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔''

بعدہ رو بقبلہ ہو کر دیر تک ابتہال و عاجزی کریں گے کہ یا اللہ جھوٹے کو رسوا کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں گے۔

المشتہر: عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب مورخہ ۸ ذی قعد ۱۳۱۰ھ مطابق جون ۱۸۹۳ء

اس اشتہار کے مطابق عیدگاہ امرتسر میں دونوں صاحبوں کا مباہلہ ہوا، اور دونوں فریق امن و امان سے واپس آگئے۔ (اور پھر مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں مولانا عبدالحق غزنوی ؒ کی زندگی میں ذلیل و خوار ہوکر چل بسے جب کہ مولانا عبدالحق غزنوی ؒ کی وفات ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو ہوئی)۔

مباہلے کے بعد مرزا صاحب قادیانی نے پروپیگنڈہ مہم تیز تر کردی۔ مثلاً ایک واقعہ یوں ہے کہ اس مباہلے سے قبل مولانا عبدالصمد غزنوی ؒ فوت ہو گئے تھے، مولانا عبدالحق غزنوی ؒ نے بعد مباہلہ ان کی بیوہ سے شادی کرلی۔ اس سنت کو مرزا صاحب قادیانی نے یوں ہدف تنقید بنایا:-

''تم اپنے نکاح کو انعام الٰہی سمجھتے ہو۔ تمہارا بھائی فوت ہوگیا اور اس کی فرسودہ رانڈ تمہارے نکاح میں آئی۔ تمام عمر باکرہ نصیب نہ ہوئی۔ یہ کیا نعمت ہوئی۔ اولاد کے لیے دن رات ہمت کرتے رہو۔ مردہ لڑکی بھی پیدا ہوئی تو کہنا۔'' (منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۵ ص ۱۵۶)

مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹ بولنے میں کوئی دریغ نہ تھا، مولانا عبدالحق غزنوی ؒ کی اس سے قبل دو شادیاں ہوچکی تھیں اور وہ دونوں کنواری تھیں لیکن مرزا صاحب کو تو بات بنانا تھی، بنادی۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ پر فرماتے ہیں:-

''عبدالحق نے اشتہار دیا تھا کہ اس کے گھر لڑکا پیدا ہوگا۔ وہ لڑکا کہاں گیا۔ کیا اندر ہی اندر پیٹ میں تحلیل ہوگیا یا پھر رجعت قہقری کرکے نطفہ بن گیا۔''

لیکن طویل تلاش و جستجو کے باوجود مرزا صاحب یا مرزائی کوئی ایسا اشتہار یا تحریر پیش نہیں کرسکے جس میں مولانا عبدالحق غزنوی صاحب نے اس مباہلے کے بعد اپنے ہاں کسی لڑکے کی ولادت کی پیش گوئی کی ہو۔ یہ مرزا صاحب قادیانی کا سفید جھوٹ تھا۔ اس قسم کی پیش گوئیاں تو ان کا اپنا من پسند موضوع تھا۔

اس مباہلے کے نتیجے کے بارے میں مرزا صاحب قادیانی اپنی کامیابی یوں فرماتے ہیں:-

''تم سے جو ہم نے مباہلہ کیا تو چار باتیں ہمارے حق میں ظاہر ہوئیں جن سے ہماری عزت ثابت ہوئی اور تمہاری ذلت۔ ہمارے لیے رمضان کے مہینے میں کسوف و خسوف جمع ہوئے ہمارا لڑکا بیمار تھا وہ اچھا ہوا عبداللہ آتھم کے متعلق ہماری پیش گوئی سچی نکلی۔ ہماری عربی کتابوں کا کسی نے جواب نہ لکھا۔''

پھر مزید لاف زنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اگر کوئی منصف قسم کھا کے کہہ دے کہ ان باتوں سے ہماری عزت اور تمہاری ذلت نہیں ہوئی تو ہم تم کو ۵۰۰ روپیہ انعام دیں گے ہم شیخ (مولانا) محمد حسین کو منصف کرکے روپیہ جمع کرادیتے ہیں۔''

اور جانتے ہیں کہ پھر کیا ہوا؟ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ نے فرمایا کہ لاؤ پانچ سو روپیہ میں قسم کھاتا ہوں کہ ان باتوں سے تمہارا مدعا ثابت نہیں ہوتا (دیکھو اشاعۃ السنہ جلد ۱۶ نمبر ۵ ص ۱۵۹) اور پھر مرزا صاحب قادیانی خاموش ہوگئے۔

یہاں جن باتوں کو مرزا قادیانی نے اپنی عزت کا نشان قرار دیا ہے وہ غلط ہیں۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق آپ نے پیش گوئی کی تھی کہ وہ فلاں تاریخ تک مرجائے گا اس دوران اس پر کئی حملے بھی ہوئے لیکن وہ بچ گیا۔ اور تاریخ مقررہ کے بعد اس کے حامیوں نے اس کے جلوس نکالے۔ جلسے کیے۔ اشتہارات دیئے کہ جس کی موت کی پیش گوئی تم کرتے تھے وہ تو زندہ پھر رہا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے بات بنائی کہ وہ دل میں ڈر گیا تھا اس لیے عذاب ٹل گیا، لیکن بہرحال اس کی زندگی تو مرزا صاحب کو تسلیم تھی۔ پھر وہ اپنی طبعی موت سے بعد تاریخ مقررہ فوت ہوا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کی موت کو اس تحریر میں دوبارہ اپنی صداقت کا نشان قرار دے دیا۔

کسوف و خسوف پر انہی دنوں علماء اسلام نے بحث کرکے مرزا کے دعووں کے تار و پود بکھیر دیئے تھے۔ دراصل مرزا غلام احمد صاحب کا طریق یہ تھا کہ کہیں کوئی زلزلہ آئے، کوئی بھونچال آجائے، کوئی وبا پھیل جائے، گرہن لگ جائے، وہ جھٹ سے اسے نبوت کا اشتہار بنالیتے تھے۔

رہا عربی کتابوں کے جواب کی بات، تو ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کتابوں میں تھا ہی کیا، جو کوئی جواب دیتا۔ نہ ان کی عبارات درست تھیں نہ صرف ونحو کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ نہ انشا پردازی کے اصولوں کا تتبع تھا۔ اس کے باوجود مرزا صاحب کو دعویٰ تھا کہ یہ لاجواب ہیں۔ علماء نے کہا کہ یہ کتابیں اس لحاظ سے واقعی لاجواب ہیں کہ ان میں ایسی ایسی غلطیاں پائی جاتی ہیں جو مبتدی طلباء کی عربی عبارت میں بھی نہ پائی جاتی ہوں۔ علماء نے ایسی اغلاط کی نشان دہی کر کے شائع کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ دراصل کتابت کی اغلاط ہیں۔ شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے کہا کہ پھر میدان مباحثہ میں آؤ ہم ثابت کریں گے کہ یہ کتابت کی اغلاط نہیں بلکہ مصنف کی غلطیاں ہیں۔ لیکن مرزا صاحب کچی گولیاں تو نہ کھیلے ہوئے تھے کہ میدان میں آجاتے۔

مرزا صاحب قادیانی خود عربی نہیں لکھ سکتے تھے بلکہ حکیم نور دین یا پھر مولوی محمد سعید طرابلسی سے لکھواتے تھے اس بات کی نشان دہی علماء نے کر دی تھی مثلاً مولانا غنیمت حسین نے ''ابطال اعجاز مرزا'' کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:-

''مرزا صاحب نے اس (عربی) قصیدہ کو مبلغ پانچ سو روپیہ اجرت دے کر ایک طرابلسی عرب سے لکھوایا ہے وہ عرب عرصہ تک حیدرآباد دکن میں تھا۔''

اس کی تائید ترجمہ کی اغلاط سے بھی ہوتی ہے کیونکہ عربی اشعار کے ساتھ جو اردو ترجمہ دیا گیا ہے اکثر جگہ دونوں عبارات میں فرق ہے اگر اردو و عربی ترجمہ کا لکھنے والا ایک ہی فرد ہو تو ایسا ہونا مشکل ہوگا۔

مصر کے مشہور شاعر صادق رافعی رحمہ اللہ صاحب دیوان و صاحب تاریخ آداب العرب نے مرزا قادیانی کے اس قصیدہ اعجازیہ (عربی) کے بارے میں ایک نظم لکھی جو اس کے دیوان میں موجود ہے اس کے ایک شعر کا ترجمہ یوں ہے:-

''وائے اے سرزمین ہند اور اس کا مسیح۔ ہمیشہ تیرے گھر میں بت ہی رہتے ہیں۔''

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے رسالہ میں ایم، ای، آر، رعنا نامی کسی کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انھوں نے مرزا صاحب قادیانی کو ان کی عربی کتابوں کے مصنف ہونے سے انکار کیا اور ساتھ ہی چیلنج کیا کہ وہ کسی مجلس میں آئیں، وہاں ہم کچھ مواد اردو زبان کا انھیں دیں گے اور وہ وہاں بیٹھ کر اس کا عربی ترجمہ کر دیں تو ہم ان کا دعویٰ تسلیم کر لیں گے لیکن مرزا غلام احمد صاحب اپنی عربی دانی کا ثبوت دینے کی خاطر میدان میں تشریف نہ لائے۔

ان حالات میں مرزا صاحب قادیانی کا یہ فرمان کہ میری کتابوں (عربی) کا جواب نہ دیا جانا میرے لیے باعث عزت ہے، قطعاً غلط ہے کیوں کہ ایک تو جواب دیا گیا جیسا کہ قصیدہ اعجازیہ کا جواب اورینٹل کالج لاہور کے ایک پروفیسر نے قصیدہ رائیہ کے نام سے دیا۔ پھر لوگوں نے مرزا صاحب کی عربی انشا پردازی کی اغلاط نکالیں اور ان کی عربی دانی کا بھرم کھول کر رکھ دیا۔ شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری '' نے بھی ان کی عربی اغلاط کی نشان دہی کی تھی اور شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے بھی۔

بہر حال اس مباہلے کے متعلق یہ تو مرزا صاحب کا دعویٰ تھا، اب آیئے دوسری جانب۔ مولانا عبد الحق غزنویؒ نے ایک اشتہار شائع کیا جس کے آغاز میں فبھت الذی کفر لکھنے کے بعد یہ عربی شعر درج تھا

كذبت و الله في دعوى نبوتك
تبت يداك ستصلى في غد سقرا

یعنی: ''بخدا تو نے اے قادیانی دعویٰ نبوت میں جھوٹ بولا ہے تیرے ہاتھ ٹوٹ پڑیں، تو شتاب دوزخ میں داخل ہوگا۔''

اس کے بعد لکھا ہے:-

''کیوں مرزا جی! مباہلہ کی لعنت اچھی طرح پڑ گئی یا کچھ کسر ہے۔ منہ اچھا کالا ہوا، یا کچھ فرق ہے۔ پھر بھی الہام و مسیحائی کا لاف و گزاف مارو گے، یا خاتمہ ہے بے شرمی کا۔ آپ تو مسیح موعود، مجدد وقت، مہدی منتظر تھے۔ آپ کا دعویٰ والہام پیش گوئیاں ایسی جھوٹی و بکواس نکلیں تو تیری امت کا کیا ٹھکانہ ہے۔ آپ کا الہام کیوں فیل ہوگیا۔ آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل پر ہوگا وہ ذلیل وخوار ہوگا، وہ سچ نکلا یا جھوٹ۔ آپ نے جو مولوی عبد الجبارؒ صاحب کی طرف خط بھیجا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، اب بھی وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا۔ کیوں مرزا جی پنڈتوں اور جوتشیوں اور برہمنوں کے بھی تو کبھی پیش گوئیاں سچی نکلتی ہیں آپ کے الہامات کیوں سب کے سب جھوٹ اور غلط نکلتے ہیں۔'' (منقول از ماہنامہ اشاعۃ السنہ ج ۱۶ نمبر ۱ ص ۱۳)

مولانا عبد الحق غزنویؒ کا اشارہ اس ذلت کی طرف تھا جو مرزا صاحب کو بوجہ پیش گوئیاں بابت عبد اللہ آتھم کے غلط ہونے کے پورے ملک میں تمسخر و استہزاء کا ہدف بن کر اٹھانا پڑی تھی اور اپنی عربی کتابوں کے باعث حلقہ علماء و حلقہ ثقات اپنی علمیت کا بھانڈا پھوٹنے کے باعث ذلیل وخوار ہونا پڑا تھا۔

اب ہم مباہلے کے موضوع پر ایک آخری بات بیان کرتے ہیں اڈیٹر الحکم قادیان نے مرزا صاحب کا ایک قول نقل کیا ہے، سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

اس پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھتے ہیں:-

''بتلاؤ! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے صوفی عبد الحق غزنویؒ سے جو مباہلہ کیا اور (عبد الحق کی زندگی میں) فوت ہوئے تو کیا ہوئے؟ لطف یہ کہ سوائے صوفی صاحب کے کسی اور سے مرزا صاحب کا مباہلہ ہوا ہی نہیں۔ اصل مباہلہ میدان عید گاہ میں صرف انہی سے ہوا جس کا نتیجہ وہی ہوا جو مرزا صاحب کے درج بالا قول میں مذکور ہے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ابو عمار سلیم

میں کیسے تمہیں نبی مان لوں !

خاصی پرانی، گئے دنوں کی بات ہے کہ ہمارے ایک دوست تھے جن سے ہماری کافی گاڑھی چھنتی تھی۔ وہ تھے تو قادیانی مگر ہمیں معلوم نہیں تھا۔ اب تو وہ آنجہانی ہوگئے جس کا مجھے بہت افسوس ہے کہ وہ ہدایت پائے بغیر ہی حالت کفر میں مر گئے۔ ان کے مذہبی لگاؤ سے صرف نظر وہ بڑے ہی نفیس آدمی تھے۔ دوستوں کے دوست اور پکا ساتھ نبھانے والے۔ شعر و ادب کا انتہائی اعلیٰ ذوق بھی تھا۔ خود بھی شعر کہتے مگر کم اور اساتذہ کے علاوہ ہم عصر شعراء کے کلام انھیں نہ صرف ازبر تھے بلکہ اس قدر بذلہ سنجی سے برمحل استعمال کرتے کہ طبیعت پھڑک اٹھتی۔ ہماری دوستی کے بندھنوں میں گو کہ اور بھی بہت ساری چیزیں مشترک تھیں مگر حس لطیف کا یہ لگاؤ ہم دونوں کے درمیان سب سے مظبوط رشتہ تھا۔ ہم لوگ ہم جماعت بھی تھے اور اسٹڈی پارٹنر بھی۔ سو نتیجے کے طور پر چوبیس گھنٹوں میں شاید صرف آرام کرنے کے وقت ہم ایک دوسرے سے الگ ہوتے۔ ایک ساتھ کالج جانا، ایک ہی ڈیسک پر بیٹھنا اس پر مستزاد تھا۔ لیکن ہماری گفتگو کبھی بھی مذہبی بنیادوں یا نظریات پر نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی اور پھر یہ کہ شاید یہ لوگ بہت محتاط ہوتے ہیں اور مذہبی معاملات میں دیکھ بھال کر قدم اٹھانے والے ہوتے ہیں۔ یہ بات ۱۹۷۰ء کی ہے جب ہماری دوستی کا آغاز ہوا تھا۔ اس وقت آتش نہ صرف جوان بلکہ کافی اوٹ پٹانگ بھی ہوتا تھا۔ مذہب کے حوالہ سے دیکھیں تو نماز اور روزے سے زیادہ اسلام سے اور کوئی عملی لگاؤ نہ تھا۔ اس لیے ہمارے درمیان نہ کبھی نظریہ اور اعتقاد پر بات چیت ہوئی نہ بحث کا کوئی سوال اٹھتا تھا۔ ہاں میں اس وقت بھی پڑھنے کا شوقین تھا اور سمجھ میں آئے یا نہ آئے موٹی موٹی اوق کتابیں پڑھنے کا بڑا جنون ہوا کرتا تھا۔ ان دنوں میں نے ''تاریخ ابن خلدون''، ''حجۃ اللہ البالغۃ''، ''کشف المحجوب''، مجدد الف ثانی ﷫ کے مکتوبات، ''غنیۃ الطالبین'' کے علاوہ حضرت امام غزالی ﷫ وغیرہم کو پڑھ رکھا تھا۔ ذہن میں اسلام، اس کی حقانیت یقیناً واضح تھی مگر طبیعت کی لا ابالی پن نے عقیدہ کو مظبوط نہیں بنایا تھا۔ اور پھر ہمارے دوست نے کبھی عقیدہ پر بات نہیں کی تھی اس لیے ہم انھیں اپنے جیسا ہی سمجھتے رہے اور نہ سمجھنے کی کوئی وجہ بھی نہیں تھی اس لیے کہ وہ ہمارے ساتھ ہی جمعہ کی نماز پڑھنے مسجد میں جاتے۔ روزے بھی ہم ایک ساتھ رکھتے۔ بقیہ تمام شعائر اسلامی میں ہم ایک جیسے تھے مگر موصوف کو کبھی کبھی مے ناب سے شغف کا شرف ہوا کرتا تھا جس سے میں ان سے کافی چڑتا تھا مگر آخر کار وہ ہمیں منا ہی لیتے تھے اور میں ان کی غلطی معاف کر دیا کرتا تھا۔

الغرض ہم اپنے دوست کو اپنے جیسا ہی سنی العقیدہ مسلمان سمجھا کرتے تھے۔ پھر جب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کے دور میں خوب واویلا ہوا اور مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا تو ایک دن وہ بڑے دکھ بھرے انداز سے بولے کہ ''یار ہم پاکستانی کیسے لوگ ہیں کہ جو بے ایمانیاں کرتے پھرتے ہیں، ملاوٹ کرتے ہیں، دودھ میں پانی ملاتے ہیں، کم تولتے ہیں، دھوکہ دہی میں ملوث ہیں، انھیں ہم کچھ نہیں کہتے اور برداشت کیے جا رہے ہیں لیکن قادیانیوں کو اسلام سے خارج کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگائے دے رہے ہیں۔ بقیہ فرقوں کی طرح یہ بھی تو ایک اسلامی فرقہ ہے پھر اتنی منافرت کیوں؟'' ان کی طرف سے قادیانیوں کے حق میں یہ جملہ کچھ عجیب تو لگا مگر فوری طور پر کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیوں۔ چونکہ قادیانیوں کے مذہبی بنیادوں کے بارے میں کوئی خاطر خواہ علم نہیں تھا اس لیے ان کے اس دکھ بھرے لہجے نے کافی متاثر کیا۔ اور اس قومی اور حکومتی حرکت میں اپنی ہی غلطی نظر آئی اس لیے اس بحث میں پڑنے سے اجتناب کیا۔ مگر ان کا یہ سوال کئی دنوں تک میرے دل و دماغ میں ابال پیدا کیے رہا۔ اسی کیفیت کے زیر اثر ایک بہت دھواں دھار قسم کا مضمون معاشی اور سماجی برائیوں کے بارے میں لکھنے کا جذبہ پیدا ہوا اور ہم نے کئی صفحات پر مبنی ایک بہت جذباتی قسم کی تحریر اپنے نوشتہ کے رجسٹر میں لکھ بھی ڈالی۔

پھر کچھ ہی دنوں میں ہم اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر الگ الگ جگہوں پر چلے گئے اور ان کے ساتھ رابطہ برائے نام رہ گیا۔ ایک دن ایک مشترکہ دوست نے بتایا کہ موصوف قادیانی تھے۔ مجھے یقین نہیں آیا مگر اس خبر نے کئی دنوں تک مجھے الجھن میں ڈالے رکھا اور پھر دیگر دوستوں سے بھی رابطہ کرنے پر خبر سچ ثابت ہوئی۔ اپنے اوپر بہت غصہ بھی آیا کہ میں اتنا نادان تھا کہ اس کا سب سے قریبی دوست ہونے کے باوجود بھی انجان رہا۔ بہر حال اسی دکھ کی کیفیت میں قادیانیت کے بارے میں کچھ جان لینے کی تحریک پیدا ہوئی اور میں کتابیں کھنگالنے لگ گیا۔ تاکہ اپنے علم کے اس تاریک گوشے کو کچھ روشن کرلوں۔ اجمالی طور پر یہ تو معلوم تھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ لوگ ہمارے دین سے الگ ہیں اور انہوں نے اپنا ایک پیغمبر بنا لیا ہے اور خاتم النبیین کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اس کی نبوت پر مہر لگی ہوئی ہے اس لیے وہ ایک نبی ہے اور حضور ﷺ کی شریعت کا پابند ہے۔ یوں مجموعی طور پر اپنی کم علمی کی بنا پر میں انھیں ایک شدید بدعتی فرقہ کے طور پر جانتا تھا اور معاشرہ میں ہم جیسے دیگر بدعتیوں کو برداشت کرتے چلے آتے ہیں اسی طرح سمجھتا تھا کہ ان کو بھی برداشت کرنا چاہیے اور بس۔ نوکری کی بندشوں، مصروفیات اور اپنے گھر اور بڑوں سے دور ہونے کے باعث کوئی ہدایت بھی میسر نہیں تھی۔ تعیناتی ایسی جگہوں پر ہوا کرتی جہاں کتابیں اور لائبریریاں تو دور کی بات ہے، بات کرنے کو آدمی بھی نہیں دستیاب ہوتا۔ اس تناظر میں کافی عرصہ گذر گیا اور میں اپنی معلومات میں کوئی خاطر خواہ اضافہ نہ کر سکا۔ تاہم بہت سارے سوالات ذہن میں گردش کرتے رہے جن کا کوئی تسلی بخش جواب میرے پاس نہیں ہوتا۔

میری الجھنوں میں سب سے بڑی الجھن یہ ہوا کرتی کہ جب قرآن مجید صاف لفظوں میں حضور نبی اکرم ﷺ کو خاتم النبیین بتا رہا ہے تو کوئی اور کیسے اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ اور اگر کسی نے ایسا بے ہودہ دعویٰ کر بھی دیا تو ہماری تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں نے کبھی ایسے کسی شخص کو گوارا نہیں کیا اور اسے کیفر کردار تک پہنچایا۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی کے بشمول پوری تاریخ میں ہر ادعائے نبوت کو ختم کر دیا گیا۔ مگر یہ کیسا آدمی ہے کہ اس کو مسلمانوں نے برداشت کیا ہوا ہے۔ اگر یہ جھوٹا ہے تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ کوئی غازی علم الدین شہید رحمہ اللہ اس کو ٹھکانے لگا دیتا۔ سو برس سے اس کی جھوٹی تحریک چل رہی ہے لیکن اس کے عقائد کے باطل ہونے کا عوام الناس کو زیادہ علم ہی نہیں۔ یہ بھی سنا کہ یہ لوگ قرآن شریف کے اوپر بھی ایمان رکھتے ہیں اور احادیث مبارکہ کا بھی بطلان نہیں کرتے تو پھر ان کو مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ کیوں تسلیم نہیں کیا جاتا؟ الغرض قادیانیوں کے بارے میں میری تمام معلومات سنی سنائی باتوں تک محدود تھیں۔ مگر پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری الجھنوں سے نکلنے کا راستہ بنایا اور مجھے رد قادیانیت کے موضوع پر ایک کتاب ملی۔ اس کو پڑھنے کے بعد کچھ علم میں اضافہ ہوا اور پھر یکے بعد دیگرے کئی ایک کتابیں اور رسائل پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ان تمام چیزوں کو پڑھنے کے بعد جو نقشہ مرزا قادیانی کا ذہن میں ابھرا وہ ایک جھوٹے اور مطلب پرست انسان کا چہرہ تھا۔ اس کی بہت سی باتیں مجھ جیسے بے پڑھے لکھے آدمی کے لیے بھی قابل قبول نہیں تھیں اور اس کا دجل بے نقاب ہوا جا رہا تھا۔ مجھے یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ آخر اتنے سارے پڑھے لکھے لوگوں کو وہ کیسے نبی نظر آ رہا تھا جو اس پر اندھا دھند ایمان لے آئے تھے۔ شاید ایسے ایمان کا تعلق سوچنے سمجھنے کی صلاحیت اور عقلی میدان پر پرکھنے کی بجائے شیطان کی ورغلاہٹ اور اس کے بہکاوے سے منسلک محسوس ہوتی ہے۔ یوں سمجھیے کہ میں ایک ایسا شخص تھا جس کو ایک نئے نبی کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس پر ایمان لانے سے پہلے اس کی تصدیق کرنا چاہ رہا ہو۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا نے جب نبوت کا اعلان کیا تھا تو اس وقت بہت سے لوگوں نے اس کی تصدیق کے لیے آپ ﷺ کو پرکھا تھا اور تسلی ہونے کے بعد ایمان لائے تھے۔ مرزا قادیانی کی تعلیمات اور اس کے الہامات اور تقاریر کو میں نے اسی نظر سے پڑھا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ اس کا یہ دعویٰ حقیقت سے کتنا نزدیک ہے۔ اور اسی تجسس کی روشنی میں میں نے جس انداز سے اس کو پرکھا اور جو اس کے بارے میں رائے قائم کی، آیئے اس پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ مگر اس سے پہلے میں اپنے رب جلیل خالق کائنات کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کہ اس نے مجھے روشنی دکھائی اور اس کذاب کا جھوٹا چہرہ مجھے نظر آ گیا۔ الحمد للہ۔ ورنہ بندہ بھٹک بھی سکتا تھا اور شیطان اس کو اجالوں سے تاریکی کی طرف بھی کھینچ سکتا تھا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

نبوت کے دعویٰ سے قبل:

مرزا غلام احمد قادیانی پہلے پہل اس بات کے قائل اور داعی تھے کہ حضور سرور کائنات نبی اکرم محمد مصطفی ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں اور ان کے بعد نہ تو کوئی نبی آئے گا اور نہ ہی کسی الہام الٰہی کا امکان ہے۔ قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب ہے اور شریعت محمدی مکمل اور قیامت تک کے لیے انسانیت کی ہدایت کے لیے کافی ہے اور یہی ہر صاحب ایمان مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے۔ "ازالہ اوہام" میں مرزا نے یہ لکھا ہے:-

"قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا۔"

اور پھر یہ بھی کہا کہ

"خدا وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔"

اسی کتاب "ازالہ اوہام" میں آپ جناب نے مزید اعتراف کیا کہ

"اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔"

ان باتوں کو کہنے والا شخص یقیناً ایک مسلمان ہی سمجھا جائے گا مگر جب شیطان نے پٹی پڑھائی اور آپ کی پھرکی گھومی تو آپ جناب نے قلا بازی کھائی اور یہ اعلان کر دیا جو آپ کی کتاب "دافع البلاء" میں موجود ہے کہ

"سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔"

اور پھر مختلف قسم کی چھلانگیں بھرنے اور قلا بازیاں کھانے کے بعد بانگ دہل اعلان فرمایا کہ

"..... میرا نام محمد بھی رکھا گیا اور رسول بھی ....." (ایک غلطی کا ازالہ)

جب میں اس دعویٰ تک پہنچا تو میری آنکھیں کھلیں کہ کچھ گڑ بڑ ہے۔ کیونکہ اللہ جس کو رسول بنانے کے لیے چن لیتا ہے اس کو تو بچپن سے ہی رسول کی راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر لگا دیتا ہے۔ دیگر انبیاء کی بھی اس سلسلہ میں مثالیں موجود ہیں مگر سب سے بڑی مثال تو خود ہمارے آقا ئے دوجہاں سرور کائنات' فداہ امی و ابی' کی موجود ہے کہ آپ بچپن سے ہی راست گو' راست باز اور اللہ کی طرف سے مامور تھے۔ آپ نے نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی کبھی سیدھے راستے سے بھٹکے۔ سیرت مبارکہ ہمیں بتاتی ہے کہ بچپن میں جب آپ ﷺ نے مکہ کی ایک شادی میں جانے کا ارادہ کیا کہ وہاں کا ہلا غلہ دیکھیں گے تو اپنے ایک ساتھی کے حوالے اپنا بکریوں کا ریوڑ کیا اور شہر کی طرف چل پڑے۔ مگر اللہ نے بچانا تھا تو راستے میں ہی انھیں نیند آگئی اور وہ سو گئے یوں اس گندی تقریب میں شمولیت سے بچالیے گئے۔ صرف اسی ایک واقعہ کو دیکھ کر اس کو مرزا کے اوپر چسپاں کر لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو وہ ایمان کی راہ پر تھا مگر پھر بہک گیا۔ کچھ اور واقعات کی تلاش شروع کی تو میں نے یہ بھی پڑھا (حوالہ مجھے یاد نہیں) کہ مرزا کو اس کے والد نے اپنی پنشن کا روپیہ لینے کے لیے بھیجا۔ وہ روپیہ لے کر کسی دوست کے ساتھ گھر سے فرار ہوا اور سارا روپیہ عیاشیوں میں خرچ کر لیا اور مارے ڈر کے واپس گھر آنے کی بجائے اپنے کسی ہندو دوست کے پاس سیالکوٹ چلا گیا۔ اس کے علاوہ اس کی بچپن اور جوانی کے کچھ اور واقعات کا بھی پتہ چلا جسے مرزا کے ایک ساتھی مفتی محمد صادق (جسے مرزائی صحابی کہتے ہیں، استغفراللہ) نے اپنی کتاب میں لکھا کہ'' مرزا سینما دیکھنے جایا کرتے تھے۔''گویا مرزا صاحب بچپن سے ہی بگڑے ہوئے تھے۔ اللہ جس کو رسول بنانے کا سوچتا ہے اسے پہلے دن سے ہی بڑے مضبوط کیریکٹر اور خوبصورت عادات کا حامل بنا دیتا ہے جیسے ہمارے رسول اکرم ﷺ۔ حالانکہ اس جھوٹے نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ وہ

''تمام انبیاء سے بھی افضل ہے بلکہ حضور ﷺ کے برابر ہے بلکہ ان سے بھی بہتر ہے اور تمام رسولوں کا اس پر ایمان لانا ضروری ہے۔'' (الفضل)

اس تناظر میں مرزا کی ان حرکتوں کو دیکھ کر کوئی کیسے یقین کر لے کہ وہ اللہ کا رسول ہو سکتا ہے۔ میں بھی نہیں مانتا کہ وہ اللہ کا رسول تھا۔

نبوت کے دعویٰ کے بعد:

نبوت کا دعویٰ کرنے سے قبل مرزا نے ۱۸۸۲ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیان جو پینترے بدلے وہ بھی کسی راست باز آدمی کے لیے نا مناسب اور انتہائی گھٹیا کہلانے کے مترادف ہے۔ جس طرح اس بندے نے خدا کے الہام یافتہ ہونے سے لے کر مجدد مثل مسیح ہونے کی سیڑھی چڑھی وہ بھی قابل قبول نہیں۔ یہ تو میرا ایمان ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی کا کوئی گذر نہیں، مگر یہ مان بھی لیا جائے کہ کسی نبی کو آنا تھا تو اس نے شروع دن سے ہی کیوں نہ نبوت کا اعلان کیا۔ جیسے کہ ہمارے آقا ﷺ نے کیا تھا کہ پہاڑ پر چڑھ کر سارے قبیلے کے سامنے اپنی نبوت رکھ دی۔ اور پھر اگر وہ نبی تھا بھی تو اس کے اوصاف و اعمال کیوں نبیوں والے نہیں تھے؟ بات بات میں وہ پٹری کیوں بدلتا تھا؟ اس کی باتوں میں اتنا تضاد کیوں تھا؟ کبھی اس نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور پھر یہ بھی کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا کوئی امکان نہیں۔ یہ بیان یقیناً قرآن اور احادیث کے خلاف ہے۔ اور پھر مثل مسیح ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ مزید گمراہی یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وفات پانے کا بھی اعلان کر دیا۔ (حقیقۃ الوحی' اور اتمام الحجہ)۔ اس بیان سے بڑی گمراہی اور کیا ہو سکتی ہے جب کہ قرآن مجید واشگاف الفاظ میں بیان کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ مرے بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھا لیا۔ (سورۃ النساء، آیت، ۱۵۷)۔ اس واضح قرآنی اعلان کے بعد کوئی اگر شک کرے تو وہ کافر ہی ہوگا۔ اور میرا بھی یہی ایمان ہے کہ مرزا کافر ہے۔ یہ پڑھے لکھے قادیانی حضرات یہ بات کیوں نہیں سوچتے؟ رسالت کے اعلان کے بعد ہی مرزا قابل گردن زدنی ہو گیا تھا مگر اس کی کوئی باز پرس نہ ہوئی تو وہ اس سے بھی آگے بڑھ گیا اور اپنے آپ کو''خدا کا ہم مثل'' بنا لیا۔ استغفراللہ۔ یہ جھوٹا انسان کہتا ہے:-

''میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہ ہی ہوں۔'' (مکاشفات)

پھر اسی مکاشفات میں یہ دعویٰ بھی کیا کہ وہ خالق کائنات ہے اور کن فیکون ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ یہ جھوٹا کہتا ہے کہ

''اللہ کا فرمان ہے کہ تو جس چیز کا ارادہ کرتا ہے وہ تیرے (یعنی مرزا کے) حکم سے ہو جاتی ہے۔''

''حقیقۃ الوحی'' میں یہ انکشاف فرمایا کہ

''اللہ کہتا ہے کہ اے احمد تیرا نام پورا ہوگا مگر میرا نام پورا نہیں ہوگا۔'' استغفراللہ۔

اور''حقیقۃ الوحی'' میں یہ بھی موجود ہے:-

''اللہ نے یہ کہا کہ "لولاک لما خلقت الافلاک۔"

یعنی: ''اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو میں یہ زمین و آسمان پیدا نہ کرتا۔''

کس اعلیٰ درجہ کا کذب ہے۔ کیا یہ ساری باتیں اس کے جھوٹ اور کذب کے لیے کافی نہیں ہیں؟ حیرت یہ ہے کہ یہ سب کچھ لکھا اور چھپا ہوا اور ان ہی لوگوں کی طرف سے اشاعت شدہ ہے مگر پھر بھی قادیانی حضرات کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے کہ انھیں یہ ایک سچا رسول نظر آتا ہے۔ مگر ان تمام باتوں کی روشنی میں میں کیسے اس کو رسول مان لوں۔

مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں:

جو تھوڑا بہت میں نے مرزا قادیانی کے متعلق پڑھا اس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ موصوف کو پیش گوئیاں کرنے کا بھی بڑا شوق تھا۔ ہر تھوڑے دنوں کے بعد کوئی نہ کوئی شوشہ پیش گوئی کے طور پر چھوڑتے جو بیشتر غلط ثابت ہوتی مگر آپ ڈھیٹ بنے رہتے۔ اپنی نبوت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں یہ ارشاد فرمایا:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لیے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کوئی امتحان نہیں۔"

یعنی ان کی پیش گوئی سچی ہوئی تو وہ منجانب اللہ رسول ہیں۔ آئیں اب ان کی پیش گوئیوں میں سے کچھ کا جائزہ لیا جائے اور دیکھیں کہ ان میں کتنی ٹھیک ثابت ہوئیں۔ میرے خیال سے تو اللہ کے سچے رسول کے منہ سے جو بات نکلتی ہے وہ سچ ہوتی ہے پتھر پر لکیر ہوتی ہے۔ اس کے غلط ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہمارے آقائے دوجہاں کی سیرت گواہ ہے کہ جو فرمایا اور جیسے فرمایا ویسا ہی ہوا، من و عن۔

①- مرزا کی بیوی امید سے تھی تو اس نے اعلان کیا کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑی اچھی خصلتوں والا ہوگا اور بہت نام کمائے گا۔ وائے قسمت کہ اس حمل سے لڑکی پیدا ہوئی۔ اللہ کے نبی کو اللہ کی جو بشارت تھی وہ بشارت جھوٹی ثابت ہوئی۔ نہیں بلکہ اللہ نے جھوٹے کو جھوٹا ثابت کر دیا۔ اس نے کہا کہ ضروری نہیں اسی حمل سے بیٹا ہوتا۔ کسی اور حمل سے ہو گا۔ چلیے اللہ نے ایک بیٹا دوسرے حمل سے دے دیا اس کا نام بشیر رکھا گیا جو کچھ ہی عرصہ میں فوت ہو گیا۔ جھوٹے کو اللہ کی طرف سے ایک اور چپت رسید ہوئی۔

②- پھر یہ اعلان ہوا کہ بعض خواتین سے شادی ہو گی اور خوب نسل پھیلے گی۔ مگر جن خواتین کا نام لیا تھا ان میں سے کسی سے بھی شادی نہ ہوئی۔ ان میں محمدی بیگم کا قصہ تو خوب مشہور ہوا یہاں تک کہ مرزا نے یہ اعلان کر دیا کہ اس کا شوہر جلد ہی مر جائے گا پھر محمدی بیگم اس کے نکاح میں آئے گی اس لیے کہ اللہ نے اس کا نکاح آسمان پر کیا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ مگر مرزا خود جہنم رسید ہو گیا اور محمدی بیگم اور اس کا شوہر مرزا کی موت کے بعد بھی ایک لمبے عرصہ تک حیات رہے۔

③- عیسائی پادری ڈپٹی آتھم سے چپقلش چلی اور مناظرے ہوئے اور مرزا ہارتا رہا تو تنگ آ کر اس نے پیشگوئی کی کہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر مر جائے گا اور بہت ذلیل و خوار ہوگا۔ مگر آتھم، مرزا کی دی ہوئی تاریخ کے بعد بھی زندہ رہا۔

④- ہندو پنڈت لیکھ رام سے منہ کی کھانے کے بعد یہ اعلان کیا کہ لیکھ رام ۶ سال کے اندر مر جائے گا۔ مگر وہ طبعی موت نہ مرا بلکہ قتل ہو گیا۔ اس کے وارثوں نے مرزا کے خلاف قتل کا مقدمہ دائر کر دیا اور مرزا خوب خوب بدنام بھی ہوا اور مشکل میں بھی رہا۔

⑤- مولانا محمد حسین بٹالوی ہمیشہ مرزا کے خلاف شدت کے ساتھ حرکت میں رہتے اور کوئی موقع اس کے خلاف بولنے کا ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔ بڑے مناظرے بھی ہوئے اور مرزا ہمیشہ منہ کی کھاتا رہا۔ آخر اس نے تنگ آ کر اعلان کیا کہ ۱۳ ماہ کے اندر اندر مولانا بٹالوی پر بڑے عذاب آئیں گے اور وہ بہ ہر صورت مجبور ہو کر مرزا کے ہاتھ پر ایمان لے آئیں گے یا بیعت کر لیں گے۔ مولانا نے تو اس کے اوپر نہ ایمان لانا تھا نہ لائے ہاں البتہ مرزا پر مقدمہ نقص امن وغیرہ کا دائر کر دیا اور انگریز مجسٹریٹ نے مرزا کی خوب کھنچائی کی اور مرزا کو اس نے پابند کر دیا کہ آئندہ وہ کوئی ایسی پیش گوئی نہیں کرے گا جو مخالف کے موت کے بارے میں ہو یا ایسی کوئی بات کہے گا جو ان کے لیے باعث تکلیف ہو اور جس سے منافرت پھیلے۔ چلیے جناب نبی منجانب اللہ ہونے والے کے اوپر اللہ کی ایسی مار پڑی کہ نبی جی کے سارے کس بل نکل گئے۔

⑥- اس نے اپنے سگے بھائی کے بارے میں پیش گوئی کی کہ وہ خوار ہوں گے اور لاولد فوت ہوں گے۔ اللہ کی شان کہ جھوٹا یہاں بھی جھوٹا ثابت ہوا اور اس کے بھائی نے لمبی عمر پائی اور ان کی نسل خوب پھلی پھولی۔

⑦- ۱۹۰۲ء میں ہندوستان میں طاعون کی وبا پھیلی تو اس نے کہا کہ قادیان میں وبا داخل نہیں ہو گی۔ اور ہوا کچھ ایسا کہ کافی عرصہ تک قادیان اس وبا سے بچا رہا جس کے نتیجہ میں اس نے خوب خوب ڈھول پیٹا۔ مگر پھر جب یہ وبا قادیان آئی تو اس شہر کا بہت برا حال ہوا اور تقریباً تمام شہر خالی ہو گیا۔ اموات بھی بے تحاشہ ہوئیں اور لوگ بھی وہاں سے بھاگے اور جان بچائی۔

⑧- اس نے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بتایا ہے کہ اس کی عمر ۸۰ سال کی ہوگی ہاں پانچ چھ سال آگے پیچھے ہو سکتی ہے۔ اس حساب سے آگے پیچھے کا حساب رکھتے ہوئے مرزا کو یا تو ۷۴ سال تک کی عمر تک زندہ رہنا تھا یا ۸۶ سال تک۔ مگر جھوٹے کا جھوٹ پھر کھل گیا اور وہ ۶۸ سال کی عمر میں واصل جہنم ہوا۔

اس طرح اس کی اور بھی بے تحاشہ پیش گوئیاں ہیں جو اس نے کی مگر وہ تمام غلط ثابت ہوئیں اور اس کا دجل کھل کر لوگوں کی نظروں میں آیا۔ ہاں البتہ وہ جن کی عقل پر پردے پڑے تھے وہ اس کے فریب کے جال سے نہ نکل سکے۔

مرزا کے دیگر انکشافات:

اوپر جو کچھ بیان ہوا وہ مرزا کے جھوٹ کے کھلنے کے لیے بہت کافی شواہد ہیں۔ اصل اصول تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول سے کبھی بھی جھوٹ یا کذب کا کام سرزد ہو ہی نہیں سکتا اس لیے کہ رسول جو کہتا ہے اللہ کی الہام کی ہوئی وحی ہے اور اللہ سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔ میں نے تو ان کا لٹریچر اتنا نہیں پڑھا، مگر آپ پڑھ لیں آپ کو اور بھی بہت سارے اختلافی بیانات اور ذہن کو اپیل نہ کرنے والی پراگندہ توجیہات مل جائیں گی۔ مثال کے طور پر چند نا قابل یقین غیر تاریخی باتیں جو کسی عام انسان کو بھی اپیل نہیں کریں گی:-

①- حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے بعد آپ کے والد ماجد عبد اللہ کا انتقال ہوا۔ (روحانی خزائن)

②- حضور نبی اکرم ﷺ کے گیارہ صاحبزادے تولد ہوئے جو سارے فوت ہو گئے۔ (روحانی خزائن)

③- حیات عیسیٰ علیہ السلام کا جو تذکرہ قرآن مجید میں ہے وہ صرف ایک محاورہ کے طور پر ہے۔ ورنہ وہ فوت ہو چکے ہیں اور کشمیر میں مدفون ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤- قرآن اس بات کا گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ حالانکہ ایک بچہ بھی قرآن مجید کی اس گواہی سے واقف ہے کہ ایسا نہیں ہے۔

⑤- لوہا آسمان سے نہیں اتارا گیا بلکہ زمین میں کان سے نکالا جاتا ہے۔ سائنس بھی جو قرآن پر یقین نہیں رکھتی یہ کہتی ہے کہ لوہا زمین پر باہر سے آیا ہے۔

⑥- حیات مرزا میں سائنس نے ابھی اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ مرزا کو خلاء کی مہمات کا پتہ چلتا اس لیے آپ جناب نے اعلان کر دیا کہ انسان چاند پر جا ہی نہیں سکتا اور یہ فرمایا کہ یہ ایک باطل خیال ہے۔ آج حقیقت اس کے بر خلاف ہے۔ یہ آخر کیسا نبی تھا جسے اللہ تعالیٰ نے حق باتیں نہیں بتائیں۔ ہمارے آقائے دو جہاں نے تو ایسی ایک بات بھی منہ سے نہیں نکالی جو آج غلط ثابت ہو سکے۔ سو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ مرزا جھوٹا تھا اور میں اس کی نبوت پر یقین نہیں کر سکتا۔

اختتامی کلمات

۱۸۳۵ء سے لے کر مئی ۱۹۰۸ء تک کا عرصہ ہند و پاک کی سرزمین پر اللہ کے سب سے بڑے جھوٹے اور کاذب شخص کی زندگی کا عرصہ ہے۔ یہ ۶۸ سال اس دھرتی نے یقیناً ایک بہت بڑا بوجھ اپنے سینے پر اٹھایا۔ اور اس ایک واحد بھٹکے ہوئے انسان نے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے گروہ کو دین اسلام سے جھٹکا کر حضور نبی اکرم ﷺ کی غلامی سے نکال کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کا کندہ بنا دیا۔ اس کے اولین پیروکار یقیناً بڑے سادہ لوح اور کچے ذہن کے لوگ تھے جنھوں نے اس کے جھوٹ کو نہیں پہچانا اور اپنے مذہبی معاملات میں بھی اتنے کچے تھے کہ اس کی دعوت کو قبول کرنے سے پہلے اس کو نہ جانچا نہ تولا۔ بعد کے لوگ تو اپنے بڑوں کے دین کو ویسے بھی بغیر سوچے سمجھے اختیار کر لیتے ہیں۔ کیسا صحیح فرمایا ہمارے آقا و مولا ﷺ نے کہ بچہ تو فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا تے ہیں۔ مجھے حیرت تو عقل کے ان اندھوں پر ہوتی ہے جو بڑے ہی پڑھے لکھے ہیں مگر پھر بھی اس سر پھرے جھوٹے انسان کی باتوں میں آئے ہوئے ہیں۔ اگر وہ پیدائشی قادیانی ہیں تو اب کیا مشکل ہے کہ وہ اپنے اس نبی جس کو وہ اپنا ہادی مانتے ہیں اس کی تعلیمات کو نہیں پڑھتے۔ میں نے انتہائی معمولی تعلیمی استعداد کے ساتھ جب اس کی تعلیمات کو پڑھا تو میرے سامنے تو اس کا جھوٹ بہت واضح ہو کر سامنے آ گیا۔ فرق صرف یہ تھا کہ میں نے اپنے ذہن کو بالکل خالی رکھا اور یہ جاننے کی کوشش کی کہ کیا جو کچھ یہ شخص کہہ رہا ہے وہ صحیح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بات تو بہت یقینی ہے کہ ہر نبی اپنے وقت کا اپنے معاشرے کا سب سے بہترین آدمی ہوتا تھا۔ اس کے کیریکٹر میں کوئی کھوٹ نہیں ہوتا تھا۔ اس کی صداقت اور امانت معاشرے میں ضرب المثل ہوتی تھی۔ حضور نبی اکرم ﷺ بھی بچپن سے صادق و امین اور بہترین انسان گردانے جاتے تھے۔ مگر مرزا صاحب کے یہاں ایسی کوئی چیز تو شروع دن سے ہی نہیں نظر آئی۔ پھر یہ کہ اس قدر تیزی سے پینترے بدلا کرتے کہ ان کا جھوٹ کھلتا چلا جاتا۔ بیان میں تضاد، معلوم چیزوں کے بارے میں خواہ مخواہ کی ضد۔ جیسے یہ کہ قرآن نے جب یہ کہہ دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ سولی چڑھائے گئے تو یہ کہنا کہ ان کی وفات ہو گئی اور کشمیر میں مدفون ہیں کیسے ہضم ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید حضرت بی بی مریم کی پاکدامنی بتا رہا ہے اور پھر ان کا یہ کہنا کہ نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نعوذ باللہ ولد الحرام تھے۔ استغفراللہ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے۔ اور سب باتوں میں بڑی بات یہ کہ اللہ نے اپنے لیے یہ فرمایا کہ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ تھکتا ہے نہ آرام کی حاجت ہوتی ہے تو اس کے مقابلہ میں "البشریٰ" میں یہ بیان دینا کہ اللہ نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے، سوتا ہے، اور جاگتا ہے کیسے مانا جا سکتا ہے۔

قرآن مجید میں جو کچھ بھی حضور آخر الزماں ﷺ کے بارے میں آیا اس پر یہ دعویٰ کر دینا کہ یہ میرے لیے کہا گیا تھا جیسے یہ کہنا کہ میں مدثر ہوں میں مزمل ہوں وغیرہ۔ اور پھر آپ نوح بھی تھے، موسیٰ بھی تھے، یونس بھی تھے، ابراہیم بھی تھے، ذو القرنین بھی تھے اور پھر ان کے علاوہ آپ جناب مرزا صاحب سلمان فارسی بھی تھے، علی بھی تھے، حسن بھی تھے، حسین بھی تھے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ جناب ہوش میں نہیں تھے۔ مجھے تو سب سے زیادہ مضحکہ خیز چیز ان کے فرشتہ کا نام لگا "ٹیچی ٹیچی" لا حول ولا قوۃ۔ یعنی یہ صحیح الدماغ بھی نہ تھے۔ بعض بزرگوں سے سنا جو میں نے خود نہیں پڑھا کہ ان کی بہت ساری وحی جو ان کا ٹیچی ٹیچی لے کر آتا تھا وہ ان کی سمجھ میں بھی نہیں آتی تھی۔ ان میں سے کچھ وحی کی انہوں نے کھینچ تان کر نزول کے کافی عرصہ بعد تاویل معلوم کی۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب آپ نے جو دعویٰ کیا وہ مجھے بودا اور جھوٹ لگتا ہے۔ آپ کے اپنے بیانات کے مطابق میں آپ کو جھوٹا اور ایک نمبر کا کاذب سمجھتا ہوں اور آپ کی دعوت پر ایمان نہیں لا سکتا۔ میں نہیں مانتا کہ آپ اللہ کے نبی تھے خواہ آپ اس کی کیسی ہی تاویل کیوں نہ کریں۔ نہ میں آپ کو ظلی نبی مانتا ہوں نہ بروزی اور نہ مثل نبی کہہ سکتا ہوں۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ اللہ اپنی عنایات اور کرم نوازی سے آپ کے موجودہ پیروکاروں کو آپ کا اصل چہرہ دکھا دے اور وہ واپس اسلام میں آ جائیں۔ ان شاء اللہ۔

"الواقعہ"
محض ایک مجلہ نہیں
ایک علمی، فکری و نظری تحریک
بھی ہے۔
اس کے ابلاغ
میں حصہ لیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمود احمد رضوی رحمہ اللہ

فتنۂ قادیانی

ختمِ نبوت اور وحدتِ اسلامی

یہودی امت کی بنیاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر تھی۔ عیسائی قوم کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر مبنی تھی اور امتِ محمدیہ کی بنیاد حضرت محمد ﷺ کی نبوت پر ہے۔ قیامت تک اس امت کی وحدت کا راز نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت میں پنہاں ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والا دراصل وحدتِ اسلامی کو پارہ پارہ کرنے کا مدعی اور متمنی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور جماعتِ احمدیہ

برطانوی حکومت میں آج سے تقریباً ایک صدی قبل متحدہ ہندوستان میں اپنی استعماری مصلحتوں کے تحت جہاد کو حرام قرار دلانے، مسلمانوں میں افتراق و انتشار کی تخم ریزی کرنے اور برطانوی حکومت کے لیے سازگار حالات پیدا کرنے کے لیے اسلام کے بنیادی اور مرکزی عقیدہ ختمِ نبوت کے خلاف ایک سازش کی اور اس سازش کے تحت مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔

نبوت کا دعویٰ

چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریک کو اس دعویٰ پر مبنی کیا:-

"میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں اور مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے اور وہ ایسی ہی پاک وحی ہے جیسے دوسرے نبیوں پر نازل ہوتی رہی اور یہ وحی قرآن مجید کی طرح خدا کا کلام اور خطاؤں سے پاک اور منزہ ہے اور جس طرح محمد رسول ﷺ کو قرآن پر یقین تھا اسی طرح مجھے اپنی وحی پر یقین ہے اور جو شخص اس وحی کو جھٹلاتا ہے وہ یقینی لعنتی ہے۔" (نزول المسیح، ص: ۹۹، ۱۰۰۔ خزائن: ۱۸/ ۴۷۷، ۴۷۸)

اور یہ الہام شائع کیا:-

"جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔" (مجموعہ اشتہارات: ۳/ ۲۷۵)

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ اعلان بھی کیا:-

"اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کی کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لیے اس کو مدارِ نجات ٹھہرایا۔" (اربعین نمبر: ۴، حاشیہ: ۶۔ خزائن: ۱۷/ ۴۳۵)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو صاحبِ شریعت نبی قرار دیتے ہوئے اعلان کیا:-

"ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے؟ جس نے اپنی وحی کے ذریعے سے چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں۔ کیوں کہ میری وحی بھی امر ہیں اور نہی بھی۔" (اربعین نمبر: ۴، ص: ۶ خزائن: ۱۷/ ۴۳۵)

مرزا قادیانی نے صرف دعویٰ نبوت پر ہی قناعت نہیں کی۔ بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں۔ قرآن مجید کی آیات ذیل کو حسبِ عادت اپنے لیے وحی قرار دیتے ہوئے لکھا ہے:-

"وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول، مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ چنانچہ میری وحی اللہ ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اس وحی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔" (ایک غلطی کا ازالہ، ص: ۱۔ خزائن ۱۸/ ۲۰۶، ۲۰۷)

دعوائے نبوت کے بعد مرزا قادیانی نے یہ بھی تصریح کی کہ جو شخص میری نبوت کو نہیں مانتا وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

① -"کفر دو قسم پر ہے: ایک کفر یہ ہے کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے کفر یہ کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کے باوجود اتمامِ حجت کے جھوٹا جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے اور پہلے نبیوں کی کتاب میں بھی تاکید پائی جاتی ہے۔ پس اس لیے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔" (حقیقۃ الوحی، ص: ۱۷۹، خزائن ۲۲/ ۱۸۵)

② -"میری ان کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے اور اسے قبول کرتا ہے۔ مگر رنڈیوں (بدکار عورتوں) کی اولاد نے میری تصدیق نہیں کی۔" (آئینہ کمالاتِ اسلام، ص: ۵۴۷، خزائن: ۵/ ایضاً)

③ -"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر ہیں اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔" (آئینہ صداقت، ص: ۳۵)

④ -"ایسا شخص جو موسیٰ کو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو مانتا ہے، مگر محمد ﷺ کو نہیں مانتا یا محمد ﷺ کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ پکا کافر ہے۔" (کلمۃ الفصل، ص: ۱۱۰)

مسلمانوں سے شادی بیاہ کی ممانعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرزا قادیانی کے پیرو مسلمانوں سے لڑکیاں لینا جائز سمجھتے ہیں اور مسلمانوں کو لڑکیاں دینا نا جائز خیال کرتے ہیں۔ گویا مسلمانوں کے مقابلے میں اپنے کو وہی پوزیشن دیتے ہیں جو اسلام نے اہلِ کتاب کو دی ہے۔

①-''حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کوئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں کو نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اول حکیم نور الدین نے اس کو احمدیوں کی امامت سے ہٹا دی اور جماعت سے خارج کر دیا اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا۔'' (انوار خلافت، ص: ۹۳، ۹۴)

②-''حضرت مسیح موعود کا حکم اور زبردست حکم ہے کہ کوئی احمدی غیر احمدی کو اپنی لڑکی نہ دے، اس کی تعمیل کرنا بھی ہر احمدی پر فرض ہے۔'' (برکات خلافت، ص ۷۵)

③-''پانچویں بات جو کہ اس زمانہ میں ہماری جماعت کے لیے نہایت ضروری ہے وہ غیر احمدی کو رشتہ نہ دینا ہے جو شخص غیر احمدی کو رشتہ دیتا ہے وہ یقیناً حضرت مسیح موعود کو نہیں سمجھتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ کیا کوئی غیر احمدیوں میں ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے؟ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو۔ مگر اس معاملے میں وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر بھی کسی کافر کو لڑکی نہیں دیتے، مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو دے دیتے ہو۔'' (ملائکۃ اللہ، ص: ۴۶)

④-''ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ساتھ صرف وہی سلوک جائز رکھا ہے، جو نبی کریم نے عیسائیوں کے ساتھ کیا۔ غیر احمدیوں سے ہماری نمازیں الگ کی گئیں، ان کو لڑکیاں دینا حرام قرار دیا گیا، ان کے جنازے پڑھنے سے روکا گیا۔ دینی تعلقات کا سب سے بڑا ذریعہ عبادت کا اکٹھا ہونا ہے اور دنیوی تعلقات کا بھاری ذریعہ رشتہ ناطہ ہے۔ سو یہ دونوں ہمارے لیے حرام قرار دیئے گئے۔ اگر کہو کہ ہم ان کی لڑکیاں لینے کی اجازت ہے تو میں کہتا ہوں کہ نصاریٰ کی لڑکیاں لینے کی بھی اجازت ہے۔'' (کلمۃ الفصل، ص ۱۶۹)

مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی ممانعت

اوپر جو کچھ لکھا گیا، اس کا منطقی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں بھی شریک نہ ہوں۔ چنانچہ ذیل کی عبارت سے ثابت ہو جائے گا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ نماز میں شریک ہو سکتے ہیں اور نہ کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں۔

①-''صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔'' (قول مرزا غلام احمد مندرجہ اخبار الحکم قادیان ۱۰/ اگست ۱۹۰۶ء)

②-''پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمھارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز مت پڑھو، بلکہ چاہیے کہ تمھارا امام وہی ہو جو تم میں سے ہو۔'' (اربعین نمبر ۳، خزائن جلد ۱۷، ص: ۴۱۷ حاشیہ)

③-''ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں، کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اللہ اور ایک نبی کے منکر ہیں۔'' (انوار خلافت، ص: ۹۰)

④-''غیر احمدی مسلمانوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ حتیٰ کہ غیر احمدی معصوم بچے کا بھی جائز نہیں۔'' (انوار خلافت، ص: ۹۳، مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۱۷ء، الفضل مورخہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء)

فائدہ

چودھری ظفر اللہ خان وزیر خارجہ پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوا اور الگ بیٹھا رہا۔ جب اسلامی اخبارات اور مسلمان اس چیز کو منظرِ عام پر لائے تو جماعت احمدیہ کی طرف سے جواب دیا گیا:-

''جناب چودھری ظفر اللہ خان صاحب پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائد اعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائد اعظم احمدی نہ تھے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں۔'' (ٹریکٹ نمبر ۲۲، بعنوان علماء کی راست گوئی کا نمونہ، الناشر مہتمم نشر اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ صدر انجمن احمدیہ ربوہ، ضلع جھنگ)

الگ دین، الگ امت

مرزائیوں کی تحریرات سے یہ واضح ہے کہ وہ خود کو مسلمانوں سے ایک الگ امت تصور کرتے ہیں، چنانچہ ملاحظہ فرمائیے:-

①-''حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفاتِ مسیح اور چند مسائل میں ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی ذات رسول کریم ﷺ قرآن، نماز، روزہ، حج، زکات، غرض یہ کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک چیز میں ان سے اختلاف ہے۔'' (خطبہ محمود احمد، الفضل جلد ۱۹ نمبر ۱۳)

②- ''کیا مسیح ناصری نے اپنے پیروؤں کو یہودیوں سے الگ نہیں کیا۔ کیا وہ انبیاء جن کے سوانح کا علم ہم تک پہنچا ہے اور ہمیں ان کے ساتھ جماعتیں بھی نظر آتی ہیں۔ انھوں نے اپنی جماعتوں کو غیروں سے الگ نہیں کیا۔ ہر شخص کو ماننا پڑے گا کہ بے شک کیا ہے۔ پس اگر مرزا قادیانی نے بھی جو کہ نبی اور رسول ہیں۔ اپنی جماعت کو منہاج نبوت کے مطابق غیروں سے علیحدہ کر دیا تو نئی اور انوکھی بات کون سی ہے؟'' (الفضل جلد ۵، شمارہ ۶۹، ۷۰)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

④- ''مگر جس دن سے کہ تم احمدی ہوئے تمھاری قوم تو احمدیت ہوگئی۔ شناخت اور امتیاز کے لیے اگر کوئی پوچھے تو اپنی ذات یا قوم بتا سکتے ہو ورنہ اب تو تمھاری گوت تمھاری ذات احمدی ہی ہے۔ پھر احمدیوں کو چھوڑ کر غیر احمدیوں میں کیوں تلاش کرتے ہو۔'' (ملائکۃ اللہ، ص: ۴۶، ۴۷)

⑤- ''میں نے اپنے نمایندہ کی معرفت ایک بڑے ذمہ دار انگریز افسر کو کہلوا بھیجا کہ پارسیوں اور عیسائیوں کی طرح ہمارے حقوق بھی تسلیم کیے جائیں۔ جس پر اس افسر نے کہا کہ وہ تو اقلیت ہیں اور تم ایک مذہبی فرقہ ہو۔ اس پر میں نے کہا کہ پارسی اور عیسائی بھی تو مذہبی فرقہ ہیں۔ جس طرح ان کے حقوق علیحدہ تسلیم کیے گئے ہیں، اسی طرح ہمارے بھی کیے جائیں۔ تم ایک پارسی پیش کر دو اس کے مقابلہ میں دو دو احمدی پیش کرتا جاؤں گا۔'' (مرزا بشیر الدین محمود کا بیان، مندرجہ الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۶ء)

ان اقتباسات سے واضح ہے کہ خود مرزائی عام مسلمانوں کو اپنے سے الگ تصور کرتے ہیں۔ نہ صرف الگ بلکہ تمام مسلمانوں کو کافر، خارج از اسلام تصور کرتے ہیں۔ اس بناء پر مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے، ایک صحیح و درست مطالبہ ہے۔

انتہائی اشتعال انگیز اور دل آزار تحریریں

صرف یہی نہیں کہ احمدیت کی تحریک نے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کر کے ارتداد اور افسوس ناک مذہبی کشمکش کے دروازے کھول دیے بلکہ بانی تحریک اور اس کے پیروؤں نے اپنی تحریروں میں انبیائے کرام اور بزرگانِ دین کی دل آزارانہ توہین کی اور انتہائی بدزبانی سے کام لیا اور ان دل آزارانہ اور اشتعال انگیز تحریروں کا سلسلہ آج بھی جاری ہے جو مسلمانوں کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ ذیل میں ہم مرزا غلام احمد اور ان کے پیروکاروں کی اشتعال انگیز اور دل آزارانہ تحریروں کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں:-

①- مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:-

''خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے۔'' (ایک غلطی کا ازالہ، ص: ۵، خزائن: ج ۱۸، ص ۲۱۲)

②- منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

''میں مسیح اور موسیٰ کلیم خدا ہوں، احمد مجتبیٰ ہوں۔'' (تریاق القلوب، ص: ۵، خزائن: جلد ۱۵، ص ۱۳۴)

③- ''آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات ہیں۔'' (تحفہ گولڑویہ، ص: ۴۰، خزائن: جلد ۱۷، ص ۱۵۳)

④- ''میرے معجزات کی تعداد دس لاکھ ہے۔'' (براہین احمدیہ، ص: ۵۶، خزائن: جلد ۱۷، ص ۱۵۳)

⑤- ''آنحضرت ﷺ عیسائیوں کے ہاتھ کا پنیر کھا لیتے تھے، حالانکہ مشہور ہے کہ سور کی چربی اس میں پڑتی ہے۔'' (مندرجہ اخبار الفضل، قادیان: ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء)

⑥- ''مرزا غلام احمد قادیانی کے سامنے ان کے ایک مرید قاضی اکمل نے ایک قصیدہ پیش کیا جس کے جواب میں مرزا قادیانی نے کہا: ''جزاکم اللہ تعالیٰ'' یہ کہہ کر اس خوش خط قطعہ کو اپنے ساتھ اندر لے گئے۔'' (الفضل: ۲۲ اگست ۱۹۲۴ء)

اس مذکورہ قصیدے کے دو اشعار ملاحظہ فرمائیں:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

(مندرجہ اخبار، بدر قادیان ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

⑦- ''پس مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے۔ جو اشاعتِ اسلام کے لیے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔'' (کلمۃ الفصل، ص: ۱۵۸)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

①- ''آپ کا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خاندان بھی نہایت ناپاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم، حاشیہ ص: ۷، خزائن: ج ۱۱، ص: ۲۹۱)

②- ''مسیح (علیہ السلام) کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ، پیو، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔'' (مکتوبات احمدیہ ج ۱ ص: ۱۸۹ جدید ایڈیشن دوم)

③- ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح حاشیہ ص: ۶۶، خزائن: ج ۱۹، ص: ۷۱)

④- ''ایک دفعہ مجھے دوسروں نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کے لیے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کے لیے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی کہ ہمدردی فرمائی۔ لیکن میں ذیابیطس کے لیے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔'' (نسیم دعوت، ص: ۶۷، خزائن: ج ۱۹، ص: ۴۳۴، ۴۳۵)

⑤- ''یسوع اس لیے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکتا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور خراب چال چلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا ایک بدنتیجہ ہے۔'' (ست بچن حاشیہ ص: ۱۷۲، خزائن ج ۱۰ ص: ۲۹۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی توہین

''پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو، اب نئی خلافت لو، ایک زندہ علی (مرزا قادیانی) تم میں موجود ہے اس کو تم چھوڑتے ہو اور مردہ علی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلاش کرتے ہو۔" (ملفوظاتِ احمدیہ ج ۲، ص: ۹۱۴۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی توہین

"حضرت فاطمہ نے کشفی حالت میں اپنی ران پر میرا سر رکھا اور مجھے دکھایا کہ میں اس میں سے ہوں۔" (ایک غلطی کا ازالہ: ص ۵ حاشیہ، خزائن: ج ۱۸ ص ۲۱۳)

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی توہین

①- کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

"میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے، میرے گریبان میں سو حسین ہیں۔" (نزول المسیح: ص ۹۹، خزائن ۱۸ ج ۱۸، ص ۴۷۷)

②-"اے قومِ شیعہ! اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمھارا منجی ہے کیونکہ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔" (دافع البلاء: ص ۱۳، خزائن: ج ۱۸ ص ۲۳۳)

③-"تم نے خدا کے جلال اور مجد کو بھلا دیا اور تمھارا ورد صرف حسین ہے۔ کیا تو انکار کرتا ہے۔ پس یہ اسلام پر ایک مصیبت ہے۔ کستوری کی خوشبو کے پاس گوہ کا ڈھیر ہے۔" (اعجاز احمدی: ص ۸۲، خزائن: ج ۱۹ ص ۱۹۴)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذکر کو گوہ کے ڈھیر سے تشبیہ دی ہے۔

مکہ اور مدینہ کی توہین

"حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا کہ جو بار بار یہاں نہ آئے گا مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے۔ پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا، آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے۔ کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟" (حقیقت الرؤیا: ص ۴۶)

مسلمانوں کی توہین

①-"میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔" (نجم الہدیٰ: ص ۱۰، خزائن: ج ۱۴ ص ۵۳)

②-"جو ہماری فتح کا قائل نہیں ہو گا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔" (انوار الاسلام: ص ۳۰، خزائن: ج ۹ ص ۳۱)

اسلام کی مقدس اصلاحات کا ناجائز استعمال

علاوہ ازیں احمدیت کے پیرو دین اسلام کی اور مسلمانوں کی مقدس اصطلاحوں کو ان کے مقررہ موقع اور محل کے سوا جو قرآن پاک، احادیثِ نبوی اور امت کے تواترِ عمل سے طے ہو چکا ہے۔ دوسرے مواقع اور محلات پر استعمال کر کے مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی کے مرتکب بنتے رہتے ہیں:-

①- چنانچہ مرزا قادیانی کے لیے "علیہ الصلاۃ والسلام" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے جو مسلمانوں کے ہاں محض انبیائے کرام کے لیے مختص ہے۔

②- صحابہ کرام کے لیے "رضی اللہ عنہم" کی اصطلاح مرزائے قادیانی کے ساتھیوں کے لیے استعمال کی جاتی ہے، حالانکہ یہ اصطلاح حضرت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے لیے مختص ہو چکی ہے۔

③-"ام المومنین" کی اصطلاح کا استعمال مرزا قادیانی کی بیوی کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لیے مخصوص ہے۔

④- "سیدۃ النساء" کی اصطلاح بھی مرزا قادیانی کی بیوی کے لیے استعمال کی جاتی ہے، حالانکہ یہ حدیث پاک کی رو سے یہ اصطلاح صرف خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لیے مختص ہے۔

رابطہ عالم اسلامی کی قرارداد

مرزائی کافر و مرتد، دائرۂ اسلام سے خارج ہیں

حال ہی میں مورخہ ۱۶، ۱۷ اپریل ۱۹۷۳ء کو مکہ مکرمہ میں عالمی اسلامی تنظیموں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں پوری دنیا کی اسلامی تنظیموں کے سربراہوں، علما و مشائخ نے شرکت کر کے یہ فیصلہ دیا:-

①- تمام اسلامی تنظیموں کو چاہیے کہ وہ قادیانی معابد، مدارس، یتیم خانوں اور دوسرے تمام مقامات میں جہاں وہ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہیں، ان کا محاسبہ کریں اور ان کے پھیلائے ہوئے جال سے بچنے کے لیے عالمِ اسلام کے سامنے ان کو پوری طرح بے نقاب کریں۔

②- اس گروہ کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کا اعلان کریں اور ان کے اس جرم کی وجہ سے مقاماتِ مقدسہ میں ان کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

③- قادیانیوں سے عدمِ تعاون اور اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان کے کفر کے پیشِ نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔ ان سے ہر طرح کافروں جیسا سلوک کیا جائے۔

④- تمام اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا گیا کہ ان کے ہر قسم کے ذرائع و وسائل پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کے لیے کلیدی اسامیوں پر ملازمتوں کا دروازہ بند رکھا جائے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی فراخ دلی سے کام نہ لیا جائے۔

⑤- قرآن مجید میں قادیانیوں کی تحریفات کی تصاویر شائع کی جائیں اور ان کے تراجم قرآن کا شعار کر کے لوگوں کو ان سے متنبہ کیا جائے اور ان تراجم کی ترویج کا سدِ باب کیا جائے۔

قرآنی آیات واحادیث کا احترام کیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ

نبوت و رسالت کا منطقی تجزیہ

پیغمبر ہمیشہ اس وقت آئے جب قسط و عدل کی نایابی سے زمین کے ہونٹ خشک ہو جاتے تھے اور ظلم و جور کی فراوانی سے سینہ گیتی چھلک جاتا تھا۔ اللہ کی محیط عالم نگاہ نے جب دیکھا کہ دنیا کے فلاں حصے میں حق و صداقت کو شر کا پیوند لگ رہا ہے، اور اچھائی پر برائی کا غبار پڑ رہا ہے تو حمیت حق جوش میں آ گئی اور اس برائی کی روک تھام کے لیے ایک پیغمبر کا چناؤ کر دیا، یعنی پیغمبروں کا تمام گروہ وقتی ضروریات کے پیش نظر آیا، پھر ان میں کے ہر پیغمبر کی دور رس نگاہ وقت کے تمام فتنوں سے آگاہ ہوتی تھی اور دیکھتی تھی کہ ان فتنوں کے سوتے کہاں سے پھوٹتے ہیں اور وقت کی کون کون سی بیماریوں نے کہاں کہاں سے سر اٹھایا ہے، کون سے راستے ہیں جن سے یہ بیماریاں ہمارے معاشرے میں آ گھسی ہیں، کون سے دروازے ہیں جن کو توڑ کر کے ان کو پہنچنے کا موقعہ ملا ہے، کون سی چیزان ان کی تخلیق کا باعث بنی ہے، زمانے کے جسم میں کون سا ناسور پیدا ہو گیا ہے، جس نے اس کی خیر کی صلاحیتوں کو کمزور کر دیا ہے، نیکی پر برائی کا تسلط آخر کیوں ہو گیا ہے، پیغمبر ان تمام عالمی فتنوں کو پہلے دیکھتا ہے اور پھر اپنے ذہن و دماغ کی قوتوں کو بروئے کار لا کر ان کے متعلق اپنا ایک مقام تلاش کرتا ہے، اس کے بعد اپنے پروگرام کو زیادہ حرکت میں لانے کے لیے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے کر ایسے عناصر کو مجتمع کرتا ہے جن کے اتحاد سے برائی کا سر کچلا جائے اور معاشرے کے گندے مواد کو کسی تیز نشتر سے خارج کر دیا جائے۔ بعض اوقات صرف ایک آدھ ہی بیماری کے علاج کی خاطر پیغمبر کی بعثت ناگزیر ہو گئی۔ اس نے وقت کی نبض پر ہاتھ رکھا، بیماری کی تشخیص کی، اس کے لیے ایک نسخہ تجویز کیا اور اپنے فرض سے سبکدوش ہو گیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نے اس پیغمبری اصول کو اپنایا ہے، اپنے وقت کے تمام فتنوں کو انھوں نے بھانپا اور ان کے بارے میں کوئی آخری رائے ظاہر کی ہے، اور پھر اپنا مؤقف بتایا ہے کہ دنیا کے کسی فتنے کی گتھیوں کو کس طریق سے حل کیا جاتا ہے، اس کے لیے اپنے متبعین کا بھی کوئی مقام تجویز کر گئے ہیں۔

جہاں تک ان کی متضاد کیفیتوں کے لٹریچر کا تعلق ہے، وہ ان تمام چیزوں سے خاموش ہے، جن پر بولنا ضروری تھا، ان کی جس کتاب کو آپ اٹھا کر دیکھیں گے، اس میں سوائے اپنے مخالفوں کو گالی گلوچ اور لعنت کی بھرمار کے اور کوئی شے نہیں ہے۔

ان کے تمام علم و فضل کا ذخیرہ بس عجیب قسم کے طرز تخاطب میں سمٹ کر رہ گیا ہے۔ انھوں نے بے شمار کتابیں لکھیں اور لا تعداد پبلک جلسوں میں تقریریں اور مناظرے کیے مگر حرام ہے کہ کبھی ان مسائل کو بھی چھیڑا ہو جن سے ہمارے اس ماحول کا تعلق ہے، سوائے اس کے کہ فلاں کافر ہے اور فلاں پر ہزار لعنت ہے اور کوئی جاندار چیز ان کے دماغ کے پیدا کرنے کی کوشش ہی نہیں کی حالانکہ جس زمانے میں انھوں نے بعثت اختیار کی تھی وہ زمانہ کئی قسم کے ایسے مسائل اپنے جلو میں لیے ہوئے تھا، جن پر منجھے ہوئے انداز میں بحث نہایت ضروری تھی۔ مگر آپ کا قلم اس طرف کبھی بھول کر بھی نہیں گیا، مثلاً یہ کہ کارل مارکس کا فلسفہ اس زمانے میں ایک علمی موضوع بن چکا تھا، دنیا کا اقتصادی و معاشی نظام قدیم نظریات سے نکل کر جدید قالبوں میں ڈھل رہا تھا، سیاسی اور علمی انکشافات ذہن و دماغ کو نئی نئی راہوں پر لگا رہے تھے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب نے اسلام اور کارل مارکس کے فلسفہ کو واضح کیا ہے، حالانکہ پیغمبری تو بہت بڑی شے ہے، ایک تعلیم یافتہ انسان ہونے کی حیثیت ہی سے اس ضروری بحث سے دامن بچا کر نہیں نکل جانا چاہیے تھا۔ سائنس نے جو حیرت انگیز ترقیاں کی ہیں، ان کو بھی تو زیر بحث لاتے، پھر ان کا تجزیہ کر کے اسلام کی روشنی میں اپنے مؤقف کا اعلان کرتے، تا کہ دنیا جہاں روس، جرمن اور دیگر ممالک کے فلسفیوں کے نظریات پر غور کرتی، وہاں کم از کم ہم بھی اپنے ایک "پیغمبر" کے نئے انکشافات سے مستفید ہوتے۔

ہاں انھوں نے انگریز کی حکمرانی کے متعلق اپنا مقام ضرور واضح کر دیا ہے، یہاں انھوں نے ضرور محسوس کیا کہ وہ پیغمبر ہیں اور ایک "پیغمبر" کے لیے "ضروری" ہے کہ وہ غلامی اور محکومیت کو جتنا بھی واضح کر سکے کر دے۔

اب آپ پچھلے تمام انبیاء کی تاریخ کو ذہن میں رکھ کر ذرا غور کیجیے کہ آیا آپ اس منطق کو ماننے کے لیے تیار ہیں کہ ایک پیغمبر اپنے وقت کے تمام حالات و ضروری مسائل سے قطعاً بے خبر ہو یا باخبر بھی ہو تو ان پر اس کی زبان کوئی بھی حرکت نہ کرے اور اپنے ماحول کو اس کی مضرتوں سے بچانے کی کوشش نہ کرے۔

● ● ● ● ● ●

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا شاہ احمد نورانی

قادیان کا خود ساختہ نبی

اسلام میں ختم نبوت ہی وہ مسئلہ ہے جو اگر مجروح ہوا تو اسلام کے احکام اور بنیادی قوانین ناقص ٹھہر جائیں گے۔ الحمد للہ کہ مسلمان ہر دور میں آقائے کونین ﷺ کے تحفظ رسالت و خاتمیت کے لیے ہر قسم کی قربانیوں کے لیے کربستہ رہا۔ اور آج بھی ناموسِ رسالت کی حفاظت کا جذبہ بنگال کی کھاڑیوں سے لے کر سرحد کی چٹانوں تک پایا جا رہا ہے۔

مرزائیت اور اسلام میں اتنا ہی بعد ہے جتنا لیل و نہار کی ظلمت اور روشنی میں ہوسکتا ہے۔ مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد کا وجود نا مسعود بے شمار بوالعجبیوں کا مجموعہ ہے۔ وہ کبھی خالق بنے۔ کبھی محدث و مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ کبھی مسیح موعود ہونے کا خواب دیکھا اور کبھی کرشن جی کا چوغہ پہنا۔ غرض اس نے ہر وہ روپ بھرا جو کسی مسلمان تو درکنار ایک ادنیٰ سمجھ رکھنے والے کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ آیئے اب آپ مرزا کے مذخرفات پڑھیے اور ان کی اس خوش بختی میں ماتم کیجیے کہ ساحرانِ فرنگ جا چکے ہیں مگر ان کا خود کاشتہ پودا سرزمین پاکستان پر کس طرح پھل پھول رہا ہے۔

مرزا کے ان اقوال کو پڑھ کر وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو تحریکِ قادیانیت سے اختلاف کو معمولی فروعی، اختلاف سے تعبیر کرتے ہیں۔

مرزائیوں کی توحید، ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' صفحہ ۵۶۴ اور ۵۶۵ پر مرزا کا ایک خواب بزبانِ عربی درج ہے۔ اس کا ترجمہ سنیے:-

''میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہٖ اللہ ہوں، میں نے یقین کرلیا، کہ میں وہی ہوں، اور میرا ارادہ باقی رہا۔ اور نہ خطرہ رہا۔ اس حال میں جبکہ (میں بعینہٖ خدا تھا) میں نے کہا کہ ہم ایک نیا نظام، نیا آسمان، نئی زمین چاہتے ہیں۔ پس میں نے پہلے آسمان و زمین اجمالی شکل میں بنائے۔ جن میں کوئی تفریق و ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان میں جدائی کر دی اور ترتیب دے دی۔ میں اپنے آپ کو اس وقت ایسا پاتا تھا کہ میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا (انا زینا السماء الدنیا مصابیح) میں نے کہا کہ ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پس میں نے آدم کو بنایا اور ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا اس طرح سے میں خالق ہوگیا۔ (مرزا معاذ اللہ خدا ہوگیا)''

''میں خدا کے بیٹے کی طرح ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶)

''انت منی بمنزلۃ والدی۔'' یعنی اے مرزا تو میرے نزدیک بمنزلہ میرے بیٹے کے ہے۔ (البشریٰ صفحہ ۱۲۹، جلد دوم)

''انت منی بمنزلۃ اولادی۔'' یعنی تو مجھے بمنزلہ میری اولاد کے ہے۔ (مرزا نے معاذ اللہ خدا کے لیے بیٹا ہونا تسلیم کرلیا)۔

''میرا نام خدا کا سب سے بڑا نام ہے۔'' (البشریٰ، جلد دوم صفحہ ۶۱) ''انت اسمی الاعلیٰ۔'' اے مرزا تو سب سے میرا بڑا نام ہے۔

''میں قرآن کی مثل ہوں'' (البشریٰ، جلد دوم) ''ما انا الا کالقرآن و یظھر علی یدی ما ظھر من الفرقان۔'' یعنی میں تو بس قرآن کی طرح ہوں اور قریب ہے میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا جو قرآن سے ظاہر ہوا۔

''مرزا مدینۃ العلم ہے'' (البشریٰ، جلد دوم، صفحہ ۶۱) ''انت مدینۃ العلم'' یعنی اے مرزا تو علم کا شہر ہے۔

''میرا الہام قرآن کی طرح ہے'' (درثمین، فارسی صفحہ ۱۲۳) ''ہمچو قرآن منزہ دانم، از خطایا ہمیں است ایانم۔'' یعنی میرا ایمان ہے کہ میری وحی قرآن کی طرح غلطیوں سے مبرا ہے۔

مذکورہ بالا الہامات میں آپ نے مرزا جی کا صفات باری قرآن کی مثل ہونے کا حال پڑھا۔ اب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کے الہامات سنیے:-

''میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں ہوں۔'' (درثمین، فارسی صفحہ ۱۶۳) ''انبیاء گرچہ بودہ اند بسے، زمن بعرفان نہ کمترم زکسے۔'' یعنی اگرچہ دنیا میں بہت سے نبی ہوئے مگر میں عرفان میں ان نبیوں سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔

''میں مسیح و عیسیٰ، محمد و احمد ہوں'' ''محمد رسول اللہ والذین معہ اشدآء علی الکفار رحماء بینھم۔'' اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد بھی رکھا گیا اور رسول بھی۔ (منقول از ''ایک غلطی کا ازالہ'' صفحہ ۳، تریاق القلوب صفحہ ۳)

بقیہ صفحہ ۱۶۵ پر ملاحظہ کریں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

عبید اللہ لطیف

قادیانی مشن

یہود و نصاریٰ کی چاکری اور جہاد فی سبیل اللہ کی مخالفت

محترم قارئین! جس طرح اسلام کے دو حصے ہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی اپنے مذہب کے دو حصے بیان کیے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی اپنے مذہب کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"سو میرا مذہب جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں۔ دوسرے اس سلطنت کی جس نے امن قائم کیا ہو جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت برطانیہ ہے۔" (شہادت القرآن، صفحہ ۸۴، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۶، صفحہ ۳۸۰)

مرزا قادیانی کی درج ذیل تحریر سے بھی اس کی سوچ کی عکاسی ہوتی ہے کہ وہ کس حد تک انگریز کی غلامی میں اپنے آپ کو گرا سکتا ہے چنانچہ ملکہ برطانیہ کی چاپلوسی کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

"میں اس (اللہ تعالیٰ) کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایک ایسی گورنمنٹ کے سایہ رحمت کے نیچے جگہ دی جس کے زیر سایہ میں بڑی آزادی سے اپنا کام نصیحت اور وعظ کا ادا کر رہا ہوں۔ اگرچہ اس محسن گورنمنٹ کا ہر ایک رعایہ پر میں سے شکر واجب ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ مجھ پر سب سے زیادہ واجب ہے کیونکہ یہ میرے اعلیٰ مقاصد جو جناب قیصرہ ہند کی حکومت کے سایہ کے نیچے انجام پذیر ہو رہے ہیں ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ کسی اور گورنمنٹ کے زیر سایہ انجام پذیر ہو سکتے اگرچہ وہ کوئی اسلامی گورنمنٹ ہی ہوتی۔

اب میں حضور ملکہ معظمہ زیادہ مصدع اوقات ہونا نہیں چاہتا اور اس دعا پر عریضہ ختم کرتا ہوں کہ اے قادر و کریم اپنے فضل و کرم سے ہماری ملکہ معظمہ کو خوش رکھ جیسا کہ ہم اس کے سایہ عاطفت کے نیچے خوش ہیں۔ اور اس سے نیکی کر جیسا کہ ہم اس کی نیکیوں اور احسانوں کے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور ان معروضات پر کریمانہ توجہ کرنے کے لیے اس کے دل میں آپ الہام کر کہ ہر ایک قدرت اور طاقت تجھی کو ہے۔

آمین ثم آمین

الملتمس

خاکسار: میرزا غلام احمد از قادیاں

ضلع گورداسپورہ پنجاب۔"

(تحفہ قیصریہ، صفحہ ۲۳، ۱۳ مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۲، صفحہ ۲۸۴، ۳۸۲)

محترم قارئین! قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے اولاد کو والدین کے لیے دعا کرنے کی ترغیب دی ہے اور رب کائنات نے دعا کے الفاظ بھی سکھلائے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ

"اے میرے رب! تو ان (میرے والدین) پر اس طرح رحم کر جس طرح انہوں نے مجھ پر بچپن میں کیا۔"

بالکل یہی اسلوب مرزا قادیانی نے اپنے سر پرستوں اور روحانی والدین (گورنمنٹ برطانیہ اور ملکہ برطانیہ) کو دعا دیتے ہوئے اختیار کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا قرار دیتے ہوئے انگریز گورنر کے نام خط میں یوں رقم طراز ہے:-

"صرف یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جانثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔" (بحوالہ مجموعہ اشتہارات، جلد ۲، طبع چہارم، ص ۱۹۸، از مرزا قادیانی)

جب دین اسلام کے لیے خون بہانے اور جہاد و قتال کی باری آتی ہے تو یہی مرزا قادیانی نہ صرف جہاد کو بے ہودہ رسم قرار دیتا ہے بلکہ جہاد فی سبیل اللہ کو صریحاً حرام قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لیے حرام ہے اب جنگ اور قتال
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے جہاد
منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
تم میں سے جن کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کرکے استوار
لوگوں کو بتائے کہ اب وقت مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، ص ۴۱ تا ۴۴، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۷، ص ۷۷ تا ۸۰)

بلکہ اس بات کا بھی اعلان کرتا ہے:-

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (سفید جھوٹ) میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب، مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے مسلمان اس سلطنت (برطانیہ) کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔'' (تریاق القلوب، ص ۲۷، ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۵، ص ۱۵۵، ۱۵۶)

ایک اور مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی جہاد کو منسوخ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا، خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا تھا کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔'' (اشتہار چندہ منارۃ المسیح بحوالہ مجموعہ اشتہارات، جلد ۲، ص ۴۰۸ طبع چہارم)

مزید مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مشن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

''میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھیں گے ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار ہے۔'' (مجموعہ اشتہارات، جلد ۲، ص ۱۹۸، طبع چہارم از مرزا غلام قادیانی)

ایک اور مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی رقم طراز ہے کہ

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ کے وقت میں اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کیے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لیے بجائے ایمان کے صرف جزیہ دے کر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور پھر مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا۔'' (اربعین، نمبر ۴، حاشیہ ص ۱۳، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۷، ص ۴۴۳)

ایک اور مقام پر اپنی جہاد دشمنی واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہے کہ

''پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا رہا۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں، ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں اور پھر میں نے قرین مصلحت سمجھ کر اسی امر ممانعت جہاد کو عام ملکوں میں پھیلانے کے لیے عربی اور فارسی میں کتابیں تالیف کیں جن کی چھپوائی اور اشاعت پر ہزارہا روپیہ خرچ ہوئے اور وہ تمام کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم اور مصر اور بغداد اور افغانستان میں شائع کی گئیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی نہ کسی وقت ان کا اثر ہوگا۔ کیا اس قدر بڑی کارروائی اور اس قدر دور دراز مدت تک ایسے انسان سے ممکن ہے جو دل میں بغاوت کا ارادہ رکھتا ہو؟ پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لیے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ اگر میں نے یہ اشاعت گورنمنٹ انگریزی کی سچی خیر خواہی سے نہیں کی تو مجھے ایسی کتابیں عرب اور بلاد شام اور روم وغیرہ بلاد اسلامیہ میں شائع کرنے سے کس انعام کی توقع تھی؟ یہ سلسلہ ایک دو دن کا نہیں بلکہ برابر سترہ سال کا ہے اور اپنی کتابوں اور رسالوں کے جن مقامات میں میں نے یہ تحریریں لکھی ہیں ان کتابوں کے نام معہ ان کے نمبر صفحوں کے یہ ہیں جن میں سرکار انگریزی کی خیر خواہی اور اطاعت کا ذکر ہے۔

نمبر، نام کتاب، تاریخ طبع، نمبر صفحہ

۱- براہین احمدیہ حصہ سوم، ۱۸۸۲ء، الف سے ب تک (شروع کتاب)

۲- براہین احمدیہ حصہ چہارم، ۱۸۸۴ء، الف سے د تک ایضاً

۳- آریہ دھرم (نوٹس) درباره توسیع دفعہ ۲۹۸، ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء، ۵۷ سے ۶۴ تک آخر کتاب

۴- التماس شامل آریہ دھرم ایضاً، ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء، ۱ سے ۴ تک آخر کتاب

۵- درخواست شامل آریہ دھرم ایضاً، ۲۲ ستمبر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

۱۸۹۵ء، ۶۹ سے ۷۲ تک آخر کتاب
۶- خط درباره توسیع دفعہ ۲۹۸، ۲۱ اکتوبر ۱۸۹۵ء، ۱ سے ۸ تک
۷- آئینہ کمالات اسلام، فروری ۱۸۹۳ء، ۱۷ سے ۲۰ تک اور ۵۱۱ سے ۵۲۸ تک
۸- نور الحق حصہ اول (اعلان)، ۱۳۱۱ھ، ۲۳ سے ۵۴ تک
۹- شہادۃ القرآن (گورنمنٹ کی توجہ کے لائق)، ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء، الف سے ع تک آخر کتاب
۱۰- نور الحق (حصہ دوم)، ۱۳۱۱ھ، ۴۹ سے ۵۰ تک
۱۱- سر الخلافہ، ۱۳۱۲ھ، ۷۱ سے ۷۳ تک
۱۲- اتمام الحجۃ، ۱۳۱۱ھ، ۲۵ سے ۲۷ تک
۱۳- حمامۃ البشریٰ، ۱۳۱۱ھ، ۱۳ سے ۴۲ تک
۱۴- تحفہ قیصریہ، ۲۵ مئی ۱۸۹۷ء، تمام کتاب
۱۵- ست بچن، نومبر ۱۸۹۵ء، ۱۵۳ سے ۱۵۴ تک اور ٹائیٹل پیج
۱۶- انجام آتھم، جنوری ۱۸۹۷ء، ۲۸۳ سے ۲۸۴ تک
۱۷- سراج منیر، مئی ۱۸۹۷ء، صفحہ ۷۴
۱۸- تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت، ۲۱ جنوری ۱۸۸۹ء، صفحہ ۴ حاشیہ اور صفحہ ۶ شرط چہارم
۱۹- اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ اور عام اطلاع کے لیے، ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء، تمام اشتہار یکطرفہ
۲۰- اشتہار دربارہ سفیر سلطان روم، ۲۴ مئی ۱۸۹۷ء، ۱ سے ۳ تک
۲۱- اشتہار جلسہ احباب بر جشن جوبلی بمقام قادیاں، ۲۳ جون ۱۸۹۷ء، ۱ سے ۴ تک
۲۲- اشتہار جلسہ شکریہ جشن جوبلی حضرت قیصرہ دام ظلہا، ۷ جون ۱۸۹۷ء، تمام اشتہار یک ورق
۲۳- اشتہار متعلق بزرگ، ۲۵ جون ۱۸۹۷ء، صفحہ ۱۰
۲۴- اشتہار لائق توجہ گورنمنٹ معہ ترجمہ انگریزی، ۱۰ دسمبر ۱۸۹۴ء، تمام اشتہار ۱ سے ۷ تک

(کتاب البریہ، ص ۵ تا ۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۳، ص ۶ تا ۹)

ان تحریروں پر غور کرنے کے بعد کیا یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی عیسائی انگریزوں کا نہ صرف ایجنٹ تھا بلکہ مسلمانوں کا اول نمبر دشمن بھی۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی متنبی اپنی کتاب ''تریاق القلوب'' ص ۲۸، مندرجہ روحانی خزائن، جلد ۱۵، ص ۱۵۶ پر رقم طراز ہے کہ

''میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت کو بنا دیا ہے۔ یہ امن جو اس سلطنت (برطانیہ) کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے نہ یہ مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان روم کے پایہ تخت قسطنطنیہ میں ...... اور جو لوگ مسلمانوں میں سے ایسے بد خیال جہاد اور بغاوت کے دلوں میں مخفی رکھتے ہوں میں ان کو سخت نادان اور بد قسمت ظالم سمجھتا ہوں .....تم جا ہو دل میں مجھے کچھ کہو، گالیاں نکالو یا پہلے کی طرح کافر کا فتویٰ لکھو مگر میرا اصول یہی ہے کہ ایسی سلطنت سے دل میں بغاوت کا خیال رکھنا یا ایسے خیال جن سے بغاوت کا احتمال ہو سکے سخت بد ذاتی اور خدا تعالیٰ کا گناہ ہے۔''

ایک اور مقام پر مرزا قادیانی انگریز گورنر کے نام خط میں رقم طراز ہے کہ

''اور تیسرا امر جو قابل گزارش ہے وہ یہ ہے کہ میں گورنمنٹ عالیہ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ فرقہ جدیدہ جو برٹش انڈیا کے اکثر مقامات میں پھیل گیا ہے جس کا میں پیشوا اور امام ہوں گورنمنٹ کے لیے ہرگز خطرناک نہیں ہے اور اس کے اصول ایسے پاک اور صاف اور امن بخش اور صلح کاری کے ہیں کہ تمام اسلام کے موجودہ فرقوں میں اس کی نظیر گورنمنٹ کو نہیں ملے گی۔ جو ہدایتیں اس فرقہ کے لیے میں نے مرتب کی ہیں جن کو میں نے ہاتھ سے لکھ کر اور چھاپ کر ہر ایک مرید کو دیا ہے کہ ان کو اپنا دستور العمل رکھے وہ ہدایتیں میرے اس رسالہ میں مندرج ہیں جو ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں چھپ کر عام مریدوں میں شائع ہوا ہے۔ جس کا نام تکمیل تبلیغ مع شرائط بیعت ہے جس کی ایک کاپی اسی زمانہ میں گورنمنٹ میں بھی بھیجی گئی تھی۔ ...... میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے بڑے اصول پانچ ہیں اول یہ کہ خدا تعالیٰ کو واحد لاشریک اور ہر ایک منقصت موت اور بیماری اور لاچاری اور درد اور دکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا، دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا صرف سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد (اس جہاد کے خلاف نہایت سرگرمی سے میرے پیر و فاضل مولویوں نے ہزاروں آدمیوں میں تعلیم کی ہے اور کر رہے ہیں جس کا بہت بڑا اثر ہوا ہے۔ مرزا قادیانی) اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لیے قطعی طور پر حرام اور ممتنع سمجھنا اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت جس کے ہم زیر سایہ ہیں یعنی گورنمنٹ انگلشیہ کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوص دل سے اس کی اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں یہ کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لیے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلح کاری کا موید ہونا اور نیک اخلاق کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے اور میری جماعت جیسا کہ میں آگے بیان کروں گا جاہلوں اور وحشیوں کی جماعت نہیں ہے بلکہ اکثر ان میں اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ اور علوم مروجہ کے حاصل کرنے والے اور سرکاری معزز عہدوں پر سرفراز ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ انھوں نے چال چلن اور اخلاق فاضلہ میں بڑی ترقی کی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور میں امید رکھتا ہوں کہ تجربہ کے وقت سرکار انگریزی ان کو اوّل درجہ کے خیر خواہ پاوے گی۔ ...... غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے۔'' (اشتہار'' بحضور لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبال'' مندرجہ مجموعہ اشتہارات، جلد ۲، ص ۱۹۵ تا ۱۹۷، از مرزا قادیانی طبع چہارم)

محترم قارئین! ان تحریروں کا مطالعہ کرنے سے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس سے مرزا قادیانی اور اس کی جماعت عیسائیوں کی آلہ کار تو ثابت ہوتی ہے لیکن قادیانیوں کے یہودیوں کے ایجنٹ ہونے کا کیا ثبوت ہے تو آیئے ان کے یہودیوں کے ایجنٹ ہونے کے ثبوت بھی ملاحظہ فرمائیں:-

مرزا محمد حسین صاحب بی کام مرزائیوں کے خلیفہ ثانی مرزا بشیر الدین محمود ابن مرزا غلام احمد قادیانی کے خاندان کی تمام مستورات کے اتالیق رہے ہیں اور اس لحاظ سے وہ ان کے گھر کے بھیدی ہیں۔ مرزا محمد حسین نے ''فتنہ انکار ختم نبوت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے اس کتاب کے صفحہ ۹۹ پر رقم طراز ہیں:-

''ایک باہمت اور دیدہ ور نوجوان عالم شفیق مرزا نے لاہوری جماعت کے مبلغ مقیم لندن شیخ محمد طفیل کے ذریعے یروشلم سے اسرائیلی میگزین ''المجلہ اسلامیہ'' (انگریزی اور عربی) منگوا لیا۔ اس میگزین کا ایڈیٹر اجو یعقوب یوشع تھا۔ یہ اسرائیل کی وزارت ادیان یروشلم کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ اس کے اگست ۱۹۷۲ء کے پرچہ میں تیرہ صفحات کا مضمون تھا، جو جماعت ربوہ کے متعلق تھا اور تعریفی لہجہ میں لکھا گیا تھا۔ مقالہ نگار کا نام عبد اللہ اخود تھا۔ اس مقالہ سے ظاہر تھا کہ یروشلم سے کسی نہ کسی صورت میں ربوہ کا رابطہ ضرور ہے۔ تعلق کی یہ نوعیت تھی کہ جو مبلغ نائیجیریا یا افریقہ کے کسی ملک میں جاتے وہ وہاں سے اسرائیل پہنچ کر اپنے پرانے مشن کا چارج لے کر تقسیم ملک سے پہلے قادیان کے ساتھ اور پاکستان بننے کے بعد ربوہ سے موثر تعلق قائم رکھنے کے پابند سمجھے جاتے تھے۔''

محترم قارئین! قادیانیوں کے مبلغ کو بھی ربی کہا جاتا ہے اور یہودی بھی اپنے مبلغ کو ربی ہی کہتے ہیں۔ اسی طرح یہودی بھی انبیاء کی گستاخیاں کرتے رہے بلکہ کئی انبیاء ﷺ کو قتل بھی کیا اور قادیانیوں نے بھی قدم قدم پر انبیاء ﷺ کی گستاخیاں کی ہیں۔ تیسری بات یہ کہ اسرائیل کی فوج میں کوئی بھی غیر یہودی بھرتی نہیں ہو سکتا ما سوائے قادیانیوں کے۔ اس حوالے سے مولانا سمیع الحق اپنی کتاب ''قادیان سے اسرائیل تک'' کے صفحہ ۲۲۱ پر رقم طراز ہیں:-

''مسلم اکابرین اس حقیقت کو جان چکے ہیں کہ اسرائیل کی تاسیس میں قادیانیوں کا معتد بہ حصہ ہے اور یہ تحریک اور صیہونیت ایک ہی ٹہنی کے پتے ہیں اسرائیل میں قادیانی مشن یہودیوں کو قادیانی بنانے کے لیے نہیں ہے بلکہ اسے ایسے اڈے کی حیثیت حاصل ہے جہاں سے اسرائیل کے لیے مسلمان ملکوں کے خلاف جاسوسی کی جاتی ہے اور جو عرب مسلمان اسرائیل میں موجود ہیں ان کے حوصلے پست کیے جاتے ہیں تاکہ اسرائیل کے خلاف ان کی قوت مزاحمت سرد پڑ جائے قادیانی رضاکار عرب مجاہدین کی سیاسی اور گوریلا سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انھیں اسرائیلی فوج میں ملازمت کا حق حاصل ہے لیکن عربوں کو قطعاً نہیں ہے۔ اس امر کا انکشاف لوویل یونیورسٹی امریکہ کے شعبہ سیاسیات کے چیئرمین آئی ٹی نومانی نے اپنی تصنیف ''اسرائیل اے پروفیل'' ص ۷۵ پر مقدس سرزمین میں مذہب کے زیر عنوان کیا ہے۔ یہ کتاب پال مال لندن سے شائع ہوئی ہے۔

اسی طرح ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران صیہونی پریس نے قادیانیوں کی اعانت میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ حکومت اسرائیل نے قادیانی مبلغ جلال الدین قمر کو یقین دلایا کہ اسرائیل کے حلیف ان کی ہر سطح پر مدد کریں گے اور ان کے حق میں آواز اٹھائیں گے۔ برطانوی پارلیمنٹ کے بعض یہودی اراکین نے بھی قادیانیوں کے حق میں بیانات دیے۔ قادیانی مشن لندن نے اس تحریک کے دوران عالمی پریس کے رد عمل کو کتابی صورت میں مدون کیا ہے، اس میں جیوش پریس کے تبصرے مطالعے کے لائق ہیں۔''

محترم قارئین! قادیانیوں اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ کتنا مضبوط تھا اور ہے اس کا اندازہ ''تاریخ احمدیت'' کی درج ذیل تحریر سے بھی ہوتا ہے جس میں قادیانی مبلغ چودھری شریف کی اسرائیلی صدر اسحٰق بن صفی سے ملاقات کا تذکرہ بڑے فخر و مباہات سے کیا گیا ہے۔

چنانچہ مورخ احمدیت دوست محمد شاہد رقمطراز ہے کہ

''حکومت اسرائیل کے پریزیڈنٹ (اسحٰق بن صفی) نے آپ (چودھری شریف) کو پیغام بھیجا کہ اپنے وطن روانہ ہونے سے پہلے مجھے مل کر جائیں چنانچہ آپ نے ان کی دعوت قبول کر لی اور ۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء کو ان سے ملاقات کی اور انھیں جماعت احمدیہ کا شائع کردہ جرمن کا ترجمہ قرآن مجید بطور تحفہ دیا جسے انھوں نے شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اس تقریب کا فوٹو بھی لیا گیا جو دنیا کے مختلف ممالک میں شائع ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا ذکر اپنے خطبہ جمعہ ۵ ستمبر ۱۹۵۸ء، (مطبوعہ الفضل ۳ اکتوبر ۱۹۵۸ء) میں بھی فرمایا ہے۔'' (تاریخ احمدیت، جلد ۴، ص ۵۸۷، حاشیہ نمبر ۹۵ طبع جدید)

مرزا غلام احمد کے پوتے مرزا مبارک احمد نے اپنی کتاب Our Foreign Missions (ہمارے بیرونی مشن) میں چودھری شریف کی اسرائیل سے روانگی اور صدر سے ملاقات کو ان الفاظ میں رقم کیا ہے:-

"Anohter small incident, which would give readers some idea of the position our mission in israel occupies, is that in 1956 when our missionary, Choudry Mohammad Sharif, returned to

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عبدالمنان شورش

معیارِ انسانیت اور مرزا قادیانی

مسئلہ ختم نبوت امت کا ایک اجماعی مسئلہ ہے اس میں کوئی دو رائے نہیں کے پیغمبر آخر الزمان جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد اب تا روز قیامت کوئی نبی نہیں آئے گا۔ واضح فرما دیا گیا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا [الأحزاب: ۴۰]

محمد ﷺ تم سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن وہ تو اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ دعوتی ذمہ داری جو انبیاء علیہم السلام کا فریضہ تھی۔ وہ علماء امت کو سونپ کر انھیں انبیاء علیہم السلام کا وارث قرار دیا گیا۔ فرمایا: العلماء ورثۃ الانبیاء کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ مسلمانوں کے اس اجماعی عقیدے میں دراڑ ڈالنے کی کوشش انگریز نے کی اور مرزا غلام احمد قادیانی نامی سیالکوٹ کی کچہری کے ایک منشی کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ دعویٰ نبوت کر کے امت کے جسم سے روح محمد ﷺ نکالنے کی کوشش کرے۔ اسی وجہ سے مولانا ظفر علی خان مرحوم نے کہا تھا کہ

عجب دور ہے عجب دور کی روانی ہے
کہ منشیوں نے بھی نبوت کی ٹھانی ہے

ہم ذیل میں مرزا قادیانی کی حیات نامسعود کا مختصر جائزہ لیتے ہیں اور فیصلہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ضرور اپنے آپ کو عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے تیار کریں۔

خاندانی پس منظر

مرزا قادیانی کی زندگی کا ایک ایک موڑ تضادات سے بھرپور ہے۔ مرزا کا خاندان اس کی اپنی زبانی سنیے:-

① - ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ (کتاب البریۃ، ص ۱۴۴ حاشیہ)

② - ہمارے آباء اولین فارسی تھے۔ (کتاب البریۃ، ص ۱۴۴ حاشیہ)

③ - تیسرے مقام پر چینی الاصل ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (حقیقت الوحی، ص ۲۰۱، خزائن، جلد ۲۲، ص ۲۰۹)

مرزا کا خاندان انگریز نوازی میں اپنی مثال آپ تھا۔ خود مرزا لکھتا ہے:-

"کیا گورنمنٹ اتنا غور نہیں کرتی کہ ہم ان آباء کی اولاد ہیں جنہوں نے اپنی عمریں حکومت برطانیہ کی خدمت میں صرف کر دیں۔" (انجام آتھم، ص ۲۸۳، خزائن، جلد ۱۱، ص ۲۸۳)

دوسری جگہ لکھتا ہے:-

"میں ایسے خاندان سے ہوں جو گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔" (کتاب البریۃ، ص ۳، خزائن، جلد ۱۳، ص ۶۵۴)

نیز لکھتا ہے:-

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کیے ہیں اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کر لی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔" (تریاق القلوب، ص ۲۷، خزائن، جلد ۱۵، ص ۱۵۵)

مرزا قادیانی نے اپنے بارے میں لکھا ہے کہ

"میں انگریز کا خود کاشتہ پودا ہوں۔" (تبلیغ رسالت، جلد ۷، ص ۱۹)

پیدائش

مرزا قادیانی اپنی تاریخ پیدائش خود بیان کرتا ہے۔

"میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہویں سال میں تھا اور ابھی ریش و بروت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔" (کتاب البریۃ، ص ۱۵۹، روحانی خزائن، جلد ۱۳، ص ۱۱۷)

قارئین کرام! مرزا کی پیدائش میں اس کی وفات کے بعد تبدیلی کی گئی اور مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۸۳۱ء، یا ۱۸۳۲ء، یا ۱۸۳۳ء، یا ۱۸۳۴ء، یا ۱۸۳۵ء، یا ۱۸۳۶ء، یا ۱۸۳۷ء، تبصرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں یعنی دس سالوں پر محیط مشکوک تاریخ پیدائش میں ہیں۔ اور اس اختلاف کے پیچھے بھی ایک راز ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ خداتعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس ہوگی یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ (براہین احمدیہ، جلد ۵، ص ۲۵۸)

اب اس اعتبار سے مرزا کی عمر ۷۴ سے ۸۶ سال کے درمیان ہونی چاہیے۔ مرزا قادیانی کی موت ۱۹۰۸ء میں واقع ہوئی اس اعتبار سے جو تاریخ پیدائش مرزا نے خود اپنی بیان کی اس کے مطابق مرزا کی عمر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۹ سال بنتی ہے۔ بالفاظ دیگر پیدائش سے وفات تک سن کذب مرزا کی دلیل بن جاتا ہے۔ قادیانیوں نے اس کا حل یہ نکالا کہ تاریخ پیدائش ہی بدل ڈالی۔ تاکہ پیشین گوئی کو سچ ثابت کیا جا سکے۔ ہم وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی ایک کتاب موجود نہیں جو مرزا کی زندگی میں چھپی ہو اور اس میں تاریخ پیدائش کا اختلاف مذکور پایا جاتا ہو۔

بچپن

موصوف کا جس طرح بچپن گزرا ہے وہ بھی اس کے کذاب اور جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔ مرزا بشیرالدین محمود لکھتا ہے:-

"حضرت صاحب فرماتے تھے ہم بچپن میں چڑیاں پکڑا کرتے تھے اور چاقو نہ ہوتا تھا تو تیز سرکنڈے سے ہی حلال کر لیتے تھے۔" (سیرت المہدی، ص ۲۵۰، حصہ اول روایت نمبر ۲۵۱)۔ جو انسان اتنا بے رحم ہو نبوت تو دور کی بات ہے انسانیت کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا۔

جوانی

محترم قارئین! کہا جاتا ہے کہ جوانی مستانی ہوتی ہے (نعوذ باللہ) مرزا نے جوانی میں بھی خوب مستی کی۔ اس کا اپنا بیٹا رقم طراز ہے کہ

"حضرت والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے سے مرزا امام دین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے کہیں اور لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔" (سیرت المہدی، ص ۴۳، حصہ اول روایت نمبر ۴۹)

جوانی میں تھیٹر دیکھنے کا شوق بھی پورا کیا۔ مرید خاص مفتی صادق تھیٹر دیکھنے چلا گیا تو منشی ظفر احمد نے مرزا سے شکایت کی۔ ملاحظہ فرمائیں!

"منشی ظفر نے خود ہی مجھ سے ذکر کیا کہ میں تو حضرت صاحب کے پاس آپ کی شکایت لے کر گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ حضرت صاحب آپ کو بلا کر تنبیہ کریں گے۔ مگر حضور نے صرف یہی فرمایا کہ ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے۔" (ذکر حبیب، ص ۱۱۸، از مفتی صادق قادیانی)

تعلیم

تضاد آپ کو یہاں بھی ملیں گے ملاحظہ فرمائیے۔

مرزا لکھتا ہے:-

"کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو" (ایام الصلح، ص ۱۱۷)

پھر خود ہی اس کے مخالف لکھتا ہے کہ

"ایک فارسی خوان معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور نیز فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔" (کتاب البریۃ)

سیالکوٹ میں دوران ملازمت چند انگریزی کتب کی تعلیم حاصل کی اور مختاری کا امتحان دیا لیکن فیل ہو گئے۔ (سیرت المہدی، حصہ اول، ص ۱۵۶)

یہاں چند امور قابل توجہ ہیں:-

① - تضاد بیانی
② - قرآن مجید پڑھانے والے استاد کو نوکر کہنا
③ - کمال ذہانت و قابلیت کی بدولت مختاری کے امتحان میں فیل ہونا۔

شاعری

نبوت اور شاعری دو متضاد امور ہیں۔ مرزا قادیانی شاعری بھی کرتا ہے اور نبوت کا دعویدار بھی ہے۔ مرزا نے عشقیہ شاعری بھی کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:-

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
میری دل سوزیوں سے بے خبر ہو
میرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
(سیرت المہدی، حصہ اول، ص ۲۳۲)

خوش اخلاقی

پروفیسر حافظ حبیب زاہد نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ لاہوری مرزائیوں نے کسی جلسہ میں مولانا امرتسری کو بھی دعوت خطاب دے ڈالی کہ آپ ہمارے مسیح کے اخلاق و عادات پر خطاب فرمائیں۔ مولانا امرتسری وہاں تشریف لے گئے سٹیج پر پہنچے تو فضاء "احمدیت زندہ باد" کے نعروں سے گونج اٹھی۔ مولانا بولے تو فرمایا احمدی دوستو میں آپ کے مرزا جی کے محاسن کی نسبت یہی کہہ سکتا ہوں کہ "میرے معشوق کے دو ہی نشان ہیں" لوگوں نے خوب داد دی جلسہ گاہ واہ واہ کی صدا سے گونج رہا تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ ان کی توجہ مکمل ہے تو شعر مکمل پڑھ دیا۔

میرے معشوق کے دو ہی نشان ہیں
زبان پر گالیاں اور مجنوں سے باتیں
(علماء اہل حدیث کے دلچسپ واقعات، ص ۵۴)

اب ذرا موصوف کے اخلاقی معیار کو ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا لکھتا ہے:-

"میرے مخالف جنگلوں کے سور ہو گئے اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئیں۔" (نجم الہدی، ص ۱۰، خزائن، جلد ۱۴، ص ۵۳)

مزید لکھتا ہے کہ:-

"کل مسلمانوں نے مجھے قبول کر لیا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کر لی ہے۔ مگر کنجریوں اور بدکاروں کی اولاد نے مجھے نہیں مانا۔" (آئینہ کمالات اسلام، ص ۵۴۷، ۵۴۸)

ایک اور جگہ لکھتا ہے کہ

"جو شخص میرا مخالف ہے وہ عیسائی، یہودی، مشرک اور جہنمی ہے۔" (نزول المسیح، ص ۴، خزائن، جلد ۱۸، ص ۳۸۲)

موصوف نے کتاب "انوار الاسلام" میں کچھ یوں نورانیت بکھیری ہے:-

"جو ہماری فتح کا قائل نہ ہو گا تو صاف سمجھا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے وہ حلال زادہ نہیں۔" (انوار الاسلام، ص ۳۰، خزائن، جلد ۹، ۳۱)

اسی وجہ سے مولانا ظفر علی خان نے کہا تھا!

جو بات بات پہ تم کو حرام زادہ کہے
ایسے ہر سفلۂ بداصل و بدزباں سے بچو
گر خدا نے تمہیں نور بصیرت عطا کی ہے
تو قادیان کے تیرے کماں سے بچو

مندرجہ بالا چند حوالے بطور نمونہ پیش کیے ہیں۔

ویسے زبان رازی میں موصوف کا کوئی مقابل نہیں مولانا ادریس کاندھلوی نے اپنے رسالہ "شرائط نبوت" میں یہ ثابت کیا ہے الف سے یا تک کوئی ایک حرف ایسا نہیں جس سے شروع ہونے والی گالی مرزا نے اپنے مخالفین کو نہ دی ہو اور ساتھ مرزا قادیانی کی کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں۔

مرزا قادیانی اور صدق بیانی

ایک اچھا انسان ہونے کے لیے صدق بیانی (سچ بولنا) امر لازم ہے۔ دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں جس میں جھوٹ بولنا جائز ہو یعنی مسلمان ہی نہیں اچھا انسان ہونے کے لیے بھی سچا ہونا ضروری ہے خود مرزا قادیانی کہتا ہے:-

"جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔" (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، ص ۱۳، خزائن، جلد ۱۷، ص ۵۶)

ایک اور مقام ملاحظہ فرمائیے اور مرزا کا انداز تحریری بھی دیکھیں لکھتا ہے:-

"جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا برابر ہے۔" (حقیقت الوحی، ص ۲۰۶، خزائن، جلد ۲۲، ص ۲۱۵)

بلکہ مرزا تسلیم کرتا ہے کہ جھوٹ بولنا معیار انسانیت کے خلاف ہے، لکھتا ہے:-

"جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑنا یہ کتوں کا طریق ہے نہ کہ انسانوں کا۔" (انجام آتھم، ص ۴۳، خزائن، جلد ۱۱، ص ۴۳)

اب مرزا قادیانی کے جھوٹ بھی ملاحظہ فرمائیں لکھتا ہے:-

① - "اس علیم وحکیم نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے۔" (ازالہ اوہام، ص ۷۲۲)

ایسا قرآن مجید کہیں بھی نہیں۔

② - "تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کے گیارہ لڑکے ہوئے اور سب کے سب فوت ہوگئے۔" (چشمہ معرفت، ص ۲۸۶)

واضح جھوٹ ہے۔

③ - "قرآن مجید میں تین شہروں کا نام اعزاز کے ساتھ ہے مکہ، مدینہ اور قادیان۔" (ازالہ اوہام، ص ۷۷)

ہمیں قرآن مجید میں قادیان کا ذکر کہیں نہیں ملا۔

④ - "وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری شریف میں لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آئے گی ھذا خلیفة الله المهدی۔" (شہادة القرآن، ص ۲۹)

صحیح بخاری میں کہیں بھی ایسی حدیث نہیں ہے۔

⑤ - "تفسیر ثنائی میں لکھا ہے ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص تھا۔" (ضمیمہ براہین، ص ۲۳۴، جلد ۵)

یہ مولانا امرتسری پر افتراء ہے۔

مرزا جی نے جھوٹ سے متعلق جو فتویٰ دیا تھا اس کی روشنی میں خود ان پر فتویٰ صادر کیا جاسکتا ہے۔

مرزا کی علمیت

بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ مرزا کی بدقسمتی تھی کہ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا ورنہ وہ اپنے وقت کا بہت بڑا عالم تھا۔ ذیل میں چند ایسی عبارتیں مرزا کی کتابوں سے درج کی جارہی ہیں جن کے بعد مرزا کے بڑے عالم ہونے کا بھرم بھی کھل جائے گا۔ مثلاً:-

① - مرزا اپنی پیدائش کے بارے میں لکھتا ہے:-

"اور جیسا کہ وہ چوتھا لڑکا تھا اسی مناسبت کے لحاظ سے اس نے اسلامی مہینوں میں سے چوتھا مہینہ لیا یعنی ماہ صفر اور ہفتہ کے دنوں میں سے چوتھا دن لیا یعنی چار شنبہ (بدھ)۔" (تریاق القلوب، ص ۴۱، خزائن، جلد ۱۵، ص ۲۱۸)

قارئین کرام! آپ کو بھی معلوم ہوگا صفر دوسرا مہینہ ہے اور چار شنبہ بھی ہفتے کا چوتھا نہیں بلکہ پانچواں دن ہے۔

② - "نبی علیہ السلام کی ۱۲ بیٹیاں تھیں۔" (ملفوظات، جلد ۳، ص ۳۷۲)

شراب اور افیون کا استعمال

شراب نوشی اور نشہ کا استعمال بھی محبوب مشغلہ تھا ملاحظہ فرمائیں۔ افیون کے بارے میں میاں محمود احمد اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:-

"حضرت مسیح موعود نے تریاق الٰہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جزء افیون تھا۔ اور یہ دوا کسی قدر افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول (حکیم نور الدین صاحب) کو حضور (مرزا صاحب) چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے۔" (مضمون میاں محمود احمد، خلیفہ قادیان، مندرجہ اخبار الفضل، جلد ۱۷، نمبر ۶، ص ۲، مورخہ ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء، بحوالہ: قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ مولفہ الیاس برنی")

مرزا اپنے مرید حکیم محمد حسین کو خط لکھ کر شراب منگوایا کرتا تھا ملاحظہ فرمائیں!

"اس وقت میاں یار محمد بھیجا جاتا ہے آپ اشیاء خوردنی خود خرید دیں۔ اور ایک بوتل ٹانک وائن کی پلومر کی دکان سے خرید دیں مگر ٹانک وائن چاہیے اس کا لحاظ رہے باقی خیریت ہے والسلام۔" (خطوط امام بنام غلام، ص ۵)

قارئین! کیسے یہ بحث کی جاسکتی ہے کہ قادیانی نبی تھا یا نہیں اولاً تو یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا میں ایک کامل سلیم الفطرت انسان کے خصائل بھی ہیں یا نہیں مرزا جی کا تو اسی زینے میں ہی پاؤں پھسل جاتا ہے۔ اور موصوف کی سیرت نامسعود سے انسانیت ہی مارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرمندگی کے سر جھکا دیتی ہے۔

زنا اور مرزا

مرزا بشیر کی رنگ رلیوں کے بارے میں علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "مرزائیت اور اسلام" کی طرف مراجعت فرمائیں۔ خود مرزا قادیانی کے بارے میں بھی نا محرم عورتوں سے تعلقات ٹانگیں دبوانا خدمت لینا جیسے حوالے تو بکثرت ملتے ہیں۔ لیکن یہ حوالہ ان شاء اللہ قصر قادیانیت پر ایٹم بم سے کم نہیں۔ کہ ایک قادیانی نے دوسرے خلیفہ مرزا بشیر کی رنگین مزاجی سے تنگ آکر الفضل کے ایڈیٹر کو خط لکھا جو اخبار میں چھاپ دیا گیا۔ ملاحظہ فرمائیں!

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ولی اللہ تھے اور ولی اللہ بھی کبھی کبھی زنا کر لیا کرتے ہیں اگر انھوں نے کبھی زنا کر لیا تو اس میں حرج کیا ہوا..... ہمیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر اعتراض نہیں کیونکہ وہ کبھی کبھی زنا کیا کرتے تھے ہمیں اعتراض موجودہ خلیفہ پر ہے کیونکہ وہ ہر وقت زنا کرتا رہتا ہے۔" (روزنامہ "الفضل" قادیان، ۳۱ اگست ۱۹۳۸ء)

مرزا کے فرشتے اور الہامات

مرزا قادیانی کے فرشتے کا نام ٹیچی ٹیچی تھا۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۳۳۲، خزائن، ص ۳۴۵، جلد ۲۲)

اور آپ کے الہامات کا تو نہ پوچھیے۔ مثلاً: یا پلاطوس، ھوشعنا، نعسا (تذکرہ مجموعہ الہامات، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

ان کے کیا مطالب و معانی ہیں قادیانی بھی نہیں بتا سکتے بقول متین خالد: "ہمیں تو یہ جہنم کی آوازیں لگتی ہیں۔"

بعض الہامات انگریزی میں بھی ہیں۔ مثلاً: I LOVE YOU (حقیقۃ الوحی، ص ۳۰۴، روحانی خزائن، جلد ۲۲، ص ۳۱۶)

مرزا کا دین پنجابی میں بھی اترا۔ مثلاً: پٹی پٹی گئی۔ (تذکرہ مجموعہ الہامات، ص ۲۹۷، طبع دوئم)

مرزا کے ارتقائی دعوے

۱۸۸۲ء میں مرزا نے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ (کتاب البریۃ، ص ۱۸۳، حاشیہ خزائن، جلد ۱۳، ص ۲۰۱)

بیت اللہ ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔ (اربعین نمبر ۴، ص ۱۵، حاشیہ خزائن، جلد ۱۷، ص ۴۴۵)

۱۸۸۲ء میں مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا۔ (کتاب البریۃ، ص ۱۸۴، خزائن، جلد ۱۳، ص ۲۰۲)

۱۸۸۳ء میں آدم اور مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تذکرۃ، ص ۷۰)

۱۸۹۱ء میں مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تذکرۃ، ص ۱۷۲)

۱۸۹۲ء میں صاحب کن فیکون ہونے کا دعویٰ کیا۔ (تذکرۃ، ص ۲۰۳)

۱۸۹۸ء میں مسیحیت کے ساتھ ساتھ مہدویت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ (تذکرۃ، ص ۲۵۷)

۱۹۰۱ء میں ظلی و بروزی نبوت کا دعویٰ کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ، ص ۸)

بعد ازاں ضلالت کی ایک اور سیڑھی سر کی اور باقاعدہ صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ (اعجاز احمدی، ص ۶۲)

قارئین کرام! آپ خود انصاف فرمائیں کیا کوئی سلیم الفطرت انسان اتنے دعوے کر سکتا ہے۔

مرزا کی بیماریاں

دستار ختم نبوت پر دست درازی کوئی عام جرم نہیں۔ مرزا کی بیماریاں دیکھیں!

ہسٹریا کی بیماری لاحق تھی۔ (سیرت المہدی، جلد ۲، ص ۵۵)

مرزا خود لکھتا ہے کہ

"میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردِ سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لیے میری حالت مردی کالعدم تھی۔" (تریاق القلوب، ص ۷۵، خزائن، جلد ۱۵، ص ۲۰۳)

یعنی: ①- دل کمزور، ②- دماغ کمزور، ③- دردِ سر، ④- ذیابیطس ⑤- تشنج قلب ⑥- نا مردی، ساری بیماریاں تھی۔

اس کا اپنا بیٹا لکھتا ہے کہ

"زبان میں لکنت تھی پر نالے کو پنالہ فرمایا کرتے تھے۔" (سیرت المہدی، ج ۲، ص ۲۵)

نیز لکھتا ہے! دانتوں کو کیڑا لگا ہوا تھا۔ (سیرت المہدی، ج ۲، ص ۱۲۵)

ایڑھیاں پھٹ گئیں تھی۔ (ایضا)

آنکھوں میں مائی اوپیا تھا۔ (ایضا ص ۱۱۹)

ایک آنکھ چھوٹی اور ایک بڑی تھی (یعنی کانا تھا)۔ (سیرت المہدی)

لیکن مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ اس سب کچھ کے باوجود دعویٰ یہ تھا کہ مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔ (تذکرۃ مجموعہ الہامات، ص ۸۰۳ طبع دوم)

وفات مرزا

مرزا قادیانی کی موت بھی اس کے کذاب اور جھوٹے ہونے کی بین دلیل ہے۔ مرزا کے دعاوی کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ علماء بالخصوص مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبد الحق غزنوی وغیرہم رحمہم اللہ نے اس کا بھر پور مقابلہ کیا۔ مرزا نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ آپ اپنے اخبار "اہل حدیث" میں میری تکذیب کرتے ہیں میں دعا کرتا ہوں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اللہ اسے سچے کی زندگی میں ہیضہ وغیرہ جیسی بیماری میں مبتلا کر کے ہلاک کر دے۔ اور یہ بھی کہا کہ آپ بھی میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ اہل حدیث میں چھاپ دیں اور اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ (مجموعہ اشتہارات، ج ۳، ص ۵۷۹)۔ جس کے نتیجے مرزا قادیانی ہیضے کی موت میں مبتلا ہو کر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا اور مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا وجود مسعود ۴۰ سال تک ختم نبوت کی دلیل بنا رہا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

④

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں خدمات

از قلم

عمر ابو النصر، مولانا سید منت اللہ رحمانی، مولانا محمد ابو القاسم فاروقی،

ابو محمد معتصم باللہ، محمد ثاقب صدیقی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر ابو النصر

فتنہ ارتداد اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

①

جزیرہ عرب میں بغاوت

بعض بدوی قبائل میں اسلام سے ارتداد کا فتنہ اتنا زبردست تھا کہ اس نے جزیرۂ عرب کے اطراف و جوانب کو ہلا ڈالا اور اسلام کے ابتدائی دور ہی میں اس کے لیے زبردست خطرہ کا موجب بنا گیا۔ اگر خدانخواستہ یہ فتنہ کامیاب ہو جاتا تو اسلام کی بنیادیں ہی اکھڑ جاتیں اور دنیا کے سامنے جاہلیت کا زمانہ پھر عود کر آتا۔

بعض قبائل عرب کا زکوٰۃ دینے سے انکار

صحرائی علاقوں خصوصاً نجد اور یمن میں اسلام کا اثر بعض بدویوں پر بہت ہی کم تھا۔ وہ محض نام کے مسلمان تھے۔ دراصل انھیں اسلام سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ وہ صرف اسلام کی شان و شوکت دیکھ کر ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ جب ان لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو انھوں نے موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے بعض ان فرائض کو ترک کر دینا چاہا جو اسلام نے ان پر عائد کیے تھے۔ انھیں سب سے زیادہ وہ فرائض شاق گزرتے تھے جن کا تعلق مال سے تھا مثلاً زکوٰۃ وغیرہ۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ زکوٰۃ دراصل ایک قسم کا جزیہ اور ٹیکس ہے جس کی ادائیگی کے لیے ان پر اسی طرح ظلم کیا جاتا ہے جس طرح ایک جابر بادشاہ ٹیکس لینے کے لیے اپنی رعایا کو نشانہ ستم بناتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے نا آشنا تھے کہ زکوٰۃ کوئی جزیہ یا تاوان نہیں۔ بلکہ صدقہ ہے جو امیروں سے لے کر غریبوں کو دیا جاتا ہے اور صرف انہی لوگوں سے وصول کیا جاتا ہے جنھیں اللہ تعالیٰ کے فضل نے مال و دولت کی فراوانی سے نواز رکھا ہو۔ اس کی غرض یہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی شخص فقیر اور بھوکا ننگا نہ رہے اور غریب لوگ زندگی کی آسائشوں میں اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کے ساتھ یکساں حصہ گیر ہو سکیں۔ لیکن بدوی اس فرق کو نہ سمجھ سکے۔ انھوں نے سرکشی اور بغاوت پر کمر باندھ لی اور تہیہ کر لیا کہ وہ کسی صورت میں بھی زکوٰۃ ادا نہ کریں گے۔

جھوٹے نبیوں کا خروج

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کے فتنہ کے ساتھ ساتھ ایک اور خوفناک فتنہ نے بھی سر اٹھایا۔ یعنی عرب میں نبوت کے کئی جھوٹے مدعی پیدا ہو گئے جنھوں نے کہنا شروع کیا کہ ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ نبوت کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ تھے: طلحہ اسدی، اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سجاح تمیمیہ۔ ان مدعیانِ نبوت کے قبائل ان کی حمایت میں کھڑے ہو گئے اور اس طرح سر زمین عرب میں ایک زبردست فتنہ پھوٹ پڑا۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا عزم و ثبات

گو یہ وقت نازک ترین وقت تھا۔ لیکن حضرت صدیق اکبر ؓ عزم و ہمت کے مالک اور صدق و صفا کے پیکر تھے۔ ایمان آپ کی رگ رگ، و پے میں رچا ہوا تھا جس کا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے جب آپ نے انتہائی نا مساعد اور نہایت ہولناک حالات میں اسامہ بن زید ؓ کو شام بھیجا تھا۔ بات یہ تھی کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید ؓ بن حارثہ نے غزوہ موتہ میں رومیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ حضور ﷺ کو ان کی وفات کا بے حد رنج ہوا۔ اس جنگ میں قضاعہ کے قبائل نے جو شام کی سرحد پر تھے، رومیوں کی مدد کی تھی اور مسلمانوں کے لشکر کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ حضرت رسول کریم ﷺ نے مرض الموت سے کچھ پہلے ایک لشکر اسامہ بن زید ؓ کی سرکردگی میں ان کے باپ کی شہادت کا انتقال لینے کے لیے تیار کیا اور اسے شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور بڑے بڑے صحابہ شامل تھے۔ اسی دوران میں رسول کریم ﷺ بیمار پڑ گئے۔ حضور ﷺ کی علالت کی خبر سن کر لشکر نے جو مدینہ سے روانہ ہو چکا تھا اپنی روانگی ملتوی کر دی اور مدینہ سے باہر ہی رسول کریم ﷺ کی صحت یابی کا انتظار کرنے لگا۔ جب حضور ﷺ کی وفات ہو گئی اور بدوی قبائل نے ارتداد اختیار کیا تو بعض صحابہ نے حضرت ابوبکر ؓ سے عرض کیا کہ مناسب ہوگا اگر اسامہ ؓ کے لشکر کی روانگی فی الحال ملتوی کر دی جائے۔ کیونکہ اس وقت انتہائی نازک صورت حال پیدا ہو چکی ہے۔ دشمن کے حملہ کا خطرہ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا ہے۔ اگر اس وقت اسامہ کا لشکر شام چلا گیا تو مدینہ بالکل غیر محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس مشورے کو ماننے سے سختی سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا: نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ لشکر ضرور شام جائے گا۔ اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الموت کے دوران

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

میں اس کو بھیجنے کی تاکید کی تھی۔ میں رسول کریم ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کس طرح کر سکتا ہوں۔

جب اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی کو ملتوی کرنے کا سختی سے رد کر دیا گیا تو بعض لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ عرض کیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر بہت کم ہے، کسی سن رسیدہ شخص کو اسامہ رضی اللہ عنہ کی جگہ لشکر کا سردار مقرر کر دیا جائے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور آپ نے فرمایا:-

''ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی یہ مجال ہو سکتی ہے کہ جس شخص کو رسول کریم ﷺ نے سردار بنایا ہو وہ اسے معزول کر دے؟''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کی ترجمانی کرتے ہوئے اس بارہ میں زیادہ اصرار کر رہے تھے۔ جب ان کا اصرار بڑھتا چلا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر ان کی داڑھی پکڑ لی اور فرمایا:-

''تمہاری ماں تمہیں روئے۔ رسول کریم ﷺ نے اسامہ کو لشکر کی سرداری سونپی تھی اور تم کہتے ہو کہ میں اسے ہٹا دوں۔''

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقعہ پر لشکر کے ان جذبات کو خوب اچھی طرح بھانپ لیا تھا جو اس کے اندر اکابر صحابہ اور قریش کے بڑے بڑے جہاں دیدہ آدمیوں پر بست سالہ اسامہ رضی اللہ عنہ کو سردار بنانے کی وجہ سے پیدا ہو رہے تھے اور آپ نے لوگوں کے دلوں سے جاہلیت کے ان اثرات کو مٹا دینے کا تہیہ کر لیا تھا جن کے تحت وہ سن رسیدہ آدمیوں پر کسی نوجوان سالارِ لشکر کا تقرر برداشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے اس درخواست کو سختی سے رد کر کے اپنی بڑائی اور فضیلت کے جو اثرات ان کے دلوں میں جاگزیں تھے، انھیں محو کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے، مگر اس وقت اشد ضرورت اس بات کی تھی کہ وہ مدینہ میں موجود رہیں تاکہ اس نازک وقت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدد کر سکیں۔ لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہرگز یہ گوارا نہیں کیا کہ بغیر اسامہ رضی اللہ عنہ کی اجازت کے انھیں بطور خود مدینہ میں ٹھہرا لیں۔ انھوں نے باقاعدہ اسامہ رضی اللہ عنہ سے اس امر کی درخواست کی اور جب اسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اس طرز عمل سے مسلمانوں کو در اصل یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ جس شخص کو کوئی عہدہ دیا جائے تو ضروری ہے کہ اس عہدہ کے اعتبار سے اس کا احترام کیا جائے اور اسے اس کے دائرۂ عمل میں آزاد رکھا جائے۔

جب لشکر کی روانگی کا وقت آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور اس کے لشکر کو جو مدینہ کے باہر کھڑا تھا، رخصت کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ اس پر اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا:-

''یا تو آپ بھی سوار ہو جائیں، ورنہ میں خود گھوڑے سے اترتا ہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:-

''خدا کی قسم ! نہ تم اترو گے اور نہ میں سوار ہوں گا۔ کیا ہوا اگر میرے پاؤں اللہ کے رستے میں گرد آلود ہو گئے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے مقرر کیے ہوئے سردار کی جتنی قدر و منزلت کی اس سے خود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بلند مرتبے کا پتہ چلتا ہے۔ اس طرح آپ نے امت کو کئی سبق دیئے۔

آپ نے لوگوں کو بتانا چاہا کہ جو شخص امیر ہو اس کی عزت کرنی چاہیے۔ اس لیے آپ نے اسامہ کی مشایعت کے لیے پیدل چلنا گوارا فرما لیا۔ آپ کی خواہش تھی کہ قیادت کو انتہائی مضبوط ہونا چاہیے۔ اس لیے آپ نے اسامہ رضی اللہ عنہ سے اس امر کی درخواست کی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں ہی رہنے دیا جائے۔ جس کی اسامہ رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کوئی غیر معمولی نوجوان نہیں تھے۔ آپ اس وقت بچپن کی منزلوں سے نکل کر جوانی کی حدود میں داخل ہوئے تھے اور آپ کا خلیفہ کے خاص مقربین یا بڑے بڑے بہادروں میں بھی شمار نہیں ہوتا تھا لیکن پھر بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ لشکر میں ان کی عزت و تکریم کی جائے اور ان کے ہر حکم پر لبیک کہا جائے۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے حکم کی بلا چوں و چرا تعمیل کرنی اور کرانی چاہتے تھے اور حضور ﷺ نے ہی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اور انصار کے اکابر صحابہ پر سردار بنایا تھا۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ لوگوں کو یہ بات جتلا دینا چاہتے تھے کہ بڑائی صرف عمر پر منحصر نہیں ہوتی اور اسلام کسی قسم کی جاہلی عصبیت اور حسب و نسب میں فضیلت کا روادار نہیں۔

لشکر کی روانگی کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے مندرجہ ذیل نصیحتیں فرمائیں:-

''میں تمہیں مندرجہ ذیل باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ان کو یاد رکھنا اور ان کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ یعنی خیانت نہ کرنا، مال نہ چھپانا، عہد شکنی نہ کرنا، مثلہ نہ کرنا (یعنی جنگ میں مقتولوں کے اعضاء مثلاً ناک کان وغیرہ نہ کاٹنا) چھوٹے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا، کھجوروں اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا نہ جلانا، بھیڑوں، بکریوں، گایوں اور اونٹوں کو کھانے کے سوا اور کسی غرض کے لیے ذبح نہ کرنا۔ تم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جو ترک دنیا کر کے گرجاؤں میں بیٹھے ہوں گے، ان سے تعرض نہ کرنا اور ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ تمہارا گزر ایسے لوگوں پر بھی ہوگا جو تمہارے پاس قسم قسم کے کھانے لائیں گے جب تم ان کھانوں کو کھاؤ تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ پس خدا کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ وہ تم کو دشمنوں کے نیزوں اور طاعون سے بچائے۔''

اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی واپسی

یکم ربیع الثانی ۱۱ھ کو اسامہ کا لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔ شام کی حدود پر پہنچ کر اس نے قضاعہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاقہ کو تاخت و تاراج کیا اور مالِ غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد فتح اور ظفر مندی کے ساتھ مدینہ واپس آ گیا۔

یہ لشکر بھیجنا مسلمانوں کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوا کیونکہ جب مرتدین کو مدینہ سے اس لشکر کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو وہ حیران و ششدر رہ گئے اور کہنے لگے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت و طاقت نہ ہوتی تو ایسے وقت میں وہ اپنے لشکر کو غسانیوں کے مقابلہ کے لیے ہرگز نہ بھیجتے۔

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد پچاس ہزار تھی۔ اس میں مہاجرین اور انصار کی تعداد ڈیڑھ اور دو ہزار کے درمیان تھی۔ باقی لشکر قریش کے قبائل پر مشتمل تھا۔ قریش کے ان قبائل نے اس جنگ میں بھی اور بعد کی جنگوں میں بھی بڑے بڑے کار ہائے نمایاں سرانجام دیے اور پرچم اسلام کو ہر موقعہ پر سربلند رکھا۔

(۲)

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا عزم صمیم

اکثر صحابہ کا خیال تھا کہ ان مرتدین سے جنھوں نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے، نرمی کا سلوک کرنا چاہیے۔ ان قبائل کا کہنا تھا کہ ہم نماز پڑھنے کے لیے تیار ہیں، مگر زکوٰۃ دینے کے لیے نہیں۔ صحابہ کہتے تھے کہ جس حد تک یہ لوگ ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہیں اس حد تک ان کا تعاون قبول کر لیا جائے اور کچھ دنوں کے لیے ان سے زکوٰۃ لینی بھی ملتوی کر دی جائے، تاکہ اس مدت میں اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر واپس پہنچ جائے اور مسلمان اس قابل ہو جائیں کہ ہر حملہ کا منہ توڑ جواب دے سکیں۔ لیکن حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ مشورہ قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ اس طرح دین کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا تھا۔ دین دراصل ایک پتھر کی طرح ہے کہ اگر اس کا کوئی ایک کونہ بھی جھڑ جائے تو آخر کار پورا پتھر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پھر اسلام تو ایسا دین ہے کہ خواہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں یا کوئی اور اس کے تشریعی عقائد میں سر مو بھی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ کوئی شخص خدائی احکام اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں کمی بیشی کا مجاز نہیں۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بارہ میں جو موقف اختیار کیا وہ آپ کے آہنی عزم پر دلالت کرتا ہے۔

آپ نے مرتدین کے مطالبوں کے سامنے جھکنے سے سختی سے انکار کر دیا اور فرمایا:-

''خدا کی قسم! اگر وہ مجھے ایک رسی کا ٹکڑا بھی، جسے وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ادا کیا کرتے تھے، دینے سے انکار کریں گے تو میں اس رسی کے ٹکڑے کے لیے بھی ان سے لڑوں گا۔''

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اس ارادہ سے آپ کی انتہائی عقلمندی، قوت ارادی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے آپ کے عشق صادق کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ جب انسان کا ایمان مضبوط ہوتا ہے تو وہ دشمن کی طاقت اور قوت کو بالکل ہیچ سمجھتا ہے اور خواہ دشمن کا لشکر طاقت و قوت اور شان و شوکت میں کتنا ہی بڑھا چڑھا کیوں نہ ہو وہ بے دھڑک اس یقین کے ساتھ اس کے مقابلے میں کھڑا ہو جاتا ہے کہ فتح و نصرت اور کامرانی اسی کی قسمت میں لکھی ہے۔ یہ اس لیے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والے اس کی راہ میں ایثار و قربانی سے کام لینے والے، دین کی عزت کے کوشاں رہنے والے اور اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جدو جہد کرنے والے کبھی ذلیل اور رسوا نہیں کرتا بلکہ ہر موقعہ پر اس کو اپنی مدد اور فتح و نصرت سے نوازتا ہے۔

مرتدین کا مدینہ کی طرف رخ کرنا

اسامہ کے لشکر کے چلے جانے کے بعد مدینہ کی حفاظت کرنے والوں کی تعداد بے حد کم رہ گئی تھی۔ ①

اس لیے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے تمام حالات کا نہایت دور اندیشی اور احتیاط سے جائزہ لیا۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کی واپسی سے پہلے مرتدین سے چھیڑ چھاڑ کی جائے۔ اسی لیے آپ نے مختلف طریقوں سے اس بات کی کوشش کی کہ مدینہ کے ارد گرد عبس، ذبیان، اسد اور طیٔ کے قبائل کے ساتھ جو مرتد ہو کر، اسلام کے دشمن بن کر مسلمانوں سے برسر پیکار ہونا چاہتے تھے، فی الحال جنگ نہ کی جائے بلکہ لڑائی کو اس وقت تک ٹالا جائے جب تک اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر واپس نہ پہنچ جائے لیکن یہ قبائل بھی جانتے تھے کہ اگر اسامہ کا لشکر پہنچ گیا تو پھر ان کی خیر نہیں۔ اس لیے انھوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ مرتدین کا ایک لشکر ذی القصہ اور ایک لشکر ابرق ② میں اترا اور وہاں سے انھوں نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں پھر اپنی اس پیشکش کو دہرایا کہ اگر زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو وہ نماز وغیرہ دوسرے اسلامی ارکان ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی سختی کے ساتھ انکار کر دیا اور ان کو مدینہ سے نکال دیا۔

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ اس وفد کے مدینہ آنے کی غرض یہ تھی کہ موجودہ صورت حال کا جائزہ لیا جائے اور مسلمانوں کے لشکر کی صحیح تعداد معلوم کی جائے۔ یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس وفد کے آنے کی غرض یہی ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن کر وفد واپس اپنے لشکر میں چلا گیا اور آپ کے جواب کے ساتھ ساتھ مدینہ کی ساری صورت حال مسلمانوں کی قلتِ تعداد اور ان کی کمزور حالت کا سارا نقشہ بیان کر دیا۔

وفد نے مسلمانوں کی قلت تعداد کا حال تو اپنے ساتھیوں کو سنا دیا لیکن وہ اس حقیقت کو فراموش کر گیا کہ فتح و نصرت کثرتِ تعداد اور قوت و طاقت کی مرہونِ منت نہیں ہوتی بلکہ فتح کا دارو مدار قوت ایمان، قوت ارادی اور صدق یقین پر ہوتا ہے۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لیے جو طاقتیں سامنے آئیں

① بعض مورخین نے تو ان کی تعداد چند سو لکھی ہے۔
② یہ دونوں مقام مدینہ کے قریب واقع ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وہ قوت و تعداد کے نشہ میں چور ہوتی تھیں۔ انھیں میدانِ جنگ میں اپنے وسیع تجربہ کا گھمنڈ ہوتا تھا۔ لیکن مسلمانوں کے سامنے ان کی ایک پیش نہ گئی اور ہر مرتبہ انھیں ناکامی ہی کا سامنا کرنا پڑا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تارکینِ زکوٰۃ کے وفد کو ناکام واپس کرنے کے بعد مدینہ والوں کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ اور مدینہ کے مسلمانوں کا ایک لشکر مرتب فرما کر لشکر کے مختلف حصوں کو علی، طلحہ، زبیر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کی نگرانی میں دے دیا۔ آپ کو خوف تھا کہ کہیں دشمن مدینہ پر شبخون نہ مارے۔ اس لیے آپ نے شہر کے اردگرد ہر اہم ناکے پر فوج کا ایک دستہ متعین فرما دیا۔ باقی لوگ مسجد میں آکر جمع ہو گئے اور اس بات کا انتظام کر دیا گیا کہ اگر دشمن رات یا دن کے کسی حصہ میں مدینہ پر حملہ کرے تو ناکوں پر متعین دستوں کو مدد مل سکے۔

اسی طرح تین دن گزر گئے۔ تین روز کے بعد عبس، ذبیان، طئ اور ان کے مددگاروں نے رات کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔ انھوں نے اپنے لشکر کے ایک حصہ کو ذی حسیٰ مقام پر ہی چھوڑ دیا، تاکہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لیا جا سکے۔ مدینہ کے ناکوں پر جو دستے متعین تھے انھوں نے کچھ لوگوں کو مدینہ کے اردگرد اور مدینہ سے باہر بھیجا ہوا تھا تاکہ وہ دشمنوں کی حرکات و سکنات کا پتہ چلائیں۔ جب ان لوگوں نے دیکھا کہ مرتدین رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مدینہ کی جانب بڑھے چلے آ رہے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو فوراً خبر کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتدین پر حملہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فوراً اس امر کی اطلاع دی گئی آپ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور لشکر کے ساتھ اونٹنیوں پر سوار ہو کر ان لوگوں کے مقابلے کے لیے نکلے اور پہلے ہی حملے میں مرتدین کو شکست دے دی۔ جب مرتدین شکست کھا کر بھاگے تو مسلمانوں نے ان کا پیچھا شروع کیا۔ حتیٰ کہ وہ ذی حسیٰ مقام تک پہنچ گئے۔ جہاں مرتدین کا بقیہ لشکر موجود تھا۔ وہ مسلمانوں کو دیکھ کر مقابلہ میں نکل آیا۔ اس لشکر نے مسلمانوں کے اونٹوں کے گلوں میں رسیاں ڈالنی چاہیں تاکہ ان کو پکڑ لیں اور ساتھ ہی مسلمان بھی ان کے قبضہ میں آ جائیں۔ لیکن اونٹوں نے فوراً اپنا رخ پھیر لیا اور مدینہ کی جانب بھاگنے لگے۔ اونٹ اتنی تیزی سے بھاگے جا رہے تھے کہ مسلمانوں کے روکے نہ رکتے تھے۔ مرتدین کسی ایک مسلمان کو بھی گرفتار نہ کر سکے اور ان کی چال اکارت گئی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باقی رات تیاری میں گزاری اور رات کے آخری حصہ میں مرتدین سے مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی لشکر کے ہمراہ مدینہ سے باہر نکل آئے۔

ادھر مرتدین نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے اونٹ مدینہ کی طرف بھاگے جا رہے ہیں تو وہ دھوکے میں آ گئے اور انھوں نے ذی القصہ والوں کی طرف آدمی بھیجا کہ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور خود اس امید میں سو گئے کہ کل مدینہ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیں گے۔

لیکن یہ ان کی بھول تھی صبح ہوتے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر ان کے ڈیروں پر پہنچ گئے۔ وہ بے خبر پڑے سو رہے تھے۔ انھوں نے مسلمانوں کی آواز تک نہ سنی۔ تا آنکہ مسلمانوں کی تلواریں ان کے گلوں میں پیوست ہو گئیں۔ ابھی سورج طلوع نہیں ہونے پایا تھا کہ مسلمان دشمنوں پر فتح پا کر اپنے ساتھ مالِ غنیمت لیے واپس آ گئے۔

اس واقعہ سے قبیلہ عبس میں کھلبلی مچ گئی۔ ان کو سان گمان بھی نہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور ان کے خواب سب ادھورے رہ گئے۔ اس جھنجلاہٹ میں ان سب مسلمانوں کو انھوں نے قتل کر دیا، جو ان کے پاس تھے۔ اب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو لڑائی کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر شام سے واپس آ گیا۔ آپ نے اسے مدینہ میں آرام کرنے کا حکم دیا اور اپنے پیچھے اسامہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا امیر بنا کر خود بنی عبس کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بہ منت عرض کیا کہ آپ اپنے تئیں خطرہ میں نہ ڈالیں اور مدینہ میں ہی قیام فرمائیں۔ کیونکہ اگر خدانخواستہ آپ کی ذات کو کسی طرح کا نقصان پہنچ گیا تو امت کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آپ لشکر کی قیادت کے لیے اپنی جگہ کسی اور شخص کو نامزد فرما دیجیے۔ لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ سب سے پہلے ابرق پہنچے۔ وہاں عبس اور بنو بکر کو شکست دی کچھ دنوں ابرق میں قیام فرمایا۔ پھر آگے بڑھ کر بنی ذبیان کو مغلوب کیا اور ان کی زمینیں اور چراگاہیں مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے وقف کر دیں۔ اس کے بعد آپ مدینہ واپس آ گئے۔ چونکہ مدینہ کے آس پاس بسنے والے دشمن قبیلوں کی سرکوبی ہو چکی تھی۔ اسلیے اب آپ کو اطمینان ہو گیا کہ مدینہ آئندہ ان لوگوں کی تاخت و تاراج سے محفوظ رہے گا۔

مرتدین سے جنگ کرنے کے لیے متعدد لشکروں کی روانگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو کچھ دن تک آرام کرنے دیا اور جب وہ تازہ دم ہو چکا تو ارادہ فرمایا کہ عرب کے مرتدین پر ایک بھرپور حملہ کر کے ان کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ ایک لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اور ذی القصہ میں جو نجد کی جانب مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے گیارہ جھنڈے بنا کر انھیں گیارہ امیروں میں تقسیم کر دیا۔ اور ہر امیر کو اپنے دستہ کے ساتھ مختلف اطراف و جوانب کو جانے کا حکم دیا۔ پھر ہدایت کی کہ راستے میں جس مسلمان قبیلہ کے پاس سے گزریں اسے اپنے ساتھ مرتدین سے جنگ کرنے کی ترغیب دیں۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے یہ فائدہ ہوگا کہ کچھ لوگ تو مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ میدان میں نکل آئیں گے اور کچھ لوگ اپنے مرتد بھائی بندوں کی حمایت کے لیے گھروں میں ہی بیٹھے رہیں گے۔ اس کے بعد مسلمانوں اور مرتدین کے حامیوں میں امتیاز کرنا آسان ہو جائے گا۔

آپ نے حضرت خالد ؓ بن ولید کو بزاخہ کے مقام پر طلیحہ بن خویلد اسدی کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور ہدایت کر دی کہ جب وہ اس مہم سے فارغ ہو جائیں تو بطاح میں مالک بن نویرہ کے مقابلہ کے لیے چل کھڑے ہوں۔

عکرمہ ؓ بن ابی جہل کو یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ کے لیے بھیجا اور ان کے پیچھے شرحبیل ؓ بن حسنہ کو ان کی امداد و تقویت کے لیے روانہ کر کے حکم دیا کہ مسیلمہ سے فارغ ہو کر قضاعہ کی طرف بڑھیں۔

مہاجر ؓ بن ابی امیہ کو صنعاء میں اسود عنسی کے مقابلہ پر متعین کیا۔

حذیفہ ؓ بن محصن کو عمان میں اہل دبا کا سر کچلنے کے لیے روانہ کیا۔

عرفجہ ؓ بن ہرثمہ کو اہل مہرہ کی طرف بھیجا۔ ان کو اور حذیفہ ؓ بن محصن کو حکم دیا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں اور فرمایا کہ جو جس کے رقبہ حکومت میں ہو، اس کے ماتحت رہے (یعنی جب دونوں عمان میں ہوں تو حذیفہ امیر ہوں گے اور عرفجہ ان کے ماتحت، اور جب مہرہ میں ہوں تو عرفجہ امیر ہوں گے اور حذیفہ ماتحت)

سوید ؓ بن مقرن کو تہامہ یمن کی طرف بھیجا۔

علاء ؓ بن حضرمی کو بحرین روانہ کیا۔

طریفہ بن حاجز کو بنی سلیم اور ان کے ساتھ جو ہوازن شامل ہو گئے تھے ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔

عمرو ؓ بن العاص کو سرحد شام کی طرف روانہ فرمایا۔

مرتدین کے نام حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا خط

لشکر کے دستوں اور امراء کی تعیین کے بعد آپ نے عرب کے مرتدین کے نام ایک ہی مضمون کے خطوط بھیجے جن میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور آپ ﷺ کی وفات کے ذکر کے بعد لکھا:-

''مجھے معلوم ہے کہ تم میں سے بعض لوگ، جنھوں نے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اور اس کے احکام پر عمل کرنے لگے تھے، اب اس دین کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ انھوں نے اپنی نادانی اور جہالت سے اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور وہ شیطان کے بہکائے میں آ گئے۔ میں نے مہاجرین، انصار اور تابعین کے لشکر کے ساتھ فلاں شخص کو تمہاری طرف بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ وہ اس وقت تک جدال و قتال سے اپنا دامن بچائے جب تک تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا نہ لے، جو اس کی بات مان لے گا، اسلام کا اقرار کر لے گا، اپنے ناروا اعمال سے باز آ جائے گا اور نیک کام کرنے لگے گا، اس سے کوئی تعرض نہ کرے گا بلکہ اس کی امداد و اعانت میں ساعی ہوگا۔ لیکن جو لوگ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیں گے، ان کے متعلق میں نے حکم دیا ہے کہ ان سے جنگ کی جائے۔ انھیں آگ میں جلا دیا جائے، انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ ان کے بیوی بچوں کو قید کر لیا جائے اور کسی سے بجز اسلام کے اور کچھ قبول نہ کیا جائے۔ جس شخص نے ان باتوں کو مان لیا اور اسلام قبول کر لیا تو یہ اس کے لیے بہتر ہوگا۔ لیکن جس نے ایسا نہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکے گا۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ وہ میرے اس خط کو تمہارے مجمع عام میں سنا دے اور نشانی یہ مقرر کی ہے کہ جس بستی کے لوگ اذان دیں، ان سے ہاتھ روک لیا جائے اور اگر وہ اسلام کا اقرار کر لیں تو ان کا اقرار قبول کر لیا جائے۔''

یہ خط لکھ کر ہر لشکر کے سپرد کر دیا گیا اور انھیں حکم دے دیا گیا کہ اس خط کو عام مجمعوں میں سنا دیا جائے اور مرتدین کو اللہ تعالیٰ اور اسلام کی طرف لانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

امراء عساکر کے لیے ہدایتیں

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے امراء عساکر کے لیے ایک عہد بھی لکھا جس کا مضمون سب امراء کے لیے ایک ہی تھا۔ ہر امیر نے وہ عہد نقل کر لیا اور اس پر کاربند ہونے کا وعدہ کیا۔ اس عہد کی عبارت مندرجہ ذیل تھی:-

''یہ عہد ابوبکر ؓ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہے اور فلاں شخص سے لیا جاتا ہے جب کہ وہ ان لوگوں سے لڑنے جا رہا ہے جنھوں نے اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔ فلاں شخص سے یہ عہد لیا جاتا ہے کہ جہاں تک اس کے امکان میں ہوگا وہ پوشیدہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرے گا، خدا کی راہ میں ہر طرح کوشاں ہوگا۔ ان لوگوں سے جہاد کرے گا جو اسلام کو چھوڑ کر شیطان کے پیروکار بن گئے ہیں۔ البتہ حجت تمام کرنے کے لیے وہ پہلے انھیں اسلام کی طرف بلائے گا۔ اگر وہ دائرۂ اسلام میں آ جائیں گے تو ان سے کوئی تعرض نہ کرے گا۔ لیکن اگر انکار کریں گے تو ان سے اس وقت تک برسر جنگ رہے گا جب تک وہ اسلام قبول کرنے کا اعلان نہ کر دیں۔ اگر مرتدین اسلام قبول کر لیں تو وہ ان تمام حقوق و فرائض سے انھیں آگاہ کر دے گا جو ان پر واجب ہوتے ہیں اور جو حکومت کی طرف سے ان کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ ازاں بعد جو فرائض ان کے ذمہ واجب ہوں گے وہ ان کی بجا آوری کا انتظام کرے گا اور جو حقوق ان کے ہوں گے، وہ ادا کرے گا۔ حالتِ ارتداد میں ان سے کسی قسم کی رو رعایت نہ کرے گا اور نہ ان سے لڑنے میں پیچھے ہٹے گا جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری کا اقرار کرے تو اس کا یہ اقرار قبول کر لے گا اور ہر نیک کام میں اس کی مدد کرے گا۔ لیکن جو شخص حالتِ ایمان کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کے انکار پر کمر باندھ لے گا تو اس سے لڑے گا۔ البتہ اگر وہ دوبارہ اسلام کی دعوت قبول کر لے گا تو اس سے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کسی قسم کا مؤاخذہ نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر وہ اپنے دل میں کوئی اور بات پوشیدہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے خود نپٹ لے گا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی دعوت پر کان نہیں دھرے گا، اسے، جہاں کہیں وہ ملے گا، قتل کر دے گا اور اس سے اسلام کے سوا اور کچھ قبول نہ کرے گا۔ جو شخص اسلام کی دعوت پر ایمان لے آئے گا اس کا یہ اقرار قبول کر لے گا۔ لیکن جو شخص انکار کرے گا، تو اس سے لڑے گا اور اگر اللہ تعالیٰ اسے اس مرتد پر فتح دے گا تو اس کو تلواروں اور آگ کے ذریعہ ہلاک کر دے گا۔ جو مال غنیمت حاصل ہوگا اسے سوائے خمس کے، فوج میں تقسیم کر دے گا۔ خمس ہمارے پاس آنا چاہیے۔ اس شخص سے اس بات کا بھی عہد لیا جاتا ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کو عجلت اور فساد سے باز رکھے گا۔ کسی غیر کو اپنے لشکر میں داخل نہ ہونے دے گا جب تک کہ اس کو اچھی طرح جان پہچان نہ لے تاکہ جاسوسوں کے فتنہ سے محفوظ رہے۔ سفر اور حضر میں مسلمانوں سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرے گا۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھے گا اور مسلمانوں کو بھی اس بات کی تاکید کرے گا کہ وہ نیک صحبت اختیار کریں۔ اپنے ساتھیوں سے نرمی کا سلوک کریں۔"

حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد مسلمان تباہی اور بربادی کے ہولناک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے اگر اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال نہ ہوتی اور وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے صادق الایمان آہنی عزم و ارادہ کے مالک، اور اسلام کے عاشق زار کو کھڑا نہ کرتا تو مسلمان صفحۂ ہستی سے نابود ہو جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے مقابلہ میں جس جرأت، دلیری اور سختی کا مظاہرہ کیا وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ اس وقت جب مدینہ کا ہر متنفس یہ کہہ رہا تھا کہ ان لوگوں سے نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو پھیر دے اور وہ اسلام قبول کر لیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہر ممکن خطرے کو مول لیتے ہوئے مرتدین سے مقابلہ کرنے اور فتنہ و فساد کو جڑ سے اکھاڑ دینے کا تہیہ کر لیا۔ اس طرح آپ نے مرتدین کے لیے اس امر کے سوچنے کی گنجائش بھی نہ رکھی کہ اب اسلام کمزور ہو چکا ہے اور انھوں نے سر زمین عرب میں جس فتنہ کی بنیاد رکھی ہے۔ اسلام میں اس کے روکنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس موقعہ پر بے نظیر جرأت اور بہادری کا مظاہرہ نہ کرتے تو یقیناً سارا عرب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوتا اور مدعیان کاذبہ کی طاقت و قوت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو دین کا محافظ ہے، ایسا ہونا کس طرح گوارا کر سکتا تھا۔ اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چنا اور آپ کے ذریعہ مرتدین کا بالکلیہ استیصال کرا دیا۔

(۳)

اسلام کی شمشیر براں

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اور طلیحہ بن خویلد الاسدی کا باہم مقابلہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو ان دشمنانِ اسلام کی طرف بھیجا جو مدینہ سے قریب تر تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ وہ پہلے طلیحہ بن خویلد الاسدی اور اس کے مددگاروں کا مقابلہ کریں اور اس پر فتح پالیں تو پھر مالک بن نویرہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جائیں۔

طلیحہ بن خویلد الاسدی اور مالک بن نویرہ دونوں انتہائی طاقت و قوت کے مالک تھے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو ان دونوں کے مقابلہ پر بھیجنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی جرأت اور بہادری پر کتنا اعتماد تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے ہاتھوں اسلام اپنے دشمنوں پر غالب آ جائے گا اور جزیرۂ عرب اور مدینہ کے گرد و نواح میں دوبارہ امن قائم ہو جائے گا۔

طلیحہ بن خویلد الاسدی نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہی نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ جب حضور ﷺ کی وفات ہوگئی تو اس نے بے حد طاقت حاصل کر لی اور کئی قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ در اصل اس کی خواہش تھی کہ وہ بھی حضور ﷺ کی سی شان و شوکت حاصل کر سکے۔ چنانچہ اس نے سب سے پہلے اپنی قوم بنی اسد کو اپنی نبوت کی طرف بلایا جو فوراً ہی اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی۔ اب اس نے قبیلہ طئی کی طرف رخ کیا۔ چونکہ قبیلہ طئی اور بنی اسد کے درمیان دوستی تھی۔ اس لیے طے والے بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ قبیلہ غطفان نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی۔ گو ان قبیلوں کے با رسوخ اور معزز اشخاص طلیحہ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے اور انھوں نے اپنے دین کو نہیں بدلا۔ لیکن عوام کی کثیر تعداد میں اس کے پیرو ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں اس کے گرد ایک زبردست لشکر جمع ہو گیا۔ اس لشکر کا پڑاؤ سرزمین نجد میں طے کے ایک چشمہ بزاخہ پر تھا۔ لشکر کی تعداد چار ہزار جنگجوؤں سے بھی زیادہ تھی۔ اس کے مقابلہ پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لشکر کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز نہ تھی۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید حسب الحکم حضرت صدیق رضی اللہ عنہ طلیحہ کے لشکر کی جانب روانہ ہو گئے۔ عبس اور ذبیان بھی مدینہ سے شکست کھا کر طلیحہ کے پاس بزاخہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ قبیلہ طے کے دو خاندانوں جدیلہ اور غوث کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور ان سے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں۔ بعض لوگ تو فوراً آ کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ لیکن بعض نے تاخیر سے کام لیا۔

عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کی کوششوں سے قبیلہ طے کا قبول اسلام

ادھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حاتم طائی کے لڑکے عدی رضی اللہ عنہ کو اس کے قبیلہ کی طرف بھیجا اور اسے سمجھا دیا کہ تم جا کر اپنے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دینا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سے کہنا کہ وہ خواہ مخواہ فتنہ انگیزی نہ کریں۔ چنانچہ عدی رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ ان کی قوم نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور عدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لشکر کے پاس جا کر اسے آگے بڑھنے سے روک دو۔ ہم اپنے ان آدمیوں کو جو طلیحہ کے لشکر میں ہیں، خط لکھتے ہیں کہ وہ واپس آ جائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ طلیحہ کو ہمارے دوبارہ اسلام قبول کرنے کا پتہ چل جائے اور وہ ان لوگوں کو قتل کرا دے۔ چنانچہ عدی رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کے مطابق دشمن پر کچھ عرصہ کے لیے حملہ ملتوی کر دیا۔ اسی اثناء میں وہ لوگ جو طلیحہ کے پاس تھے، قبیلہ میں واپس آ گئے۔ عدی رضی اللہ عنہ نے ان کو دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے قبول کر لیا۔ اس پر عدی رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کو لے کر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے پاس گئے۔ اس طرح مسلمانوں کو ایک ہزار جنگجو سوار اور مل گئے۔ اب حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید طلیحہ کے لشکر کی جانب روانہ ہو گئے۔ قریب پہنچ کر آپ نے دو مسلمانوں عکاشہ رضی اللہ عنہ بن محصن اور ثابت رضی اللہ عنہ بن اقرم انصاری کو طلیحہ کے لشکر کا حال احوال معلوم کرنے بھیجا۔ راستے میں ان دونوں کو طلیحہ کا بھائی حبال ملا جسے ان دونوں نے قتل کر دیا۔ جب یہ خبر طلیحہ کو ملی تو وہ اپنے ایک اور بھائی سلمہ کے ساتھ ان دونوں کے مقابلے کے لیے نکلا۔ مقابلہ کے وقت طلیحہ نے عکاشہ کو اور اس کے بھائی سلمہ نے ثابت کو شہید کر دیا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے اپنے لشکر کو لڑائی کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا۔ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور تھوڑی ہی دیر میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے طلیحہ کے لشکر کو شکست دے دی۔ طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ ایمان لے آیا اور مرتے دم تک اسلام پر ہی قائم رہا۔

قبیلہ تمیم میں سجاح بنت حارث کا ورود

رسول اللہ ﷺ نے تمیم کے مختلف قبائل میں کئی امیر مقرر کیے تھے جن میں زبرقان ابن بدر، قیس بن عاصم، وکیع بن مالک اور مالک بن نویرہ بھی تھے۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان میں سے بعض تو اسی عہد پر قائم رہے جو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے باندھا تھا اور انھوں نے زکوۃ کی ساری رقوم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیں۔ لیکن بعض لوگوں نے زکوۃ روک لی اور ارتداد اختیار کر لیا۔ بعض ابھی تذبذب میں ہی تھے کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔

جن لوگوں نے ارتداد اختیار کر لیا تھا ان میں مالک بن نویرہ بھی تھا۔ اس اختلاف نے قبیلہ میں انتشار کی حالت پیدا کر دی تھی۔

اسی اثناء میں اس قبیلہ سے سجاح بنت حارث اٹھی۔ اس عورت کا والد ایک تمیمی قبیلہ بنی یربوع کی ایک شاخ بنو تغلب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس تعلق کی وجہ سے تمیم نے اس کی مدد کی۔

بنو تمیم میں خانہ جنگی

اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا اور بنو تغلب کے عیسائیوں کی ایک جماعت اس کے ساتھ ہو گئی تھی۔ سجاح نے ان کے ساتھ مل کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہ بنی تمیم میں پہنچی تو اس نے بنو یربوع کے سردار مالک بن نویرہ کو بلا بھیجا اور اس سے رائے طلب کی۔ مالک بن نویرہ نے مشورہ دیا کہ اس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کا خیال چھوڑ دو۔ بلکہ پہلے بنو تمیم میں اپنے مخالفوں سے نپٹ لو۔ ادھر وکیع بن مالک اور اس کی قوم بھی سجاح کے ساتھ ہو گئی تھی۔ سجاح نے مالک بن نویرہ کے مشورے پر عمل کیا اور اپنے مخالف تمیمی خاندانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ اس طرح بنو تمیم میں خود لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کی توجہ مسلمانوں کی طرف سے ہٹ گئی۔ اگر بنو تمیم متفقہ طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیتے تو دس ہزار کا عظیم الشان لشکر مسلمانوں کے مقابلہ پر نکل آتا اور ان کے لیے بڑی مشکل کا سامنا ہو جاتا۔

سجاح کا مسیلمہ کذاب کی طرف جانا

جب سجاح نے دیکھا کہ یہاں اس کی دال گلتی نظر نہیں آتی تو اس نے اپنے لشکر کو، جو ربیعہ اور ایاد وغیرہم قبائل پر مشتمل تھا، بنی حنیفہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ بنو حنیفہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ جب مسیلمہ نے سجاح کے لشکر کی آمد کا حال سنا تو بہت گھبرایا اور اس نے خیال کیا کہ اگر وہ اور اس کی قوم سجاح سے برسر پیکار ہو گئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فوجیں اس پر ٹوٹ پڑیں گی اور اس کے اردگرد جو قبائل ہیں وہ بھی اس کی اطاعت کا جوا اپنی گردن سے اتار پھینکیں گے۔ اس خطرہ کے پیش نظر اس نے سجاح کو کچھ تحائف بھیجے اور اس سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔

سجاح اور مسیلمہ کذاب کی شادی

جب ان دونوں کی ملاقات ہوئی تو مسیلمہ نے اس سے شادی کی درخواست کی اور بہت کچھ لالچ وغیرہ بھی دیا۔ چنانچہ سجاح کی رضا مندی کے بعد دونوں کی شادی ہو گئی۔ تین دن کے بعد سجاح اپنے لشکر میں واپس ہوئی۔ جب لوگوں نے اس سے حالات پوچھے تو اس نے کہا:-

"میں نے مسیلمہ کو حق پر پایا اس لیے میں نے اس کی تابعداری اختیار کر کے اس سے شادی کر لی۔"

لوگوں نے سجاح سے پوچھا: "تم نے کچھ مہر بھی وصول کیا؟" اس نے کہا: "نہیں، اس نے مجھے مہر تو نہیں دیا۔" اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا کہ بغیر مہر وصول کیے شادی کرنا اس کے لیے انتہائی غیر مناسب ہے۔ اس پر وہ مسیلمہ کے پاس واپس آئی اور مہر کا مطالبہ کیا۔ مسیلمہ نے سجاح کے مؤذن شبث بن ربعی الریاحی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس امر کا اعلان کر دے کہ مسیلمہ نے دو نمازیں جو محمد رسول اللہ ﷺ نے واجب کی تھیں ہٹا دی ہیں اور وہ عشاء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور فجر کی نمازیں ہیں۔

مہر کے بارہ میں سجاح اور مسیلمہ کے درمیان یہ تصفیہ ہوا کہ مسیلمہ یمامہ کی زمینوں کے لگان کی نصف آمدنی سجاح کو بھیجا کرے گا۔ سجاح نے مطالبہ کیا کہ وہ سال آئندہ کی آمدنی میں سے اس کا حصہ پہلے ہی اسے دے دے۔ جس پر مسیلمہ نے نصف سال کی آمدنی میں سے اس کا حصہ اسے دے دیا۔ بقیہ حصہ کی وصولی کے لیے سجاح نے اپنے آدمیوں کو مقرر کر دیا اور خود واپس چلی گئی۔ جب سجاح بنو تمیم میں پہنچی تو مالک بن نویرہ کو افسوس ہوا کہ اس نے اسلامی حکومت سے بغاوت کیوں کی؟ لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ بنو تمیم کے بقیہ مرتدین اور ان کے امراء کا بھی یہی حال تھا۔ انھوں نے حضرت خالد ؓ بن ولید سے اپنی ندامت کا اظہار کیا اور ان کی خدمت میں زکوٰۃ ارسال کر دی۔

مالک بن نویرہ سردار قبیلہ بنی یربوع کا قتل

لیکن مالک بن نویرہ نے زکوٰۃ ادا نہ کی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کے قبیلہ بنو یربوع میں حضرت خالد ؓ بن ولید اور ان کے لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس لیے اس نے انھیں منتشر ہونے کا حکم دے دیا۔ جب حضرت خالد ؓ بطاح پہنچے تو میدان خالی پڑا تھا اور کوئی متنفس دکھائی نہ دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خالد ؓ نے فوج کے دستوں کو مختلف اطراف میں ان لوگوں کو تلاش کرنے لیے بھیجا۔ ایک دستہ بنی یربوع کے کچھ لوگوں کو پکڑ لایا۔ ان میں مالک بن نویرہ بھی تھا۔ حضرت خالد ؓ نے ان سب کو قید کر دیا اور اس کے بعد ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ چنانچہ وہ سب قتل کر دیے گئے۔

حضرت خالد ؓ بن ولید کے لشکر کے بعض آدمیوں نے یہ گواہی دی تھی کہ جب بنی یربوع نے مسلمانوں کی اذانوں کی آوازیں سنی تھیں تو انھوں نے بھی اذانیں دینی شروع کر دی تھیں۔ اسی بناء پر ان کا خیال تھا کہ ان لوگوں کا خون ناحق بہایا گیا ہے اور خلیفہ کے احکام کی صریح موجودگی میں ان کا قتل ہرگز جائز نہ تھا۔ جو لوگ اس خیال کے حامی تھے ان میں حضرت ابو قتادہ ؓ بھی تھے جو رسول کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ اس وجہ سے یہ مسئلہ پیچیدہ ہو گیا اور مقابلہ بہت بڑھ گیا۔ پھر ایک اور بات نے اس امر کو اور زیادہ اہمیت دے دی اور وہ یہ کہ حضرت خالد ؓ بن ولید نے مالک بن نویرہ کی بیوہ سے شادی کر لی۔ ابو قتادہ ؓ اس بات کو برداشت نہ کر سکے۔ وہ لشکر کو چھوڑ کر مدینہ میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس آئے اور ان سے شکایت کی کہ کس طرح خالد ؓ نے آپ کے احکام کی خلاف ورزی کی۔ مگر حضرت ابوبکر ؓ نے ابو قتادہ ؓ کے اس فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا کہ وہ بغیر خالد ؓ سے اجازت لیے ان کے لشکر کو چھوڑ کر چلے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ، ابو قتادہ ؓ یا کسی اور کے معاملہ میں اس بات کے روادار نہ تھے کہ فوجی احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ کیونکہ اس طرح مسلمانوں کے لشکر میں کمزوری پیدا ہو جانے کا خطرہ تھا۔ اس وقت لشکرِ اسلام مخالفینِ اسلام سے برسرِ پیکار تھا اور ضرورت اس بات کی تھی کہ مسلمانوں کی صفوں میں کامل اتحاد اور اتفاق رہے۔ اسی لیے انھوں نے ابو قتادہ ؓ کو مجبور کیا کہ وہ دوبارہ خالد ؓ کے لشکر میں جائیں۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا یہ فعل جنگی سیاست کے نقطۂ نگاہ سے انتہائی عقلمندی اور بڑی دُور اندیشی پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ابو قتادہ ؓ کو خالد ؓ کے لشکر میں واپس کر دیا۔ لیکن مدینہ کے مسلمانوں میں حضرت خالد ؓ بن ولید کے اس فعل پر کثرت سے نکتہ چینی ہونے لگی۔ مالک بن نویرہ کا بھائی متمم بن نویرہ بھی حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے بھائی کے ساتھ حضرت خالد ؓ نے جو سلوک کیا تھا اس کی شکایت کی۔ حضرت عمر ؓ بن خطاب نے بھی حضرت ابوبکر ؓ سے خالد ؓ کے فعل کی مذمت کی۔ حضرت عمر ؓ نے کہا:

''چونکہ خالد نے ایسے لوگوں پر تلوار چلائی جنھوں نے اذان کا جواب اذان سے دیا تھا۔ اس لیے اگر یہ الزام صحیح ہے تو انھیں قید کر دینا چاہیے۔''

لیکن حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت عمر ؓ سے فرمایا:

''عمر! خالد نے ایک تاویل[1] کی اور اس میں ان سے غلطی ہوگئی۔ اس لیے تم خالد کے بارہ میں اپنی زبان بند کر لو۔''

جب حضرت خالد ؓ بن ولید حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے مالک بن نویرہ اور اس کے ساتھیوں کے معاملہ میں اپنی معذرت پیش کی۔ ادھر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے خود مالک بن نویرہ کا خوں بہا ادا کر دیا۔ بنو یربوع کی طاقت ٹوٹ چکی تھی۔ قبیلہ تمیم بھی سارے کا سارا دوبارہ اسلام لے آیا۔ اور اس بات پر راضی ہو گیا کہ جس طرح وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں زکوٰۃ ادا کیا کرتے تھے اسی طرح وہ حضرت ابوبکر ؓ کو بھی زکوٰۃ ادا کیا کریں گے۔

فوج کے سالاروں کو سزا دینے کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی پالیسی

حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی یہ سیاست بڑی دور اندیشی اور حکمت پر مبنی تھی کہ اگر فوج کے سالاروں اور عمال سے اثنائے جنگ میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو انھیں سزا نہ دی جائے۔ کیونکہ اگر لڑائی کے دوران میں کسی لشکر کے سردار کو سزا دی جائے تو دوسرے لشکروں کے سرداروں کی پوزیشن بھی نازک ہو جاتی ہے۔ ان کے بارہ میں بھی شکایتیں ہونے لگتی ہیں۔ ان کے حاسدین کی زبانیں ان کے خلاف مصروفِ عمل ہو جاتی ہیں اور اس طرح فوج کا سارا

① حضرت خالد ؓ بن ولید نے یہ تاویل کی تھی کہ ان لوگوں نے قتل کے خوف سے اذانیں دینی شروع کر دی تھیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔

آج کل کی متمدن حکومتوں کا بھی یہی طریقہ ہے کہ اگر ان کے افسروں سے کوئی غلطی سرزد ہو جاتی ہے تو وہ اس کا محاسبہ کرنے میں سرعت سے کام نہیں لیتیں اور جب تک وہ اپنی ذمہ داریوں پر متعین رہتے ہیں ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتیں۔ وہ اس وقت تک انتظار کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا رہتی ہیں جب تک دلوں کے جوش ٹھنڈے اور شکایتوں کے دفتر بند نہ ہو جائیں۔ اگر کوئی ایسا ہی سنگین معاملہ ہوتا ہے جس میں شک کی کوئی گنجائش ہی نہ ہو تو وہ ایسے افسروں کا تبادلہ کر دیتی ہیں۔ لیکن اکثر اوقات تبادلہ کے ساتھ ہی ان کے منصب میں ترقی بھی کر دی جاتی ہے تاکہ شکایت کرنے والوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ مل سکے کہ فلاں افسر کا تبادلہ ان کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہے یا ان کی شکایت پر عمل میں آیا ہے۔ اس طریقہ عمل سے نہ صرف یہ کہ مخالفین کے منہ بند ہو جاتے ہیں بلکہ سرکاری ملازمین کے دلوں میں حکومت پر اعتماد بھی بحال رہتا ہے۔

بنو حنیفہ کے ساتھ جنگ

رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں بنو حنیفہ کا ایک وفد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا تھا۔ قبیلہ کا سردار مسیلمہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ رسول کریم ﷺ نے ان لوگوں کو کچھ عطایا دیے جن میں سے مسیلمہ کو بھی اپنا حصہ ملا۔ واپس جا کر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اس کے بعد پھر مدینہ آیا، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:-

"مجھے بھی آپ کے ساتھ امر نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ اس لیے نصف ملک ہمارے لیے ہے۔ اور نصف ملک قریش کے لیے!"

آنحضرت ﷺ نے اسے جواب میں لکھوایا:-

"بسم اللہ الرحمن الرحیم، من محمد رسول اللہ الی مسیلمۃ الکذاب السلام علی من اتبع الھدیٰ۔ اما بعد! فان الارض للہ یورثھا من یشاء والعاقبۃ للمتقین۔"

ترجمہ: "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت رحم کرنے والا اور مہربان ہے۔ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام، اس پر سلام جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ ساری زمین اللہ ہی کی ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے اور انجام تو متقیوں ہی کا اچھا ہوگا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل کو مسیلمہ کذاب سے مقابلہ کرنے کے لیے یمامہ بھیجا اور ان کے پیچھے شرحبیل رضی اللہ عنہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ اور حکم یہ دیا کہ جب دونوں فوجیں جمع ہو جائیں تب جنگ شروع کی جائے۔ لیکن عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس خیال سے کہ جنگ میں کامیابی کا فخر ان ہی کے حصہ میں آئے، اکیلے پہنچ کر بنو حنیفہ پر حملہ کر دیا۔ جب بنو حنیفہ سے لڑائی شروع ہوئی تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے شکست کھائی۔ شرحبیل رضی اللہ عنہ کو جب اس کا پتہ چلا تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ساری سرگزشت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عکرمہ رضی اللہ عنہ کی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اور آپ نے ان کو جواب میں لکھا:-

"نہ میں تمہاری صورت دیکھوں گا نہ تم میری۔ اس وقت واپس نہ ہونا، کیونکہ اس طرح لوگوں میں بد دلی پھیل جائے گی۔ تم حذیفہ اور عرفجہ کو ساتھ لے کر آگے بڑھو اور اہل عمان و مہرہ سے جنگ کرو۔ اس کے بعد مہاجر بن ابی امیہ کے ساتھ شامل ہو کر یمن اور حضرموت کے مرتدین کی خبر لو۔"

شرحبیل رضی اللہ عنہ کو آپ نے اس وقت تک انتظار کرنے کا حکم دیا جب تک ان کے پاس دوسرا حکم نہ پہنچے۔

اس اثناء میں خالد رضی اللہ عنہ بن ولید بنو یربوع کی سرکوبی سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں یمامہ بھیجا اور کئی اور لشکروں کو بھی ان کے ساتھ کر دیا۔ کیونکہ یمامہ میں مسیلمہ کا زور بہت بڑھ چکا تھا۔ طبری کی روایت کے مطابق مسیلمہ کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اکثر لوگوں نے اس کی اطاعت محض عصبیت اور اپنی قومیت کے تحفظ کی خاطر قبول کی تھی۔ حالانکہ وہ اس پر مطلق ایمان نہیں لائے تھے اور اس کو جھوٹا سمجھتے تھے چنانچہ ان میں سے بعض کہتے تھے:-

"ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ مسیلمہ جھوٹا ہے۔ لیکن ربیعہ کا کذاب ہمیں مضر کے صادق سے زیادہ محبوب ہے۔"

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ یمامہ روانہ ہو گئے۔ ادھر شرحبیل رضی اللہ عنہ نے بھی وہی حرکت کی جو عکرمہ رضی اللہ عنہ سے سرزد ہوئی تھی اور ان کو بھی وہی نقصان اٹھانا پڑا جو عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اٹھانا پڑا تھا۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ان کو زبردست سرزنش کی۔

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید یمامہ پہنچے تو وہاں مسیلمہ کذاب کے پیروؤں سے نہایت شدید جنگ پیش آئی۔ بنو حنیفہ نہایت بے جگری سے لڑے۔ قریب تھا کہ مسلمان شکست کھا جاتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد بروقت آ پہنچی اور باحمیت مومنین نے عین موقعہ پر مسلمانوں کو ابھارا کہ وہ بنو حنیفہ پر ایک تازہ حملہ کریں۔ چنانچہ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ سینکڑوں اشخاص اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر بنو حنیفہ کے لشکر میں گھس گئے اور ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ مسلمان بہادر مسیلمہ تک بھی پہنچ گئے اور اسے قتل کر ڈالا۔ مسیلمہ کو قتل کرنے کا فخر وحشی رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری کے حصہ میں آیا۔ وحشی رضی اللہ عنہ وہی ہیں جنھوں نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ جب بنو حنیفہ نے دیکھا کہ ان کا سردار مارا گیا اور مسلمانوں کا حملہ شدت سے جاری ہے تو وہ ہمت ہار بیٹھے اور بھاگ کر اپنے قلعہ میں پناہ گزیں ہو گئے جس کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے محاصرہ کر لیا۔

جب بنو حنیفہ قلعہ میں پڑے پڑے بہت عاجز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور انھوں نے کوئی چارۂ کار نہ دیکھا تو ان کا ایک آدمی مجاعہ بن مرارہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے پاس آیا اور آپ سے صلح کرلی۔ صلح نامہ میں یہ شرائط تھیں کہ بنوحنیفہ کے ان لوگوں کی جنھوں نے لڑائی میں حصہ لیا، جان بخشی کر دی جائے گی۔ ان کے پاس سونے، چاندی اور اسلحہ وغیرہ کے جتنے ذخیرے ہوں گے وہ سب ضبط کر لیے جائیں گے اور ان کے جو لوگ قید کر لیے گئے ان میں سے چوتھائی بدستور مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہیں گے۔

جب صلح نامہ کی شرائط پر اتفاق ہوگیا اور صلح طے پاگئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا جس میں انھیں حکم دیا گیا تھا کہ بنوحنیفہ کے تمام لوگ جنھوں نے جنگ میں حصہ لیا تھا، قتل کر دیے جائیں۔ لیکن معاہدہ لکھا جا چکا تھا اس لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے وعدہ کو نباہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سارے حالات لکھ بھیجے۔

جب صلح ہو چکی تو بنوحنیفہ اسلام لے آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ان لوگوں کا ایک وفد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ جب یہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے ان سے فرمایا:-

''تمھیں کیا ہوگیا تھا؟ تم نے اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں کیوں ڈالا؟''

انھوں نے جواب دیا:-

''اے رسول اللہ کے خلیفہ! جو کچھ ہمارے ساتھ گزری اس کا آپ سب کو پتہ ہے۔ جو کچھ ہوا وہ ایسا کام تھا جو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف اور ہمارے لیے منحوس تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قصوروں اور ہماری غلطیوں کو معاف فرمائے۔''

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے مسیلمہ کا کلام سننے کی خواہش کی۔ تعمیل حکم میں انھوں نے اس کے بعض کلمات سنائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلام سنا تو ان کو بنوحنیفہ کی جہالت پر بے حد تعجب ہوا اور آپ نے اس امر پر سخت حیرت کا اظہار کیا کہ ان لوگوں کو انتہائی فصیح و بلیغ کلام (قرآن مجید) اور ہرلیات (مسیلمہ کا کلام) میں کچھ بھی فرق محسوس نہیں ہوا۔

بنوحنیفہ کے ساتھ لڑائی میں جہاں مرتدین کا بھاری نقصان ہوا اور ان کے سترہ ہزار آدمی مارے گئے وہاں مسلمانوں کا نقصان بھی نا قابل تلافی ہوا۔ اس جنگ میں ایک ہزار سے زیادہ مہاجرین و انصار اور تابعین شہید ہوئے۔ بنوحنیفہ کو شکست دینے کے بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید یمامہ کی ہی ایک وادی جسے وبر کہتے ہیں ٹھہر گئے اور آئندہ کے لیے خلیفہ کے احکامات کا انتظار کرنے لگے۔

(۴)

جزیرہ عرب کے اطراف و جوانب میں مرتدین کا استیصال

یمن میں اسود عنسی کا خروج

بنوحنیفہ اور مسیلمہ کذاب کے استیصال کی تفصیلات کے بعد اب ہم اسود عنسی اور یمن میں مرتدین کے فتنہ کا ذکر کرتے ہیں۔ جس زمانے میں یمن پر ایرانیوں کا قبضہ تھا وہاں باذان نامی ایک شخص ایرانیوں کی طرف سے عامل تھا۔ اس نے آخر کار اسلام قبول کر لیا اور اس کی وجہ سے یمن میں بھی اسلام پھیل گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی کو یمن کا حاکم رہنے دیا اور یہ اپنے انتقال تک اسی عہدہ پر فائز رہا۔ باذان کے انتقال کے بعد رسول کریم ﷺ نے اس کے بیٹے شہر کو صنعاء کا والی بنا دیا اور یمن کے باقی حصوں میں دوسرے عمال مقرر کر دیے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل کو حضور ﷺ نے اس سارے علاقے کی معلمی کے فرائض سپرد فرمائے۔ آپ ہر ولایت میں جاتے اور وہاں کے لوگوں کو اسلام کے احکام کی تعلیم دیتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل قبائل قحطان کی ایک شاخ عنس میں ایک کاہن اسود عنسی نامی نے نبوت کا دعویٰ کیا جسے یمنی بدوؤں کی ایک جماعت نے قبول کر لیا۔ ان بدوؤں کے ساتھ مل کر اسود عنسی نے نجران پر حملہ کر دیا اور خفیف سے مقابلہ کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ وہاں قبیلہ مذحج کے لوگ بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ جس سے اس کی جمعیت میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔

اب اسے خیال پیدا ہوا کہ اگر انہی فتوحات پر قناعت کر لی گئی تو معاملہ تلپٹ ہو جائے گا۔ خطرہ یہ تھا کہ اگر مسلمان طاقت حاصل کر کے اس علاقہ کی طرف بڑھے تو اس کی ساری فتوحات پر پانی پھر جائے گا۔ اس نے آگے بڑھ کر مزید علاقہ پر اپنا قبضہ جمانے اور وہاں کے قبائل کو اپنے ساتھ ملانے کا ارادہ کیا۔ وہ صنعاء کی طرف بڑھا۔ صنعاء، یمن کے بڑے بڑے شہروں میں سے ایک تھا اور وہاں کے باشندے اپنی دولت مندی کی وجہ سے مشہور تھے۔ صنعاء کا عامل شہر اپنی ایرانی فوج کو جو ابناء[1] کے نام سے مشہور تھی، ساتھ لے کر اسود عنسی کے مقابلہ میں نکلا لیکن شکست کھائی اور میدان جنگ میں مارا گیا۔

صنعاء کی طرف خروج کرنے اور اس پر قابض ہونے میں اسود عنسی کو صرف پچیس دن لگے۔ شہر فتح کرنے کے بعد اس کے مرحوم گورنر شہر بن باذان کی بیوی سے جبراً شادی کر لی۔

اس فتح کی وجہ سے سارے یمن میں اسود عنسی کا شہرہ ہو گیا۔ وہاں کے باشندے دھڑا دھڑ اس کی اطاعت قبول کرنے اور اس کے دین میں داخل ہونے لگے۔ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو دل سے اسود عنسی سے نفرت کرتے تھے لیکن وہ برملا اپنی نفرت کا اظہار نہ کر سکے اور جان کے خوف سے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

یمن کے عمال نے سارا حال رسول اللہ ﷺ کو لکھ بھیجا۔ حضور ﷺ نے تمام واقعات کی اطلاع پا کر یمن میں ابناء کے سرداروں کے نام ایک خط لکھا جس

[1] ابناء نامی فوج ان لوگوں پر مشتمل تھی جو ایرانی النسل تھے لیکن یمن میں پیدا ہوئے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں انھیں تاکید کی گئی تھی کہ وہ اسلام پر قائم رہیں اور جس طرح بھی ممکن ہو، اسلحہ اور قوت سے کام لے کر اسود کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جائیں اور اسے قتل کر ڈالیں۔

اسود کے قتل کی سازش

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل کیا لیکن جب وہ اسود کے مقابلے پر آئے تو معلوم ہوا کہ اسود کی طاقت و قوت اور اس کے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اس پر آسانی سے قابو پانا ممکن نہیں۔ اسی اثناء میں ان کو پتہ چلا کہ اسود عنسی کے لشکر کا سردار قیس بن یغوث المز دی اسود سے برگشتہ ہو گیا ہے انھوں نے اس موقعہ کو غنیمت جانا اور قیس کو اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ انھوں نے اس خدمت کے لیے ایک نہایت ہوشیار شخص کو منتخب کیا۔ جس نے بہت جلد ہی قیس کو رام کر لیا اور وہ ابناء کے ساتھ ہو گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اسود عنسی کی بیوی ازاد[1] سے رابطہ پیدا کیا اور اس سے کہا:-

"اے ہمارے چچا کی بیٹی! تجھے معلوم ہے کہ تیرے خاوند نے تیری قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے تیرے پہلے خاوند کو قتل کر دیا اور تیری قوم کو بھی قتل و غارت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے ان کو ہر قسم کے مظالم کا نشانہ بنایا اور عورتوں کو ذلیل کیا۔ کیا اب بھی تیرے لیے اس کے وجود میں کوئی کشش باقی ہے؟ اسود کے لیے اب صرف دو ہی راستے ہیں۔ یا تو اس کو نکال دیا جائے، یا اس کو قتل کر دیا جائے۔"

ازاد نے اس کا یہ جواب دیا:-

"جو تم کہتے ہو بالکل درست ہے۔ جس قدر مجھے اس شخص سے نفرت ہے روئے زمین پر اور کسی سے نہیں۔ جب تم اس سے لڑنے کا ارادہ کرو تو مجھے اطلاع کر دینا۔"

اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ کا پیغام ابناء کے سرداروں اور اہلِ نجران کے نام آیا جس میں انھیں اسود سے جنگ کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ چنانچہ وہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور صنعاء میں جو ابناء موجود تھے ان کو بھی لکھا کہ وہ اس موقعہ پر ان کی مدد کریں۔

اسود کا قتل

لیکن وہ زیادہ دیر تک صبر نہ کر سکے۔ چونکہ اسود کی بیوی ازاد ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گئی تھی، اس لیے اس کے مشورہ سے ابناء میں سے فیروز نامی ایک شخص اسود کے مکان میں چپکے سے داخل ہو گیا اور رات کو موقعہ پا کر اسے قتل کر دیا۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اسود کے مکان پر سے اذان دی اور اس کے قتل کا اعلان کر دیا۔ اسود کے ساتھی بھاگ گئے اور وہاں کے لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کے قتل کا اعلان کے حالات لکھ بھیجے۔ لیکن جس وقت قاصد مدینہ پہنچا، رسول کریم ﷺ کی وفات ہو چکی تھی۔

یمن میں دوبارہ فتنہ کا خروج

اسود کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں تھا صنعاء سے لے کر سواحل یمن تک سارا علاقہ اس کا مطیع ہو گیا تھا۔ اس کی موت کے بعد صنعاء اور اس کے گرد و نواح کے مسلمانوں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ اب فتنہ دب گیا ہے اور فضا صاف ہو گئی ہے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔ جب اس علاقہ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر پہنچی تو فتنہ پھر بھڑک اٹھا اور بعض رؤسا کے کہنے پر وہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کر لیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو آپ نے ان کے مقابلہ کے لیے ایک لشکر روانہ کیا اور ان یمنی سرداروں اور رئیسوں، جنھوں نے ارتداد اختیار نہیں کیا تھا بلکہ بدستور اسلام پر قائم تھے، کہلا بھیجا کہ جب تک ان کی امداد کے لیے اسلامی لشکر نہیں پہنچ جاتا وہ مرتدین کے مقابلہ پر جمے رہیں۔

اسود عنسی کے لشکر کے سردار قیس بن عبد یغوث کو جو اسود عنسی کے قتل کی سازش میں بھی شریک تھا، جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو وہ مرتد ہو گیا اور اسود کے پسپا شدہ لشکر کو اپنی مدد کے لیے بلا لیا۔ اب صنعاء میں اسی کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ ابناء کے ایک سردار فیروز نے جو اپنے اسلام پر ثابت قدم تھا، قیس سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک لشکر مرتب کر کے آگے بڑھا اور قیس سے لڑ کر اسے شکست دی۔ لیکن یہ لوگ صنعاء میں داخل نہ ہو سکے۔ انھیں خبر تھی کہ قیس کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کا ایک بڑا لشکر آ رہا ہے۔ اس لیے وہ صنعاء کے قریب ہی مختلف راستوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ کچھ دنوں کے بعد مسلمانوں کا لشکر آ پہنچا اور یہ لوگ اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ مسلمانوں کے لشکر سے لڑنے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے عکرمہ رضی اللہ عنہ ابن ابو جہل بھی عمان اور کی جنگوں سے فارغ ہو کر آ پہنچے۔ ان دونوں لشکروں نے مل کر مرتدین پر حملہ کیا اور انھیں شکست دی۔ مرتدین کے سردار قیس اور عمرو بن معدی کرب الزبیدی[2] گرفتار کر لیے اور انھیں مدینہ بھیج دیا گیا۔ مدینہ پہنچ کر ان دونوں نے اپنے گزشتہ افعال پر پشیمانی کا اظہار کیا، ارتداد سے توبہ کی اور معافی چاہی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی جان بخشی فرما دی اور انھیں یمن واپس کر دیا۔ یہ لوگ اپنی توبہ پر قائم رہے اور بعد کو اسلام کی راہ میں بڑے بڑے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔

اہلِ کندہ کا ارتداد

اہلِ کندہ نے بھی ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ ان کے ارتداد کا سبب یہ تھا کہ کندہ میں زیادہ رضی اللہ عنہ بن عبید انصاری زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر تھے، انھوں نے ایک شخص شیطان بن حجر اور اس کے بھائی کی ایک اونٹنی بطور زکوٰۃ وصول کی اور اس پر مہر لگا دی۔ یہ دونوں

---

[1] ازاد پہلے شہر بن بازان عامل صنعاء کی بیوی تھی۔ اسود عنسی نے شہر کو قتل کرنے کے بعد اس سے جبراً شادی کر لی تھی۔

[2] عمرو بن معدی کرب عرب کا مشہور شہسوار تھا۔ اس کی شجاعت کی دھاک ہر طرف بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ارتداد اختیار کر کے اسود عنسی کی اطاعت قبول کر لی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اونٹنی کو دینا نہیں چاہتے تھے۔ انھوں نے اس کی واپسی کا مطالبہ کیا لیکن زیاد نے اونٹنی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر شیطان اور اس کے بھائی نے اپنی قوم بنی عمرو بن معاویہ سے امداد طلب کی اور وہ بر بنائے عصبیت ان کے ساتھ ہوگئی۔ حضرت موت اور سکون کے لوگوں نے زیاد کی مدد کی۔ دونوں فریقوں میں جنگ شروع ہوگئی۔ مرتدین کا سردار اشعث بن قیس تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ اور عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابوجہل کو اہل کندہ کی سرکوبی کا حکم دیا۔ چونکہ اشعث بن قیس کی جمعیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا اس لیے مہاجر رضی اللہ عنہ نے تیز رفتار سواروں کا ایک دستہ اپنے ہمراہ لیا اور بقیہ لشکر کو عکرمہ رضی اللہ عنہ کی سرداری میں چھوڑ کر بسرعت تمام محجر الزرقان پہنچے، جہاں اشعث بن قیس مقیم تھا۔ مہاجر رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی اشعث بن قیس پر ایک بھرپور حملہ کر دیا۔ اشعث اس ناگہانی حملہ کے لیے بالکل تیار نہ تھا۔ اس لیے فرار ہو کر نجیر میں قلعہ بند ہوگیا۔ تمام مرتدین بھی وہیں پہنچ گئے۔ جب اشعث نے دیکھا کہ محاصرہ سختی سے جاری ہے اور مسلمانوں کو مزید کمک بھی پہنچ گئی ہے تو مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔ درخواست میں اس نے اپنی قوم کے صرف نو آدمیوں اور ان کے اہل و عیال کے لیے جان بخشی کی خواہش کی۔ مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اشعث اس فہرست میں اپنا نام لکھنا بھول گیا چنانچہ ان نو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی تمام مرتدین کو معہ ان کے اہل و عیال اور اشعث کے گرفتار کر لیا گیا اور انھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کر دیا گیا۔ جب یہ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش ہوئے تو اشعث نے توبہ کی اور اپنی جان بخشی کا طالب ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اشعث، بلکہ باقی تمام قیدیوں کو مع ان کے اہل و عیال کے رہا کر دیا۔ اشعث مدینہ میں اس وقت تک رہا جب تک عراق فتح نہ ہوگیا۔

اہل بحرین کی سرکوبی

اہل بحرین جن میں ربیعہ کے قبائل شامل تھے، رسول کریم ﷺ کی زندگی میں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے اور حضور ﷺ نے منذر رضی اللہ عنہ بن عادی کو ان کا امیر مقرر فرما دیا۔ جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوا، منذر بیمار تھے اور اس بیماری میں چند روز کے بعد ان کا انتقال بھی ہوگیا۔ ساتھ ہی اہل بحرین نے دوسرے عرب قبائل کے ساتھ ارتداد اختیار کر لیا۔ اہل بحرین میں سے قبیلہ بکر ارتداد پر قائم رہا۔ قبیلہ عبد القیس نے بھی یہ کہہ کر مرتد ہونا چاہا کہ اگر محمد ﷺ نبی ہوتے تو کبھی وفات نہ پاتے۔ اس قبیلہ میں ایک شخص جارود رضی اللہ عنہ بن معلی تھا، جسے رسول کریم ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی تھی اور اس کو اسلام کے متعلق کافی معلومات حاصل تھیں۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کی قوم مرتد ہونے لگی ہے تو اس نے لوگوں کو جمع کیا اور کہا:-

''اے قبیلہ عبد القیس! میں تم سے ایک بات دریافت کرتا ہوں اگر تمھیں اس کا کچھ پتہ ہو تو مجھے جواب دینا لیکن اگر پتہ نہ ہو تو جواب مت دینا۔''

قوم نے کہا:-

''پوچھو!''

اس نے کہا:-

''کیا تم جانتے ہو کہ گزشتہ زمانوں میں اللہ تعالیٰ انبیا کو مبعوث فرماتا رہا ہے؟''

انھوں نے کہا:-

''ہاں!''

جارود رضی اللہ عنہ نے کہا:-

''کیا تمھیں انبیاء کے متعلق صرف علم ہے یا تم نے انھیں دیکھا بھی ہے؟''

انھوں نے جواب دیا:-

''نہیں! ہمیں ان کے متعلق صرف علم ہے۔''

جارود رضی اللہ عنہ نے کہا:-

''ان کے ساتھ کیا ماجرا گزرا؟''

انھوں نے کہا:-

''وہ وفات پا گئے۔''

جارود رضی اللہ عنہ نے کہا:-

''اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ بھی وفات پا گئے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔''

قبیلہ عبد القیس کے لوگوں کے دلوں پر اس بات کا بے حد اثر ہوا اور انھوں نے کہا:-

''ہم بھی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے جارود! آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب سے افضل ہیں۔''

چنانچہ قبیلہ عبد القیس ارتداد سے بچ گیا۔

جارود رضی اللہ عنہ اور ان کے قبیلہ کے سوا ربیعہ کے بقیہ تمام قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کا ایک وفد کسریٰ شہنشاہ ایران کے دربار میں حاضر ہوا۔ کسریٰ نے ان لوگوں پر منذر بن نعمان بن منذر کو اپنا نائب مقرر کر دیا اور سات ہزار ایرانی فوج اس کے ساتھ کر دی۔ بنو بکر بن وائل کا سردار حطم بن ضبیعہ تھا۔ اس نے اپنے قبیلہ کو گمراہ کرنے کے علاوہ قطیف اور ہجر کے باشندوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد جارود اور قبیلہ عبد القیس سے لڑنے کے لیے مشرکین و مرتدین کا ایک لشکر جرار اکٹھا کیا اور ان پر بلہ بول دیا۔ قبیلہ عبد القیس قلعہ بند ہوگیا اور حطم بن ضبیعہ نے اس کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمان، مرتدین کے ہاتھوں سخت ایذائیں اٹھا رہے تھے کہ علاء رضی اللہ عنہ بن حضرمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے فوج لے کر بحرین کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ثمامہ رضی اللہ عنہ بن اثال حنفی اور قیس رضی اللہ عنہ بن عاصم منقری بنو حنیفہ اور بنو تمیم کی ایک جماعت لے کر ان سے مل گئے۔ اہل یمن بھی کثرت سے ان کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لشکر میں شامل ہو گئے۔ راستے میں ایک جگہ رات گزارنے کے لیے لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ ابھی وہ اونٹوں پر سے اترے ہی تھے کہ سارے کے سارے اونٹ معہ ساز و سامان کے بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے پاس اب نہ کوئی سواری تھی، نہ زادِ راہ، نہ پانی۔ انھیں یقین ہو گیا کہ ہلاکت کے سوا اب ان کے لیے کوئی راہ نہیں ہے۔ اس وقت مسلمان جس پریشانی میں مبتلا تھے اس کا کوئی شخص بھی اندازہ نہیں کر سکتا۔

جس جگہ مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا تھا وہ چٹیل میدان تھا۔ یہاں نہ کسی قسم کی روئیدگی تھی۔ نہ پانی کا نام و نشان تھا اور نہ کہیں کوئی سایہ دار جگہ نظر آتی تھی۔ ان کی زندگی کا واحد ذریعہ اونٹ تھے اور وہ بھاگ گئے تھے لیکن علاء رضی اللہ عنہ بن حضرمی نہایت بہادر اور جری تھے۔ ان کا دل ایمان سے بھرپور تھا۔ انھوں نے رات کو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔ جب صبح ہوئی تو لشکرِ اسلام نے دور سے پانی چمکتا ہوا دیکھا۔ وہ وہاں پہنچے۔ پانی پیا، غسل کیا۔ ابھی دن چڑھا ہی تھا کہ ان کے اونٹ ہر چہار طرف سے آ آ کر پانی پر جمع ہونے لگے۔ لشکر والوں نے اونٹوں کو پکڑ لیا اور ان کے نکیلیں ڈال دیں۔ اس کے بعد ان کو پانی پلایا۔ شاید اونٹوں کے بھاگ کر واپس آ جانے کی وجہ یہ ہو کہ وہ بے حد بھوکے پیاسے ہوں۔ پانی اور چارہ کی تلاش میں نکل گئے ہوں۔ رات کے اندھیرے میں انھیں کچھ دکھائی نہ دیا۔ لیکن صبح ہونے پر وہ پانی اور سبزہ دیکھ کر پھر وہاں پہنچ گئے ہوں۔

علاء رضی اللہ عنہ بن حضرمی اپنا لشکر لے کر بحرین پہنچے اور حطم کے لشکر کے قریب ہی خیمہ زن ہو گئے۔ جارود بھی جو، عبد القیس کے ساتھ قلعہ میں محصور تھے علاء کے پاس آن پہنچے۔ حطم نے اپنے لشکر کے اردگرد خندق کھدوا رکھی تھی۔ دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی کا سلسلہ ایک مہینہ تک جاری رہا لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

ایک رات علاء رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں لیٹے تھے کہ مرتدین کے لشکر گاہ کی طرف سے شور و غل کی آوازیں آنے لگیں۔ علاء رضی اللہ عنہ نے خبر لینے کے لیے اپنے جاسوس بھیجے اور انھوں نے تھوڑی دیر میں آکر خبر دی کہ سارا لشکر شراب میں دھت ہے اور نشہ میں واہی تباہی بک رہا ہے۔ علاء رضی اللہ عنہ بن حضرمی نے موقعہ کو غنیمت جانا۔ وہ اپنی فوج کے ساتھ خندق عبور کر کے مرتدین کے لشکر میں داخل ہو گئے اور اسے گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ مرتدین کا سردار حطم بن ضبیعہ بھی مارا گیا۔ اسی علاقہ میں کسریٰ کے نائب منذر بن نعمان کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے تھے انھوں نے جزیرہ دارین میں پناہ لی۔ لیکن علاء رضی اللہ عنہ نے ان کا وہاں بھی تعاقب کیا اور انھیں شکست دی۔ اس طرح تمام بحرین سے مرتدین سے خاتمہ ہو گیا۔

عمان میں مرتدین کا استیصال

اہل عمان رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہی ایمان لے آئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان پر جلندی کے دو لڑکوں جیفر اور عبد کو والی بنا دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد عمان میں ایک شخص لقیط بن مالک ازدی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور اپنے اردگرد بڑی جمعیت اکٹھی کر لی۔ جیفر اور عبد اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں بے بس پا کر پہاڑوں میں چلے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سارا حال لکھ بھیجا۔ آپ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ بن محصن کو لقیط بن مالک کے مقابلے کے لیے بھیجا اور ان کی مدد کے لیے عرفجہ رضی اللہ عنہ بن ہرثمہ کو روانہ کر دیا۔ اسی دوران میں عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابو جہل بھی یمامہ سے فارغ ہو چکے تھے۔ آپ نے ان کو بھی عمان جانے کا حکم دیا۔

لقیط نے اپنی فوج (بدلی) کو اکٹھا کیا۔ مسلمان بھی پہنچ گئے۔ لڑائی شروع ہوئی جس میں مرتدین کو شکست فاش نصیب ہوئی اور انھیں جانی و مالی طور پر بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔

اہل مہرہ کا ارتداد اور ان کی سرکوبی

جب عکرمہ رضی اللہ عنہ عمان کی مہم سے فارغ ہوئے تو اپنے لشکر اور قبائل ربیعہ، عبد القیس، راسب اور سعد کے ساتھ بلادِ مہرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ کیونکہ اہل مہرہ نے بھی ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ مہرہ میں کئی بیرونی قبائل کے لوگ بھی آباد تھے۔ اہل مہرہ سب کے سب مرتد ہو گئے تھے۔ لیکن وہ دو گروہوں میں تقسیم ہو کر آپس میں دست و گریباں رہتے تھے۔ ایک گروہ کا سردار شخریت تھا جو خاص اہلِ مہرہ میں سے تھا۔ دوسرا گروہ مصبح کے جھنڈے تلے تھا جو قبیلہ بنو محارب کا ایک فرد تھا۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مہرہ پہنچ کر شخریت کو خط لکھا جس میں اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس خط کا شخریت پر اثر ہوا اور وہ اپنے ساتھیوں سمیت ایمان لے آیا۔ لیکن مصبح نے اسلام قبول نہ کیا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر دیا اور فتح پائی۔ مصبح مارا گیا۔ مسلمانوں کو کافی مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ چند دن تک عکرمہ رضی اللہ عنہ یہیں ٹھہرے رہے۔ اس انتظار میں کہ اس علاقہ میں سکون ہو جائے اور یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم سے مہاجر رضی اللہ عنہ بن امیہ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے یمن روانہ ہو گئے۔

قضاعہ کا ارتداد

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قضاعہ کے مرتدین سے لڑنے کے لیے مسلمانوں کے لشکر کا امیر بنایا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص پہلے بھی ان لوگوں سے غزوہ ذات السلاسل میں جنگ کر کے انھیں شکست دے چکے تھے۔ اس جنگ میں قضاعہ کے سینکڑوں آدمی مارے گئے تھے جو لوگ قتل ہونے سے بچ گئے تھے انھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد جب قضاعہ نے دیکھا کہ ہر چہار طرف کے قبائل مرتد ہو رہے ہیں تو انھوں نے بھی ارتداد اختیار کر لیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت عمرو بن العاص ؓ نے قضاعہ میں پہنچ کر اپنی تلوار کے خوب جوہر دکھائے اور ان کو بزور زکوٰۃ کی ادائیگی اور اسلام قبول کرنے پر مائل کیا۔

ایک سال کی مسلسل جنگوں کے بعد آخر کار لشکر اسلامی نے مرتدین پر پوری طرح قابو حاصل کر لیا۔ مرتدین دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں قبائل عرب جس وحدت اور اخوت سے ہم کنار تھے، وہ انھیں دوبارہ حاصل ہو گئی۔ جزیرۂ عرب فتنہ و فساد اور انتشار سے پاک ہو گیا اور ملک کے طول و عرض میں اسلام کا جھنڈا اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ لہرانے لگا۔

⑤

جنگ ہائے ارتداد میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بے نظیر جرأت

ان اعداد و شمار سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی اگر کل فوج کو جمع کر لیا جائے تو اس کی تعداد دس ہزار سے متجاوز نہیں تھی۔ اس دس ہزار فوج کو آپ نے بارہ حصوں میں تقسیم کیا اور ان بارہ حصوں کو مرتدین سے لڑنے کے لیے عرب کے گوشہ گوشہ میں روانہ کیا۔ اسلامی فوج نے اپنی قلتِ تعداد کی پروا نہ کرتے ہوئے ہر محاذ پر مرتدین کو شکست فاش دی۔ عرب میں امن قائم کیا۔ افتراق پیدا کرنے والوں کی بیخ کنی کی اور اس طرح سرزمین عرب میں اسلام کو دوبارہ قائم کیا اور عربوں کے ان زبردست حملوں کے لیے زمین تیار کی جو مرتدین سے جنگ کرنے کے بعد وقوع میں آئے اور جنھوں نے ایک عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ان جنگوں میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے جس عزم و استقلال اور جرأت و بہادری کا ثبوت دیا، روئے زمین پر اس کی مثال ملنی ناممکن ہے۔ آپ نے اس موقعہ پر دکھا دیا کہ آپ کے قدم مصائب کی شدید آندھیوں، خطرات کے مہیب بادلوں اور آفات کے زبردست بگولوں کے مقابلہ میں بھی ایک انچ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور بھروسہ تھا کہ وہ اپنے قائم کیے ہوئے دین کی آپ مدد کرے گا اور اس کے دشمنوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ پر یہی یقین اور بھروسہ تھا جس کی وجہ سے آپ کو ہر میدان میں فتح نصیب ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے اس موقعہ پر جب کہ تمام عرب میں ارتداد کی آگ پورے زور شور سے بھڑک رہی تھی اور قریب تھا کہ وہ سارے جزیرہ کو جلا کر خاک کر دے اور اسلام کا نام ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹ جائے، دین خدا کی وہ خدمت انجام دی جس نے اسلام کو دوبارہ اس جزیرہ میں زندگی بخشی۔ آپ نے بر وقت اور نہایت جرات مندانہ طریقہ سے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لیا اور جب تک اس فتنہ کی آگ کو کلی طور پر فرو نہ کر دیا نہایت عزم و استقلال کے ساتھ اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ بظاہر یہ فتنہ انتہائی خوفناک نظر آتا تھا مگر آپ نے اپنی بے نظیر قابلیت کو کام میں لا کر ایک سال سے بھی کم عرصہ میں اس کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ اسلام کی ساری تاریخ میں اس قسم کی مثال ملنی ناممکن ہے اور آج تک مسلمانوں میں کوئی ایسا فرد پیدا نہیں ہوا جس نے دین اسلام کی ایسی عظیم الشان خدمت کی ہو جیسی حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کی۔

مرتدین سے جنگوں کے وقت مسلمانوں کی کمزور حالت

مذکورہ بالا جنگوں کے وقت مسلمان جس طرح کمزوری سے دوچار اور مرتدین جس طرح قوت و طاقت کے نشہ میں چور تھے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مزید برآں مسلمانوں کو اپنے گھر میں بیٹھ کر مقابلہ کرنا نہیں پڑا۔ بلکہ پُر ہیبت صحراؤں کو عبور کر کے، جہاں نہ پانی کا نشان ملتا تھا نہ کسی قسم کے سبزہ کا، مرتدین کے علاقوں میں جا کر لڑنا پڑا۔ وہ اپنے مرکز سے دور تھے۔ راستے بھی نہایت پُر خطر تھے۔ لیکن ان تمام مشکلات اور مصائب کے باوجود انھوں نے ہر میدان میں اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور ان کی عظیم الشان جمعیتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دیا۔ انھوں نے مرتدین کے لیے اس کے سوا اور کوئی راستہ نہ چھوڑا کہ یا تو وہ اپنے گزشتہ افعال پر ندامت کا اظہار کر کے امن شکن کارروائیوں سے باز آ جائیں یا پھر مرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔

جو شخص ان واقعات پر گہری نظر ڈالتا ہے اس کے لیے یہ ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا کہ جو کچھ ہوا وہ سب قوت ایمانی کی برکت سے اور جذبہ قربانی کی بدولت ہوا۔ اس وقت مسلمانوں کے دل میں اس بات کی شدید تڑپ تھی کہ وہ سرزمین عرب سے اس فتنہ کو ملیا میٹ کر دیں جس کی موجودگی میں اس کا شدید خطرہ تھا کہ کہیں جاہلیت کا زمانہ جو ابتری، بدنظمی اور بت پرستی کا دوسرا نام تھا، دوبارہ لوٹ کر نہ آ جائے۔ چنانچہ اسی خطرہ کے پیش نظر انھوں نے اپنی پوری طاقت سے فتنۂ ارتداد کا مقابلہ کیا اور عرب کو پھر سے نئی زندگی بخشی عربوں کی صفوں میں یک جہتی پیدا کی اور انھیں پھر ایک ہی مسلک میں منسلک کر دیا۔

سب سے پہلے اسیر ختم نبوت

"حضرت عبد اللہ بن وہب الاسلمی ؓ صحابی رسول ہیں، آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت عمان میں تھے۔ خبر سن کر روانہ ہوئے۔ راستے میں مسیلمہ کذاب نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اس نے اپنی نبوت آپ پر پیش کی تو آپ نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ مسیلمہ کذاب نے اس جرم (ختم نبوت پر ثابت قدمی) میں ان کو جیل میں ڈال دیا۔ جب حضرت خالد ؓ بن ولید نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو حضرت عبد اللہ بن وہب الاسلمی جیل سے نکل کر حضرت خالد کے لشکر کے اس حصے میں جا کر شامل جہاد ہوئے جو حضرت اسامہ بن زید ؓ کی کمان میں جنگ کر رہا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت عبد اللہ بن وہب ؓ کو ختم نبوت کی خاطر سب سے پہلے گرفتار ہونے کی سعادت حاصل ہے۔"

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، ص ۳۱، ۳۲، از مولانا اللہ وسایا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو محمد معتصم باللہ

تحفظ ختم نبوت کی راہ کا پہلا شہید

حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

ذیل میں ایک ایسی جلیل المرتبت ہستی کے حالات رقم کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جسے تقدیر الٰہی نے ختم نبوت کے تحفظ میں سب سے پہلے خون شہادت کے اعزاز سے سرفراز فرمایا۔ عقیدہ ختم نبوت کے اوّلین محافظ اصحاب کرام تھے۔ جنھوں نے خون شہادت کے مقدس قطرے بہا کر اور اپنی رگ جاں کے نذرانے دے کر بھی اس عقیدے کا تحفظ کیا۔ تاریخ کے صفحات پر عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ معرکے گواہ ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس مقدس جماعت نے ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اس جاں زدگی سے لڑے کہ اس عقیدے کا ہر مخالف ناکام و نامراد ہو گیا۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانوں کا نذرانہ اس راہ میں پیش کیا ان میں ایک بزرگ ہستی حضرت حبیب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی ہے۔ جو اس راہ کے اوّلین شہید ہیں۔

خاندانی پس منظر

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ مختصر سلسلہ نسب حسب ذیل ہیں:-

حبيب بن زَيْد بن عاصِم بن كَعْب بن عَمْرو بن عوف بن مبذول ابن عمرو بن غنم بن مازن بن النجار الأنصاري المازني۔ (الاستیعاب، ج ۱، ص ۳۱۹)

ان کے والد زید رضی اللہ عنہ بن عاصم صحابی رسول تھے۔ ان ۷۰ خوش نصیب صحابیوں میں سے ایک تھے جنہیں بیعت عقبہ کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ ان کی والدہ محترمہ ام عمارہ نسیبہ رضی اللہ عنہا بھی صحابیہ تھیں۔ یہ وہ خوش قسمت خاتون ہیں جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے دین اسلام اور رسول مقدس کے دفاع میں تلوار اٹھائی۔

ان کے بھائی عبد اللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ عنہ وہ بہادر صحابی ہیں جنہوں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر اپنا سینہ آگے بڑھایا تاکہ دشمن کی صفوں سے نکلنے والا ہر تیر ان کے سینے میں چھبے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خراش نہ آئے۔

اعزازات

بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر آپ بھی موجود تھے۔ غزوہ بدر کے موقع پر آپ بہت صغیر السن تھے۔ اس لیے اس میں شرکت نہ کر سکے۔ تاہم آپ غزوہ احد و غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔

جھوٹے نبی کا ظہور

۹ ہجری میں بے شمار وفود بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک وفد بنو حنیفہ کا بھی تھا۔ اس وفد میں ایک متکبر اور سرکش شخص مسیلمہ بھی موجود تھا۔ مگر اس کے تکبر نے اسے ایمان و ہدایت کی دولت سے محروم رکھا اور چشمہ ہدایت کے اتنے قریب آکر بھی پیاسا ہی واپس گیا۔

مسیلمہ کی سرکشی

واپس لوٹنے کے بعد اس شخص نے نبوت کا علی الاعلان دعویٰ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو درج ذیل خط بھیجا:-

''من مسيلمة رسول الله إلى محمد رسول الله (ﷺ) أما بعد فإني قد اشركت معك في الأمر وان لنا نصف الأرض ولقريش نصف ولكن قريشا لا ينصفون۔ والسلام''

''رسول اللہ مسیلمہ کی جانب سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف، اما بعد! میں اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں کہ نصف زمین ہماری اور نصف قریش کی، لیکن قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسلام''

ایک کذاب جس کا مقصد جاہ و دولت کا حصول اور جس کی طمع و حرص دنیا کے گرد گھومتی تھی اس کے دماغ میں نبوت میں مطلب صرف بادشاہت ہو سکتی تھی یہی وجہ تھی کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ آپ زندگی میں نبی رہیں، بعد میں یہ چیز مجھے دے جائیں یا پھر ہم دونوں زمین کو آدھا آدھا بانٹ لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خط کا درج ذیل جواب لکھوایا:-

''من محمد رسول الله (ﷺ) إلى مسيلمة الكذاب أما بعد فالسلام على من اتبع الهدى فإن الأرض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين۔''

''محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جانب سے مسیلمہ کذاب (بہت جھوٹے) کی طرف، اما بعد! سلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کر دے اور اچھا انجام پرہیز کرنے والوں کا ہے۔''

واقعہ شہادت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مکتوب کو لے جانے کی ذمہ داری حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کو سپرد کی۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ

بقیہ صفحہ ۱۳۹ پر ملاحظہ کریں

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید منت اللہ رحمانی رحمہ اللہ

فتنۂ قادیانیت اور حضرت مونگیری رحمہ اللہ کی خدماتِ جلیلہ

فرق باطلہ میں قادیانی فرقہ بڑی تیزی سے ابھرا، بڑھا اور مسلمانوں میں پھیلتا چلا گیا۔ اس سے جاہل عوام اور ناخواندہ مسلمان ہی متاثر نہ ہوئے، تعلیم یافتہ بھی ان کے حلقہ بگوش ہوئے، قادیانی فرقہ نے جس زمانے میں اپنی تحریک دعوت کا آغاز کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ متحدہ ہندوستان کے مسلمان مختلف گروہوں، ٹولیوں میں منقسم تھے، ہر فرقہ دوسرے فرقہ کی تردید میں سرگرم اور کمربستہ تھا، مذہبی مناظروں اور مباحثوں کا بازار گرم تھا، جس کے نتیجے میں اکثر مار پیٹ، قتل و خون اور عدالتی چارہ جوئیوں کی نوبت آئی، گویا سارے ہندوستان میں مذہبی خانہ جنگی قائم تھی۔ اس صورتِ حال سے علماء کے وقار اور دین کے احترام کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔

نیز سارے مسلمان اختلافی باتوں کے سننے پڑھنے اور سمجھنے کے عادی ہو چکے تھے اور انھیں اس میں بڑا لطف آتا تھا۔ یہ تو دینی حالات کا ایک اجمالی خاکہ ہے جس میں اس وقت کے ہندوستانی مسلمان مبتلا تھے۔ سیاسی لحاظ سے مسلمان شکست خوردگی سے چور تھے، حکومتِ برطانیہ کے قدم ہندوستان میں جم چکے تھے اور ۱۸۵۷ء میں آزادی کی جدوجہد میں ناکامی کے بعد مسلمان تنگ دل اور کم ہمت ہو چکے تھے۔ ان کے سامنے ماحول تاریک تھا اور راستے مسدود۔ مسلمانوں کے احساسِ شکست خوردگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی مذہبی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے درمیان آئے، "براہین احمدیہ" نامی کتاب پانچ جلدوں میں لکھ کر کافی نام پیدا کیا، شہرت بڑھی اور عوام سے لے کر خواص تک میں ان کا خاصہ تعارف ہوا، جب کہ آنجہانی مرزا صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:-

"یہ وہ زمانہ تھا جس میں مجھے کوئی نہیں جانتا تھا، نہ کوئی موافق تھا، نہ مخالف، کیونکہ میں اُس زمانے میں کچھ بھی چیز نہ تھا اور ایک احد من الناس میں زاویۂ گمنامی میں پوشیدہ تھا، اس قصبہ قادیان کے لوگ اور دوسرے ہزارہا لوگ جانتے ہیں کہ اس زمانے میں درحقیقت میں اس مردے کی طرح تھا جو قبر میں صدہا سال سے مدفون ہو اور کوئی نہ جانتا ہو کہ یہ کس کی قبر ہے۔" (تتمہ حقیقۃ الوحی، ص: ۲۷-۲۸)

۱۸۸۸ء میں مرزا صاحب نے ہوشیار پور میں ایک آریہ سماج سے مناظرہ کیا، اس مناظرہ سے متعلق ایک کتاب لکھی جس کا نام "سرمۂ چشم آریہ" ہے۔ اس کتاب سے مرزا صاحب کی شخصیت اور نمایاں ہوئی، مرزا صاحب نے محسوس کیا کہ ان میں اپنے ماحول کو متاثر کرنے اور دینی تحریک چلانے کی اچھی صلاحیت ہے، چنانچہ اس احساس نے ان کے ذہن میں ایک نئی تبدیلی پیدا کی اور اب ان کا رخ عیسائیوں اور آریہ سماجیوں سے ہٹ کر خود مسلمانوں کی طرف ہوا۔

تدریجی ارتقاء:

مرزا غلام احمد نے پہلے (۱۸۹۰ء تک) مجدد و مامور ہونے کا دعویٰ کیا، پھر بمشورہ حکیم نور الدین ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے دعویٰ کی حمایت میں "فتح اسلام" نامی کتاب لکھی۔ ۱۹۰۰ء کی بات ہے کہ قادیان (ضلع گورداسپور، پنجاب) کی مسجد کے امام عبد الکریم صاحب نے جمعہ کے خطبہ میں آنجہانی مرزا صاحب کا نام لیا اور اُن کے لیے نبی اور رسول کے لفظ استعمال کیے۔ خطبہ میں ان باتوں کو سن کر مولوی محمد احسن امروہی پیچ و تاب کھانے لگے۔

دوسرے جمعہ میں پھر مولوی عبد الکریم صاحب نے مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میں آپ کو خدا کا رسول اور نبی مانتا ہوں۔ اگر میں غلطی پر ہوں تو میری اصلاح فرما دیں۔ نماز کے بعد جب مرزا صاحب جانے لگے تو پھر مولوی عبد الکریم صاحب نے مخاطب کیا تو اس کے جواب میں مرزا نے کہا: "ہمارا بھی یہی مذہب ہے اور دعویٰ ہے جو آپ نے بیان کیا۔" مولوی عبد الکریم اور مولوی محمد احسن صاحب میں اس موضوع پر باتیں تیز ہونے لگیں، مرزا صاحب گھر سے باہر آئے اور ظالم نے یہ آیت پڑھی: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ [الحجرات: ۲] جس میں اونچی آواز کرنے والوں کو ہدایت بھی ہے اور اپنے نبی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔

مرزا صاحب متعدد مراحل طے کرنے کے بعد نبوت تک پہنچے۔ اس دعوے کے بعد کوئی مسلمان خاموش ہو کر بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ مسلمان تو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور اقدس محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے آخری رسول ہیں اور آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور شریعت قیامت تک کے لیے ہر لحاظ سے کامل اور مکمل ہے، نہ اس میں کمی کی ضرورت ہے اور نہ ہی زیادتی کی گنجائش ہے۔ اگر مرزا صاحب کی کتابوں کو پڑھا جائے اور ان کی عیاری کو مرتب کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آنجہانی مرزا صاحب ایک متوازی نبوت اور متوازی امت قائم کرنا چاہتے ہیں جو نبوت کی طرح حضرت اقدس حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے کم نہیں، اور جو امت کہ امتِ محمدیہ ﷺ سے کم تر نہیں، بلکہ فائق ہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس دعویٰ کے بعد علمائے اسلام پر ان کی بدنیتی اور اسلام کے خلاف ان کی سازش کھل کر سامنے آئی، چنانچہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مقیم امرتسر مرزا کی مخالفت میں برابر سرگرم رہے اور اشتہارات کے ذریعہ مرزا صاحب کے فاسد خیالات کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور وہ مباہلہ کے لیے تیار ہوئے، جسے مرزا صاحب نے منظور کرلیا، اس وقت جو اشتہار شائع ہوا، اس کا مضمون یہ تھا:-

اطلاع عام برائے اہلِ اسلام

از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا

"اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا صاحب کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنی کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کیے ہیں، مجھ سے مباہلہ کر۔ لہٰذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۷ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے، مگر تاریخ تبدیل کر دو۔ اس کے جواب میں ۷ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ میں خط لکھا کہ میں مباہلے کے لیے تیار ہوں۔"

چنانچہ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ کو امرتسر کی عیدگاہ میں دونوں صاحبوں کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن و امان سے واپس آ گئے۔ لیکن مرزا صاحب اپنے مباہل مولوی عبدالحق غزنوی کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۹۲۶ء کو فوت ہو گئے اور الحمدللہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی کئی برس زندہ رہے۔

مولانا محمد نذیر حسین دہلوی کا مناظرہ:

مولانا سید نذیر حسین صاحب کے شاگرد رشید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی شروع ہی سے مرزا صاحب کی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔ مرزا صاحب نے خود ان کے بجائے اُن کے استاد سے مناظرہ کرنا پسند کیا، چنانچہ مرزا صاحب نے ایک اشتہار نکالا اور اس میں مناظرہ کی دعوت دی جس میں لکھا کہ "مولوی نذیر حسین صاحب حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہوں اور قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں کہ میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔ اگر انھوں نے بقبول شرائط اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لیے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انھوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔"

چنانچہ حضرت میاں صاحب نے مناظرہ قبول کیا۔ میاں صاحب کے متکلم مولوی محمد بشیر صاحب تھے، انھوں نے پہلے دن حیاتِ مسیح پر پانچ دلائل حاضرینِ مجلس کو سنائے اور پھر اس پر دستخط کر کے مرزا صاحب کو دیے، مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا، دوسرے دن بھی جواب نہ پیش کر سکے اور اس طرح مناظرہ سے شکست کھا کر واپس ہو گئے۔ (حوالہ رسالہ "الحق الصریح" ص: ۲)

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فاضل دیوبند:

مرزا کی مخالفت پنجاب میں کھل کر مولانا ثناء اللہ صاحب کرتے رہتے تھے، اس لیے مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو قادیان آنے اور گفتگو کرنے کی دعوت دی، دعوت نامہ میں لکھتے ہیں:-

"مولوی ثناء اللہ اگر سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیشین گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشین گوئی کے لیے ایک ایک سو روپے انعام دیا جائے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علاحدہ۔" (اعجاز احمدیہ، ص: ۱۱)

آگے پھر وہ لکھتے ہیں:-

"واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشانیاں میرے ظاہر ہوں گی:

① وہ قادیان میں تمام پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیشین گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

② اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب، صادق سے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو جائے گی۔" (ص: ۳۷)

مولانا ثناء اللہ صاحب ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچے اور مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا کہ خاکسار قادیان میں اس وقت حاضر ہے، مگر مرزا صاحب ٹال مٹول کرتے رہے اور بے جا شرطیں لگاتے رہے، اس لیے دونوں حضرات میں مباحثہ نہ ہو سکا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا صاحب سے تقریری مقابلہ بھی کیا اور تحریری بھی۔ مختلف کتابوں کے رسائل اور اشتہارات کے ذریعے ان کی کذب بیانی اور دروغ بافی اور افترا پردازی کی دھجیاں بکھیرتے رہے اور اپنے لطائف سے مرزا صاحب کو ذلیل و خوار کرتے رہے، بالآخر عاجز آ کر مرزا صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب کو یہ خط لکھتے ہیں:-

"اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے (آمین) مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی ہی میں ان کو نابود کر، مگر نہ انسانی ہاتھوں سے، بلکہ طاعون و ہیضہ وغیرہ امراضِ مہلکہ سے۔ اس لیے اب میں تیری ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندگی میں ہی اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو، مبتلا کر، اے میرے پیارے مالک، ایسا ہی کر۔" (اخبار بدر، قادیان، ۱۹۰۷ء)

پھر مرزا صاحب اعلان کرتے ہیں:-

"ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں، بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔" (حوالہ اخبار ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء کالم ۲)

اللہ تعالیٰ نے مرزا صاحب کے کذب و افترا کو دنیا پر آشکار فرمایا اور مرزا غلام احمد ۲۹ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو گئے اور بحمد اللہ مولانا ثناء اللہ صاحب ہر طرح صحت و عافیت سے بہت دن زندہ رہے۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور فتنۂ قادیانی:

جب فتنۂ قادیانی پنجاب سے نکل کر دوسری جگہوں پر پھیلا تو علمائے حق بے چین ہو گئے، ان کا آرام حرام ہو گیا اور ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی، اسی گروہ کے سرخیل، مجدد علم و عرفان حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری رحمہ اللہ بھی ہیں، جن کو اس فتنہ کا اتنا شدید احساس ہوا کہ تہجد کے وقت بھی فتنۂ قادیانیت سے متعلق رسائل تصنیف کرتے، کتابیں لکھتے اور اس کی اشاعت کا انتظام کرتے۔ حضرت مولانا مونگیری کے اضطراب کو اس خط میں دیکھا جا سکتا ہے:-

"قادیانی کی سعی اور کوشش اس قدر انتھک اور منظم ہے کہ جس کو دیکھ کر ایک مسلمان کا دل لرز جاتا ہے کہ الٰہی یہ کیا طوفان کفر اور سیلاب ارتداد ہے، اس کو روکنے کی کیا صورت ہو، ہندوستان میں کوئی جگہ نہیں جہاں ان کے لوگ تبلیغ نہ کرتے ہوں اور ہندوستان کے علاوہ یورپ، انگلستان، جرمنی، امریکہ اور جاپان میں بڑے زوروں اور نہایت نظم سے اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں، ان کے پاس کوئی بینک نہیں، کوئی ریاست نہیں، صرف ایک بات ہے کہ مرزا نے کہہ دیا ہے کہ ہر مرید حسب استطاعت ماہانہ مذہب کی اشاعت کے لیے کچھ دے اور جو تین ماہ تک کچھ نہیں دے گا، وہ بیعت سے خارج ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیت المال میں لاکھوں روپے جمع ہو گئے اور ان کا ہر مرید اپنی آمدنی کا کم از کم دسواں حصہ اور بعض تو تہائی اور چوتھائی حصہ قادیان بھیجتے رہتے جس سے وہ خاطر خواہ اپنے مذہب کی اشاعت کر رہے ہیں۔" (کمالات محمدیہ، ص: ۲۷۰)

حضرت مونگیری رحمہ اللہ نے یہ محسوس کیا کہ اگر پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کا مقابلہ نہ کیا گیا تو اس سے بڑے افسوس ناک نتائج ظاہر ہو سکتے ہیں، یہی وہ موڑ تھا جہاں حضرت مونگیری اپنی ساری صلاحیتوں کے ساتھ میدان میں اتر آئے اور اپنا سارا وقت اور ساری قوت اس کے لیے وقف کر دی، اپنے تمام مریدین و مسترشدین رفقاء، اور اہل تعلق کو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی تلقین کی اور صاف صاف کہا کہ جو اس معاملہ میں میرا ساتھ نہ دے گا میں اس سے ناخوش ہوں۔" (کمالات محمدیہ، ص: ۴۳)

بہار میں قادیانیوں نے چار ضلعوں میں بہت کامیابی حاصل کی تھی، خاص طور پر مونگیر اور بھاگلپور کے متعلق یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ یہ دونوں ضلع قادیانی ہو جائیں گے۔ بھاگلپور میں آنجہانی مولوی عبدالماجد صاحب پورینی بھاگلپور (جو ایک جید عالم اور اچھے مدرس تھے، منطق اور فلسفہ میں بڑی دستگاہ حاصل تھی اور انھوں نے شرح تہذیب پر حاشیہ لکھ کر فن منطق سے اپنی مناسبت کا پورا ثبوت پیش کیا اور ان کا حاشیہ آج بھی کتب خانہ رحمانیہ خانقاہ مونگیر میں موجود ہے) قادیانی ہو چکے تھے اور اپنی پوری صلاحیت اس باطل مذہب کی اشاعت و تبلیغ میں صرف کر رہے تھے۔ مونگیر کا تو کہنا ہی کیا، مونگیر میں آنجہانی مرزا صاحب کے خاص سمدھی اور مرزا بشیر محمود آنجہانی کے خسر مولوی حکیم خلیل احمد صاحب آنجہانی تشریف فرما تھے اور خدا کی دی ہوئی ذکاوت اور طلاقت لسانی کو مرزا صاحب کے نوزائیدہ مذہب کی حمایت میں شب و روز صرف کر رہے تھے، ان دو حضرات نے بھاگلپور اور مونگیر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم کر رکھا تھا اور اس کا خطرہ تھا کہ ان دونوں جگہوں پر رہنے والے مسلمان رفتہ رفتہ قادیانی مذہب اختیار کر لیں گے، پٹنہ اور ہزاری باغ میں قادیانی تحریک زوروں پر پھیل رہی تھی، حضرت مولانا مونگیری نے اپنے خط میں ذکر کیا ہے کہ بہار کے علاوہ بنگال میں بھی اس نے مہم شروع کر دی ہے۔

حضرت مولانا مونگیری نے قادیانیت کے خلاف باقاعدہ اور منظم طریقے پر زبردست مہم شروع کی، اس کے لیے دورے کیے، خطوط لکھے، رسائل اور کتابیں تصنیف کیں، دہلی اور کانپور سے کتابیں طبع کرا کے مونگیر لانے اور اشاعت فرمانے میں خاصا وقت صرف ہوتا تھا اور حالات کا تقاضا یہ تھا کہ اس میں ذرا بھی تاخیر نہ ہو، اس لیے مولانا نے خانقاہ میں پریس اسی مقصد کے لیے قائم کیا۔ اس پریس سے سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں رد قادیانیت پر شائع ہوئیں جو سب مولانا کے قلم سے ہیں، اس قدر ضعف اور سلسلۂ علالت کے ساتھ اتنا وقیع اور عظیم تصنیفی کام بجائے خود ایک کرامت سے کم نہیں اور جس کی توجیہ تائید الٰہی و توفیق خداوندی کے سوا کسی اور چیز سے نہیں کی جا سکتی، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے اس کام پر مامور تھے، ہر چیز میں خدا کا فضل ان کے شامل حال تھا۔

حضرت مونگیری نے اپنے ایک معتمد اور خادم خاص کو ایک خط میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"میرا ضعف و ناتوانی اے عزیز تم پر اور اس کے سب بھائیوں پر ظاہر ہے کہ میں مدت سے بے کار ہو چکا ہوں اور میرے ظاہری قویٰ نے جواب دے دیا ہے مگر خدائی ارشاد: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ نے اپنی غیر محدود قدرت کو ایک ضعیف و ناتواں ہستی میں جلوہ گر فرما کر وہ کام لیا جس کا خیال و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطرہ بھی نہ تھا، اس قدر رسائل اس ضعف و ناتوانی میں لکھوا دینا اسی کا کام ہے۔" (کمالاتِ محمدیہ)

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ﷫ نے قادیانیت کی تردید میں سو سے زیادہ کتابیں اور رسائل تصنیف کیے جس میں سے صرف چالیس کتابیں ان کے نام سے طبع ہوئیں اور بقیہ دوسرے ناموں سے یا ابو احمد کے نام سے جو حضرت کی کنیت تھی، حضرت مولانا نے فتنۂ قادیانیت کے ہر گوشہ اور ہر پہلو پر گفتگو کی اور رسائل لکھے اور ان باطل مذہب کے رد میں لکھنے کے لیے کوئی چیز نہ چھوڑی، انھوں نے قادیانیت کی بیخ کنی کی اور اس کے استیصال کو وقت کا اہم ترین جہاد قرار دیا ہے۔ حضرت مونگیری کتاب پر کتاب تردید میں لکھتے جاتے اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے اور مناسب جگہوں پر پہنچاتے۔ اس راہ میں ہزاروں روپے صرف کیے، اس مہم میں اپنے دوستوں، عزیزوں اور عقیدت مندوں کو بھی متحد اور منظم ہو کر مقابلہ کرنے کی ہدایت کرتے۔ حضرت مونگیری ﷫ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"میں چاہتا ہوں کہ مخالفین اسلام کے بے انتہا سعی اور کوشش کا جواب دیا جائے بالخصوص مرزائی جماعت کا فتنہ رفع کرنے میں جو کچھ ہو سکے اس سے نہ دریغ کیا جائے اور نہایت انتظام کے ساتھ یہ سلسلہ میرے بعد جاری رہے، اس لیے رائے یہ ہے کہ ایک انجمن قائم کی جائے جس کا نظم تم لوگ اپنے ہاتھ میں لو اور اس کے لیے ہر وہ شخص جو مجھ سے ربط و تعلق رکھتا ہے وہ اس میں حسب حیثیت التزام کے ساتھ ماہانہ شرکت کرے، ورنہ جو شخص میرے اس دینی اور ضروری ہدایت کی طرف متوجہ نہ ہوگا میں اس سے ناخوش ہوں اور وہ خود یہ سمجھ لے کہ اس کو مجھ سے کیا تعلق باقی رہا۔" (کمالات رحمانی: ص ۲۷۶)

حضرت مونگیری ﷫ کو فتنہ قادیانی کا شدید احساس تھا اور اس کے مقابلے کا ان کو اس قدر اہتمام تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے:-

"اتنا لکھو اور اس قدر طبع کراؤ اور تقسیم کرو کہ ہر مسلمان جب صبح کو سو کر اٹھے تو اپنے سرہانے ردّ قادیانی کی کتاب پائے۔"

حضرت مونگیری ﷫ نے تصنیف و تالیف ہی کے ذریعے قادیانی کی تردید پر اکتفا نہ کیا، بلکہ مناظرے بھی کیے۔ مونگیر کے مناظرہ سے قادیانیت کی تحریک پر ضرب کاری لگی، جس سے اس کے قدم اکھڑ گئے اور ملتِ اسلامیہ کو اس سے بڑا فائدہ پہنچا۔

یہ مناظرہ ۱۹۰۶ء میں ہوا جس میں تقریباً چالیس علماء شریک ہوئے، مرزا صاحب کی طرف سے حکیم نور الدین وغیرہ آئے اس کی تفصیل یہ ہے۔ مرزا صاحب کے نمائندے حکیم نور الدین صاحب، سرور شاہ صاحب اور روشن علی صاحب مرزا صاحب کی تحریر لے کر آئے کہ ان کی شکست میری شکست ہے، ان کی فتح میری فتح۔ اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری صاحب ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا عبد الوہاب بہاری، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی (تقریباً چالیس علماء) بلائے گئے تھے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ عجیب منظر تھا صوبہ بہار کے اضلاع کے لوگ تماشائی بن کر آئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خانقاہ میں علماء کی ایک بڑی بارات ٹھہری ہوئی ہے، کتابیں الٹی جا رہی ہیں، حوالے تلاش کیے جا رہے ہیں اور بحثیں چل رہی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوا کہ مولانا محمد علی ﷫ کی طرف سے مناظرہ کا وکیل اور نمائندہ کون ہے؟

قرعۂ فال مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کے نام پڑا، آپ نے مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ﷫ کو تحریراً اپنا نمائندہ بنایا، علماء کی یہ جماعت میدانِ مناظرہ میں گئی وقت مقرر تھا، اس طرف مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ﷫ اسٹیج پر تقریر کے لیے آئے اور اس طرف آپ ﷫ سجدہ میں گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک فتح کی خبر نہ آگئی۔ بڑوں کا کہنا ہے کہ میدانِ مناظرہ کا منظر عجیب تھا مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی ایک ہی تقریر کے بعد جب قادیانیوں سے جواب کا مطالبہ کیا گیا تو مرزا صاحب کے نمائندے جواب دینے کے بجائے انتہائی بدحواسی اور گھبراہٹ میں کرسیاں اپنے سر پر لیے ہوئے یہ کہتے بھاگے کہ ہم جواب نہیں دے سکتے۔

فیصلہ آسمانی:

مولانا کی سب سے پہلی تصنیف فیصلہ آسمانی ہے جو قادیانیوں کے حق میں واقعی فیصلہ آسمانی ثابت ہوئی یہ کتاب تین جلدوں میں ہے، اس کے تین ایڈیشن مولانا کی زندگی ہی میں شائع ہو گئے، لیکن کسی بھی قادیانی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔ مولانا کی وفات کے بعد بھی کسی قادیانی نے اس کا جواب دینے کی جرأت نہ کی قادیانیت کے خلاف سارے لٹریچر میں جواب تک لکھا گیا ہے یہ کتاب ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور اپنے محکم طرزِ استدلال، اسلوب کی وضاحت اور صفائی صحیح و طاقتور گرفت کے اعتبار سے بہت کم کتابیں اس معیار پر پوری اترتی ہیں۔ اس راہ کی نشیب و فراز کو دیکھتے ہوئے اور اس کے ایک بڑے مبصر کی رائے یہ ہے کہ قادیانیت کی رد میں لکھی ہوئی اکثر کتابوں میں بعض بعض جگہ احتمال کی گنجائش نکل آتی ہے، لیکن اس کتاب میں کسی جگہ احتمال کی گنجائش یا استدلال میں کوئی خامی اور کمزوری نظر نہیں آتی۔

مرزا صاحب نے اپنے کمال و اعجاز کے لیے "اعجازِ احمدی" لکھی یا لکھوائی تھی اور اس کا دعویٰ کیا تھا کہ اس رسالہ اور قصیدہ اعجازیہ کی ادبی بلاغت اور فنی کمال کی نظیر کوئی دوسرا پیش نہیں کر سکتا۔ مولانا نے اس قصیدہ کا بہت پرلطف قصہ بیان کیا ہے اور اس سارے جال کا تار و پود بکھیر دیا ہے جو مرزا صاحب نے علماء اور عام مسلمین دونوں کو بیک وقت فریب دینے کے لیے پھیلایا تھا، بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ وہ اس جال میں خود ہی گرفتار ہو گئے اور تدبیر ان کے لیے الٹی پڑ گئی۔ مرزا صاحب نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں یہ اعلان کیا تھا:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اے میرے مولیٰ اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں تو ان تین سالوں کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے آخر دسمبر ۱۹۰۳ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو، اگر تین برس کے اندر میری تائید اور تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلا دے تو میں نے اپنے لیے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود اور ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا۔"

مولانا لکھتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مرزا صاحب تین برس اسی فکر و تجویز میں رہے کہ کوئی نشان تراش کر مسلمانوں کو دکھایا جائے، میرے خیال میں انھوں نے یہ تدبیر سوچی کہ ہندوستان میں عربی ادب کا مذاق نہیں ہے، اس لیے ایک عربی قصیدہ لکھوا کر اور اس کی تمہید اردو میں لکھ کر رسالہ شائع کر کے اعجاز کا دعویٰ کیا جائے۔ اس زمانہ میں ایک عرب طرابلس کے رہنے والے ہندوستان میں آئے تھے، جا بجا وہ پھرتے رہتے اور حیدر آباد میں ان کا قیام زیادہ رہا ہے یہ عربی کے شاعر تھے اور مزاج میں آزادی بھی شاعروں کی سی رکھتے تھے۔ اس شہر میں مرزائی زیادہ ہیں انھوں نے مرزا صاحب سے ربط کرا دیا اور خط و کتابت ہونے لگی۔ انھوں نے قصیدہ کی فرمائش کی، عرب صاحب روپیہ لے کر قصیدہ لکھ دیا، مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری مفتی دار العلوم دیوبند کہتے ہیں کہ "حیدر آباد میں میں نے ان سے ادب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ بڑے ادیب تھے، کہتے تھے کہ مجھے روپیہ کی ضرورت پیش آئی تھی، میں نے مرزا کو لکھا، اس نے قصیدہ لکھوایا، میں نے لکھ دیا اس نے مجھے روپے دیے۔" (فیصلۂ آسمانی: ص ۵۹)

اس شخص نے جان بوجھ کر کچھ ایسی غلطیاں بھی قصیدے میں شامل کر دی تھیں جو اہلِ زبان سے مستبعد ہیں، اس کے متعلق مولانا لکھتے ہیں:-

"سعید (شاعر کا نام) مرزا کو جھوٹا جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ عربی ادب سے مرزا کو مس نہیں ہے، اس لیے اس نے قصداً غلطیاں رکھیں، تاکہ اہل علم اس سے واقف ہو کر اس کی تکذیب کرے چونکہ عرصہ تک ہند میں رہا ہے اور بعض علوم عقلیہ اس نے یہاں پڑھے ہیں اس لیے وہ ہندی محاورات سے بھی واقف تھا، اس لیے مرزا صاحب کو فریب دیا اور بعض ہندی الفاظ بھی قصیدہ میں داخل کر دیے۔ الحاصل یہ قصیدہ مرزا صاحب کا اعجاز نہیں ہے۔ اگر اعجاز کہا جائے تو سعید شامی کا اعجاز ہوگا۔" (ایضاً)

حضرت مونگیری رحمہ اللہ کی اس سعی پیہم اور آہ سحر گاہی نے بہار کا بالخصوص نقشہ پلٹا اور پھر سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

فتنۂ قادیان اور علمائے دیوبند:

فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے سلسلے میں علمائے دیوبند کی خدمات اور کوششیں بھی نہایت اہم اور ناقابل فراموش ہیں۔ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند جو راقم الحروف کے استاذ بھی ہیں اس سلسلے میں دورے کیے تقریریں کیں اور مناظرے بھی کیے اور مونگیر کے مناظرہ میں مولانا مرحوم ہی حضرت مونگیری رحمہ اللہ کے وکیل اور نمائندہ تھے ساتھ ہی ساتھ آپ نے رد قادیانیت پر متعدد رسائل بھی تصنیف کیے، جو مطبع رحمانی مونگیر اور دوسرے مطابع سے شائع ہوئے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ صدر المدرسین دار العلوم دیوبند نے اس فتنہ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بہاولپور کے مقدمہ میں جا کر شہادت دی اور اپنے علمی و تحقیقی بیان سے ججوں کو قادیانی کے خلاف فیصلہ لکھنے پر مجبور کر دیا اس مقدمہ میں شہادت دینے والوں میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب بھی شامل تھے، پھر حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے حیات مسیح پر ایک نہایت قیمتی بیالیس صفحات کا رسالہ لکھ کر مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود کے سامنے لوہے کی دیوار کھڑی کر دی۔ حضرت شاہ صاحب کا یہ رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" دار الاشاعت دیوبند سے شائع ہوا ہے، اسی طرح حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب اور دوسرے علمائے دیوبند نے اس طرف اپنی توجہ مبذول کی اور قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں اور پھر اس عاجز کے استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم پاکستانی نے مسئلہ ختم نبوت پر تین رسالے لکھ کر ختم نبوت کو قیامت تک کے لیے دفن کر دیا۔ ختم نبوت فی القرآن، ختم نبوت فی الاحادیث اور ختم نبوت فی الآثار یہ تینوں رسالے مسئلہ ختم نبوت پر حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، اس فرقۂ باطلہ کے استیصال کے لیے جن علمائے کرام نے جدو جہد کی ہے، ان کا استقصاء مقصود نہیں ہے، یقیناً جن حضرات کے نام لکھے ہیں، ان سے کہیں زیادہ وہ لوگ ہیں، جن کا ذکر اس مختصر سے مقالہ میں نہیں کر سکا ہوں، تقریباً یہ سب واصل بحق ہو چکے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی سعی کو مشکور فرمادے ان کے مراتب بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس موقعہ پر نا مناسب ہوگا اگر پروفیسر محمد الیاس صاحب برنی عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد دکن کا نام نہ لیا جائے، انھوں نے قادیانی مذہب کے نام سے ایک ہزار صفحوں پر کتاب لکھ کر خود قادیانیوں کے ہاتھ میں آئینہ دے دیا ہے کہ وہ اپنی صورت اور قادیانیت کے سارے خد و خال صاف طریقہ پر قادیانی مذہب کے آئینہ میں دیکھ سکتے ہیں، اس کتاب میں الیاس صاحب مرحوم و مغفور نے اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا۔ اس میں جو کچھ ہے وہ قادیانی سربراہوں اور ان کے رہنماؤں اور مبلغوں کی تقریریں اور تحریریں ہیں جو صحیح حوالے ساتھ درج کر دی گئی ہیں۔ پروفیسر صاحب مرحوم نے ان تحریروں اور تقریروں کو مختلف حصوں اور ابواب میں جمع کر کے عنوان لگا دیا ہے، اس کتاب کی قدر و قیمت مطالعہ کے بعد ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب مرحوم اس وقت دنیا میں نہیں ہیں، ہم ان کے لیے سعادت و نجات کی دعا کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد ثاقب صدیقی

پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور تردید قادیانیت

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی جھوٹی نبوت کے ابلاغ کے لیے طبقہ صوفیاء کی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔ اولاً مرزا نے گزشتہ بزرگوں سے منسوب اپنی بعثت وظہور کے فرضی بیانات منسوب کیے۔ حضرت عبد اللہ غزنوی اور ان کے مرشد ملا صاحب کوٹھا کی جانب فرضی بیانات منسوب کیے جو بعد میں تحقیق سے مرزا کے طبع زاد ثابت ہوئے مگر مرزا کی ڈھٹائی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ خود مرزائی امت بھی اسی قسم کے قول وقصوں کے وضع کرنے میں اپنے نبی کی پیرو نکلی۔ ڈاکٹر بشارت احمد قادیانی نے بھی اپنی کتاب "مجدد اعظم" میں ایک فرضی قول پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی طرف منسوب کیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ مرزا کے ایک مرید نے قادیان پہنچ کر بیان کیا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف نے قادیان کی طرف منہ کر کے اپنی قبا کے بند کھول دیے اور فرمایا کہ مجھے قادیان سے عشقِ الٰہی کی ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے۔ (بحوالہ مہر منیر، ص ۲۰۶)

ظاہر ہے کہ یہ واہیات قول حضرت پیر صاحب گولڑوی پر محض افترا ہے۔

ثانیاً: مرزا صاحب چاہتے تھے کہ کسی بڑے سجادہ نشین کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کریں تاکہ اس کی بیعت وارادت کو وہ عوام الناس میں مشتہر کر کے اپنی نبوت کاذبہ پر دلیل بنائیں۔ اس ضمن میں مرزا قادیانی نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو بھی اپنے دام فریب کا اسیر بنانا چاہا تھا۔ چنانچہ مرزا کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ اس کا پیرو عبد الکریم سیالکوٹی لے کر پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں، آپ اس مشن میں میری اعانت کریں۔ پیر صاحب کو اللہ نے ایمانی فراست سے نوازا تھا وہ اس کذاب کے دام فریب میں نہیں آئے اور جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔ (مہر منیر، ص ۲۰۶)

مرزا کی جاہ پسند طبیعت اور اس کی شیطانی حرص وطمع نے تو اسے پیر صاحب کے مشورے کے بموجب قبولِ ہدایت سے محروم رکھا لیکن جب مرزا کے دعاوی بڑھتے چلے گئے تو دیگر علماء حق سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، قاضی سلیمان منصور پوری، مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی، مولانا سعد اللہ لدھیانوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہم اللہ کی طرح پیر مہر علی شاہ بھی گوشہ گیری ترک کر کے میدان عمل میں نکلے۔ انھوں نے ہر ہر قدم پر مرزا کی محاسبہ کیا۔ تحریر وتقریر سے بھی اس کی راہیں مسدود کیں اور تصنیف وتالیف کے ذریعے بھی اس کے کذب وافترا کی چادر چاک کی۔

وہ برصغیر میں طبقہ صوفیاء کے وہ عظیم رکن تھے جنھوں نے اپنے طبقے میں سب سے بڑھ کر قادیانیت کے خلاف اپنی مساعی انجام دیں۔ ردّ قادیانیت کے لیے پیر صاحب کی مساعی حسنہ کے تذکرے سے قبل اختصار کے ساتھ ان کے حالات زندگی پیش خدمت ہیں۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی

پیر مہر علی شاہ یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ (اپریل ۱۸۵۹ء) کو پیدا ہوئے۔ پیر صاحب کے عہد میں اکابر علم کا مجمع تھا۔ امرتسر، دہلی، دیوبند، لکھنؤ، رام پور، کان پور، سہارن پور وغیرہا علم وفن کے مراکز تھے۔ پیر صاحب نے علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی، سہارن پور میں مولانا احمد علی محدث سہارن پوری اور دہلی میں سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی[1] سے استفادہ کیا۔ پیر صاحب کے اساتذہ میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور صوفی ہر مکتب فکر کے اصحاب علم شامل ہیں۔ علوم کے ان چشموں سے سیرابی نے پیر صاحب کی زندگی اور ان کے مزاج وفکر پر بڑے مثبت اثرات مرتب کیے اور وہ بڑے معتدل مزاج بزرگ ثابت ہوئے جن کی زیادہ تر توجہ عام فروعی مسائل سے زیادہ امت مسلمہ کے اجتماعی مسائل کی طرف رہی۔

---

① سید نذیر حسین محدث دہلوی چونکہ اکابر علماء اہل حدیث میں سے ایک ہیں اور اپنے طبقے میں شیخ الکل کا درجہ رکھتے ہیں، شاید یہی وجہ رہی کہ پیر صاحب کا ان سے نسبت تلمذ ان کے سوانح نگار نے تحریر نہیں کیا۔ اتفاق سے سید نذیر حسین دہلوی کی سوانح حیات "الحیاۃ بعد المماۃ" میں بھی تلامذہ کی وسیع فہرست میں پیر صاحب کا نام مرقوم نہیں۔ تاہم اس نسبت تلمذ کا ایک مستند حوالہ پیش خدمت ہے۔ شاہ محمد سلیمان پھلواروی لکھتے ہیں:-

"پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ سے مجھے بہت ہی مناسبت معلوم ہوئی۔۔۔۔۔۔ چشتی نظامی مشرب ہیں۔ علم ظاہر میں یگانہ عصر ہیں۔ جناب مولوی لطف اللہ صاحب قبلہ کے شاگرد اور حدیث میں جناب مولانا سید نذیر حسین محدث، مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے شاگرد ہیں۔" (شمس المعارف، ص ۷۵۲، بحوالہ اثر قدم رسول کی تاریخی وشرعی حیثیت، ص ۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیر صاحب نے تردید مرزائیت، انسداد چکڑالویت اور رد نیچریت میں عمدہ خدمات سر انجام دیں۔ (تحریک ختم نبوت، ج ۲ص ۳۵۲)

عقیدۂ ختم نبوت کا دفاع اور تردید قادیانیت پیر صاحب کی زندگی بھر کا مشن رہا۔ پیر صاحب نے کئی کتابیں بھی لکھیں۔ بالخصوص رد قادیانیت میں ان کی کتابیں علمی حلقوں میں بڑی مقبول ہوئیں۔ ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ (۱۱ مئی ۱۹۳۷ء) کو پیر صاحب کا انتقال ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری کا تعزیتی شذرہ

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی وفات پر مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے ہفت روزہ اخبار ''اہل حدیث'' (امرتسر) میں لکھا:-

''پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم

دنیا کو کسی نے بھی دار البقا نہیں سمجھا۔ مگر عملی طور پر دار البقا سے کم بھی نہیں جانا گیا۔ واقعات دنیا شب و روز اہل دنیا کو ہوشیار کرتے ہیں کہ

یاں رہنے کی مہلت کوئی کب پاتا ہے
آتا ہے اگر آج تو کل جاتا ہے

پیر صاحب مرحوم گولڑہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے۔ آپ صوفی منش اور وحدت الوجود کے معتقد تھے مگر صوفیوں میں ایک ذی علم بزرگ تھے جن کی علالت کی خبریں عرصہ سے آ رہی تھیں۔ آخر علالت طویلہ کے بعد آپ اس جہاں سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم کو پنجاب میں زیادہ شہرت کا آغاز ۱۹۰۰ء سے حاصل ہوئی۔ جب آپ مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت کے میدان میں کھڑے ہوئے اور ''سیف چشتیائی'' وغیرہ کتابیں لکھیں۔ مرزا صاحب کی دعوت پر مقابلے میں تفسیر نویسی کے لیے لاہور تشریف لے گئے مگر مرزا صاحب نہ پہنچے۔ میں بذات خود اس جلسہ میں شریک تھا جو ان کے آنے پر لاہور میں منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں احناف و اہل حدیث کے اکابر علما شریک تھے جو باری باری سب رخصت ہو گئے حتی کہ پیر صاحب موصوف بھی تقریباً ستر سال کی عمر پا کر چل بسے۔ غفر اللہ لہ

واحسرتا یاراں من تنہا مرا بگذاشتہ''

(ہفت روزہ ''اہل حدیث''، امرتسر، ۲۱ مئی ۱۹۳۷ء)

تردید قادیانیت

۱۸۹۰ء کو پیر صاحب حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ وہاں زمانہ قیام میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ پیر صاحب حجاز مقدس میں مستقل اقامت کا ارادہ کرنے لگے لیکن ان کے شیخ طریقت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے ان سے کہا کہ آپ ہندوستان واپس تشریف لے جائیں، وہاں ایک فتنہ رونما ہونے والا ہے اس دور ابتلاء میں اگر آپ خاموش بھی بیٹھے رہے تو بھی علمائے امت اس فتنہ سے محفوظ رہیں گے۔ ان کا اشارہ فتنہ قادیانیت کی طرف تھا اور مقصد پیر صاحب کو اس فتنے کی تردید کے لیے تیار کرنا تھا۔

مناظرہ

مرزا غلام احمد قادیانی نے پیر صاحب کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ ۲۲ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں پیر صاحب کو تحریری مناظرے کا چیلنج دیا۔ اپنے اشتہار میں مرزا نے پیر صاحب سے متعلق لکھا:-

''مہر علی شاہ صاحب ضلع راول پنڈی کے سجادہ نشینوں میں سے ایک بزرگ ہیں۔ وہ اپنی رکی مشیخت اور غرور سے اس خیال میں لگے ہوئے ہیں کہ کسی طرح اس سلسلہ آسانی کو مٹا دیں۔ چنانچہ اسی غرض سے انھوں نے دو کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ...... سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے، صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لیے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورت نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آیت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اول تو یہ دعا کریں کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورت کے حقائق اور معارف، فصیح اور بلیغ عربی میں عین اس جلسہ میں لکھنے کے لیے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر۔ ...... میں مکرر لکھتا ہوں کہ میرا غالب رہنا اسی صورت میں متصور ہوگا جب کہ مہر علی شاہ صاحب بجز ایک ذلیل اور قابل شرم اور رکیک عبارت اور لغو تحریر کے کچھ بھی نہ لکھ سکیں اور ایسی تحریر کریں جس پر اہل علم تھوکیں اور نفرین کریں، کیونکہ میں نے خدا سے یہی دعا کی ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا اور اگر مہر علی شاہ صاحب بھی اپنے تئیں جانتے ہیں کہ وہ مومن اور مستجاب الدعوات ہیں تو وہ بھی ایسی دعا کریں اور یاد رہے کہ خدا تعالیٰ ان کی دعا ہرگز قبول نہیں کرے گا۔ کیونکہ وہ خدا کے مامور اور مرسل کے دشمن ہیں۔ اس لیے آسمان پر ان کی عزت نہیں۔''

(بحوالہ مہر منیر، ص ۲۱۰ تا ۲۱۳)

پیر صاحب نے مرزا کی تمام ترلاف زنی کے باوجود اس کی تمام شرائط کے ساتھ مناظرہ قبول کر لیا۔ مرزا سستی شہرت کا حریص تھا اس کا مقصد مناظرہ کرنا نہیں تھا۔ لیکن اس مناظرے میں تمام مسالک کے لیے علماء کی دل چسپی اور پیر صاحب کے ساتھ ان کے اتحاد نے اس مناظرے کو مرزا کے دعوے کے لیے معیار حق و باطل بنا دیا۔ وقت مقررہ پر پیر صاحب مع علماء کے ساتھ لاہور پہنچ گئے۔ احناف اور اہل حدیث کی ایک بہت بڑی تعداد تو موجود تھی ہی اہل تشیع بھی رد قادیانیت کے اس محاذ پر ساتھ تھے۔ مگر مرزا صاحب اپنی پلٹن سمیت غیر حاضر تھے۔ قادیانیت کی تاریخ میں یہ عظیم الشان مناظرہ تھا جو وقوع پذیر نہ ہوا۔ جسے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ تھا اسے مجمع اسلامی میں حاضر ہونے کی ہمت تک نہ ہو سکی۔ پیر صاحب کی لاہور آمد اور قادیانی کی غیر حاضری کوئی معمولی بات نہ تھی۔ اہل اسلام نے عظیم الشان جلسے کا انعقاد کیا جس میں تمام مکاتب فکر

بقیہ صفحہ ۲۱۳ پر ملاحظہ کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابو القاسم فاروقی

تحریک ردّ قادیانیت اور مولانا سیف بنارسی رحمہ اللہ

الحمدللہ رب العلمین، والصلوۃ والسلام علی رسولہ الأمین امابعد:

انیسویں صدی کا نصف آخر ہندوستانی مسلمانوں کے لیے حوادث کا طوفان لے کر آیا، ۱۸۵۷ء میں برطانوی استعماریت کے مکمل غلبے کے بعد وہ قتل عام اور دار وگیر کے لا متناہی سلسلے سے ابھرنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک اور فتنہ نے جنم لے لیا، جو براہ راست امت مسلمہ کے دین وایمان سے متصادم تھا، یہ قادیانیت کا فتنہ تھا اور اس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی تھا، اس کے پس پشت بھی وہی استعماری قوت کارفرما تھی، جس نے اپنے سامراجیہ کو مزید مستحکم اور مضبوط کرنے کے لیے ہمیشہ مفتوح اقوام کے ایسے افراد کو آلۂ کار بنایا، جو اس سے وفاداری کے جذبہ کو عام کرنے، مذہبی شعور اور غیرت کو کچلنے اور افتراق و اختلاف پیدا کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

عقیدۂ ختم نبوت دین کا بنیادی عقیدہ ہے، ایمان اور عقیدہ کی پوری عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے، کلمۂ توحید کے دونوں حصوں کو اسی طرح ماننا ضروری ہے، جس طرح کتاب وسنت نے بتلایا ہے، جس طرح توحید کی تینوں اقسام میں سے کسی ایک کا انکار یا اس میں شک وشبہ کا اظہار ناقص ایمان اور کفر اکبر ہے، اسی طرح عقیدۂ رسالت کے لیے یہ ایمان رکھنا واجب ہے کہ آپ کی بعثت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں، آپ خاتم الرسل ہیں، آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے، اب نہ کسی اور نبی کے ظہور کی گنجائش ہے نہ جواز، عقیدۂ ختم نبوت کا منکر یا اس میں شک کرنے والا یا اس کا استہزا کرنے والا کافر اور امت محمدیہ سے خارج ہے، اس پر دنیا بھر کے علماء کا اتفاق اور اجماع ہے، قرآن کریم، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور اقوال ائمہ کرام میں اس کی پوری وضاحت موجود ہے۔

قرآن مجید اور رسالت مآب ﷺ نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا ہے کہ دین مکمل ہو چکا ہے، آپ ﷺ کی وفات کے بعد وحی الٰہی کا سلسلہ ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گیا، عالم انسانیت کی ہدایت کے لیے قرآن اور احادیث نبویہ کافی ہیں، اب اگر کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ کاذب اور کافر ہے، وہ صرف امت میں افتراق پیدا کرنا چاہتا ہے، ماضی میں مرزا غلام احمد قادیانی سے قبل بھی مدعیان نبوت نے عقیدۂ ختم نبوت پر ضرب لگانے کی کوششیں کیں اور فنا کے گھاٹ اتر گئے۔

اللہ رب العالمین نے واضح الفاظ میں فرمایا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب: ۴۰)

"محمد ﷺ تمہارے لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔"

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے میں نے اسلام کو دین پسند کیا ہے۔"

بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داود اور دیگر کتب حدیث میں آپ ﷺ کے سینکڑوں فرامین اور ارشادات موجود ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا ہے، صحابۂ کرام کا اس پر اجماع تھا، آپ ﷺ کے انتقال کے بعد جس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ نے اس سے جنگ کی اور اسے کیفر کردار تک پہنچایا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر کے امت میں تصادم کی صورت پیدا کر دی اور فتنے کا ایک نیا دروازہ کھول دیا، پہلے وہ ایک مذہبی عالم اور مناظر کی حیثیت سے نمودار ہوا، ۱۸۸۴ء میں ایک کتاب "براھین احمدیہ" لکھی، جس کی اشاعت کے لیے چندہ بٹورا اور سستی شہرت حاصل کی، آریہ سماجیوں اور عیسائی پادریوں سے مناظرے کیے، اس کی ان تبلیغی سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی توجہ اس کی جانب مبذول ہونے لگی، جب زمین ہموار ہوگئی تو ۱۸۸۹ء میں سلسلۂ بیعت کا آغاز کیا اور اپنے لیے حلقۂ ارادت قائم کر لیا، اس وقت تک کسی کے تصور میں نہیں تھا کہ یہ شخص ایک ناپاک اور خطرناک منصوبہ کے تانے بانے بننے میں مصروف ہے، ۱۸۹۱ء میں اس نے تین کتابیں رسائل "فتح اسلام"، "توضیح المرام" اور "ازالۃ الادھام" لکھیں اور بزعم خویش مہدیٔ موعود بن بیٹھا، ۱۹۰۸ء میں اپنی موت تک اپنے دعویٰ پر قائم رہا، اس نے اپنے متبعین کو ایک جداگانہ امت اور مسلمانوں کو کافر قرار دیا، اس کے پیروکار آج بھی دنیا کے مختلف ممالک میں سرگرم ہیں، چوں کہ ان کے نام، طرز معاشرت مسلمانوں کے مماثل ہیں، اس لیے مسلمان اور غیر مسلم بھی ان کے دام فریب میں پھنس جاتے ہیں، کسی مسلمان سے وہ گفتگو کریں گے تو اپنے مذہب اور عقائد کے بجائے حیات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عیسیٰ علیہ السلام کو موضوع بنائیں گے، اسلام دشمنی میں یہ لوگ صیہونیوں سے چار ہاتھ آگے ہیں، بعض غیر ممالک میں ان کے اپنے ٹی وی چینلز ہیں، جن سے یہ چوبیس گھنٹے اپنے مذہب کی دعوت و تبلیغ کرتے رہتے ہیں، حیفہ (اسرائیل)، برطانیہ، کینیڈا اور امریکہ وغیرہ کے بڑے شہروں میں ان کے اہم مراکز ہیں۔

قادیانیت کا فتنہ کوئی معمولی فتنہ نہیں تھا، یہ عقیدۂ اسلام پر براہ راست حملہ تھا، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ابتلا و آزمائش تھا، اس کے قبیح نتائج، مفاسد اور مضرات کو سب سے پہلے علمائے اہل حدیث نے محسوس کیا اور فوراً میدان عمل میں آ گئے، مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مشن کا آغاز پنجاب سے کیا، پنجاب ہی کے علمائے اہل حدیث اس کے سد باب کے لیے آگے بڑھے، سب سے پہلے مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے ردّ قادیانیت کا علم اپنے ہاتھوں میں لیا، آپ مرزا کو قریب سے جانتے تھے، اس کے رگ و ریشے سے واقف تھے، لدھیانہ مرزا کا محفوظ قلعہ تھا، وہاں اس کے عقیدت مندوں کی کثرت تھی، مولانا بٹالوی نے شیخ محمد حسن رئیس لدھیانہ کی وساطت سے وہیں پر آکر مرزا کو گھیرا، بارہ دن تک اس سے تحریری مناظرہ ہوا، مرزا نے بارہویں دن کسی طرح جان چھڑا کر راہ فرار اختیار کی، مناظروں کی تاریخ میں یہ سب سے طویل مناظرہ ہے، جو مباحثہ لدھیانہ کے نام سے مشہور ہے۔

مولانا بٹالوی نے دوسرا عظیم کارنامہ یہ انجام دیا کہ برصغیر کے تقریباً دو سو علماء سے مرزا کے متعلق فتویٰ حاصل کیا، علماء نے متفقہ طور پر لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین کافر ہیں، اس میں سب سے پہلا فتویٰ شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے، آپ اگرچہ اہلِ حدیثوں کے سرخیل تھے، لیکن احناف علماء میں بھی آپ کے فتوے کا اعتبار اور اثر تھا، آپ کے فتویٰ نے کتابوں اور مناظروں سے بڑھ کر کام کیا، جس کا ذکر مرزا نے بار بار اپنی تحریروں میں کیا، پورے ہندوستان کے علماء کو اس کی تکفیر پر متحد کرنا کوئی معمولی کام نہیں تھا، مولانا بٹالوی نے یہیں پر بس نہیں کیا، آپ نے اپنے اخبار "إشاعۃ السنۃ" کو مرزا کے ہفوات کی تردید کے لیے وقف کر دیا، اس اخبار کی فائلیں اور مولانا کی تحریریں ردّ قادیانیت کا سب سے اہم ماخذ ہیں، مولانا سیف بنارسی لکھتے ہیں:-

"اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا غلام احمد قادیانی کے پڑوسی اور ملاقاتی تھے، جتنا وہ مرزا صاحب کو جانتے تھے، دوسرے نہیں اور جس قدر انھوں نے مرزا قادیانی کی تردید کی، اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا، پس کیا کوئی صاحب مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی یادگار کے طور پر ہی ان کے تمام مضامین کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق إشاعۃ السنۃ وغیرہ میں شائع ہوئے، ایک کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیں گے۔" (اخبار "اہل حدیث" امرتسر ۱۶/ فروری ۱۹۳۴ء، صفحہ ۶)

الحمد للہ مولانا سیف بنارسی کی یہ تمنا پون صدی بعد پوری ہوئی اور ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے تحریک ختم نبوت کے نام سے ردّ قادیانیت سے متعلق "إشاعۃ السنۃ" کے تمام مضامین کو یکجا کر کے متعدد جلدوں میں ہندوستان اور پاکستان سے شائع کر دیا، جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر ہوا ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دعویٰ نبوت کی اشاعت کے لیے تین کتابیں لکھیں، ان کتابوں کی اشاعت کے چند ماہ بعد ہی مولانا قاضی سلیمان سلمانؔ منصور پوری (م ۱۹۳۰ء) نے مرزا کی کتابوں کا دندان شکن جواب دیا، آپ نے ستمبر ۱۸۹۱ء میں "غایۃ المرام" کے نام سے ردّ قادیانیت پر کتاب لکھی جو اسلامیہ پریس لاہور سے شائع ہوئی، اس کا دوسرا حصہ "تائید الاسلام" کے نام سے ۱۳۱۱ھ مطابق ۹۴-۱۸۹۳ء میں شائع ہوا آپ نے تیسرا قدرے مختصر رسالہ "مرزا قادیانی اور نبوت" کے نام سے لکھا۔

تحریک شہیدین کے مرد مجاہد مولانا جعفر تھانیسری (۱۸۳۸-۱۹۰۵ء) نے مرزا کے دعوؤں کی تردید میں "تائید آسمانی در ردّ نشان آسمانی" ۱۸۹۲ء میں لکھا، یہ رسالہ اگرچہ بہت مختصر اور محض ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے، لیکن مرزا کی نبوت کاذبہ سے متعلق تاریخی انکشاف کی وجہ سے بے حد اہمیت کا حامل ہے، مولانا تھانیسری کے پاس مولانا ولایت علی عظیم آبادی (م ۱۸۵۲ء) کا رسالہ "اربعین فی احوال المہدیین" تھا (یہ رسالہ مع اردو ترجمہ مطبع فاروقی دہلی سے شائع ہوا) اس کے ساتھ میں شاہ نعمت اللہ ولی کی ۵۲ اشعار پر مشتمل پیشین گوئیاں بھی تھیں (ان پیشین گوئیوں کی صداقت ابھی بھی تحقیق طلب ہے) مرزا یہ رسالہ مولانا تھانیسری سے عاریتاً لے گئے اور اشعار میں تحریف کر کے اپنے اوپر چسپاں کر لیا، مولانا نے ان تحریفات کی پول کھول دی۔

۱۸۹۱ء میں مرزا نے حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کو مناظرہ کا چیلنج کر دیا، حضرت نے ضعیفی کے باوجود چیلنج قبول کر لیا، لیکن مرزا کترا کر نکل گئے، مولانا محمد بشیر محدث سہسوانی (م ۱۳۲۶ھ) بھوپال کی سرکار ملیا کے حکم سے دلی مناظرہ کے لیے آئے، زبردست مناظرہ ہوا، لیکن تیسرے دن مرزا حیلۂ استقبال خسر کر کے میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے، مولانا سہسوانی رحمہ اللہ نے مناظرہ کی روئیداد "الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح" کے نام سے لکھی، جسے مطبع انصاری نے ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں شائع کیا۔ (مولانا سید عبد الباقی سہسوانی: حیات العلماء، ص ۱۹۷ مطبوعہ قومی اردو کونسل نئی دہلی)

۱۸۹۲ء میں مولانا عبد المجید میرٹھی نے محمد حسن امروہوی قادیانی کے رسالہ "امام الناس" کے جواب میں "بیان للناس" اور "شفاء الناس" کے نام سے دو رسالے لکھے، ۱۸۹۱ء میں مولانا اسماعیل علی گڑھی رحمہ اللہ (م ۱۸۹۴ء) نے "اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح" کے نام سے ایک اہم رسالہ قادیانیت کی تردید میں لکھا، جو اسی سال مطبع انصاری دہلی سے شائع ہوا، دوسری بار مشہور مورخ ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کے تعارف کے ساتھ احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۴۲ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوا، شیخ حسین بن محسن الیمانی (م ۱۹۰۹ء) نے مرزا کی تردید میں عربی میں ایک کتاب "الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی" تحریر کی، جسے اردو ترجمہ کے ساتھ مولانا عبد المجید میرٹھی نے ۹۴-۱۸۹۳ء میں مطبع انصاری دہلی سے شائع کیا، ۱۹۰۳ء میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے "شہادۃ القرآن" دو جلدوں میں لکھی۔

۱۹۰۱ء اس لحاظ سے اہم سال تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی سال مکمل نبوت کا دعویٰ کیا، اس سے قبل وہ خود کو مثیل مسیح، مسیح موعود، بروزی نبی اور ظلی نبی کہتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اگرچہ ۱۸۹۴ء سے قادیانیت کے خلاف لکھنے کا آغاز کر دیا تھا، مگر ان کی معرکۃ آرا تصنیف الہامات مرزا ۱۹۰۱ء میں منظر عام پر آئی اور اس موضوع پر لکھنے والوں کے لیے سب سے مستند ماخذ بنی، آپ کی یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی ہی میں چار بار شائع ہوئی، آپ زندگی بھر قادیانیت کے خلاف لکھتے رہے، بے شمار مضامین لکھے، تقریباً چھتیس کتابیں ان کی تردید میں لکھیں، سینکڑوں مناظرے کیے، ہر ایک میں فاتح رہے، مسلمانوں نے "فاتح قادیان" کا خطاب دیا، ۱۹۰۳ء میں اخبار "اہل حدیث" جاری کیا تو اس کا ایک بڑا حصہ رد قادیانیت کے لیے وقف کر دیا، اخبار "اہل حدیث" آخری دم تک قادیانیت سے محاذ آرا رہا، آپ نے ۱۹۰۷ء میں "مرقع قادیان" کے نام سے ایک رسالہ خاص قادیانیت کی تردید میں جاری کیا، جو آپ اپنی مثال تھا، اس رسالہ میں قادیانی ہفوات کا مدلل جواب ہوتا تھا، اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد یہ رسالہ بند ہو گیا، دوبارہ ۱۹۳۱ء میں جاری ہوا اور اپریل ۱۹۳۳ء میں یہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

۱۹۰۱ء میں مولانا سید احمد حسن شوکت میرٹھی (م ۱۹۲۳ء) نے اپنے مقبول عام اخبار "شحنۂ ہند" میں ضمیمہ کا اضافہ کیا اور رد قادیانیت کا سلسلہ شروع کیا، ۱۹۰۴ء تک آپ نے ہزاروں صفحات قادیانی اور قادیانیت کی تردید میں لکھ ڈالے، اس ضمیمہ میں ایک آدھ مضمون دوسروں کا ہوتا، بقیہ آپ ہی کے قلم سے نکلتے، "شحنۂ ہند" اور اخبار "اہل حدیث" کی وجہ سے رد قادیانیت کے موضوع پر منجھے ہوئے قلمکار علمائے اہل حدیث کی ٹیم منظر عام پر آئی، جس نے پورے ہندوستان میں تحریک ختم نبوت کا مورچہ سنبھال لیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۱۹۰۸ء تک مرزائی جماعت زیادہ تر پنجاب کے علاقوں تک محدود رہی، لیکن اس کے بعد اس نے پر پرزے نکالے اور ہندوستان کے ہر صوبہ میں اپنے مراکز قائم کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا، ۱۹۰۸ء کے بعد عمومی طور پر ہر طرف قادیانیوں سے مناظروں کا بازار گرم ہو گیا، رد قادیانیت پر رسائل اور کتب کا انبار لگ گیا، مگر علمائے اہل حدیث کی کتابوں، اخبارات اور رسائل نے اس میدان میں سرگرم ہر مسلک کے علماء کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دیں، مولانا بٹالوی اور مولانا امرتسری کے علاوہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی، مولانا سیف بنارسی، مولانا عبد اللہ روپڑی، مولانا محمد گوندلوی، مولانا داود غزنوی اور اس خانوادہ کے دیگر علماء، مولانا اسماعیل سلفی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا عبد اللہ معمار امرتسری، ماسٹر حبیب اللہ امرتسری اور مولوی نور حسین گرجاکھی وغیرہم کے اسمائے گرامی سرفہرست ہیں۔

متذکرہ بالا سطور کا مقصد قادیانیت کے ابتدائی دور میں علمائے اہل حدیث کی مساعی جمیلہ کے متعلق ان تاریخی حقائق کی طرف اشارہ کرنا ہے جن سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا ہے، مکمل تفصیل کے لیے ڈاکٹر بہاء الدین ﷾ کی تحریک ختم نبوت کی جلدوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

مولانا سیف بنارسی اور رد قادیانیت

عنفوان شباب میں مولانا ابو القاسم سیف بنارسی کی بیشتر توجہ دفاع بخاری، دفاع سنت اور رد عقائد بدعیہ پر مرکوز تھی، قادیانیت کا فتنہ پنجاب سے اٹھا تھا اور پنجاب کے علماء اس کے لیے کافی تھے، تاہم آپ اس کی طرف سے غافل نہیں رہے، پنجاب کے جلسوں میں آپ شریک ہوتے تو آپ کے خطابی موضوعات کی فہرست میں رد قادیانیت بھی شامل ہوتا، اس موضوع پر مضامین بھی لکھتے، چنانچہ اخبار "اہل حدیث" امرتسر ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء کے شمارے میں آپ کا مضمون بعنوان "مرزا قادیانی خدا بھی تھا اور رسول بھی" شائع ہوا، اخبار مذکور ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء میں ایک اور تحریر "مرزائیوں سے سوال" شائع ہوئی، "بارقۃ السیف" کے نام سے ایک طویل مقالہ آٹھ قسطوں میں شائع ہوا۔

بہار اور بنگال میں ۱۹۱۰ء کے بعد مرزائی تحریک کے جراثیم پھیلنے لگے تھے، علمائے بہار اور بنگالہ نے ان کے لیے زمین تنگ کر دی، بھاگل پور، مونگیر، پورنیہ، پٹنہ اور کلکتہ میں ان سے مناظرے ہوئے، بہار میں مولانا محمد علی مونگیری (م ۱۹۲۷ء) اور ان کے تلامذہ نے ان کی بیخ کنی کی ذمہ داری سنبھالی، کلکتہ میں مولانا ابوتراب عبد الرحیم نے مخزن مشنیری کے نام سے ایک انجمن قائم کی، جس کا مقصد عیسائیت اور قادیانیت کی تردید تھی، آپ کے پانچ رسالے؛ دو رسالے "احادیث رسول الربانی فی تکذیب دعاوی مرزا القادیانی الدجال لا ثانی" کے نام سے تیسرا رسالہ ہذہ "التحفۃ البتۃ من تحائف الکلکۃ" چوتھا رسالہ "کسوف القمر والشمس علامۃ لظہور المہدی القول الموضوع الکذب و البہتان" پانچواں "مرزا قادیانی کے مہدی کاذب و دجال ہونے کی کھلی نشانی" نظر سے گزرے، تیسرا رسالہ ایک مناظرہ کی روئیداد ہے جو ۲۴ جنوری ۱۹۱۲ء کو حاجی خدا بخش پنجابی چینوٹی کی دکان میں محمد حسین پنجابی چینوٹی المعروف بھکوکھی سے ہوا، آپ کے رسالوں کی خوبی یہ ہے کہ صرف احادیث صحیحہ سے تردید کرتے اور مخالف کی پیش کردہ بے اصل روایتوں کی جرح ونقد محدثین کی امہات کتب سے کرتے رہے۔

بنارس میں ۱۹۳۰ء کے بعد مرزائیت کے جرثوموں نے پاؤں پسارنے کی کوشش کی، ۱۹۲۸ء میں مولانا سیف بنارسی نے سیالکوٹ میں قادیانیوں کے خلاف شعلہ بار تقریر کی، مرزائیوں میں اس کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شدید ردِ عمل ہوا، قادیانی جماعت نے باقاعدہ اس کا جواب دیا، مقامی طور پر اس کی اہمیت نہیں تھی، لیکن لوگوں نے مولانا کو خطوط بھیجے کہ آپ ضرور ان تحریروں کا جواب دیں۔

۱۹۳۰ء میں "انجمن اشاعت اسلام" کے نام سے بنارس کے اہلِ حدیثوں نے مدن پورہ بنارس میں ایک انجمن قائم کی، جس کا مقصد فرقِ باطلہ خصوصاً قادیانیت کی تردید تھی۔ اس انجمن کے روحِ رواں اور سکریٹری مولانا بنارسی تھے اور اس کے زیرِ اہتمام آپ، مولانا منیر خاں اور مولانا عبد المجید وغیرہم کی مذکورہ فرق کی تردید میں تقریریں ہوتی تھیں۔ اس انجمن کی ایک رپورٹ اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء میں بعنوان "بنارس میں قادیانی تحریک" شائع ہوئی، جس کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:-

"چوں کہ کچھ دنوں سے بنارس میں فتنۂ مرزائیہ قادیانیہ نمودار ہو گیا ہے۔ اس لیے فتنہ کا استیصال اور عامۃ المسلمین کو مرزا قادیانی کے دعوائے مسیحیت، مہدیت کی پرفریب چالوں سے خبردار کرنے کے لیے انجمن اشاعت الاسلام، بنارس ہر امکانی کوشش و عمل میں لا رہی ہے اور مصمم ارادہ کر چکی ہے کہ بذریعۂ تحریر و تقریر مسلمانوں کو اس فرقۂ باطلہ سے آگاہ کرانے اور اس فتنہ کے شجرۂ مطعونہ کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر زمین پر دے پٹکے۔"

اس انجمن کے علاوہ احناف نے بھی ایک "انجمن اشاعۃ الحق" کے نام سے قائم کی تھی، جس کی روحِ رواں مفتی محمد ابراہیم بنارسی (م ۱۹۶۶ء) تھے۔ اس موضوع پر آپ کی ایک کتاب "حیات عیسیٰ علیہ السلام کا ثبوت" کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن انجمن کی سرگرمیوں کا پتہ نہیں چل سکا۔ بنارس میں قادیانی تحریک کا بانی مرزا قادیانی کا ہم نام غلام احمد مجاہد مرزائی تھا۔ اس نے بنارس کے مسلمانوں کو ورغلانے اور گمراہ کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ قادیانیت کی تبلیغ کے لیے ظہور امام کے نام سے رسائل اور اشتہارات شائع کیے۔ مولانا سیف بنارسی کا رہوارِ قلم حرکت میں آیا، بالآخر آپ نے اس آگ کو راکھ بنا کر چھوڑا، غلام احمد مرزائی کے رسالوں کا دنداں شکن جواب دیا، ایک سال کے عرصے میں ردِ قادیانیت پر دس کتابیں لکھیں، جو بارہ ٹریکٹس پر مشتمل ہیں۔ ان میں ٹریکٹ نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲ ایک ہی میں ہے۔ ان میں سے بعض مختصر اور بعض مفصل ہیں۔ آپ کی تحریری اور تقریری کوششوں سے اس فتنے کی آگ سرد پڑ گئی، محلہ ندیسر بنارس میں ان کی ایک عبادت گاہ بطور صدائے عبرت باقی رہ گئی۔

مولانا کے رسائل کو "انجمن اشاعت اسلام" بنارس نے شائع کیا، عامۃ المسلمین میں وہ اس قدر مقبول ہوئے کہ بعض کے دو دو ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گئے، ان کے مخاطب عام مسلمان تھے، اس لیے مولانا نے علمی انداز سے گریز کرتے ہوئے سلیس اور عام فہم زبان کا استعمال کیا، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ فائدہ اٹھا سکیں، ان کے سرورق پر مصنف کے نام کے بجائے "من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام" درج ہے، لیکن اخبار "اہلِ حدیث" امرتسر کے مختلف شماروں میں ان کے جو اشتہارات آپ نے شائع کرائے، اس میں مصنف کی حیثیت سے آپ ہی کا نام مذکور ہے، نیز "تراجم علمائے حدیث ہند" میں آپ کی تصنیفات کی فہرست میں بھی ان رسالوں کا ذکر ہے، رسائل کے مشتملات بھی اس کے بیّن ثبوت ہیں، مولانا نے اپنے مملوکہ نسخوں میں عبارتوں میں کانٹ چھانٹ اور ترمیم و اضافے کیے ہیں، یہ نسخے "جامعہ سلفیہ" بنارس کی لائبریری میں محفوظ ہیں۔

مولانا بنارسی کے رسائل ردِ قادیانیت کا تعارف

① مرزا غلام احمد قادیانی کے بعض دعاوی اور الہامات

سلسلۂ ردِ قادیانیت کا ٹریکٹ نمبر ۱، من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام، مدن پورہ بنارس، سلیمانی پریس گائے گھاٹ بنارس ۱۳۵۲ھ، صفحات ۱۶۔

رسالہ کے آغاز میں آپ نے تحریر فرمایا:-

"اب تک ہمارا شہر فرقۂ مرزائیہ قادیانیہ کے فتنہ سے محفوظ تھا، مگر چند دنوں سے اس کی گمراہ کن نقل و حرکت یہاں بھی شروع ہو گئی، اس لیے ضروری ہے کہ عام مسلمانوں کو اس فرقہ کی حقیقت نیز اس کے بانی غلام احمد کے بعض دعاوی و تعلیمات سے آگاہ کر دیا جائے۔" (رسالہ مذکور ص ۲)

یہ مختصر رسالہ صرف ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ سب سے پہلے آپ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت کے متعلق مسلمانوں کے عقیدہ پر روشنی ڈالی اور فرمایا:-

"حضور ﷺ سیّد الرسل کے فضائل و کمالات بے شمار ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ خاتم النبیین بنا کر بھیجے گئے اور بارگاہِ خداوندی سے اعلان کر دیا گیا کہ اب کسی نبی رسول یا کتاب کی قیامت تک ضرورت نہیں" (رسالہ مذکور ص ۳)

اس کے بعد مرزا کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لیے ان کے پندرہ مضحکہ خیز دعووں کا ذکر کر کے ان کا رد کیا، ان کے جھوٹے دعاوی اور کذب کو واضح کرنے کے لیے ان کی چھ پیشین گوئیاں ذکر کیں اور تاریخ کے حوالوں سے بتلایا کہ ان میں سے کوئی بھی پوری نہیں ہوئی، جو مرزا کے کذاب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ آپ نے بنارس کے مسلمانوں کو مولانا امرتسری کی کتاب "الہامات مرزا" پڑھنے کی تاکید کی۔

② اظہارِ حقیقت

سلسلۂ ردِ مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۲، من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس، مطبوعہ سلیمانی پریس محلہ گائے گھاٹ بنارس ۱۳۵۲ھ صفحات ۱۶۔

ردِ قادیانیت کے موضوع پر "اظہارِ حقیقت" کے نام سے آپ کا یہ دوسرا رسالہ ہے، ابتدائی صفحات میں آپ نے قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے سوانحی حالات مختصر طور پر انھیں کی کتابوں سے درج کیا، اس کے بعد ان کے چار بنیادی دعووں:-

① حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی گرفت سے نکل کر کشمیر چلے آئے اور ۸۷ سال بعد یہیں ان کا انتقال ہوا۔

② حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں، مرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے لوگ واپس نہیں آتے، لہٰذا احادیث میں جس عیسیٰ کے آنے کی خبر دی گئی ہے، وہ میں ہوں۔

③ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل جس مہدی کے آنے کی خبر دی گئی ہے، وہ بھی میں ہوں۔

④ اس زمانہ کا نبی اور رسول میں ہوں، جو مجھ پر ایمان نہیں لائے گا، وہ کافر اور جہنمی ہے۔

آپ نے ان کی تردید میں ۱۵ قرآنی آیات اور سات احادیث کا ذکر کیا اور ان کی تشریح کر کے ثابت کیا کہ مرزا کے دعوے غلط اور بے بنیاد ہیں، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ کے نام سے مرزا نے ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء کو جو اشتہار شائع کروایا تھا ص ۱۴ پر اس کا اختصار بیان کرکے بتلایا کہ اس دعا کے بعد ۱۹۰۸ء میں وہ دنیا سے چلے گئے اور مولانا امرتسری حفظہ اللہ اب تک زندہ اور صحت مند ہیں، یہ کوئی مباہلہ نہیں تھا، مرزا کا اپنا بیان تھا، ص ۱۵،۱۶ پر قرآن و احادیث سے ان ۲۲ نصوص کی فہرست لکھی، جو حیات عیسیٰ علیہ السلام اور تکذیب دعاویٰ مرزائے قادیانی کی بین دلیل ہیں۔

③ نزول مسیح اور مسئلۂ ختم نبوت

سلسلہ رد قادیانیت کا ٹریکٹ نمبر ۳، من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس، مطبوعہ سلیمانی پریس گائے گھاٹ بنارس اکتوبر ۱۹۳۳ء، صفحات ۱۶۔

یہ رسالہ بھی حسب سابق ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ تمہید میں مولانا نے بتلایا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کس کس طرح رسالت، نبوت اور امامت کی خاک اڑائی، کہیں خدا بنے، کہیں خدا کے بیٹے، کہیں آدم بنے ہیں، کہیں نوح، کہیں یعقوب بنے ہیں، کہیں ابراہیم خلیل اور کہیں محمد مجتبیٰ، کہاں کہاں بنے ہیں۔ آپ نے ان سب کا حوالہ پیش کیا، رسالہ میں نزول عیسیٰ علیہ السلام اور ختم نبوت کے مسئلہ کو دل نشیں اور سلیس پیرایہ میں اس طرح سمجھایا کہ معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اسے سمجھ لے، آپ نے اپنی بات کو واضح کرنے کے لیے صرف کتاب و سنت کا سہارا لیا، مرزا نے خود کو مسیح موعود ثابت کرنے کے لیے حدیث کی جو بچکانی تاویل کی ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

"حدیث صحیح میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے، تب وہ دو زرد چادریں لپیٹے ہوں گے، مرزا قادیانی فرماتے ہیں:" یہ حدیث نبوی میری شان میں ہے، سوال پیدا ہوا، یہ کیوں کر؟ فرمایا: ایک چادر میرا عارضۂ مراق ہے، دوسرا میرا مرض سلس البول" سبحان اللہ کتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ مسیح موعود جو سارے عالم کو امن و آشتی اور عدل و داد سے معمور کر دینے کے لیے آسمان سے نزول فرمائے گا وہ مراقی ہوگا اور مبتلائے عارضۂ سلس البول، کوئی پوچھے کہ یہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیلی چادریں مراق اور سلس البول کیوں کر ہوگئیں، کیا ہمارے نبی ﷺ کو جو افصح العرب و العجم تھے، مراق اور عارضۂ سلس البول سمجھانے کے لیے کوئی دوسرا لفظ نہیں مل سکا"۔ (رسالہ مذکور ص ۸)

④ ثنائے ربانی برقفائے قادیانی

مولانا ثناء اللہ امرتسری پر قادیانیوں کے اعتراضات کا جواب، سلسلۂ رد مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۴، منجانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۳ء، صفحات: ۱۶۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیروکار مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اپنا سب سے بڑا مخالف اور دشمن سمجھتے تھے، یہاں تک کہ مرزا قادیانی نے سچے کی زندگی میں جھوٹے کی موت کی دعا کی تھی۔ جو تاریخ قادیانیت کا سب سے اہم اور یادگار واقعہ ہے، انھوں نے الحاح و زاری کے ساتھ اللہ سے دعا کی کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے، اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔ ان کی دعا کا اشتہار اخبار "الحکم" قادیان ۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء، اور اخبار "البدر" قادیان ۱۸ اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا، مقبولیت کی نہ جانے کون سی گھڑی تھی، ان کی دعا قبول ہوگئی اور ان کا کذاب ہونا ثابت ہوگیا، مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی بیماری میں مر گئے۔

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

ان کی موت کے بعد ان کے پیروکاروں نے پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ اس کی قبولیت کا من جانب اللہ کوئی وعدہ نہیں تھا نہ مرزا نے بحکم الٰہی اشتہار لکھا، ۷ اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں اس موضوع پر خلیفۂ قادیان سے مناظرہ ہوا، اس میں قادیانیوں نے جیتنے والے کے لیے انعام بھی رکھا تھا، ظاہر ہے مولانا امرتسری کے مقابل میں کون ٹک سکتا تھا، قادیانی مناظر ہار گیا، مسلمانوں نے مولانا کو "فاتح قادیان" کا لقب دیا، مناظرہ کی پوری تفصیل "فاتح قادیان" میں موجود ہے۔

انجمن مرزائیہ بنارس نے بھی ایک یو ورقہ اشتہار اس موضوع پر شائع کیا، مولانا سیف بنارسی نے مرزائیوں کے اعذار اور مولانا امرتسری پر ان کے اعتراضات کی دھجیاں بکھیر دیں۔

⑤ مولوی غلام احمد مرزائی کے بعض جوابات پر ایک نظر

سلسلۂ رد مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۵، من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس، محررہ ۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء، صفحات: ۲۰۔

اس رسالہ کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا مفتی محمد ابراہیم بنارسی خطیب شاہی مسجد [1] نے قادیانی حضرات

---

① مفتی محمد ابراہیم مولانا سیف بنارسی کے معاصرین میں سے مشہور حنفی عالم تھے، ۱۳۰۲ھ میں غازی پور میں پیدا ہوئے، مدرسہ اشاعت العلوم (موجودہ مظہر العلوم بنارس) سے دینی تعلیم حاصل کی، ۱۳۴۷ھ میں شاہی مسجد کے امام و خطیب بنے، صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، رد قادیانیت پر آپ کی ایک کتاب "حیات مسیح علیہ السلام کا ثبوت" بھی ہے، ۱۳۸۶ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ (تذکرہ مشائخ بنارس: مفتی عبد السلام نعمانی ص ۱۹۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے کچھ سوالات کیے، مرزائی نے ان کا جواب دیا، مولانا نے مرزائی جوابات کے ایک حصہ کا تعاقب کیا، آپ نے لکھا:-

"بقیہ مسائل پر مولوی محمد ابراہیم صاحب روشنی ڈالیں گے، مگر ہمارے رسائل بھی ان شاء اللہ بہت جلد اس دام تزویر و تلبیس کا تار و پود بکھیر دیں گے، جو مسلمانوں کو ان کے دین متین سے برگشتہ اور منحرف کرنے کے لیے آج کل بچھایا جا رہا ہے۔" (رسالہ مذکور ص ۲)

مولانا بنارسی نے مرزائی کے چار سوالوں کا تفصیل سے جائزہ لیا، اس نے خاتم النبیین کے معنی میں شکوک پیدا کرنا چاہا، آپ نے ان کی بخیہ ادھیڑ دی، حافظ ابن حزم اندلسی کی کتاب "الملل والنحل" (ج ۱، ص ۱۷۷) کے حوالے سے بتایا کہ: "جس طرح ایک جم غفیر آنحضرت ﷺ کی نبوت کی خبر، آں حضرت کے معجزات، دلائل نبوت اور آں حضرت کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) ہم تک پہنچی ہے، اسی طرح اتنی ہی بڑی جماعت نے آں حضرت کی یہ حدیث بھی پہنچائی ہے کہ آں حضرت کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہوگا۔" (رسالہ مذکور ص ۴)

اس کے بعد آپ نے اس موضوع سے متعلق متعدد احادیث صحیحہ کا ذکر کیا اور ان کی توضیح محدثین عظام اور موثق علماء مثلاً قاضی عیاض، حافظ ابن القیم، امام غزالی، علامہ آلوسی، شیخ عبد الغنی نابلسی، امام طبری اور ابن کثیر کے اقوال سے کیے۔

سوال نمبر چار کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک اثر اے لوگو! آں حضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو، مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی نہ ہوگا یہ اثر قادیانی حضرات مرزا قادیانی کے ظلی نبی ہونے کی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ آپ نے اس اثر کا تحقیقی اور فنی جائزہ لیا پھر بتلایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صراحت اور قطعیت کے ساتھ وارد ہے کہ آں حضرت ﷺ کے بعد نبوت کا کوئی حصہ، کوئی جز باقی نہیں رہے گا، بجز اچھے خواب کے حضرت عائشہ کی اس صاف اور صریح روایت کو کیوں نہیں ذکر کرتے۔

آخر میں حضرت مجدد الف ثانی کے ایک مکتوب کی جس سے قادیانی حضرات دلیل پکڑتے ہیں، دل نشیں انداز میں وضاحت فرمائی اور مرزا غلام احمد قادیانی کی ان قرآنی تحریفات کو کالم بنا کر تفصیل سے پیش کیا، جو انھوں نے قرآن مجید میں کی۔

(۶) جواب دعوت

سلسلہ رد مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۶، منجانب انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس مطبوعہ ۱۳۵۲ھ، صفحات ۲۶۔

انجمن مرزائیہ بنارس کے سرغنہ غلام احمد مجاہد نے چار صفحات پر مشتمل ایک ٹریکٹ "دعوت الی الحق" شائع کیا تھا، جس میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تھی، مولانا سیف بنارسی نے اس کا جواب "جواب دعوت" کے نام سے دیا، آپ نے دعوت الی الحق کے مرتب کو داعی اور جواب کو مجیب سے تعبیر کیا۔

اس رسالہ میں مولانا نے توفی، رفع اور نزول کے لغوی، صرفی اور نحوی معنی کے بارے میں زبردست بحث پیش کی، صفحہ ۱۴ سے آخر تک قادیانی لٹریچر اور مرزائی مسلمات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مختصر حالات اور علامات بیان کیں اور یہ ثابت کیا کہ ان میں سے کوئی علامت مرزا قادیانی میں نہیں پائی گئی۔

(۷) معیار نبوت

سلسلہ رد مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۷، منجانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس، مطبوعہ سلیمانی پریس گائے گھاٹ شہر بنارس ۱۳۵۲ھ، صفحات: ۱۲۔

اس رسالہ میں نبوت کے معیار کے متعلق تفصیلی بحث ہے، آپ نے تحریر فرمایا: پیغمبر دلائل اور معجزات لائے، منکرین نے ان کی صداقت اور رسالت کو اپنے خود ساختہ معیاروں پر جانچنا چاہا، جن کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے، آپ نے ان آیات کو ترتیب وار ذکر کیا، جن میں کفار مکہ اور مشرکین نے اپنی منشا کے مطابق رسول کا مطالبہ کیا، ص ۶ اور اس کے بعد مرزائیوں کے جدید معیار نبوت پر روشنی ڈالی اور وضاحت کی کہ معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام پیغمبر برابر ہیں، جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا:-

وَ مَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ . وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ مَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ - ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَ مَنْ نَّشَآءُ وَ اَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ (الانبیاء: ۷ تا ۹)

یعنی: "ہم نے آپ سے قبل جتنے رسول بھیجے، ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے، اگر تم نہیں جانتے ہو تو ان سے پوچھ لو جو یاد رکھنے والے ہیں، ہم نے ان کے لیے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھاتا نہ ہو اور نہ انھیں بقائے دوام ہے، پھر ہم نے ان سے سچے وعدے کیے، ان کو ہم نے (منکر کفار) سے بچایا اور ہم نے جس کو چاہا بچا لیا، اور ہم نے حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہلاک کر دیا، ان آیات سے معلوم ہوا کہ پیغمبر وحی الٰہی سے جو خبر دیتا ہے، جو پیشین گوئیاں کرتا ہے وہ حرف بحرف سچی نکلتی ہیں۔" (رسالہ مذکور ص ۷)

اس کے بعد آپ نے بطور نمونہ رسول اللہ ﷺ کی دس پیشین گوئیوں کا ذکر کیا جو ہو بہو پوری ہوئیں، پھر مرزا قادیانی کی دس پیشین گوئیوں کو بیان کیا، جن میں سے ایک بھی پوری نہیں ہوئی۔

(۹) نور اسلام

سلسلہ مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، من جانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس، مطبوعہ سلیمانی پریس گائے گھاٹ بنارس ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء۔

رد قادیانیت کے موضوع پر مولانا بنارسی کا یہ سب سے مفصل رسالہ ہے، در اصل اس میں چار ٹریکٹس مختلف موضوعات پر شامل ہیں، مولوی غلام احمد مرزائی نے بنارس کے عامۃ المسلمین کو اپنے دام فریب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں پھنسانے کے لیے "ظہور اسلام" کے نام سے کچھ رسالے شائع کیے تھے. مولانا سیف بنارسی نے ظہور اسلام ٹریکٹ نمبر ۲، ۳، ۴، اور ۵ کے جوابات نور اسلام ٹریکٹ نمبر ۸، ۹، ۱۰، اور ۱۱ کے نام سے دیے۔

آپ نے تمہید میں فرمایا:-

"انجمن اشاعت الاسلام کے مدلل اور مفصل رسالوں نے مرزائی کیمپ میں ہلچل ڈال دی ہے، ان کی چھاؤنی میں شتم و طعن کے بے کار اسلحے ہی باقی رہ گئے ہیں۔" (رسالہ مذکور ص ۳)

مرزائی نے اپنے ٹریکٹ نمبر ۲ کے ٹائٹل پیج پر لکھا تھا بجواب ٹریکٹہائے نمبر ۲، ۳ اور یہ باور کرایا کہ ہم نے انجمن اشاعت الاسلام کے تین ٹریکٹس کے جوابات دے دیے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ قادیانی نے انجمن کے کسی بھی ٹریکٹ کا جواب نہیں دیا، میرا ٹریکٹ نمبر ۳ نزول مسیح اور ختم نبوت کھول کر دیکھ لیں، ٹریکٹ نمبر ۵ کے بارے میں مرزا غلام احمد مجاہد کو شکایت تھی کہ یہ رسالہ انہیں نہیں ملا، تعجب ہے کہ ماہ بھی نہیں اور تاریخ اشاعت بھی لکھ دی۔

صفحہ ۵ سے مولانا نے مرزائی مجاہد کے ٹریکٹ نمبر ۲ کی خبر لی. آپ نے لکھا کہ حسب سابق مجاہد صاحب کا یہ ٹریکٹ بھی تضادات اور اختلاف بیانیوں کا مجموعہ ہے، بطور ثبوت آپ نے تفاسیر اور احادیث کے بارے میں ان کے رسالہ سے اختلاف بیانیوں کی متعدد مثالیں دیں۔

مجاہد صاحب نے معروف اور غیر معروف ہستیوں میں سے بیس نام گنوائے جو ان کے زعم فاسد میں وفات عیسیٰ علیہ السلام کے قائل تھے، مولانا بنارسی نے مستند اور معتبر حوالوں اور دلائل سے ان اصحاب کے بارے میں ثابت کیا کہ وہ سب کے سب حیات مسیح کا عقیدہ رکھتے تھے، ان میں سے صحابۂ عظام اور محدثین کرام میں سے چند نام یہ ہیں: حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت حسن، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، امام مالک، امام بخاری، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، ابو عبد اللہ مالکی، حافظ ابن القیم، علامہ ابن حزم، ابن عربی، ابو علی جبائی معتزلی شامی حنفی، ملا علی قاری، خواجہ محمد پارسا، داتا گنج بخش، حافظ محمد صاحب لکھوکے، علمی مرحوم، مجاہد نے انہیں حیات مسیح کا قائل بتایا تھا، مولانا نے وغیرہ کے تحت کچھ اور علماء کے اقوال کا اضافہ کر دیا، جو یہ ہیں: شیخ مجدد الف ثانی، پیران پیر خواجہ اجمیری، شیخ صابری، معروف کرخی، شیخ عطار، مولانا رومی، شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ رفیع الدین رحمہم اللہ

ٹریکٹ نمبر ۲، "اظہار حقیقت" کا تو سرے سے اس نے جواب ہی نہیں دیا، مولانا نے اس رسالہ کے آخر میں نصوص قرآنی و احادیث پر مشتمل ۲۲ دلائل کی فہرست دی تھی، مجاہد نے ان میں سے دس پر طبع آزمائی کی تھی، "نور اسلام" میں مولانا نے ان کے دسوں جواب کی حقیقت واضح کر دی۔

قادیانی ٹریکٹ نمبر ۳ کا جواب آپ نے صفحہ ۵۷ اور ۵۸ پر اختصار کے ساتھ دیا، آپ نے بتلایا کہ میرا ٹریکٹ نمبر ۶ جواب دعوت ۳۶ صفحات میں ہے، جس میں ۷۳۰ سطریں ہیں، ان میں سے مجاہد نے صرف ۶۵ سطروں کا جواب دینے کی ناکام کوشش کی، اس کا جواب بھی مفصل طور سے اسی رسالہ جواب دعوت میں موجود ہے، جس کے تکرار کی ضرورت نہیں ہے، قادیانی ٹریکٹ ۴ اور اس کی حقیقت کے عنوان سے آپ نے لکھا کہ خلیفہ قادیان نے ماہ نومبر ۱۹۳۲ء میں ۳۲ صفحات کا ایک رسالہ شائع کیا تھا، جس کا نام "سرزمین کابل میں ایک تازہ نشان کا ظہور" تھا، مجاہد صاحب نے اس میں چھ صفحات کا اضافہ کیا اور اس کا نام سلسلۂ ظہور اسلام کا ٹریکٹ نمبر ۴ بتا کر شائع کر دیا، ٹائٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر مجاہد صاحب نے مولانا کے ٹریکٹ نمبر ۷ معیار نبوت کا جواب دینے کی سعی لاحاصل کی اور دلیل میں خلیفہ قادیان کے شائع کردہ رسالہ سے صفحہ ۱۳ تا ۲۵ حرف بحرف نقل کر دیا، مولانا نے صرف ڈیڑھ صفحہ میں اس کی روح نکال دی۔

مجاہد نے ص ۲۶ سے ص ۲۸ تک انجمن اشاعت الاسلام کے ایک اشتہار کا تعاقب کرنا چاہا، جس کا پس منظر یہ تھا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مورخہ ۸، ۹ دسمبر ۱۹۳۳ء کے آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس اور اہل حدیث لیگ کے دوسرے اجلاس میں شرکت کے لیے چھپرہ جا رہے تھے، بنارس والوں کے اصرار پر آپ یہاں رک گئے، رات میں آپ کی تقریر ہوئی، غلام علی مجاہد جلسہ میں آئے اور اپنے شکوک و شبہات پیش کرنے کی اجازت چاہی، مولانا امرتسری نے تحریری شکل میں پیش کرنے کی اجازت دے دی، وہ بھاگ کھڑے ہوئے اور مولانا امرتسری کے سامنے آنے کی ہمت نہیں کی، دوسرے دن ایک اشتہار شائع کیا جس کا عنوان تھا "مولوی ثناء اللہ کے حالات علم و تقویٰ"، مولانا بنارسی نے نور اسلام میں ص ۶۲ سے ۶۴ تک ان کے اشتہار کی حقیقت ظاہر کر دی، اور ان کے اتہامات کو ہباءً منثورا کر دیا۔

مجاہد نے ٹریکٹ نمبر ۴ کے آخری دو صفحوں میں تین باتوں کی طرف عوام کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تھی اور دعویٰ کیا تھا کہ قرآن مجید کی تیس آیات سے وفات عیسیٰ ثابت ہے، جس کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا، مولانا نے کہا: حضرت آپ ہیں کہاں؟ مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے "شہادۃ القرآن بأعلی النداء بأن المسیح رفع حیا الی السماء" لکھ کر دے دی، جس کا قرض آج تک باقی ہے۔ [1]

بقیہ صفحہ ۲۳۶ پر ملاحظہ کریں

(۱) مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی یہ معرکہ آرا کتاب "شہادۃ القرآن" دو جلدوں میں ہے، پہلی جلد ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی، دوسری جلد ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں شائع ہوئی، اس وقت مرزا قادیانی زندہ تھے، لیکن نہ وہ نہ ان کا کوئی پیروکار آج تک اس کا جواب دے سکا، رد قادیانیت میں سب سے معتبر مآخذ میں سے ایک ہے، ۱۹۵۸ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑤

عقیدہ ختم نبوت آئین و قانون کی روشنی میں

از قلم

مولانا حمید اللہ خاں عزیز، مولانا گلزار احمد مظاہری،
مولانا محمد یٰسین شاد، محمد متین خالد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا حمید اللہ خان عزیز

قادیانی حقائق اور آئین پاکستان

برطانوی استعمار کے سایے میں پروان چڑھنے والا قادیانی گروہ وہ اقلیت ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے لائے ہوئے منزل من اللہ دین اسلام کو (نعوذ باللہ) نا قابلِ عمل قرار دیتے ہیں اور اپنے باطل افکار ونظریات کو زندہ اسلام قرار دیتے ہیں۔ اس گروہ کی بنیاد کا مقصد ہی مسلمانوں میں نفاق اور فتنہ پیدا کرنا تھا۔ کیا قادیانی تحریک یہودیوں کی ایک شاخ ہے؟ شاعرِ مشرق مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال نے تو یہاں تک فرمایا کہ ''احمدیت، یہودیت کے قریب تر ہے۔''

قیام پاکستان کے موقع پر علیحدہ حیثیت ظاہر کرنے کے باوجود اس دن سے آج تک ایک غیر محسوس انداز میں ہمارے پورے معاشرے میں سرائیت کر چکے ہیں ہمارے جیسے نام رکھتے ہیں، ہم جیسا لباس زیب تن کرتے ہیں۔ ہر محکمے، ہر ادارے میں روپ بدل کر کام کر رہے ہیں، مگر ان کی وفاداریاں اسلام اور پاکستان سے نہیں۔ پاکستان میں جب بھی کبھی قومی بحران پیدا ہوا اس کا باریک بینی سے جائزہ لیا گیا تو اس میں کہیں نہ کہیں قادیانیت ہی نظر آئی۔ انگریز اور ہندوؤں کی ریشہ دوانیوں کے باعث چند گمراہ مسلمان دنیاوی لالچ کے عوض مرتد ہو گئے۔ غلام احمد قادیانی ملعون نے خود کو جھوٹا نبی بنا کر علیحدہ فرقہ قائم کیا اور اس کے ماننے والے احمدی، مرزائی اور قادیانی کہلانے لگے۔ ان لوگوں کے سبب تقسیم ہند کے دوران ضلع گورداس پور پاکستان میں شامل نہ ہو سکا، کیونکہ ان کی درخواست پر قادیانیوں کی گنتی غیر مسلموں میں شامل کی گئی۔ بہر حال قادیانیت اسلام کی تاریخ میں بہت بڑے فتنے کی شکل اختیار کر گیا جس کی بدولت کئی بڑے فسادات ہوئے۔ انگریزی دورِ حکومت میں مسجد شہید گنج کے موقع پر سینکڑوں افراد نے جانوں کی قربانیاں دیں پھر ۱۹۵۳ء میں پاکستان میں اس مسئلے پر سینکڑوں محبان ختم نبوت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ مرزائیوں نے قیام پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک ملک دشمنی میں بڑے بڑے گل کھلائے اور پاکستان کو نقصان پہنچانے اور اس کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا اور وہ ایسا کیوں نہ کرتے؟ کیونکہ مرزائی ہمیشہ سے ''اکھنڈ بھارت'' کے خواب دیکھتے آئے ہیں۔ ان کے نزدیک اکھنڈ بھارت اس لیے بھی ضروری تھا اور ہے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہیں اور کسی بھی مسلم ریاست کے بالمقابل غیر مسلم اسٹیٹ کو اپنی برادری کے لیے مفید خیال کرتے ہیں۔

قادیانیوں کے آر ایس ایس سے تعلقات

قادیانی دو موہنے سانپ ہیں۔ اس کے سدِ باب کے لیے اپنے گرد و نواح میں کڑی نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ کثیر الاشاعت ہفت روزہ ''اردو'' نئی دہلی نے قادیانیت کے تعلق سے بعنوان: ''قادیانی: نئے جال لائے پرانے شکاری'' تحقیقاتی رپورٹ نمایاں طور پر شائع کی ہے کہ قادیانیوں کے تعلقات ہندو تنظیم RSS سے ہیں۔ آر ایس ایس کے بعض لیڈر قادیانیوں کے ایجنٹ ہیں اور دہشت گردی کی پشت پر دونوں کی سانٹھ گانٹھ ہے۔ نیز ''نئی دنیا'' نئی دہلی کی دوسری اشاعت میں ''نئی دنیا'' کے ایڈیٹر شاہد صدیقی نے سرورق پر دو موہنے سانپ کی تصویر بنا کر شائع کی ہے، جس میں ایک منہ قادیانیت کا اور دوسرا آر ایس ایس کا ہے۔ دونوں کے آپس کے دیرینہ روابط کا ذکر خلاصہ کے طور پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''ہریانہ کے جنھولی میں مسلم راشٹریہ منچ کے سالانہ جلسہ کی صدارت آر ایس ایس کے بڑے لیڈر اندریش کمار کر رہے تھے جس میں مسلمانوں کی قابل ذکر تعداد آ رہی تھی۔ جس میں داڑھی ٹوپی میں ملبوس مولانا قسم کے افراد بھی خاصی تعداد میں شامل تھے۔ دنیا حیران تھی کہ اجمیر شریف، مکہ مسجد اور سمجھوتہ ایکسپریس میں بم دھماکے کروانے والوں سے اتنے سارے مسلمان ہدایات لے رہے تھے لیکن اب یہ راز پختہ شواہد کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہیں کہ اندریش کمار اور راشٹریہ مسلم منچ کی اصل طاقت مسلمان نہیں بلکہ قادیانی ہیں۔ گزشتہ چند برسوں میں آر ایس ایس اور قادیانیوں کا رشتہ زیادہ گہرا اور پراسرار ہو گیا ہے۔ سنگھ پریوار نہایت ہی شاطرانہ انداز میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہا ہے حتیٰ کہ مسلم راشٹریہ منچ کے پرانے کارکنوں اور عہدیداروں پر نو وارد قادیانیوں کو ترجیح دی جا رہی ہے۔ یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں ہے کہ قادیانی مسلمانوں کے خلاف کسی حد تک جا سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی آیات و احادیث کریمہ کی من مانی تاویلات وتشریحات ہو یا قرآن کریم میں عملی تحریف کو نشانہ بنا کر مسلمانوں سے مطالبہ کرنا کہ پہلے وہ ان آیات جہاد کو قرآن سے نکالیں پھر بات ہوگی۔ آر ایس ایس کی مدد قادیانی مربی اور ان کی کتابیں کرتی آئی ہیں۔ یہی لوگ آر ایس ایس کو اسلام کے خلاف مواد فراہم کرتے آئے ہیں۔ قادیانیوں پر آر ایس ایس کے اعتماد کا ثبوت اس

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے بھی ملتا ہے کہ جن ریاستوں میں بی۔ جے۔ پی اقتدار میں ہے وہاں وقف بورڈ اور حج کمیٹیوں میں قادیانیوں کو بٹھایا گیا ہے۔ مسلم راشٹریہ منچ کا ایک لیڈر کہتا ہے کہ اندریش کمار جیسے لوگوں قرآن کی آیت کا استعمال کرنے میں قادیانی ہی مدد کرتے ہیں اور وہی ان کو اپنی مرضی کا معنی پہنانے میں مدد کرتے ہیں۔ قادیانیوں اور آر ایس ایس کا یہ رشتہ بہت پرانا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں انگریزوں کے دور میں بھی ایک ہی مشن پر عمل پیرا تھیں۔ اگر ہماری حکومت اور سیکیورٹی ایجنسیوں نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں تو یہ خطرناک گٹھ جوڑ ملک وقوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا دے گا۔ لہٰذا حکومت کو چاہیے کہ آر ایس ایس اور قادیانیوں کے رشتوں کی تحقیقات کرائے۔''

قادیانیت کا مکروہ چہرہ

''جماعت احمدیہ'' قیام پاکستان کی سخت مخالف تھی، لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہو گیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداس پور کا ضلع جس میں قادیاں کا قصبہ شامل تھا، پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ ان ہی مرزائیوں نے جہاد کشمیر میں ''غلام نبی گلکار'' نامی مرزائی کی قیادت میں مرزائیوں کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔ یہی وہ اقلیت ہے جس کے ایک آنجہانی لیڈر ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ میں فلسطینی کاز کے لیے ووٹ ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے بلوچستان پر قبضہ کر کے اسے ''احمدی صوبہ'' بنانے کا ناپاک منصوبہ بھی بنایا تھا۔ قادیانی گروہ ہی سے تعلق رکھنے والے جنرل اختر حسین ملک کی مکروہ سازش سے ۱۹۶۵ء کی جنگ پاکستان پر مسلط کی گئی۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے دوران چناب نگر (سابقہ ربوہ) کی بجلی واپڈا کو کاٹنی پڑی کیونکہ یہاں سے بھارت کے جنگی طیاروں کو سگنل دیے جاتے تھے۔

مرزائی ہی وہ ناسور ہیں جنھوں نے مشرقی پاکستان کے تقسیمی ذہن کو پروان چڑھایا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی سازش میں اس اقلیت کے زعماء میں ایم ایم احمد سر فہرست تھا۔ جب بنگلہ دیش بن گیا تو قادیانیوں نے اپنے مکانوں پر چراغاں کیا، شیرینی بانٹی اور چناب نگر میں رقص وسرود کی محفلیں جمائیں۔

یہی وہ اقلیت ہے جس نے ۱۹۷۱ء کے عام انتخابات میں اسلامی جماعتوں کے خلاف لادین عناصر کا ہاتھ بٹایا۔ پاکستان میں شوکت اسلام کے جلوس سے خوفزدہ ہو کر اسرائیل سے روپیہ حاصل کیا اور ان پیسوں سے اسلام دوستوں کے خلاف ہنگامے برپا کرائے۔ مرزائیوں ہی کی دلداری کی خاطر ماضی میں امریکہ نے پاکستان پر ایٹمی پابندیاں عائد کیں۔ اور کس طیارے دینے سے انکار کر دیا نیز اقتصادی امداد کو قادیانیوں کے ساتھ رواداری کی شرط کے ساتھ مشروط کیا۔ اس اقلیت سے تعلق رکھنے والے سائنسدان عبدالسلام قادیانی نے ایٹمی راز امریکہ منتقل کیے۔ مرزائی ہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے شناختی کارڈ میں مذہب کے خانے کے اندراج کے خلاف اپنے مکروہ مفادات کے حصول کی خاطر مسیحی اقلیت کو استعمال کیا۔

عربوں کی وحدت کو نقصان پہنچانے اور فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے سلسلہ میں قادیانیوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔ فلسطین میں یہودی ریاست (اسرائیل) کے معرض وجود میں آنے سے پہلے اور بعد میں یہ خطہ قادیانیوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز بنا رہا۔ اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن درحقیقت عرب ریاستوں کی جاسوسی اور ان کے عسکری رازوں کو اسرائیل تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ فلسطینی مسلمانوں کو محکوم بنائے رکھنے میں بھی اس مشن کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ اسرائیل اور قادیانیوں کے تعلقات نے پاکستان کی وحدت و سالمیت کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے اس کا اندازہ مصر کے معروف صحافی و دانشور محمد حسنین ہیکل کے ایک انٹرویو سے لگایا جا سکتا ہے جو انھوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سے کیا تھا۔ اس انٹرویو میں بھٹو صاحب نے انکشاف کیا تھا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا منصوبہ تل ابیب میں تیار کیا گیا تھا۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے وقت مسلح افواج کے ذیلی کمانڈر سے قادیانیوں کے روابط ثابت شدہ حقیقت ہے۔ عثمانی خلافت کے خاتمے کے لیے یہودی سازش میں قادیانی بھی شریک تھے۔ قادیانیوں نے خلافت کے خاتمہ کے لیے دعائیں مانگیں اور یہود کے ساتھ ہر قسم کا تعاون کیا۔

قادیانی اسلام کا فرقہ نہیں

ہم نے قادیانیت کے مذہبی افکار وعقائد سے ہٹ کر صرف ان کے سیاسی مقاصد کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ گروہ اسلام کا فرقہ نہیں بلکہ اسلام سے تو اس کا دور دور سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ یہودیت کے قریب تر یہ جتھہ ہر دور میں اسلام اور اسلامی تعلیمات کے درپے رہا۔ اس گروہ کو

① انگریز نے اپنے سیاسی مفاد کے لیے برصغیر میں کھڑا کیا۔

② یہ ایک مذہبی نہیں سیاسی تحریک ہے جس کا مقصد مسلمانوں کے مفادات کو نقصان پہنچانا ہے۔

③ برطانوی حکومت نے مرزا قادیانی کو جعلی نبوت کا لبادہ اوڑھایا۔

④ تنسیخ جہاد اور اطاعت برطانیہ اس انگریزی نبوت کا اول وآخر منشور ہے۔

⑤ جاسوس نبی کی جاسوس امت کا کام عالم اسلام کی جاسوسی کر کے رازوں کو اسرائیل، امریکا اور بھارت تک پہنچانا ہے۔

⑥ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم کے وقت قادیانیوں نے ریڈ کلف، ماؤنٹ بیٹن اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر پاکستان کے خلاف ایک بھیانک سازش کی جس سے گورداس پور، جوناگڑھ، حیدر آباد دکن، پٹھان کوٹ، کشمیر اور دیگر کئی مسلم اکثریتی علاقے بھارت کو مل گئے۔

⑦ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم لیاقت علی خان کو قادیانیوں نے قتل کرایا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

⑧- ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگیں پاکستان کی وحدت کو پامال کرنے کی خوفناک قادیانی سازشیں تھیں۔

⑨- مسئلہ کشمیر ہو یا سقوط ڈھاکہ، پاکستان کے اٹیمی پلانٹ سے لے کر موجودہ دہشت گردی تک ہر جگہ قادیانی فتنے نمایاں ہیں۔

اپنے اس مضمون میں ہم قادیانیوں کی آئینی پوزیشن واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دین و ملک کے خلاف اس کی ریشہ دوانیوں کے سبب ۱۹۷۴ء میں پاکستانی حکومت نے انھیں غیر مسلم قرار دے دیا تھا۔ یہ ہمارا اصل موضوع ہے لیکن اس سے پہلے ہم ایڈیٹر ''چٹان'' عظیم صحافی جناب شورش کاشمیری مرحوم کی گراں قدر رائے پیش کرنا چاہتے ہیں، انھوں نے تفصیلاً اپنا موقف دیا تھا کہ قادیانی اسلام کا فرقہ نہیں بلکہ یہ دین اسلام اور ملک پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس لیے اس سے رواداری کا واویلا کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لکھتے ہیں:-

''ایک دو روز پہلے قصر اقتدار سے آواز آئی کہ فرقہ وارانہ تصادمات برداشت نہیں کیے جائیں گے ہم خود اس سے متفق ہیں جو شخص مسلمانوں کے فرقوں کی باہمی شاخوں کو بھڑکا کر تصادم کی راہیں پیدا کرتا ہے وہ ایک غلط انسان ہے۔ لیکن مرزائی مسلمانوں کا فرقہ نہیں، وہ اسلام کی باغی جماعت ہے۔ اسلام کی اپوزیشن کے حدود کیا ہیں؟ کیا مرزائی امت، اس کا نبی، اس کی خلافت، اس کے عقائد، اس کا لٹریچر اسلام سے بغاوت نہیں؟ بغاوت سنگین جرم ہے۔ وہ اپوزیشن کے مقابلہ میں گردن زدنی ہوتی ہے۔ کیا اسلام سے متعلق ذکی الحس ہونا جرم ہے؟ کیا ختم نبوت فروعی چیز ہے؟ اور محمد ﷺ کی ختم المرسلینی کے سارقوں کے لیے کوئی سزا نہیں؟ آخر ان سے رعایت و اغماض کا کیا مطلب ہے؟''

''مقتدرین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ مرزائی مسلمانوں کا فرقہ نہیں، اسلام کے باغی اور محمد ﷺ کے ناقد ہیں۔ جہاں تک رواداری کا سوال ہے جو لوگ اس کی تلقین کرتے ہیں وہ اس لفظ کے مفہوم ہی سے آشنا نہیں۔ انھیں عقیدہ و حمیت اور ایمان و غیرت کے علاوہ قوم کی وحدت اور حدود ملت کا علم و اندازہ ہوتا تو کبھی رواداری کے لفظ کا اسراف نہ کرتے۔ جب کوئی ملک، جماعت اور حکومت اپنے اندر بغاوت برداشت نہیں کر سکتی تو ایک ملت، ایک دین اور ایک قوم سے اس کی توقع کا مطلب کیا ہے؟ اور اس کے باغی کس رواداری کے مستحق ہیں؟''

''ہمارے حکمران دین سے نابلد اور محروم ہیں۔ وہ دین کی بات محض فیشن کے طور پر کرتے ہیں۔ ان میں دین کے لیے کوئی عصبیت ہی نہیں۔ عصبیت ہوتی تو وہ اپنے وجود سے زیادہ دین کے وجود کی حفاظت کرتے اور پاکستان کے لیے اسلام کی عصبیت کو پیدا کرتے لیکن ان کی علم دین سے محرومی اور ان کا ختم نبوت کے مسئلہ سے نابلد ہونا ایک ایسے باغی گروہ کی پشتیبانی کا باعث ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیرو پاکستان کے لیے اپنی صہیونی خصوصیتوں کے باعث خون کا سرطان ہوتے جا رہے ہیں۔'' (ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور، جلد ۲۷، شمارہ ۷، ۲۷ فروری ۱۹۸۴ء)

تعاقب مرزائیت اور اس کے مراحل

برصغیر پاک و ہند میں جب اس فتنے نے سر اٹھایا تو اس وقت کے علماء و مشائخ نے اپنی تحریروں، تقریروں، علمی مباحثوں اور مناظرانہ مساعی کے ذریعے قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ مرزائیت اور اس کے ہم نواؤں اور پیروکاروں کو دلائل کی روشنی میں ناکام و نامراد کیا۔ ان میں حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد اسماعیل علی گڑھی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا عبد اللہ معمار، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وغیرہم جیسے شامل ہیں۔ سب سے پہلے علمائے اہل حدیث نے قادیانیوں کی ابتدائی تحریروں کا خلاصہ نکال کر ایک متفقہ فتویٰ تکفیر جاری کیا۔ یہ فتویٰ عظیم عالم دین مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کر کے سب سے پہلے اپنے استاذ ہندوستان کے نامور محدث حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں پیش کیا اور ان سے تصدیق کے بعد تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام سے اس کی توثیق حاصل کی۔ اب یہ فتویٰ ''پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ'' کے نام سے طبع شدہ ہے۔

فتنہ قادیانیت کے تابوت میں پہلی کیل

فتنہ قادیانیت کے حوالے سے ''مقدمہ بہاول پور'' بہت اہمیت کا حامل ہے اور اسے قادیانیت کے تابوت میں پہلی کیل کہنا بے جا نہ ہوگا۔ ختم نبوت کے محاذ پر مضبوط بنیاد اور قانونی و اخلاقی اقدار اسی مقدمہ نے فراہم کی۔ اس مقدمہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

تحصیل احمد پور شرقیہ، ریاست بہاول پور میں عبدالرزاق نامی شخص مرزائی ہو کر مرتد ہو گیا اور اس کی منکوحہ غلام عائشہ بنت مولوی الٰہی بخش نے سن بلوغت کو پہنچ کر اپنے والد کے ذریعے سے ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء کو احمد پور شرقیہ کی مقامی عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کر دیا۔ یہ مقدمہ بالآخر ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کو بغرض شرعی تحقیق منتقل ہوا کہ آیا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہیں یا پھر مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ ہیں؟

اس طرح یہ مقدمہ ایک لحاظ سے اسلام اور مرزائیت کے مابین حق و باطل جانچنے کا ذریعہ بن گیا۔

قادیانیت کے خلاف امت مسلمہ کی نمائندگی کے لیے اکابر علمائے اسلام مولانا عبد الواحد الہاشمی بہاول پوری، مولانا ابو محمد عبد الحق الہاشمی، مولانا انور شاہ کاشمیری، مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین لوکوتارڑوی، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری و دیگر حضرات عدالت میں پیش ہوتے رہے، ان جہاں دیدہ علمائے کرام کے دلائل اور بیانات پر مرزائیت بوکھلا اٹھی۔

۷ فروری ۱۹۳۵ء کو حق و باطل کے اس مقدمے کا فیصلہ جسٹس محمد اکبر خان مرحوم نے سنایا جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مطابق مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار اپنے عقائد و اعمال کی بناء پر مسلمان نہیں بلکہ پکے کافر اور خارج از اسلام ہیں اور اس ضمن میں عبدالرزاق نامی مرزائی کا مسلمان خاتون غلام عائشہ کے ساتھ نکاح فسخ قرار دے دیا گیا۔

جن دنوں یہ فیصلہ ہوا اس وقت مرزائیوں کا خلیفہ مرزا بشیر الدین تھا۔ چنانچہ اس نے فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کے لیے ایک ماہرانہ ٹیم تیار کی جنہیں سب سے پہلے یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ انگریز سرکار کے ذریعے نواب آف بہاولپور پر دباؤ ڈالوائیں لیکن یہ فیصلہ اس قدر مضبوط اور ٹھوس بنیادوں پر سنایا گیا کہ قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین اور اس کے گرو سر ظفر اللہ خان کی تمام تدبیریں ناکام گئیں۔ جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

"مقدمہ مرزائیت بہاولپور" نے پوری ملت قادیانیت کے عقائد کو اہل اسلام کے سامنے بالکل واضح کر دیا اور یوں یہ گروہ ایسا ننگا ہوا کہ آج تک اس کا تن ڈھکا نہیں جا سکا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء

تحریک پاکستان کے دوران مرزائی کانگریس کے ہمنوا بن کر پاکستان کی مخالفت میں پیش پیش تھے۔ مرزائیوں کی تمام تر ریشہ دوانیوں کے باوجود ۱۹۴۷ء میں پاکستان قائم ہو گیا۔ بدقسمتی سے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کو بنا دیا گیا جس نے پاکستان سے زیادہ اپنے فرقے قادیانیت کو اندرون و بیرون ملک متعارف کرانے کے لیے ریاست کے تمام وسائل کا بے دریغ استعمال کیا۔

دوسری طرف خواجہ ناظم الدین کے دور اقتدار میں دستور پاکستان کی تدوین کا معاملہ زیر بحث تھا اور اس حوالے سے اہل اسلام کا یہ مطالبہ تھا کہ مرزائیوں کو مسلمانوں میں شمار نہ کیا جائے بلکہ انہیں مسلمانوں سے الگ فرقہ یعنی اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ قادیانیوں کے دینی و اخلاقی رویے اور ان کے جداگانہ نظریات مسلمانوں سے بالکل میل نہیں کھاتے۔ لیکن جب دستور کے بنیادی اصولوں کی کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی تو اس میں ملک کے لیے جداگانہ طریقہ انتخاب تجویز کیا گیا تھا اور اقلیتوں کی بھی نشستیں الگ کرنے کا فیصلہ ہوا تھا مگر مسلمانوں کے لیے دکھ اور پریشانی کی بات یہ تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ فرقہ شمار کرنے کی بجائے مسلمانوں ہی میں ان کا شمار کیا گیا تھا۔ ظاہراً یہ مرزائیوں کی ایک بڑی کامیابی تھی۔ اس کا تاثر لے کر مرزائیوں کے خلیفہ محمود نے ۱۹۵۲ء میں اپنی قادیانی ملت کے سامنے یہ اعلان کیا کہ یہ سال ہمارا ہے اور ہم اس سال پنجاب کو بالعموم اور خاص طور پر بلوچستان کو "احمدی صوبہ" بنانے کا عزم کرتے ہیں۔ اصل میں یہی اعلان ۱۹۵۳ء کی تحریک کا محرک بنا۔

تحریک کے محرکات

مرزا محمود کے اعلان سے شروع ہونے والی یہ تحریک آگے چل کر متعدد محرکات کا باعث بنی جس کا جائزہ یہاں لینا ضروری ہے اور اس سلسلے میں ۱۹۵۳ء اور اس کے ارد گرد کے سالوں میں شائع ہونے والے اخبارات، جرائد کا سہارا لیتے ہیں جہاں سے ہمیں اس تحریک کے محرکات کا پتا چلتا ہے جو مختصراً یہ ہیں:-

①- ختم نبوت کا انکار اور اسلامی افکار کے بر خلاف عقائد کا پرچار: مرزائی گزشتہ ۵۰ سالوں سے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کے قائل ہو چکے تھے لیکن اس کے باوجود مسلمان کہلانے پر اصرار کرتے۔ عامۃ المسلمین کے دل اس سبب سے پہلے ہی بے حد ملول تھے۔

②- اسلامی اصطلاحات کا بے جا استعمال: مرزائی حضرات مرزا قادیانی کی نبوت کے قائل ہو کر دین اسلام سے مرتد ہوئے لیکن اس کے باوجود وہ خود کو "مسلمان" کہتے، اپنی عبادت گاہوں کو "مسجد" کا درجہ دیتے، مرزا قادیانی کی بیویوں کو "امہات المومنین"، اس کے ابتدائی پیروکاروں کو "صحابہ" اور اس کے گھر کے دیگر افراد کے لیے "اہل بیت" کی اصطلاح استعمال کرتے رہتے ہیں۔ یہ صورت حال مسلمانوں کے لیے باعث اشتعال رہی۔

③- وزارت خارجہ، سفارت خانوں و دیگر کلیدی عہدوں پر تقرر: قیام پاکستان کے بعد سر ظفر اللہ کو پہلا وزیر خارجہ بنا دیا گیا جس نے وزارت خارجہ، سفارت خانوں و دیگر کلیدی عہدوں پر مرزائی افراد کی تقرری شروع کر دی۔ نیز فوج کے تینوں اداروں میں مرزائیوں نے اہم مناصب حاصل کر لیے اور یوں مرزائی چاہتے تھے کہ مستقبل میں طاقت کے بل بوتے پر پاکستان کو ایک مرزائی اسٹیٹ بنا دیا جائے۔

چوہدری ظفر اللہ خان نے بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ میں شرکت نہ کی اور وجہ پوچھنے پر کہا کہ یوں سمجھ لیجئے کہ ایک کافر نے مسلمان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی یا ایک مسلمان نے کافر کا جنازہ نہیں پڑھا۔

فلسطین اسرائیل تنازعہ کے دوران چوہدری ظفر اللہ نے عرب ممالک کی مجلس متحدہ کبیرہ کو کہا کہ وہ اگر اقوام متحدہ کے اجلاس میں ان کی شمولیت و حمایت چاہتے ہیں تو مرزائیوں کے "امیر المومنین" کو درخواست بھیجیں کہ وہ ان کو اس کام کے لیے خصم دے۔

④- ربوہ کا متوازی نظام حکومت: مرزائیوں نے ۱۹۴۸ء میں اپنا مرکز قادیان سے پاکستان منتقل کیا اور چنیوٹ کے قریب ۱۰۳۴ ایکڑ پر مشتمل ایک قطعہ اراضی پنجاب کے انگریز گورنر سر ذی فرانسس کی خصوصی عنایت سے حاصل کرلی اور یہاں متوازی نظام حکومت قائم کر لیا اور ایک خود ساختہ "امیر المومنین" مقرر کر لیا۔ مرزائیوں نے اپنی فوج فرقان بٹالین بنائی، جاسوسی کا محکمہ سیف راز یا خفیہ امور، نظارت داخلہ، خارجہ، امور عامہ، تعلیم وغیرہ کا مکمل نظام قائم کر لیا۔

⑤- مرزائیوں کے عقائد باطلہ کی سرعام تبلیغ: مرزائیوں کا لٹریچر مسلمانوں کے لیے انتہائی دل آزار ہے خود مرزا قادیانی کی کتب میں انبیاء، صحابہ، اولیاء،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علما جیسی معزز ہستیوں کی توہین کی گئی ہے۔ کہیں قرآن کریم میں لفظی و معنوی تحریف کی گئی تو کہیں مرزائی عقائد کے بیان میں تاویلات باطلہ تحریر ہیں۔ جہاد کو متروک قرار دیا گیا اور امام مہدی و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کی روایات کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

⑥- صوبہ بلوچستان کو مرزائی اسٹیٹ بنانے کا منصوبہ: بلوچستان، پاکستان کا رقبے کے اعتبار سے سب سے بڑا صوبہ ہے۔ البتہ وہاں آبادی دیگر صوبوں کی نسبت کم ہے۔ یہ صوبہ معدنی وسائل سے مالا مال ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مرزائیوں نے فوج و دیگر اداروں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی کوشش کی، وہ دو منصوبوں پر کام کرتے رہے ہیں۔ پلان A پاکستان کی مکمل اسلامی ریاست کو مرزائی اسٹیٹ بنانا اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو پلان B یہ قرار پایا کہ کم از کم صوبہ بلوچستان کو پاکستان سے الگ کر کے مرزائی اسٹیٹ قائم کی جائے۔

⑦- جہانگیر پارک کراچی میں قادیانیوں کا جلسہ: ۱۷، ۱۸ مئی کو کراچی میں جہانگیر پارک میں مرزائیوں نے بہت بڑا جلسہ منعقد کیا جس میں پاکستان کے وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ قادیانی نے بھی تقریر کی۔ سرکاری مشینری کا بھرپور استعمال ہوا بلکہ جلسہ کے خلاف پرامن احتجاج کرنے والے مسلمانوں پر لاٹھی چارج بھی کیا گیا۔

اس جلسہ کے بعد کراچی میں حالات کشیدہ ہوئے اور مسلم حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور یہیں سے تحریک کی ابتدا ہوئی۔

متحدہ مجلس عمل کی تشکیل

مرزائیت کے تعاقب کے لیے اس دور کے جید اکابر علمائے اسلام جن میں مولانا سید داود غزنوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام محمد ترنم، مفتی محمد حسن، سید مظفر علی ہاشمی، مولانا سید نور الحسن بخاری، مولانا ابو الحسنات سید احمد قادری، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا اختر علی خان، مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا محمد بخش مسلم، صاحبزادہ فیض الحسن، علامہ علاء الدین صدیقی، مولانا مرتضیٰ احمد میکش، حافظ کفایت حسین، ماسٹر تاج دین انصاری و دیگر اصحاب بصیرت کی باہمی کاوشوں سے متحدہ مجلس عمل کا قیام عمل میں لایا گیا۔ ختم نبوت کی یہ تحریک ایک بڑی تحریک کی شکل اختیار کر گئی۔

مجلس کے علمائے کرام نے بڑے بڑے شہروں میں جلسے کیے لوگوں کو ناموس ختم نبوت پر جمع کرنے کی بھرپور کوشش کی اور اس میں انھیں اللہ تعالیٰ نے کامیابی سے بھی نوازا۔

چار مطالبات

جنوری ۱۹۵۳ء کے آخر میں مجلس کا ایک وفد خواجہ ناظم الدین سے جا کر ملا اور انھیں چار مطالبات پیش کیے۔

①- مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

②- سر ظفر اللہ خاں قادیانی کو وزیر خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔

③- ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

④- مرزائیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

ان چار مطالبات کے جواب میں خواجہ ناظم الدین نے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا سر ظفر اللہ خان قادیانی کے سلسلے میں تو صاف صاف کہا کہ اس کو ہٹانے سے امریکہ پاکستان سے ناراض ہو جائے گا اور ہر قسم کی مالی امداد بھی بند کر دے گا۔

وفد کی طرف سے حکومت کو ایک ماہ کی مہلت دی گئی اور اس سلسلے میں ایک تحریری نوٹس بھجوایا گیا جس میں واضح انداز میں لکھا گیا تھا کہ ہمارے مطالبات جو دفاع اسلام اور دفاع پاکستان کے حوالے سے ہیں انھیں من و عن تسلیم کیا جائے ورنہ ہم ایک زوردار تحریک چلائیں گے۔

ایک ماہ گزر جانے کے بعد متحدہ مجلس عمل برائے تحفظ ختم نبوت نے باضابطہ تحریک کا آغاز کیا جو دیکھتے ہی دیکھتے پورے پاکستان میں پھیل گئی۔

مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا اولین مطالبہ

یہاں ایک تاریخی حقیقت کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ مرزائیوں کو پاکستان میں اقلیت قرار دینے کا اولین مطالبہ مفسر قرآن مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حنیف ندوی نے کیا تھا۔ مولانا اس وقت ہفت روزہ "الاعتصام" (گوجرانوالہ) کے مدیر تھے۔ "آیندہ دستور میں مرزائیوں کی جگہ" کے زیر عنوان اپنے اداریے میں لکھتے ہیں:-

"ہماری رائے میں خود قادیانیوں کو اس بات پر اصرار نہیں کرنا چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی ایک شاخ ہیں، کیونکہ وہ خود ایسا نہیں سمجھتے۔ یہی سبب ہے کہ وہ دیانت داری سے عام مسلمانوں کے ساتھ رشتہ داری کو ممنوع گردانتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور ان کے جنازوں میں شریک نہیں ہوتے۔ لہٰذا خود ان کے لیے یہی مناسب ہے کہ یہ ایک قوم کی حیثیت سے پاکستان میں رہیں۔ اقلیت کی یہ رعایت بھی ان کے لیے بس ایک ناگزیر رعایت ہے جو نتیجہ ہے قانونی اضطرار کا۔ ورنہ خالص اسلامی طرز عمل تو وہی ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے مقابلہ میں اختیار کیا۔ یہاں کی ریاست چونکہ مشترکہ جدوجہد کے اصول پر منصۂ شہود پر آئی ہے اس لیے قانون مجبور ہے کہ انھیں شہریت کے تمام جائز حقوق بخشے اور ان کی حفاظت کرے۔"

(ہفت روزہ "الاعتصام"، گوجرانوالہ، ۲ دسمبر ۱۹۴۹ء)

تحریک کو دبانے کے لیے تشدد کا راستہ

تحریک کو دبانے کے لیے حکمرانوں نے طاقت کا بے دریغ استعمال کیا۔ بلکہ ایک صحافی نے حکومتی جبر کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا: "پاکستانی حکمرانوں اور جنرل اعظم خان کے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم نے ہلاکو خان اور چنگیز خان کے مظالم کی یاد تازہ کر دی۔" اسی دوران جنرل اعظم نے پاکستان میں پہلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرتبہ لاہور میں جزوی مارشل لاء لگایا۔

دفاع و تحفظ ختم نبوت کی اس تحریک میں ۱۵ سے ۱۸ ہزار سے زائد مسلمانوں نے شہادتیں پیش کیں اور ایک لاکھ کے لگ بھگ کلمہ توحید کے اقراریوں نے قید و بند کی مشکلات جھیلیں۔ اس دوران تقریباً پندرہ لاکھ مسلمان براہ راست متاثر ہوئے۔ اصل میں مرزائیوں کو یورپ کی سرپرستی حاصل تھی اور حکومت اتنی کمزور تھی کہ اس پر امریکہ کا مسلسل دباؤ تھا۔ ان تمام مصائب کے باوجود مسلمان مرزائیت کے کفر و دجل کو دنیا کے سامنے ظاہر کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ جن حکمرانوں نے اس تاریخی تحریک کے مقدس خون کو رائیگاں کرنے کی کوشش کی وہ آنے والے ادوار میں خود ہی عبرت کا نشان بن گئے۔

جسٹس منیر انکوائری کمیشن

تحریک کے دوران ہزاروں مسلمانوں کو مار دیا گیا۔ جگہ جگہ فسادات پھوٹ پڑے۔ چنانچہ ان کی تحقیق کے لیے گورنر پنجاب نے ۱۹ جون ۱۹۵۲ء کو ایک آرڈیننس جاری کیا جو بعد ازاں چند ترمیمات کے بعد ''فسادات پنجاب (تحقیقات عامہ) ایکٹ ۱۹۵۲ء'' کے نام سے معروف ہوا۔ جس میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ان فسادات کی شفاف تحقیقات کی جائیں جو تحریک کے نتیجہ میں بپا ہوئے۔

گورنر نے جسٹس محمد منیر اور جسٹس ایم آر کیانی پر مشتمل تحقیقاتی عدالتی کمیشن قائم کر دیا اور انہیں آرڈیننس کی دفعہ ۳ کی ذیلی دفعہ ۱ کے تحت اختیارات دیئے جو گورنر کے اختیارات کے برابر تھے۔ یکم جولائی ۱۹۵۳ء کو اس کارروائی کا آغاز ہوا۔ اس کے کل ۱۱۷ اجلاس منعقد ہوئے۔ ۲۳ جنوری ۱۹۵۴ء تک شہادتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یکم فروری سے ۲۸ فروری تک اس پر بحث مکمل ہوگئی۔ یہ تحریری تحقیقی رپورٹ ۳۶۰۰ صفحات اور شہادت کے ۲۷۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

معروف صحافی جناب مرتضیٰ احمد خاں میکش (ایڈیٹر روزنامہ ''نوائے پاکستان'') نے اس ضخیم رپورٹ کو ہاتھی کی مانند قرار دیا جس کے مختلف اعضاء کو چھ اندھوں نے اپنے ہاتھوں سے ٹٹولا اور اپنی حس لامسہ کی مدد سے ہاتھی کے متعلق ہر ایک نے اپنا جدا جدا مخصوص تصور قائم کر لیا۔ ایک نے کہا: ہاتھی ایسا تھا، جیسے عمارت کا ستون۔ دوسرا بولا: ایک بہت بڑا چھاج۔ تیسرے نے کہا: موٹا سا اژدھا۔ چوتھے نے کہا: ہاتھ بھر کی موٹی رسی۔ پانچویں نے کہا: نا ہموار سا چبوترہ۔ چھٹے نے کہا: وہ تو ایک دیوار تھی اور بس۔ یعنی اس رپورٹ کو ہر شخص نے اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق پرکھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے روزنامہ ''نوائے پاکستان''، اشاعت خاص: ''رپورٹ نمبر''، ۲۹ اگست ۱۹۵۴ء)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت حکومتی جبر و ظلم اور مارشل لاء، حکام کی زور و زبردستی اور تشدد کے سبب وقتی طور پر ختم ہوگئی۔ ملک بیرونی مسائل میں الجھ گیا۔ ۱۹۷۱ء کی جنگ میں وطن عزیز کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ لیکن اس تحریک کے اثرات سے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت نے جنم لیا۔ جس نے قادیانیت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو مرزائیوں کے دونوں گروہوں (قادیانیوں اور لاہوری) کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔ اب ہم چلتے ہیں تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی طرف۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مرزائیوں نے چند نشستیں حاصل کرلیں۔ وہ ان کے بل بوتے پر پورے پاکستان پر اپنا کنٹرول اور تسلط جمانا چاہتے تھے۔ قادیانیت کے خلاف ۱۹۵۳ء کی تحریک گو ختم ہو چکی تھی مگر علمائے دین و دانشور طبقہ اس فتنے سے غافل بالکل نہیں تھا وہ اپنے اپنے مقام پر اپنی کوششیں جاری رکھے ہوئے تھے۔ ان کی کوششوں کی ایک مثال یہ ہے کہ ۱۹۷۳ء میں آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے لیے قرارداد منظور کی۔ یہ صرف قرارداد نہیں تھی ایک لحاظ سے قادیانی تابوت میں ٹھونکا جانے والا ایک کیل تھا۔ ملک بھر میں اس پر خوشی کا اظہار کیا گیا۔

ایک افسوس ناک واقعہ

اس دوران اچانک ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا کہ ۲۲ مئی ۱۹۷۴ء کی دوپہر نشتر کالج ملتان کے ۱۶۰ سے زائد طلبہ شمالی علاقہ جات کی سیر کے لیے جا رہے تھے کہ ان کی ٹرین ربوہ پہنچی تو حسب معمول قادیانیوں نے گاڑی میں اپنا تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ مرزا طاہر قادیانی اس سارے مشن کی نگرانی کر رہا تھا۔ مسلمان طلبہ نے لٹریچر کی تقسیم پر احتجاج کیا۔ قادیانی غضبناک ہو گئے اور لڑنے مرنے پر آ گئے اور طلبہ کو دھمکی دی کہ اس کا مزہ انہیں چکھایا جائے گا۔

۲۹ مئی کو چناب ایکسپریس سے واپس آتے ہوئے طلبہ پر مرزائی دہشت گردوں نے حملہ کر دیا۔ نہتے طلبہ مرزائی بلوائیوں کا مقابلہ بھلا کیسے کر سکتے تھے۔ طلبہ لہولہان ہو گئے۔ ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔ چناب ایکسپریس کی بوگیوں کو ٹارچر سینٹر بنا دیا گیا۔ نوخیز جوانوں کے بدن سے رستا خون قوم کے وجود میں اشتعال بن کر دوڑا اور پھر جہاں جہاں سے زخموں سے چور لہولہان طلبہ کی گاڑی گزرتی گئی، فتنہ قادیانیت کے بارے میں قوم کا غصہ بڑھتا گیا۔ طلبہ کی ٹرین جس اسٹیشن پر جا کر رکتی پورا شہر استقبال کے لیے امڈ آتا۔

اخبارات میں تذکرہ

ملک بھر میں اس واقعہ کے خلاف ہڑتال کی گئی۔ مظاہروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تحریک ملک بھر کے گلی کوچوں میں چلنے کے بعد پوری قوم قادیانیت کے خلاف صف آرا ہو گئی۔ اخبارات میں شہ سرخیاں شائع ہونے لگیں۔ ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کے ''نوائے وقت'' نے اس واقعہ کی خبر یوں لگائی:-

''ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ہزاروں مسلح افراد نے چناب ٹرین ایکسپریس پر حملہ کر دیا۔

ملتان کے ایک سو ساٹھ طلباء کو بری طرح پیٹا گیا۔ ۳۰ طالب علم شدید زخمی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حملہ آوروں میں طالب علم، دکان دار شہری شامل ہیں۔

لائل پور، ۲۹ مئی (نمائندہ خصوصی) پشاور سے آنے والی ۱۲ ڈاؤن چناب ایکسپریس پر آج ربوہ ریلوے اسٹیشن پر ایک فرقہ کے تقریباً پانچ ہزار افراد نے حملہ کر دیا۔ حملہ بوگی نمبر ۴۰۵۵ پر کیا گیا تھا جس میں ملتان کے نشتر میڈیکل کالج کے ۱۶۰ طلبہ سوار تھے۔ حملہ آور خنجروں، لاٹھیوں، تلواروں اور ہاکیوں سے مسلح تھے۔ انھوں نے تمام طلباء کو سخت زدو کوب کیا۔ نشتر میڈیکل کالج یونین کے صدر ارباب عالم کو بہت زیادہ پیٹا گیا اور وہ بے ہوش ہو گئے۔ تیس طالب علم سخت زخمی ہو گئے ہیں۔ حملہ کا سبب یہ بتایا گیا کہ ملتان کے طالب علم تفریحی دورے پر پشاور گئے اور راستہ میں ربوہ سے گزرتے ہوئے انھوں نے ختم نبوت کے حق میں نعرے لگائے جس پر ربوہ کے ایک فرقہ کے طلباء اور دیگر افراد نے انتقال لینے کا پروگرام بنایا۔ بتایا گیا ہے کہ اس پروگرام میں ربوہ (ریلوے اسٹیشن) کے اسٹیشن ماسٹر بھی شریک تھے جو اسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ انھوں نے سگنل ہونے کے باوجود ٹرین نہیں جانے دی۔ پچاس ساٹھ آدمی سرگودھا ہی سے ٹرین میں سوار ہو گئے تاکہ ربوہ پہنچ کر ملتانی طلبہ کے ڈبہ کی نشاندہی کر سکیں۔ ٹرین رکی تو تقریباً پانچ ہزار مسلح افراد نے بوگی نمبر ۴۰۵۵ پر حملہ کر دیا۔ دروازے میں کھڑے ایک طالب علم کو زبردستی گھسیٹ کر نیچے گرا لیا گیا۔ طلباء نے صورت حال کی نزاکت کے پیش نظر ڈبہ کی کھڑکیاں بند کر لیں مگر شیشے توڑ دیے گئے۔ ڈبہ پر زبردست پتھراؤ کیا گیا، دروازہ زبردستی کھول لیا گیا اور حملہ آوروں نے اندر گھس کر ایک ایک کو زدوکوب کیا۔ بھاگتے ہوئے طلباء کا تعاقب کر کے انھیں مارا۔ ملتانی طلباء کے کپڑے پھاڑ دیئے گئے۔ ان کی متعدد گھڑیاں، چار سوٹ کیس، ایک ریڈیو، ایک تھرماس اور ایک بریف کیس چھین لیا گیا۔ ایک طالب علم عبد الرحمن کو پکڑ کر حملہ آور اسٹیشن ماسٹر کے کمرے میں لے گئے اور اسے حد سے زیادہ زدوکوب کیا۔ ٹرین کے گارڈ نے اس تمام واقعہ کی تصدیق کی ہے۔

بتایا گیا ہے کہ حملہ آوروں میں تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طلباء، بعض اساتذہ، متعدد دکاندار اور شہری شامل تھے۔ ایک عینی شاہد نے بتایا ہے کہ ربوہ ریلوے اسٹیشن کے اسٹیشن ماسٹر حملہ آوروں کی حوصلہ افزائی کرتے رہے اور انھوں نے چلا چلا کر کہا کہ "ملتانی طلباء کو خوب مارو" جب ٹرین لائل پور پہنچی تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔ ڈپٹی کمشنر اور پولیس کے سربراہ وہاں پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے زخمی طلباء کو طبی امداد مہیا کی اور زیادہ زخمی طلباء ایک خاص ٹرین میں فوری طور پر ملتان بھیج دیے گئے۔ ڈپٹی کمشنر نے طلباء کو یقین دلایا کہ وہ صورت حال کی تحقیقات اور ضروری کارروائی کریں گے۔ تاہم یہاں طلباء میں بے حد بے چینی پائی جاتی ہے اور طالب علم لیڈروں نے اس واقعہ کی شدید مذمت کی ہے۔ شدید زخمی طلباء کے نام یہ ہیں:-

ارباب عالم (صدر نشتر میڈیکل کالج سٹوڈنٹس یونین)، خالد عبد اللہ، محمد امین، محمد فاروق، عبد الرحمن، منظور حسین، مسرت حسین، طلعت محمود، آفتاب اور حسن محمود۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس لائل پور نے رابطہ کرنے پر بتایا کہ نشتر میڈیکل کالج کے طلباء کی یہ جماعت ۲۲ مئی کو ربوہ ریلوے اسٹیشن سے گزری تھی۔

احمدی حلقوں کے مطابق ان طلباء نے اشتعال انگیز نعرے لگائے تھے۔ چنانچہ آج جب یہ جماعت واپس جا رہی تھی تو ربوہ اسٹیشن پر تین چار ہزار مسلح نوجوان پہلے سے موجود تھے۔ طلباء نے ایس پی کو بتایا کہ ان لوگوں نے ٹرین کے رکتے ہی ہاکیوں، لاٹھیوں، تلواروں، سوٹوں اور چاقوؤں سے ان پر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں ۳۰ طالب علم زخمی ہو گئے۔ سب طلباء کو ایک ایئر کنڈیشنڈ ڈبے میں ملتان روانہ کر دیا گیا۔ طلباء میں خاصا اشتعال پایا جاتا تھا۔" (روزنامہ "نوائے وقت" ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء)

صوبائی حکومت کا ایکشن

لاہور میں صوبائی حکومت کے ایک ترجمان نے بتایا کہ اس واقعہ میں ملوث تین ملزموں کو گرفتار کر لیا گیا اور مزید ملزموں کی تلاش جاری ہے۔ ترجمان کے مطابق واقعہ کی اطلاع ملتے ہی ڈی آئی جی سرگودھا اور ایس پی جھنگ فوراً ربوہ پہنچے اور ملزموں کی گرفتاری کے لیے کارروائی کی۔

اس ترجمان نے یہ بھی بتایا کہ حکومت امن و امان برقرار رکھنے کا تہیہ کیے ہوئے ہے اور جس کسی نے بھی اشتعال انگیزی کی اور امن و امان کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی اسے سختی سے کچل دیا جائے گا۔ قانون کی خلاف ورزی برداشت نہیں کی جائے گی اور جو کوئی بھی مجرم ہوا خواہ وہ کسی بھی گروہ یا طبقہ سے تعلق رکھتا ہو، اسے اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ اور نہ اس واقعہ کو اس طرح سے استعمال کرنے کی اجازت دے گی جس سے عوامی امن کو خطرہ لاحق ہو۔ ترجمان نے کہا کہ حکومت اس واقعہ کے حساس پہلو کو پوری طرح سمجھتی ہے اور صورت حال سے یہ طریق احسن عہدہ برآ ہوگی۔ ترجمان نے بتایا کہ رات دس بجے تک قریب دو درجن افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن کے عملے کے بعض ارکان کو بھی شامل تفتیش کر لیا گیا ہے۔ مزید گرفتاریوں کی توقع ہے۔ ربوہ ریلوے اسٹیشن پر کی گئی غنڈہ گردی کے سلسلہ میں پولیس گرفتار شدگان کو کل بروز جمعرات سرگودھا میں عدالت میں پیش کر کے ریمانڈ حاصل کرے گی تاکہ واقعہ کی تفتیش کی جا سکے۔

ملتان سے نمائندہ خصوصی کے مطابق جن زخمی طلباء کو نشتر ہسپتال میں داخل کیا گیا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں:-

عبد الرحمن ولد خان محمد رول نمبر ۱۰، محمد امین ولد چودھری الٰہی بخش رول نمبر ۲۷ فرسٹ ایئر، خالد عزیز ولد برکت علی رول نمبر ۸۲ فرسٹ ایئر، محمد حسن محمود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولد سید امجد حسین رول نمبر ۱۱۲ فرسٹ ایئر، ارباب عالم خان ولد شیر عالم خان رول نمبر ۱۸۵ فائنل ایئر، سعید باجوہ ولد محمد ابراہیم باجوہ رول نمبر ۸۸ فرسٹ ایئر، نعیم احمد ولد منظور احمد رول نمبر ۱۷۰ فرسٹ ایئر، آفتاب محمود ولد کمال الدین رول نمبر ۱۵۳ فورتھ ایئر، خالد عبد اللہ ولد محمد صدیق رول نمبر ۱۲۹ فرسٹ ایئر، محمد فاروق ولد چوہدری الٰہی رول نمبر ۴۷ فرسٹ ایئر۔

زخمیوں میں سے خالد عزیز اور آفتاب محمود کی حالت نازک بیان کی جاتی ہے۔ (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء)

مرزائیوں کا طلباء پر اس طریقے سے بہیمانہ تشدد کہ انسانیت بھی شرما جائے۔ اس ظلم پر ہر طبقہ فکر سراپا احتجاج تھا۔ ہر جگہ مظاہروں کا ایک طوفان امڈ پڑا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت اہل حدیث، جماعت اسلامی، جمعیت علماء پاکستان کے اکابر علمائے کرام نے اس کھلی غنڈہ گردی پر زبردست احتجاج کیا اور مرزائیت کے خلاف بھرپور تحریک چلانے کا اعلان کیا۔

پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کا مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ

پولیس نے ملتان کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کے ملزموں کی گرفتاری کے لیے ربوہ میں متعدد چھاپے مارے۔ ربوہ اور نشتر آباد کے ریلوے اسٹیشن ماسٹر کو معطل کر دیا۔ پولیس نے ربوہ ریلوے اسٹیشن ماسٹر سمیع اللہ کو گرفتار کر لیا۔ ادھر پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے ہٹانے کا مطالبہ کر دیا۔ اس سلسلے میں روزنامہ ''نوائے وقت'' کی ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء کی یہ خبر دیکھیے:-

''پنجاب اسمبلی میں بحث کے دوران حزب اختلاف کے چودہ ارکین (علامہ رحمت اللہ ارشد، سید تابش الوری، میاں خورشید انور، ملک خالق داد بندیال، حاجی سیف اللہ، چوہدری امان اللہ، مخدوم سید حسن محمود، حافظ علی اسد اللہ) نے مرزائیوں کو فوری اقلیت قرار دینے، ملک میں کلیدی آسامیوں پر فائز مرزائیوں کو ملازمتوں سے علاحدہ کرنے، ربوہ کو کھلا شہر قرار دینے اور واقعہ کی اعلیٰ سطح پر تحقیقات کرانے اور مجرموں کو عبرت ناک سزا دینے کا مطالبہ کیا۔''

علامہ رحمت اللہ ارشد

پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے کہا:-

''مسلمانوں کے تمام فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص یا گروہ رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا وہ اسلام سے خارج ہے اور کافر ہے۔ یہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے اگر یہ آگ بھڑک اٹھی تو گلی گلی اس کی لپیٹ میں آ جائے گی۔ مرزائیوں کو اقلیت قرار دے کر مجرموں کو عبرت ناک سزا دی جائے ربوہ میں بے شمار اسلحہ موجود ہے جو زیر زمین دفن ہے جسے کسی بھی وقت مسلمانوں کے قتل عام کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے ملک میں اب اس گروہ کو اتنی ہمت ہو گئی ہے کہ ختم نبوت کے حق میں نعرے لگانے والوں پر حملہ کرے۔ یہ تاریخ کا پہلا واقعہ ہے کہ اقلیت کے لوگوں نے اکثریت پر حملہ کیا ہے۔'' (روزنامہ ''نوائے وقت'' ۳۱ مئی ۱۹۷۴ء)

سانحہ ربوہ کی انکوائری کے لیے جسٹس صمدانی کمیشن کا قیام

۳۱ مئی ''نوائے وقت'' کے مطابق پنجاب اسمبلی میں اس وقت ہنگامہ ہو گیا جب اسپیکر نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی یقین دہانی کے بعد حزب اختلاف کے سات اراکین کی طرف سے پیش کردہ التوا کی تحریکوں پر بحث کی اجازت نہ دی۔ قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد نے کہا کہ یہ سنگین نوعیت کا مسئلہ ہے اس پر ایوان میں بحث ہونی چاہیے۔ قائد ایوان مسٹر رامے نے کہا کہ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ سے محبت و عقیدت ہے اس پر حزب اختلاف کی اجارہ داری نہیں۔ یہ تمام مسلمانوں کے جذبات کی رو میں بہہ جانے کی بجائے رہنمائی کرے۔ حاجی سیف اللہ نے کہا کہ تحریک منظور کر کے بحث کی جائے۔ اس پر اسپیکر نے کہا اس تحریک پر بحث نہیں کی جا سکتی کیونکہ مسئلہ عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اس موقع پر حزب اختلاف کے اراکین نے کھڑے ہو کر ''ختم نبوت زندہ باد'' کے نعرے لگائے۔ قائد ایوان مسٹر حنیف رامے نے کہا کہ اگر حزب اختلاف زور دیتی ہے تو میں پیشکش کرتا ہوں کہ ایوان میں بحث کی جائے۔

ادھر ملکی حالات بگڑتے جا رہے تھے لوگوں کی ایک ہی آواز تھی کہ حملہ آور مرزائیوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور انہیں غیر مسلم اقلیت ڈیکلیئر کیا جائے۔ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس موضوع پر غازی اسلام مولانا رانا محمد شفیق خاں پسروری لکھتے ہیں:-

''تحریک ختم نبوت کا زور توڑنے کے لیے ختم نبوت کے ہزاروں کارکنان کو مختلف دفعات کے تحت جیلوں اور حوالات میں بند کر دیا گیا۔ جلوسوں پر شدید لاٹھی چارج اور آنسو گیس پھینکی گئی۔ کئی مقامات پر قادیانیوں نے فائرنگ کر کے لوگوں کو گھائل کر دیا۔ مجلس عمل ختم نبوت نے پورے ملک میں جلسوں اور کانفرنسوں کا جال پھیلا دیا۔ اخبارات و رسائل کے خصوصی ضمیمے، مضامین اور رپورٹیں شائع کر کے دینی غیرت اور اپنے فرض کا حق ادا کیا۔ مجلس عمل نے ۱۴ جون ۱۹۷۴ء کو پورے ملک میں ہڑتال کی اپیل کی۔ چنانچہ کراچی سے خیبر اور لاہور سے ربوہ تک بے مثال ہڑتال ہوئی۔ دوسری طرف سر ظفر اللہ خان نے قادیانیت کی حمایت حاصل کرنے کے لیے غیر ملکی دورے شروع کر دیئے۔ لندن میں ایک بڑی پریس کانفرنس کر کے پاکستانی حکومت پر قادیانیوں کی حفاظت نہ کرنے کا الزام لگایا اور عالمی اداروں سے قادیانیوں کی مدد کی اپیل کی۔ قادیانی خلیفہ مرزا ناصر نے ایسوسی ایٹڈ پریس امریکہ کے ذریعے فسادات کی ذمہ داری بھٹو حکومت اور پیپلز پارٹی پر ڈالی اور یہ اہتمام ربوہ کے در و دیوار پر لکھوایا کہ ''خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آ رہا ہے۔'' (ہفت روزہ ''اہل حدیث'' لاہور، ۶ تا ۱۲ ستمبر ۲۰۱۳ء)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

حالات کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے سانحہ ربوہ کی عدالتی تحقیقات کے لیے پنجاب سے وزیر اعلیٰ حنیف رامے نے جسٹس خواجہ محمود احمد صمدانی کو ۳۰ مئی ۱۹۷۴ء کو مقرر کیا۔ جسٹس صمدانی نے یکم جون سے تحقیقات کا آغاز کیا اور ٹریبونل کے کوائف وضوابط اور شہادت کے طریقہ کار پر مشتمل ایک اعلان ۲ جون کے اخبارات میں شائع کروا دیا۔ اس ٹریبونل کی ذمہ داری میں دو امور شامل تھے:-

① - ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر رونما ہونے والے واقعہ کی انفرادی و اجتماعی ذمہ داری کا تعین کرنا۔

② - سانحہ میں ملوث عناصر کے خلاف ضروری کارروائی کے بارے میں حکومت کو سفارشات پیش کرنا۔

صمدانی ٹریبونل کی تحقیقات کا آغاز

لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس کے ایم صمدانی پر مشتمل تحقیقاتی ٹریبونل نے ۵ جون ۱۹۷۴ء کو صبح نو بجے لاہور ہائی کورٹ میں اپنی تحقیقات کا آغاز کیا۔ کمرہ مختلف تنظیموں کے نمائندہ اور وکلاء، اور عوام سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ کارروائی شروع ہونے سے قبل ریڈر Reader نے ٹریبونل کے تقرر سے متعلق نوٹیفکیشن پڑھ کر سنایا اور تحقیقات کا دائرہ کار اور شہادتوں کے لیے دی گئی دعوت عام کے بارے میں اخبارات میں شائع کیے جانے والے نوٹس کے مقصد کی وضاحت طلب کی۔ ۵ جون کو ٹرین کے گیج گارڈ کا جزوی بیان قلمبند کیا گیا۔ جس کے ایک ڈبہ پر ربوہ میں مبینہ طور پر حملہ کیا گیا تھا۔ فاضل عدالت نے ہر شخص کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے ساتھی شہریوں کے جذبات کا خیال رکھے اور کوئی لفظ ایسا نہ کہا جائے یا اظہار کا کوئی ایسا پیرایہ اختیار نہ کیا جائے جس سے کسی کی دل شکنی ہو سکتی ہو۔

اخباری نمائندوں سے کہا گیا کہ ہر روز ٹریبونل اپنی کارروائی کے خاتمہ پر ایک پریس نوٹ جاری کیا کرے گا اور ٹریبونل کو توقع ہے کہ اخبارات اس پریس نوٹ کے سوا تحقیقات سے متعلق کوئی اور چیز شائع نہیں کریں گے۔ ٹریبونل نے عوام کی سہولت کے لیے کارروائی اردو میں شروع کی تاہم اس کا ریکارڈ انگریزی میں رکھا گیا۔ ہائی کورٹ کے جن ارکان نے جن مختلف تنظیموں کی نمائندگی کی، وہ ارکان اور تنظیمیں مندرجہ ذیل ہیں:-

① - مسٹر ایم انور (بار ایٹ لاء) اور ان کے معاون ایم اے رحمان ایڈوکیٹ (جماعت اسلامی)

② - قاضی محمد سلیم (تحفظ ختم نبوت)

③ - مسٹر رفیق احمد باجوہ (قادیانی محاسبہ کمیٹی، تحفظ ختم نبوت اور پاکستان اتحاد پارٹی)

④ - مسٹر اعجاز حسین بٹالوی اور ان کے معاون مسٹر مبشر لطیف احمد (انجمن احمدیہ ربوہ)

⑤ - مرزا نصیر احمد (اسٹوڈنٹس یونین تعلیم الاسلام کالج ربوہ)

⑥ - مسٹر ایم اسماعیل قریشی، چوہدری نذیر احمد، مسٹر آفتاب فرخ، چوہدری غلام باری سلیمی، رانا عبد الرحیم اور ڈاکٹر فاروق اے حسن (لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن اور وکلاء کی اشتراک عمل کمیٹی)

⑦ - مسٹر ی ایم لطیف (جمعیت علماء پاکستان)، مسٹر کمال مصطفیٰ بخاری اسسٹنٹ ایڈوکیٹ جنرل نے حکومت کی نمائندگی کی۔

فاضل ٹریبونل نے ایک ماہ ۲۵ دن میں کل ۷۰ شہادتیں مکمل کیں۔ ٹریبونل نے جن حضرات کے باقاعدہ بیانات لیے ان میں چند معروف نام یہ ہیں:-

① - جماعت احمدیہ کے امیر مرزا ناصر احمد

② - رکن قومی اسمبلی مولانا غوث ہزاروی

③ - آغا شورش کاشمیری (مدیر ماہنامہ "چٹان" لاہور)

④ - نشتر میڈیکل کالج کے زخمی ہونے والے متعدد طالب علم

⑤ - قادیانی تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے طلباء

⑥ - ڈی سی لائل پور

⑦ - ایس پی لائل پور

⑧ - ربوہ ریلوے اسٹیشن کا عملہ

⑨ - ربوہ شہر میں جماعت احمدیہ کی طرف سے مقرر کردہ عہدیداران۔

جسٹس صمدانی کے کمیشن اراکین نے ربوہ اسٹیشن اور ربوہ کے دیگر کچھ دفاتر کا دورہ بھی کیا۔ ۱۸ جولائی کے بعد ۱۳ دن کمیشن کی کارروائی بند کمرے میں ہوئی اور ۳۰ جولائی کو فاضل ٹریبونل نے شہادتوں کا عمل پورا کرنے کے بعد وکلاء کرام کو تحریری بیانات جمع کروانے کا کہا۔ گواہوں کی شہادتیں اور ان پر جرح ۳ اگست ۱۹۷۴ء کو ختم ہو گئی تھی۔ جسٹس صمدانی نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ ۲۰ اگست ۱۹۷۴ء کو وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے کو پیش کر دی جو ۱۱۲ ٹائپ شدہ فل اسکیپ صفحات اور ۲ جلدوں پر مشتمل تھی۔

آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام

علماء و مشائخ اور سیاسی اکابرین کے ایک مشترکہ اجلاس میں "آل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت" قائم کرنے کے لیے وسیع مشاورت کی گئی اور یہ دینی الائنس قائم کر دیا گیا۔ معروف ادیب و خطیب اور مشہور صحافی جناب آغا شورش کاشمیری مرحوم کی تحریک پر ممتاز عالم دین علامہ محمد یوسف بنوری کو "آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کا کنوینر مقرر کیا گیا۔ مجلس عمل میں شامل ۱۸ دینی و سیاسی جماعتوں نے تنظیم میں نمائندگی کے لیے دو دو نمائندے نامزد کیے۔ مجلس کے مستقل انتخاب کے لیے ۱۶ جون ۱۹۷۴ء کو لائل پور (فیصل آباد) میں ملک بھر کے تمام دینی و سیاسی جماعتوں کا اکابرین کو بلایا گیا تھا۔ اس وقت مختلف جماعتوں نے نمائندوں کو مجلس عاملہ میں جو نمائندگی دی گئی تھی وہ کچھ یوں ہے:-

① - مجلس تحفظ ختم نبوت: مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا خان محمد، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، سردار میر عالم انصاری۔

② - جمعیت اہل حدیث: مولانا حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا اسحاق چیمہ، مولانا محمد صدیق، میاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فضل حق، شیخ محمد اشرف، مولانا شریف اشرف۔

③- جمعیت علماء اسلام: مولانا مفتی محمود، مولانا عبد الحق، مولانا عبید اللہ انور، مولانا محمد خان اچکزئی، مولانا محمد اجمل خان، مولانا محمد ابراہیم۔

④- جمعیت علماء پاکستان: مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبد الستار خاں نیازی، مولانا صاحبزادہ فضل رسول، مولانا مصطفی الازہری، مولانا محمود علی قصوری۔

⑤-تبلیغی جماعت: مولانا مفتی زین العابدین۔

⑥-مجلس احرار اسلام: مولانا سید ابوذر بخاری، مولانا عبید اللہ احرار، مولانا سید عطاء المحسن بخاری، چوہدری ثناء اللہ بھٹہ، ملک عبد الغفور انوری۔

⑦- جماعت اسلامی: پروفیسر عبد الغفور احمد، چودھری غلام جیلانی، میاں طفیل احمد۔

⑧- شیعہ: سید مظفر علی شمسی۔

⑨-مسلم لیگ: میجر اعجاز احمد، چودھری صفدر علی رضوی، چودھری ظہور الٰہی، سید اصغر علی شاہ۔

⑩- پاکستان جمہوری پارٹی: نوابزادہ نصر اللہ خاں، رانا ظفر اللہ خاں۔

⑪- جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ: مولانا غلام اللہ خاں، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری۔

⑫- جماعت اہل سنت: مولانا غلام علی اوکاڑوی، سید محمود شاہ گجراتی۔

⑬- جمعیت اتحاد العلماء: مولانا مفتی سیاح الدین کاکا خیل، مولانا گلزار احمد مظاہری، مولانا محمد چراغ۔

⑭-تنظیم اہل سنت: مولانا عبد الستار تونسوی، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری۔

⑮-حزب الاحناف: مولانا سید محمود احمد رضوی، مولانا خلیل احمد قادری۔

⑯-عوامی نیشنل پارٹی: ارباب سکندر خان، امیر زادہ۔

⑰- قومی اسمبلی میں آزاد گروپ کے لیڈر: مولانا ظفر احمد انصاری۔

⑱- قادیانی محاسبہ کمیٹی: آغا شورش کاشمیری، علامہ احسان الٰہی ظہیر۔

⑲- مجلس کی چند اہم شخصیات: مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا حکیم عبد الرحیم اشرف۔

مرکزی کابینہ

آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی مرکزی کابینہ یوں تشکیل پائی:-

صدر: مولانا سید یوسف بنوری، ناظم اعلیٰ: مولانا محمود احمد رضوی، نائب صدر: مولانا عبد الستار خان نیازی، سید مظفر علی شمسی، مولانا عبد الواحد، نائب ناظم: مولانا محمد شریف جالندھری، خازن: میاں فضل حق۔

مسجد وزیر خان میں آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا اجتماع

تحریک ختم نبوت کے احیاء کے لیے "آل پاکستان مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کے متعدد اجلاس منعقد ہوئے جن میں ایک بڑا اجتماع مسجد وزیر خان لاہور میں منعقد ہوا۔ جس کی ایک رپورٹ ۱۵ جون ۱۹۷۴ء کے "نوائے وقت" میں یوں شائع ہوئی:-

"تحریک ختم نبوت کی متحدہ مجلس عمل کے زیر اہتمام قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبہ کے ضمن میں آج نماز جمعہ کے بعد مسجد وزیر خان میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں قادیانیوں کا مکمل سوشل بائیکاٹ کرنے کا اعلان کیا گیا اور مقررین نے کہا کہ جب تک اس فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار نہیں دیا جاتا اور متحدہ مجلس عمل کے مطالبات تسلیم نہیں ہوتے۔ تحریک ختم نبوت جاری رہے گی۔ جلسہ عام کی صدارت پاکستان جمہوری پارٹی کے صدر نواب زادہ نصر اللہ خاں نے کی۔ اجتماع سے متحدہ مجلس عمل کے کنوینر مولانا یوسف بنوری، جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل مولانا عبد الستار نیازی، مدیر چٹان آغا شورش کاشمیری، جماعت اہل حدیث کے امیر حافظ عبد القادر روپڑی، جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے صدر مولانا عبید اللہ انور، (دار العلوم) حزب الاحناف کے سربراہ مولانا محمود احمد رضوی، تحریک استقلال کے رہنما علامہ احسان الٰہی ظہیر، احرار الاسلام کے جناب ثناء اللہ بھٹہ، پاکستان مسلم لیگ کے جوائنٹ سیکرٹری سید مظفر علی شمسی، سید غضنفر علی، جمعیت اہل حدیث کے میاں فضل حق، مسٹر بارک اللہ ایڈووکیٹ اور علامہ ابراہیم نے خطاب کیا۔"

قادیانی کیسے غیر مسلم قرار پائے؟

مرا خون وفا زیب جبین گل ہے گو انور
سمجھتے ہیں مجھے وہ دشمن فصل بہار اب بھی

قادیانیوں کی اسلام اور اسلامیان پاکستان کے خلاف ریشہ دوانیوں بالخصوص مذہبی و تحریکی یلغار کا قصہ اور دیگر جستہ جستہ حالات آپ کے سامنے پیش کیے جا چکے ہیں۔ قادیانیوں کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کی روک تھام کے لیے ۱۹۴۹ء میں مجلس ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا اور قادیانی مرکز ربوہ (موجودہ چناب نگر) میں قادیانیوں کے سالانہ مذہبی میلہ کے ایام میں تمام مسلم مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا۔ رفتہ رفتہ یہ کانفرنس اتحاد امت مسلمہ کی علامت کی گئی۔ تمام مسلمان فرقوں کے جید علماء و شیوخ اور سیاسی زعماء کی شرکت اور کثیر تعداد میں عوام الناس کی آمد نے اس سالانہ جلسہ کو عقیدہ ختم نبوت کے احیاء اور تحفظ کے لیے یکجہتی کا ایسا مضبوط پلیٹ فارم مہیا کر دیا اس نے پاکستان کے کرہ عالم پر نمودار ہونے کے بعد اہل اسلام کی دینی وملی امنگوں کی ترجمانی کرتے ہوئے چار درج ذیل مطالبات پیش کیے۔

① قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
② سر ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے منصب سے ہٹایا جائے۔
③ ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔
④ قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چودہ دینی جماعتوں کے ایک کنونشن میں مجلس ختم نبوت کے متفقہ مطالبات جب منظوری کے مراحل سے گزر گئے تو آہستہ آہستہ یہ مطالبات تحریک کی شکل اختیار کر گئے۔ فروری ۱۹۵۳ء میں یہ تحریک ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ لاہور، سیالکوٹ میں اس تحریک کے کافی شدت سے اثرات مرتب ہوئے۔ حکومت نے اس تحریک کو طاقت کے بل بوتے پر دبانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوگئی۔ قیام پاکستان کے بعد اس اولین تحریک ختم نبوت میں ۱۵ سے ۱۸ ہزار مسلمانوں نے شہادت نوش کی، بے شمار زخمی ہوئے اور دو لاکھ سے زائد لوگوں نے گرفتاریاں پیش کیں۔ اس تحریک کے نتیجے میں قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان آنجہانی کی برطرفی عمل میں آئی، جب کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابرین کے دوسرے تین مطالبے رد کر دیے گئے۔ لیکن قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے علمائے کرام و شیوخ عظام نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ بالآخر دو عشروں کے بعد یہ کاوشیں بار آور ثابت ہوئیں۔ مرزائیوں کے دونوں گروپ قادیانی اور لاہوری غیر مسلم قرار پائے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں مرزائی چند سیٹوں پر الیکشن جیت گئے۔ اقتدار کے نشے اور ایک معروف سیاسی جماعت سے تعلق نے انہیں پاگل کر دیا تھا وہ سیاسی حالات اپنی طرف ساز گار دیکھ کر خفیہ انقلاب لا کر اقتدار پر قبضہ جمانا چاہتے تھے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں بڑھا رکھی تھیں۔ اس نشے میں دھت قادیانیوں نے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر حملے کیے، جس نے قادیانیوں کے خلاف ایسی ملک گیر تحریک بپا کی کہ اس کی گونج پارلیمنٹ میں سنائی دینے لگی۔ قادیانیوں کے خلاف یہ تحریک "تحریک ختم نبوت" ۱۹۷۴ء کے نام سے موسوم کی گئی ہے۔ جس کا مکمل احوال سابقہ اوراق میں بیان کیا جا چکا ہے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہی وہ تحریک ہے کہ جس نے قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونکنے کا کام کیا۔ وہ پارلیمنٹ سے غیر مسلم ڈیکلیئر کیے گئے۔

آئیے اب آپ کو پاکستان کی صوبائی و قومی اسمبلیوں میں لیے چلتے ہیں۔ جہاں اراکین صوبائی و قومی اسمبلی کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کے سامنے تحفظ کی قرار داد پیش ہوئی۔

مرزائیت کی تردید میں اسمبلیوں میں قرار دادیں

مرزائیت کی تردید میں پاکستان کی صوبائی اسمبلیوں میں جو قرار دادیں منظور ہوئیں اس کا احاطہ کرنے کی یہاں کوشش کی جا رہی ہے۔ قرار دادوں کا متن و دیگر معلومات کے لیے اس دور کے روز نامہ "نوائے وقت" کا سہارا لیتے ہیں۔

قرار داد آزاد کشمیر اسمبلی

۲۸ اپریل ۱۹۷۳ء کو میجر محمد ایوب نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے اور ان کے اقلیتی حقوق کی فراہمی کے لیے آزاد کشمیر اسمبلی میں درج ذیل قرار داد پیش کی۔

① قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

② ریاست میں جو قادیانی رہائش پذیر ہیں ان کی باقاعدہ رجسٹریشن کی جائے اور انہیں اقلیت قرار دینے کے بعد ان کی تعداد کے مطابق مختلف شعبوں میں ان کی نمائندگی کا تعین کیا جائے۔

③ ریاست میں قادیانیت کی تبلیغ ممنوع قرار دی جائے۔

اس قرارداد کو ممبران اسمبلی نے متفقہ طور پر منظور کر لیا اور اس بل پر ۲۴ مئی ۱۹۷۳ء کو صدر اسلامی جمہوریہ آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان نے دستخط کر دیے۔

سردار عبدالقیوم خان مرحوم پر قاتلانہ حملہ

قرارداد پاس ہو جانے کے چند ایام کے اندر اندر قادیانی حلقے تلملا اٹھے۔ انھوں نے سردار عبدالقیوم خان مرحوم کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ان پر قاتلانہ حملہ بھی کیا گیا، مگر وہ محفوظ رہے۔ ان کے خلاف تحریک عدم اعتماد چلانے کے لیے ممبران اسمبلی کو خریدنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سردار صاحب بالکل نہ گھبرائے۔ انھوں نے ہر مصیبت کا دیوانہ وار مقابلہ کیا، مگر مرزائیوں کے آگے نہ جھکے، بلکہ ایک موقع پر انھوں نے خود ہی وزیر اعظم جناب ذو الفقار علی بھٹو مرحوم کو استعفٰی کی پیش کش کی، جسے انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۸ مئی ۱۹۷۳ء کو سردار محمد عبدالقیوم خان مرحوم صدر آزاد کشمیر کا ایک بیان "نوائے وقت" میں بایں الفاظ شائع ہوا۔

"میرا قصور صرف یہ ہے کہ میں اسلام کی بات کرتا ہوں..... آزاد کشمیر اسمبلی نے احمدیوں کے بارے میں جو قرارداد منظور کی وہ محض ایک قرارداد ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں یہ قرارداد بھی کسی جماعت نے نہیں، بلکہ ایک رکن نے ذاتی طور پر پیش کی ہے۔ ("نوائے وقت" ۲۸ مئی ۱۹۷۳ء)

قرارداد پنجاب اسمبلی

سانحہ ربوہ ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو وقوع پذیر ہوا اس کے اگلے ہی روز پنجاب اسمبلی کا اجلاس بلایا گیا تھا، جس میں اس کے چودہ (۱۴) ارکان نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر دیا۔ نیز یہ بھی کہا کہ قادیانیوں کو تمام کلیدی آسامیوں سے ہٹایا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے۔

جن ارکان اسمبلی نے اس قرارداد کی توثیق میں حصہ لیا، ان میں درج ذیل زعماء کے نام نمایاں ہیں:-

① علامہ رحمت اللہ ارشد، ② سید تابش الوری، ③ میاں خورشید انور، ④ مخدوم سید حسن محمود، ⑤ چوہدری امان اللہ، ⑥ حافظ اسد اللہ، ⑦ ملک خالق داد بندیال، ⑧ حاجی سیف اللہ۔

اپوزیشن اراکین نے اس موقع پر "ختم نبوت زندہ باد" کے نعرے بھی لگائے اور مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کی دسیسہ کاریوں کو ایوان میں عیاں کیا جائے۔ اس فتنے پر بحث ہونی چاہیے، لیکن وزیر اعلیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پنجاب حنیف رامے نے اس کو جذباتی مطالبہ قرار دیا۔ اسپیکر پنجاب اسمبلی نے کہا کہ تحریک پر بحث نہیں ہو سکتی، کیوں کہ معاملہ عدالت میں پیش کر دیا گیا ہے۔

۞ ۱۲ جون کو وزیر اعلیٰ نے اپنے خطاب میں کہا کہ حکومت قادیانیت کے مسئلہ کا مستقل حل تلاش کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

۞ ۱۲ جون کو ایک بار پھر مذکورہ اراکین پنجاب اسمبلی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کی قرارداد کا الگ الگ نوٹس دیا، لیکن اسپیکر پنجاب اسمبلی نے قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہ دی۔

۞ ۱۸ جون کو حزب اختلاف کے رکن میاں مصطفی ظفر قریشی نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا۔

۞ سرحد اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی قرارداد منظور ہونے کے بعد پنجاب اسمبلی میں حزب اختلاف کے اراکین نے ایک بار پھر ۲۴ جون ۱۹۷۴ء کو حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے ۷۰ اراکین پنجاب اسمبلی کی حمایت سے قرارداد پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن اسپیکر پنجاب اسمبلی شیخ رفیق احمد نے قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہ دی اور یوں پنجاب اسمبلی میں قرارداد منظور نہ ہو سکی۔

قرارداد کا متن

پنجاب اسمبلی میں پیش کردہ قرارداد کا متن درج ذیل ہے:-

"ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ عالمِ اسلام اور دنیا کے تمام دینی مکاتبِ فکر کے متفقہ فیصلہ مطابق ختم نبوت پر ایمان نہ رکھنے کی بنا پر تمام مرزائیوں، قادیانیوں (لاہوری جماعت احمدیہ سمیت) کو فوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر انھیں کلیدی عہدوں سے ہٹایا جائے اور ربوہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے اور مرزائی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔"

دستخط کرنے والے حکومتی اراکین

قرارداد پر حکمران جماعت کے جن اراکین نے دستخط کیے ہیں، ان میں یہ نام شامل ہیں:-

قاضی محمد اسماعیل جاوید، سابق وزیر مسٹر ممتاز احمد کاہلوں، سابق صوبائی وزیر عبدالحفیظ کاردار، محترمہ بلقیس حبیب اللہ، محترمہ حسینہ بیگم، مس ناصرہ کھوکھر، سید فدا حسین، نقیر عبدالمجید، سردار محمد عاشق، رانا پھول محمد خان، بیگم آباد احمد خان، چوہدری محمد حنیف، چوہدری محمد انور، سید الطاف حسین، سید تقی شاہ، مسٹر اختر عباس بھروانہ، ملک محمد علی، مسٹر خالد نواز وٹو، سید کاظم علی شاہ، مسٹر محمد انور، سابق صوبائی وزیر چوہدری محمد انور سماں اور رانا شوکت محمد، چوہدری شاہ نواز، خان محمد کھوکھر، حافظ علی اسد اللہ، مسٹر محمد سرور جوڑا، کرنل اسلم نیازی، امیر عبداللہ خان روکڑی، مسٹر رستم علی بلوچ، ملک محمد اکرم اعوان، کنور محمد یاسین، مسٹر یارلشاری اور قیوم لیگ کے دیوان غلام عباس بخاری، مسٹر فیض مصطفی گیلانی اور چوہدری لعل خان۔

حزب اختلاف کے اراکین کے دستخط

حزب اختلاف کی طرف سے قرارداد پر ان اراکین نے دستخط کیے:-

قائد حزب اختلاف علامہ رحمت اللہ ارشد، میاں خورشید انور، سید تابش الوری، مسٹر ناصر علی بلوچ، حاجی سیف اللہ، امیر عبد اللہ روکڑی، میاں خالق داد بندیال، مرزا افضل حق، مخدوم زادہ سید حسن محمود، کیپٹن احمد نواز خان، راؤ محمد افضل خان، میاں مصطفی ظفر قریشی، ملک محمد مظفر خان، شیخ محمد اقبال، میاں احسان الحق پراچہ، میاں محمد اسلام، ملک فتح محمد خان زادہ، رائے عمر حیات، میاں افضل حیات۔

اسپیکر پنجاب اسمبلی کی طرف سے قرارداد پیش کرنے کی اجازت نہ ملنے پر اپوزیشن ارکان نے واک آؤٹ کیا، البتہ حزب اقتدار کے کسی رکن نے واک آؤٹ میں حصہ نہیں لیا۔

قرارداد سرحد اسمبلی (موجودہ خیبر پختونخواہ)

موجودہ خیبر پختونخواہ اور اس وقت کی صوبہ سرحد کی اسمبلی میں ۱۹ جون ۱۹۷۴ء کو جمعیت علمائے اسلام کے ایک رکن مولانا حبیب اللہ گل نے ایک قرارداد سے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کر لیا۔ قرارداد کی منظوری پر حزب اقتدار و حزب اختلاف نے مل کر نعرہ تکبیر اللہ اکبر بلند کیا۔

قرارداد کا متن

پاکستان کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ ہے:-

چونکہ قادیانی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے، لہٰذا انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے آئین میں ترمیم کی جائے۔

ایسا انتظام کیا جائے کہ قادیانی سیاسی اور انتظامی شعبوں میں اپنا اثر و رسوخ استعمال نہ کر سکیں۔ یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ مسلمانوں کے اس متفقہ مطالبہ کو منظور کرتے ہوئے مرزائیوں کے تمام فرقوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے۔

قومی اسمبلی میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی قرارداد

۲۲ جون ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لیے ایک قرارداد پیش کرنے کا نوٹس دیا گیا، اس میں لکھا گیا:-

"چونکہ قادیانی اپنے عقائد کے لحاظ سے آئین کی جدول سوم متعلقہ دفعہ ۴۳ سے متصادم ہیں اس لیے مسلمان کی تعریف میں نہیں آتے، لہٰذا وہ اسمبلی کی نظروں میں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔"

"ان کے عقائد کا ثبوت ان کی طرف سے شائع ہونے والا لٹریچر ہے، یہ فرقہ نہ صرف مذہبی اختلاف کے اعتبار سے الگ حیثیت رکھتا ہے بلکہ سیاسی اور سماجی اعتبار سے بھی یہ فرقہ خود کو سوادِ اعظم سے الگ تصور کرتا ہے اور واقعات کے لحاظ سے یہ انگریز، اسرائیل اور بھارت کا ففتھ کالم (Fifth Column) ہے جو پاکستان میں سرگرم عمل ہے اور اس کی وفاداری بھی مشکوک ہے، انھوں نے تقسیم ہند کے بعد سے جان بوجھ کر اپنی جماعت کا ایک حصہ قادیان میں متعین کر رکھا ہے، تاکہ ضرورت پڑے تو اس سے کام لیا جا سکے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"حال ہی میں ربوہ کے ریلوے اسٹیشن پر جو واقعہ رونما ہوا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرقہ دراصل پاکستان میں ریاست در ریاست قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کا اظہار مختلف موقعوں پر اس فرقے کے سرگرم کارکن کر چکے ہیں۔"

"اس فرقے کو معمولی تصور نہ کیا جائے، بیشتر اسلامی ممالک بھی اس فرقے پر عدمِ اعتماد کا اظہار کر چکے ہیں۔"

"ان حالات کی روشنی میں پاکستان اور ملکی سالمیت کا تحفظ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس مرزائی احمدی فرقہ کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور کلیدی آسامیوں سے انھیں الگ کیا جائے اور ربوہ کے دروازے ساری قوم کے لیے کھول دیے جائیں۔"

۞ قومی اسمبلی نے ۳۰ جون ۱۹۷۴ء کے اجلاس میں قادیانی مسئلہ پر غور شروع کیا اور تمام اراکین اسمبلی پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی تشکیل دی گئی اور یہ طے پایا کہ اس خصوصی کمیٹی کی تمام کارروائی خفیہ رکھی جائے گی۔

۳۰ جون کو اجلاس میں ایک قرارداد اور ایک تحریک پیش کی گئی۔ پہلی تحریک وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ نے پیش کی، جس میں قادیانی مسئلہ پر غور کے لیے سفارش کی گئی۔ وزیر قانون کی جانب سے پیش کردہ تحریک کا متن حسب ذیل ہے:-

"یہ ایوان سارے ایوان پر مشتمل ایک خصوصی کمیٹی قائم کرتا ہے جس میں تقریریں کرنے کا حق رکھنے والے اور دوسرے ارکان بھی شامل ہیں اور جس کے چیئرمین اس ایوان کے ساتھ سپیکر ہوں گے اور یہ خصوصی کمیٹی حسب ذیل فرائض سرانجام دے گی:-

① ان لوگوں کی حیثیت متعین کی جائے جو نبی اکرم ﷺ کی ختمِ نبوت کے مسئلے پر ایمان نہیں رکھتے۔

② اس سلسلے میں کمیٹی کی پیش کردہ تجاویز، مشوروں اور قراردادوں پر اس معینہ مدت کے اندر غور وخوض مکمل کر لیا جائے، جس کا تعین کمیٹی کرے گی۔

③ اس غور وخوض کے نتیجے میں شہادتیں قلم بند کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے کے بعد کمیٹی اپنی سفارشات ایوان میں پیش کرے گی۔"

مسٹر پیرزادہ کی تحریک کے مطابق متذکرہ خصوصی کمیٹی کا کورم (Qurum) چالیس ممبروں کا مقرر کیا گیا، جن میں سے دس ممبر حزب اختلاف کے ارکان ہوں گے۔

اس کے بعد دوسری قرارداد جمعیت علمائے پاکستان کے پارلیمانی قائد مولانا شاہ احمد نورانی نے ۲۲ اراکین اسمبلی کی طرف سے پیش کی۔ ۱۵ اراکین قومی اسمبلی بعد میں اس قرارداد کے محرکین میں شامل ہو گئے۔ یہ قرارداد حسب ذیل ہے:-

"چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت محمد ﷺ کے بعد جو اللہ کے آخری نبی ہیں۔ نبوت کا دعویٰ کیا اور چونکہ اس کا جھوٹا دعویٰ نبوت، قرآن کریم کی بعض آیات میں تحریف کی سازش اور جہاد کو ساقط کر دینے کی کوشش، اسلام کے مسلمات سے بغاوت کے مترادف ہے اور چونکہ وہ سامراج کی پیداوار ہے، جس کا مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ہے۔ چونکہ پوری امتِ مسلمہ کا اس بات پر کامل اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہوں یا اسے کسی اور شکل میں اپنا مذہبی پیشوا یا مصلح مانتے ہوں وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

چونکہ اس کے پیروکار خواہ انہیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو وہ دھوکا دہی سے مسلمانوں کا ہی ایک فرقہ بن کر اور اس طرح ان میں گھل مل کر اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی کارروائیوں میں مصروف ہیں۔ چونکہ پوری دنیا کے مسلمانوں کی تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو ۶۔۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء مکہ مکرمہ میں رابطہ عالم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہوئی، جس میں دنیا بھر کی ۱۴۰ مسلم تنظیموں اور انجمنوں نے شرکت کی، اس میں کامل اتفاق رائے سے یہ فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ قادیانیت جس کا پیروکار دھوکا دہی سے اپنے آپ کو اسلام کا ایک فرقہ کہتے ہیں۔ دراصل اس فرقہ کا مقصد اسلام اور مسلم دنیا کے خلاف تخریبی کارروائیاں کرنا ہے۔ اس لیے اب یہ اسمبلی اعلان کرتی ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار خواہ انھیں کسی نام سے پکارا جاتا ہو مسلمان نہیں ہیں اور یہ کہ اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے، تاکہ اس اعلان کو ضروری ترامیم کے ذریعے عملی جامہ پہنایا جا سکے اور یہ کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ایک غیر مسلم اقلیت کی حیثیت سے ان کے جائز حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔"

قرارداد پر دستخط کرنے والے اراکین قومی اسمبلی

اس قرارداد پر جن اراکین قومی اسمبلی نے دستخط کیے وہ درج ذیل ہیں:-

۱- مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ۲- مولانا عبد المصطفیٰ الازہری ۳- مولانا مفتی محمود ۴- پروفیسر غفور احمد ۵- مولانا سید محمد علی رضوی ۶- مولانا عبد الحق (اکوڑہ خٹک) ۷- چوہدری ظہور الٰہی ۸- سردار شیر باز خان مزاری ۹- مولانا ظفر احمد انصاری ۱۰- جناب عبد الحمید جتوئی ۱۱- صاحب زادہ احمد رضا قصوری ۱۲- جناب محمود اعظم فاروقی ۱۳- مولانا صدر الشہید ۱۴- مولوی نعمت اللہ ۱۵- جناب عمرہ خان ۱۶- مخدوم نور محمد ۱۷- جناب غلام فاروق ۱۸- سردار مولا بخش سومرو ۱۹- سردار شوکت حیات خان ۲۰- حاجی علی احمد تالپور ۲۱- راؤ خورشید علی خان ۲۲- رئیس عطا محمد مری۔

بعد میں حسب ذیل ارکان نے بھی قرارداد پر دستخط کیے:-

۲۳- نواب زادہ میاں محمد ذاکر قریشی ۲۴- جناب کرم بخش اعوان ۲۵- مہر غلام حیدر بھروانہ ۲۶- صاحب زادہ صفی اللہ ۲۷- ملک جہانگیر خان ۲۸- جناب اکبر خان مہمند ۲۹- حاجی صالح خان ۳۰- خواجہ جمال محمد کوریجہ ۳۱- جناب غلام حسن خان دھاندلہ ۳۲- صاحب زادہ محمد نذیر سلطان ۳۳- صاحب زادہ محمد ابراہیم برق ۳۴- صاحب زادہ نعمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ خان شنواری ۳۵- جناب عبدالسبحان خان ۳۶- میجر جنرل جمال دار ۳۷- جناب عبدالمالک خان۔

رہبر کمیٹی کی تشکیل

قومی اسمبلی کے تمام ارکان پر مشتمل جو خصوصی کمیٹی قادیانی مسئلہ پر غور کرنے کے لیے تشکیل دی گئی تھی بعد ازاں اس خصوصی کمیٹی کے چھے اراکین پر مشتمل ایک رہبر کمیٹی تشکیل دی گئی۔ اس کمیٹی کے اراکین نے وزیر قانون کے ساتھ مل کر قرارداد ختم نبوت تیار کی جو کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو منظوری کے لیے پیش کی گئی۔

سفارشات

رہبر کمیٹی کی جانب سے درج ذیل سفارشات قومی اسمبلی میں پیش کی گئیں:-

''قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات سے قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لیے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہنما کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش آیا قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بہ شمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات کرتی ہے:-

(الف): پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے۔

اول: دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

دوم: دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعے غیر مسلم کی تعریف کی جائے۔

مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لیے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب): مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ کی شق (۳) کی تصریحات کے مطابق حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ہذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج): متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں منتخبہ قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د): پاکستان کے تمام شہریوں خواہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں، کے جان و مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔''

① - عبدالحفیظ پیرزادہ ② - مولوی مفتی محمود ③ - مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی ④ - پروفیسر غفور احمد ⑤ - غلام فاروق ⑥ - چوہدری ظہور الٰہی ⑦ - سردار مولا بخش سومرو۔

مسئلہ قادیانیت پر قومی اسمبلی میں یک جہتی کا مظہر!

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ قادیانیت مذہبی رنگ بھی رکھتا ہے اور سیاسی تصور بھی۔ قومی اسمبلی نے ان کو دونوں تناظر میں دیکھا، پرکھا اور برتا۔ الزام برائے الزام سے ہٹ کر دلیل کی قوت اور ثبوت کی طاقت کے ساتھ دور جدید کے ذہنوں کے سامنے رکھا، تا کہ امت کو گمراہی سے بچایا جا سکے اور جھوٹے پروپیگنڈے کو تحقیق کے ذریعے توڑا جا سکے۔

نبی محترم ﷺ کی ختم نبوت کا اعجاز ملاحظہ ہو کہ تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے قومی اسمبلی میں متحد ہو کر ایک ہی نعرہ لگایا:-

''مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔''

اس وقت قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا غوث ہزاروی، مولانا عبد الحق، پروفیسر غفور احمد، مولانا صدر الشہید، مولانا عبد الحکیم، مولانا عبد المصطفیٰ ازہری رحمہم اللہ اور ان کے رفقاء نے ختم نبوت کی وکالت کی۔

اس پارلیمنٹ کی سب سے جو نمایاں خصوصیت تھی وہ یہ کہ تمام اکابر علمائے کرام اور شجر شیوخ عظام کی مناسب نمائندگی وہاں موجود تھی، اگرچہ ایک دو مکاتب فکر بطور ممبر پارلیمنٹ کا حصہ نہیں تھے، لیکن تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ انھوں نے باہر رہ کر قادیانی مقدمہ تیار کر کے نمائندگان ایوان کے حوالے کیا۔ مرزائیت نے کفریہ عقائد کے ثبوت جمع کرنے نیز ان کے دجل و فریب کو اسمبلی کے فلور پر پیش کرنے کے لیے مناسب انداز میں مرتب کرنے کا کام علمائے کرام نے کیا۔ اس سلسلے میں مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری رحمہ اللہ کا نام بطور خاص لینا ضروری ہے۔ یقیناً تردید قادیانیت میں ان کی علمی اور فکری خدمات بے مثل ہیں۔

بہر حال متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی۔ اسی طرح پیپلز پارٹی بر سر اقتدار طبقہ (حکومت) کی طرف سے دوسری قرارداد عبد الحفیظ پیرزادہ مرحوم نے پیش کی جو وزارت قانون کے منصب پر فائز تھے۔ قومی اسمبلی میں مرزائیت پر بحث شروع ہو گئی۔ پورے ملک میں چاروں مکاتب فکر سے علمائے کرام و سیاسی اکابر علامہ مولانا سید محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری، مولانا مفتی محمود، علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا حافظ عبد القادر روپڑی، پروفیسر حافظ عبد اللہ بہاولپوری، مجید نظامی، نوابزادہ نصر اللہ خان، آغا شورش کاشمیری، مفتی زین العابدین، مولانا عبد الحق، مولانا تاج محمود، مولانا عبد الرزاق فاروقی احمد پوری، مولانا شمس الحق ملتانی، مولانا عبد الواحد، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبد الستار خان نیازی، مولانا صاحبزادہ فیض رسول حیدر، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن، میر خلیل الرحمان، خواجہ خان محمد، سائیں عبد الکریم بیر

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

والے، سائیں محمد شاہ امروہی، مولانا قاری عبد الوکیل صدیقی خانپوری، مولانا حکیم فیض اللہ خان احمد پوری (فیض سوپ صابن والے)، علامہ رحمت اللہ ارشد، مخدوم محمد ہاشمی، حاجی سیف اللہ، مولانا محمد اسحاق بھٹی، مولانا حبیب الرحمان یزدانی، مولانا محمد حنیف یزدانی، مولانا حکیم عبد الرحمان خلیق، ڈاکٹر سبطین لکھنوی، میاں فضل حق، میاں عبد الستار سرگودھوی، مولانا محمد صدیق فیصل آبادی، شیخ الحدیث مولانا محمد عبد اللہ، مولانا حافظ عزیز الرحمان لکھنوی، مولانا ابو الیاس محمد حسین محمدی السّلفی، مولانا سید حبیب الرحمان شاہ بخاری، مولانا ابو حفص عثمانی، مولانا عبد الرزاق سلفی عنایت پوری، مولانا حکیم عبد الخالق خان عزیز احمد پوری، مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری، مولانا بشیر احمد حسیم، مولانا عبد الخالق روپڑی، پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی، مولانا محمد حنیف ندوی، مولانا محمد مدنی جہلمی، مولانا عبد الرحمان عتیق وزیر آبادی، مولانا محمد حیات، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبد الرحیم اشعرؔ، مجیب الرحمان شامی، مولانا سید انور حسین نفیس رقم، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا نعیم الحق نعیمؔ، مولانا عزیز زبیدی، مولانا عبید اللہ انور، چوہدری غلام جیلانی، سید ابوذر، ابو معاویہ عطاء المنعم بخاری، مولانا مظفر علی شمسی، ثناء اللہ بھٹہ، میجر اعجاز احمد، مفتی سید احمد رضوی، قاضی حسین احمد، میاں محمد طفیل، مولانا غلام احمد اوکاڑی، مولانا خلیل قادری، مولانا غلام اللہ خان، مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا عبد الستار تونسوی، مولانا سید حسین اللہ، مولانا نور الحسن بخاری، ارباب سکندر خان، امیر زادہ خان، مولانا ظفر احمد انصاری، قاضی محمد افضل رسول، پروفیسر عبد الغفور رحمہ اللہ کے علاوہ مولانا ملک عبد الرشید عراقی، مولانا محمد یوسف انور، مولانا بشیر انصاری، مولانا اللہ وسایا، ڈاکٹر بہاء الدین، مولانا مجاہد الحسینی، مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق، علامہ پروفیسر ساجد میر، مولانا فضل الرحمان، مولانا حافظ صلاح الدین یوسف، مولانا رانا محمد شمشاد سلفی، مولانا ارشاد الحق اثری، مولانا میاں محمد جمیل حفظہ اللہ اور دیگر بے شمار اصحاب فکر ونظر کے نام آتے ہیں، جنھوں نے اس تحریک کو آگے بڑھانے میں علمی، قلمی تحریریں، تقریریں اور سیاسی خدمات سرانجام دیں اور بفضل اللہ تحریک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ نتیجتاً مرزائیوں کے دونوں گروہ قادیانی اور لاہوری غیر مسلم قرار پائے۔

گرفتار شدگان کی فوری رہائی کا حکم

تحریک کے دوران ہزاروں لوگوں کو گرفتار کیا گیا، جنھوں نے کافی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ بعد ازاں ان کی رہائی عمل میں آئی۔ وزیر اعظم پاکستان مرحوم ذو الفقار بھٹو نے گرفتار شدگان کی فوری رہائی کا حکم دیا۔ اس پر اس دور میں ''مشرق'' نے لکھا:-

''وزیر اعظم ذو الفقار علی بھٹو نے صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی ہے کہ ختمِ نبوت کی تحریک کے سلسلہ میں جن لوگوں کو گرفتار کیا گیا تھا، انھیں فوری طور پر رہا کر دیا جائے۔ وزیر اعظم نے سات ستمبر کو قومی اسمبلی کے تاریخی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بھی اعلان کیا تھا کہ قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلے کے پیشِ نظر ان لوگوں سے نرمی کا سلوک کیا جائے گا۔ جنھیں تحریک ختمِ نبوت کے دوران میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اب وزیر اعظم نے اس مقصد کے لیے صوبائی حکومتوں کو باضابطہ ہدایات بھی جاری کر دی ہیں۔ اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ اسیروں کی رہائی میں کوئی تاخیر روا نہیں رکھی جائے گی۔ اسیروں کی رہائی کے متعلق اعلان کے علاوہ وزیر اعظم نے قوم کے تمام فرقوں سے یہ اپیل بھی کی تھی کہ قادیانی مسئلہ حل ہونے کے بعد ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی اور تلخی کا دور ہمیشہ کے لیے ختم ہونا چاہیے۔ ملک کے تمام مکاتب فکر کے لوگوں بالخصوص حزب اختلاف کے ارکان اور رہنماؤں کو اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کرنی چاہیے۔ قادیانی مسئلہ حل کرنے کے سلسلے میں مختلف پارٹیوں نے جس افہام وتفہیم اور معقولیت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس سے ملک میں ایک خوشگوار فضا پیدا ہو گئی ہے، جس سے ہمارے وطن کو درپیش دوسرے مسائل کو حل کرنے میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ جناب محمد حنیف رامے نے بھی امید ظاہر کی ہے کہ رہا ہونے والے افراد شخصی سیاست سے بالاتر ہو کر امن، سکون، اعتماد اور اتحاد کی فضا پیدا کریں گے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم سب متحد ہو کر عوام کی اقتصادی ترقی اور خوشحالی کے لیے ٹھوس اور تعمیری کردار ادا کریں۔ قادیانی مسئلہ جس طرح حل کیا گیا ہے، اس سے ثابت ہو گیا ہے کہ ملک میں جمہوری ادارے موجود ہوں اور مسائل کو حل کرنے کے لیے نیک نیتی کے ساتھ جمہوری طریق کار اختیار کیا جائے تو ایسے مسائل کو حل کرنا بھی مشکل نہیں ہے جو لاینحل ہونے کی حد تک پیچیدہ نظر آتے ہیں۔

حکومت نے تحریکِ ختم نبوت کے سلسلہ میں گرفتار کیے جانے والے لوگوں کو رہا کرنے کا حکم جاری کر کے اپنی خیر سگالی اور مصالحت پسندی کا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ جو لوگ رہا کیے جا رہے ہیں ان کا بھی فرض ہے کہ وہ افہام وتفہیم، رواداری اور معقولیت پسندی کا مظاہرہ کریں۔ الزام تراشی، طعن وتشنیع اور تشدد پسندی سے کبھی کوئی مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ خاص طور پر ایک ایسے ملک میں جہاں جمہوری اداروں اور جمہوری روایات کی بنیادیں ابھی مستحکم نہیں ہو سکیں اور سیاست میں لا قانونیت کی آمیزش نے رفتہ رفتہ ایک معمول کی شکل اختیار کر لی ہے، جمہوری نظام کی کامیابی اور بقا کے لیے تمام سیاسی جماعتوں اور کارکنوں کو ایک مثبت اور تعمیری کردار ادا کرنا ہوگا۔

گرفتار شدہ افراد کی رہائی کے بعد ان سے اور ان کی جماعتوں سے توقع کی جاتی ہے کہ حکومت کے اس فراخ دلانہ طرزِ عمل کا جواب بھی فراخ دلی سے دیں گے اور سیاست کو مسلمہ جمہوری اصولوں کے مطابق چلانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے۔ پاکستان اس وقت جس بین الاقوامی اور اقتصادی مسائل سے دوچار ہے، ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا اور تعمیری رویہ اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے، جو لوگ لاقانونیت اور انتشار پسندی کا راستہ اختیار کرتے ہیں وہ صرف ہمارے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بار بار ان کے ساتھ نرمی کا سلوک نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ صوبے میں امن و امان قائم رکھنا ہر حکومت کی اولین ذمہ داری ہے۔'' (روزنامہ ''مشرق'' کراچی، ۱۹ ستمبر ۱۹۷۴ء)

ملکی اخبارات و جرائد کا کردار

ملکی اخبارات و رسائل نے بھی تحریک ختم نبوت کی آواز کو ملک گیر بنانے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس دور کے چند نامور اخبارات و جرائد کے ناموں پر ایک نظر ڈالیں جنھوں نے ڈنکے کی چوٹ علی وجہ البصیرت عقیدہ ختم نبوت کی ترویج و تحفظ کا فریضہ انجام دیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' (لاہور)، روزنامہ ''جنگ'' (لاہور)، روزنامہ ''مشرق'' (لاہور)، روزنامہ ''حریت'' (لاہور)، روزنامہ ''امروز'' (ملتان)، روزنامہ ''مساوات'' (لاہور)، روزنامہ ''ڈان'' (کراچی)، روزنامہ ''The Pakistan times Lahore''، ہفت روزہ ''لیل و نہار'' (لاہور)، ہفت روزہ ''نصرت'' (کراچی)، ہفت روزہ ''اخبار جہاں'' (کراچی)، ہفت روزہ ''الاسلام'' (گوجرانوالہ)، ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' (لاہور)، ہفت روزہ ''الاعتصام'' (لاہور)، ہفت روزہ ''تنظیم اہل حدیث'' (لاہور) ہفت روزہ ''کائنات'' (بہاولپور)، ہفت روزہ ''ستلج'' (بہاولپور)، ہفت روزہ ''خدام الدین'' (لاہور)، ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' (لاہور)، پندرہ روزہ ''صحیفہ اہلِ حدیث'' (کراچی)، پندرہ روزہ ''المنبر'' (فیصل آباد)، ایسے بے شمار اخبارات و جرائد کے نام الگ تاریخ پر دیکھے جا سکتے ہیں جنھوں نے قادیانیت کی سرکوبی میں شبانہ روز کام کیا۔

''تحریک ختم نبوت'' کے پھیلاؤ میں اخبارات و جرائد کا کردار امر ہو چکا ہے۔ بطور نمونہ چند اخباری خبریں یہاں نقل کی جا رہی ہیں:-

۵ جون ۱۹۷۴ء کے نوائے وقت نے مرزائیت کے متعلق یوں خبریں لگائیں:-

① -''مرزائیت کو اقلیت قرار دینے کے بارے میں غور و فکر''

''لاہور، ۴ جون (نامہ نگار خصوصی عارف نظامی) انتہائی با وثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت مرزائیوں کو اقلیتی فرقہ قرار دینے کے بارے میں سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔ اس بارے میں جلد ہی کسی اعلان کی توقع ہے۔ تاہم ابھی یہ واضح نہیں ہو سکا کہ حکومت قادیانی فرقہ کو اقلیت قرار دینے کے مسئلہ کو غور و خوض کے لیے اسلامی مشاورتی کونسل کے سپرد کرے گی یا اس کے بارے میں کوئی قانون نافذ کیا جائے گا۔ واضح رہے کہ وزیر اعظم بھٹو گزشتہ روز قومی اسمبلی میں قطعی طور پر یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ حکومت ختم نبوت پر مکمل یقین رکھتی ہے کیوں کہ یہ مسئلہ آئینی طور پر طے شدہ ہے۔''

② -''مسجد وزیر خان سے متعدد راہنماؤں کی گرفتاریاں''

''لاہور ۴ جون (نامہ نگار خصوصی) آج سہ پہر مسجد وزیر خان میں متعدد سیاسی و دینی راہ نماؤں کو جلسہ کرنے سے باز رکھنے کے لیے پولیس نے نو (۹) راہ نماؤں کو گرفتار کر لیا اور ان کو چار گھنٹہ تک زیر حراست رکھا۔ ان میں مولانا عبد الستار نیازی (جمعیت علمائے پاکستان)، آغا شورش کاشمیری (مدیر چٹان) چوہدری غلام جیلانی (جماعت اسلامی)، ملک محمد قاسم (پاکستان مسلم لیگ)، مولانا خلیل قادری، مفتی سید محمود رضوی، علامہ احسان الٰہی ظہیر (تحریک استقلال)، سید مظفر علی شمسی (ادارہ تحفظ حقوق شیعہ) اور حافظ عبد القادر روپڑی (جماعت اہلِ حدیث) شامل ہیں۔''

③ -''دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی''

''لاہور۔ مسجد وزیر خان سے جلوس نکال کر دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی کرنے کی کوشش کی گئی۔ عصر کی نماز کے بعد مسجد کے باہر تقریباً پانچ سو افراد جمع ہو گئے۔ پولیس نے ہجوم کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس استعمال کی۔''

④ -''لاہور لائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کا اہم اجلاس''

''لاہور۔ ۴ جون (ب ر) لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ نے آج اپنے خصوصی اجلاس میں وکلا کی ایک رابطہ کمیٹی قائم کی ہے جو واقعہ ربوہ سے تحقیقاتی کمیشن کی سماعت کے دوران کارروائی میں حصہ لے گی۔ ایسوسی ایشن کے نائب صدر مسٹر محمد اسمٰعیل قریشی وکلاء کی اس کمیٹی کے چیئرمین ہوں گے۔ جب کہ چودھری نذیر احمد، چودھری غلام باری سیلمی صدر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن لاہور، مسٹر آفتاب فرخ (رکن پاکستان بار کونسل) اور رانا عبد الرحیم رکن پنجاب کونسل اس کمیٹی کے ارکان ہوں گے۔ مسٹر جسٹس ڈاکٹر سید نسیم حسن شاہ کے کمرۂ عدالت میں سماعت ۵ جون ۱۹۷۴ء کو صبح نو بجے شروع ہوگی۔''

اب آخر میں چند خبریں ۸ جون ۱۹۷۴ء کے ''نوائے وقت'' سے پڑھیے:-

⑤ -''وزیر اعلیٰ پنجاب کی علماء وائمہ مساجد سے اپیل''

''(لاہور ۷ جون) وزیر اعلیٰ پنجاب مسٹر محمد حنیف رامے نے آج علماء اور ائمہ مساجد سے انتہائی جذباتی انداز میں اپیل کی ہے کہ وہ نظم و نسق اور امن و امان بحال رکھنے اور جمہوریت کا تحفظ کرنے میں حکومت سے تعاون کریں گے۔ وزیر اعلیٰ صوبائی اسمبلی کی عمارت میں تین سو (۳۰۰) مذہبی راہنماؤں سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا: آئین میں ختم نبوت کے مقدس تصور کا قطعی تحفظ موجود ہے اور کوئی شخص جو اس تصور پر ایمان نہیں رکھتا صدر یا وزیر اعظم بننے کا اہل نہیں۔''

⑥ -''امیر جماعت اسلامی کا مطالبہ''

''(ڈیرہ غازی خان، ۷ جون) امیر جماعت اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میاں طفیل محمد نے کہا ہے کہ ربوہ کی ریاست کے اندر ریاست کو فوراً ختم کیا جائے اور بلوچستان سے فوج اور پنجاب سے ایف سی ایف کو ربوہ بھیجا جائے۔"

⑦- "لندن میں ظفر اللہ قادیانی کی پریس کانفرنس"

"لندن ۷ جون (ریڈیو رپورٹ) قادیانی جماعت کے ایک راہنما عالمی عدالت انصاف کے سابق جج مسٹر محمد ظفر اللہ نے الزام لگایا ہے کہ پنجاب میں ان کے فرقہ پر مظالم ڈھائے جا رہے ہیں اور صوبہ کی انتظامیہ و پولیس بے نیازی کا ثبوت دے رہی ہے۔ حکومت پنجاب اور پولیس کی انتظامیہ قادیانیوں کے جان و مال کے تحفظ میں ناکام رہی ہے۔ انھوں نے عالمی اداروں سے اپیل کی ہے کہ وہ حالات کا جائزہ لینے کے لیے اپنے مبصرین بھیجیں۔ خیال رہے کہ مسٹر ظفر اللہ راولپنڈی میں ہیں، ہمارے نمایندہ خصوصی کی اطلاع کے مطابق وہ حال ہی میں پنڈی پہنچے ہیں اور انھوں نے وزیر اعظم سے ملاقات کی ہے۔"

⑧- "خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آرہا ہے"

"لاہور ۷ جون (چیف رپورٹر) معلوم ہوا ہے کہ ربوہ میں قادیانی فرقہ نے حال ہی میں سیمنٹ کی ایک بڑی دیوار پر جلی حروف میں ایک انگریزی عبارت درج کی ہے، جس میں کہا گیا ہے: "خدا اپنی فوجوں کے ساتھ آرہا ہے۔" باخبر ذرائع کے مطابق یہ فرقہ قادیانی فرقہ کے سربراہ کی ۱۹۵۳ء کی ایک طویل تحریر سے ماخوذ ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس تحریر کا مندرجہ بالا اقتباس ایک بار پہلے بھی اس وقت قادیانی جماعت کے نعرے کی صورت میں مشہور کیا تھا، جب قادیانیوں کے خلاف ۱۹۵۳ء میں تحریک چلائی گئی تھی، اس نعرے کی تشہیر کے کچھ دن بعد مارشل لاء لگا دیا گیا تھا۔"

⑨- "ہم قادیانیوں کے بارے میں اپنے بنیادی موقف سے دست بردار نہیں ہوں گے، علماء کا اعلان"

"لاہور ۷ جون (چیف رپورٹر) علماء نے آج صوبائی وزیر اعلیٰ مسٹر محمد حنیف رامے پر واضح کر دیا ہے کہ وہ قادیانیوں کے بارے میں اپنے بنیادی مطالبات سے دست بردار ہونے کے لیے کسی صورت میں تیار نہیں ہیں۔ صوبائی وزیر نے آج تقریباً دو اڑھائی سو کے قریب علماء سے خطاب کیا جس کے بعد احسان الٰہی ظہیر (تحریک استقلال) اور بعض دوسرے علماء نے وزیر اعلیٰ پر واضح کر دیا کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے، ربوہ کو کھلا شہر بنایا جائے۔" (روزنامہ نوائے وقت ۸ جون ۱۹۷۴ء)

⑩- "حافظ عبد القادر روپڑی نے قادیانیوں سے مناظرے کا چیلنج قبول کر لیا"

"لاہور ۲۲ جون (سٹاف رپورٹر) جماعت اہلِ حدیث کے ناظم اعلیٰ اور متحدہ مجلس عمل کے رکن حافظ عبد القادر روپڑی نے پنجاب اسمبلی کے رکن چودھری محمد اعظم کی پنجاب اسمبلی کی حالیہ تقریر کا حوالہ دیتے ہوئے قادیانیوں کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج قبول کرنے کا اعلان کیا ہے۔ ایک بیان میں مولانا روپڑی نے کہا کہ مرزائی جب چاہیں، جہاں چاہیں ہم ان کے ساتھ مناظرہ کے لیے تیار ہیں۔ لیکن مناظرہ ریڈیو، ٹی وی پر نہیں جلسہ عام میں ہوگا اور موضوع ہوگا: "مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار کیوں دیا جائے؟" انھوں نے کہا کہ مناظرہ کی شرط یہ ہے کہ یہ مرزا ناصر احمد کے ساتھ مناظرہ ہوگا اور ثالث مناظرہ وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو ہوں گے اور یہ ریڈیو ٹی وی سے نشر کیا جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ اس طرح مسٹر ظفر اللہ اور مرزائیوں کی وطن دوستی کا بھی فیصلہ ہو جائے گا۔"

(روزنامہ نوائے وقت ۲۳ جون ۱۹۷۴ء)

قادیانی لیڈر مرزا ناصر کے ساتھ سوال و جواب کی دلچسپ سرگزشت

۱۹۷۴ء میں جب قومی اسمبلی میں فیصلہ ہوا کہ قادیانیوں کو موقع دیا جائے کہ وہ اپنا موقف اور دلائل دینے قومی اسمبلی میں آئیں تو مرزا ناصر قادیانی سفید شلوار کرتے میں ملبوس، طرے دار پگڑی باندھ کر آیا، متشرع سفید ڈاڑھی، قرآن مجید کی آیات ورد زبان اور حضرت سید خیر البشر ﷺ کا اسم مقدس زبان پر لاتا تو پورے ادب و احترام کے ساتھ درود شریف بھی پڑھتا۔ اس پورے منظر کے متعلق حضرت مولانا مفتی محمود مرحوم کا کہنا تھا کہ ایسے میں اراکین اسمبلی کو اس کی ابلیسیت اور دجل و فریب کے متعلق قائل کرنا اور پھر ان کے ذہنوں کو تبدیل کرنا کوئی سہل کام نہ تھا۔

ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک کے شمارہ ۵ جنوری ۱۹۷۵ء کے صفحہ ۴۱ پر اس واقعے کی کچھ تفصیل یوں بیان کی گئی ہے کہ دلچسپی کے بہت سے پہلو سامنے آتے ہیں، مولانا فرماتے ہیں:-

"یہ مسئلہ بہت بڑا اور مشکل تھا۔"

اللہ کی شان کہ پورے ایوان کی طرف سے مفتی محمود صاحب کو ایوان کی ترجمانی کا شرف ملا اور مفتی صاحب نے راتوں کو جاگ جاگ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا، حوالے نوٹ کیے، سوالات ترتیب دیے، اس کا نتیجہ تھا کہ مرزا طاہر قادیانی کے طویل بیان کے بعد جرح کا جب آغاز ہوا تو مفتی محمود صاحب کے بقول "ہمارا کام پہلے ہی دن بن گیا۔"

مفتی صاحب کے سوالات اور قادیانی مرزا طاہر کے جوابات

اب سوالات مفتی صاحب کی طرف سے اور جوابات مرزا طاہر قادیانی کی طرف سے آپ کی خدمت میں!!

مفتی محمود صاحب نے مرزا طاہر سے سوالات کرنا شروع کیے تو اس کی حالت دیدنی تھی، وہ دجل و تلبیس کے ساتھ ماہرانہ انداز میں جواب دے رہا تھا، مفتی صاحب نے مرزا طاہر سے پہلا سوال پوچھا:-

سوال مرزا غلام احمد کے بارے میں آپ کا کیا عقیدہ ہے؟

جواب وہ امتی نبی تھے، امتی نبی کا معنی یہ ہے کہ امت محمدیہ کا فرد جو آپ ﷺ کے کامل اتباع کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے نبوت کا مقام حاصل کر لے۔

سوال اس پر وحی آتی تھی؟

جواب آتی تھی۔

سوال (اس میں) خطاء کا کوئی احتمال؟

جواب بالکل نہیں۔

سوال مرزا قادیانی نے لکھا ہے: "جو شخص مجھ پر ایمان نہیں لاتا، خواہ اس کو میرا نام نہ پہنچا ہو وہ کافر ہے، پکا کافر، دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔" اس عبارت سے تو ستر کروڑ مسلمان سب کافر ہیں۔

جواب کافر تو ہیں لیکن چھوٹے کافر ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں "کفر دون کفر" کی روایت درج کی ہے۔

سوال آگے مرزا نے لکھا ہے: پکا کافر؟

جواب اس کا مطلب ہے: اپنے کفر میں پکے ہیں۔

سوال آگے لکھا ہے: دائرۂ اسلام سے خارج ہے؟

جواب دراصل دائرۂ اسلام کی کئی کیٹگریاں ہیں، اگر بعض سے نکلا ہے تو بعض سے نہیں نکلا ہے۔

سوال ایک جگہ اس نے لکھا ہے: جہنمی بھی ہے؟ (یہاں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ جب قومی اسمبلی کے ممبران نے مرزا طاہر کا یہ بیان سنا تو سب کے کان کھڑے ہو گئے، اچھا ہم جہنمی ہیں، اس سے ممبروں کو دھچکا لگا) مفتی صاحب نے اس موقع پر دوسرا سوال کہ مرزا قادیانی سے پہلے کوئی نبی آیا ہے جو امتی نبی ہو؟ کیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ امتی نبی تھے؟

جواب نہیں تھے۔

سوال اس جواب پر مفتی صاحب نے کہا: تو مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد آپ کا اور ہمارا عقیدہ ایک ہو گیا۔ بس فرق یہ ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت ختم سمجھتے ہیں اور تم مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد نبوت ختم سمجھتے ہو تو گویا تمہارا خاتم النبیین مرزا غلام احمد قادیانی ہے اور ہمارے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ ہیں۔

جواب وہ فنا فی الرسول تھے، یہ ان کا اپنا کمال تھا، وہ عین محمد ہو گئے تھے (معاذ اللہ نبی محمد ﷺ کی اس سے زیادہ توہین کیا ہو سکتی تھی؟)

سوال مرزا غلام قادیانی نے اپنی کتابوں کے بارے میں لکھا ہے: اسے ہر مسلم محبت و مودت کی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے اور ان کے معارف سے نفع اٹھاتا ہے، مجھے قبول کرتا ہے اور (میرے) دعوے کی تصدیق کرتا ہے مگر (ذریۃ البغایا) "بدکار عورتوں کی اولاد" وہ لوگ جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا رکھی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

جواب بغایا کے معنی سرکشوں کے ہیں۔

سوال بغایا کا لفظ قرآن پاک میں آیا ہے: وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا [مریم: ۲۸] "تیری ماں بدکار نہ تھی۔"

جواب قرآن میں لفظ بَغِيًّا ہے "بغایا" نہیں۔

اس جواب پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ صرف مفرد اور جمع کا فرق ہے، نیز جامع ترمذی شریف میں اس مفہوم میں لفظ بغایا بھی مذکور ہے۔ یعنی "...... ینکحن النفس من بغیر ......" (پھر جوش سے کہا: میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ تم اس لفظ بغایا کا استعمال اس معنی (بدکارہ) کے علاوہ کسی دوسرے معنی میں ہرگز نہیں کر کے دکھا سکتے۔)

(اور مرزا طاہر لاجواب ہو گیا)

فیصلہ قادیانیت مراحل پارلیمنٹ میں

۱۳ دن کے سوال جواب کے بعد جب فیصلہ کی گھڑی آئی تو ۲۲ اگست ۱۹۷۴ء کو اپوزیشن کی طرف سے ۶ افراد پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جن میں مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر عبد الغفور احمد، چودھری ظہور الٰہی، مسٹر غلام فاروق، سردار مولا بخش سومرو اور حکومت کی طرف سے وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ (رحمہم اللہ) تھے ان کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ آئینی و قانونی طور پر اس کا حل نکالیں، تاکہ آئین پاکستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کے کفر کو درج کر دیا جائے۔ لیکن اس موقع پر ایک اور مناظرہ منتظر تھا۔ پھر قادیانی و لاہوری گروپ پر قومی اسمبلی میں جرح تیرہ روز تک جاری رہی۔ گیارہ دن ربوہ گروپ پر دو دن لاہوری گروپ پر۔ ہر روز آٹھ گھنٹے جرح ہوتی، اس جرح و تنقید نے قادیانیت کے بھیانک چہرے کو بے نقاب کر کے رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک اور مناظرہ وزیر اعظم ذو الفقار علی بھٹو کی حکومت سے شروع ہوا کہ آئین پاکستان میں اس مقدمہ کا حاصل مغز کیسے لکھا جائے؟

مسلسل بحث و مباحثہ کے بعد ۲۳ اگست سے ۵ ستمبر ۱۹۷۴ء کی شام تک اس کمیٹی کے بہت سے اجلاس ہوئے مگر متفقہ حل کی صورت گری ممکن نہ ہو سکی۔ سب سے زیادہ جھگڑا دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم کے مسئلے پر ہوا۔ حکومت چاہتی تھی کہ اس میں ترمیم نہ ہو، اس دفعہ ۱۰۶ کے تحت صوبائی اسمبلیوں میں غیر مسلم اقلیتوں کو نمائندگی دی گئی تھی، ایک بلوچستان میں، ایک سرحد میں، ایک دو سندھ میں اور پنجاب میں تین سیٹیں اور کچھ چھے اقلیتوں کے نام بھی لکھے ہیں، عیسائی، ہندو، پارسی، بدھ اور شیڈول کاسٹ یعنی اچھوت۔

مفتی محمود صاحب اور دیگر کمیٹی کے ارکان یہ چاہتے تھے کہ ان ۶ کی قطار میں قادیانیوں کو بھی شامل کیا جائے، تاکہ کوئی شبہ باقی نہ رہے۔ اس کے لیے بھٹو حکومت تیار نہ تھی، وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ نے کہا: اس بات کو رہنے دو۔

مفتی محمود صاحب نے کہا: جب اور اقلیتوں اور فرقوں کے نام فہرست میں شامل ہیں تو ان کا نام بھی لکھ دیں۔

پیرزادہ نے جواب دیا کہ ان اقلیتوں کا خود کا مطالبہ تھا کہ ہمارا نام لکھا جائے، جب کہ مرزائیوں کی یہ ڈیمانڈ نہیں ہے۔

مفتی صاحب نے کہا کہ یہ تو تمہاری تنگ نظری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ہماری فراخ دلی کا ثبوت ہے کہ ہم ان مرزائیوں کو بغیر ان کی ڈیمانڈ کے انھیں دے رہے ہیں۔

اس بحث مباحثہ کا ۵ ستمبر کی شام تک کمیٹی کوئی فیصلہ ہی نہ کر سکی۔ چنانچہ ۶ ستمبر کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے مفتی محمود سمیت پوری کمیٹی کے ارکان کو پرائم منسٹر ہاؤس بلایا، لیکن یہاں بھی بحث و مباحثہ کا نتیجہ صفر نکلا۔ حکومت کی کوشش تھی کہ دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم کا مسئلہ رہنے دیا جائے۔

جب کہ مفتی محمود صاحب اور دیگر کمیٹی کے ارکان سمجھتے تھے کہ اس کے بغیر حل ادھورا رہے گا، بڑے بحث و مباحثہ کے بعد بھٹو صاحب نے کہا کہ میں سوچوں گا۔

عصر کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہوا۔ وزیر قانون عبد الحفیظ پیرزادہ نے مفتی صاحب اور دیگر کمیٹی ارکان کو اسپیکر کے کمرے میں بلایا۔ مفتی محمود صاحب اور کمیٹی نے وہاں بھی اپنے اسی موقف کو دہرایا کہ دفعہ ۱۰۶ میں دیگر اقلیتوں کے ساتھ مرزائیوں کا نام لکھا اور اس کی تصریح کی جائے اور بریکٹ میں قادیانی اور لاہوری گروپ لکھا جائے۔ پیرزادہ صاحب نے کہا کہ وہ اپنے آپ کو مرزائی نہیں کہتے، احمدی کہتے ہیں۔

مفتی محمود صاحب نے کہا کہ احمدی تو ہم ہیں، ہم ان کو احمدی تسلیم نہیں کرتے، پھر کہا کہ چلو مرزا غلام احمد کے پیروکار لکھ دو۔

وزیر قانون نے نکتہ اٹھایا کہ آئین میں کسی شخص کا نام نہیں ہوتا (حالانکہ محمد علی جناح کا نام آئین میں موجود ہے) اور سوچ کر بولے: مفتی صاحب! مرزا کا نام ڈال کر کیوں آئین کو پلید کرتے ہو؟ وزیر قانون کا خیال تھا، شاید مفتی محمود صاحب اس حیلے سے ٹل جائیں گے (لیکن مفتی صاحب تو پھر مفتی صاحب تھے)۔

مفتی صاحب نے جواب دیا کہ شیطان، ابلیس، خنزیر اور فرعون کے نام تو قرآن پاک میں موجود ہیں، کیا ان ناموں سے نعوذ باللہ قرآن پاک کی صداقت و تقدس پر کوئی برا اثر پڑا ہے؟

اس موقع پر وزیر قانون پیرزادہ صاحب لا جواب ہو کر کہنے لگے: چلو ایسا لکھ دو جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں۔

مفتی صاحب نے کہا: بریکٹ بند ثانوی درجہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ صرف وضاحت کے لیے ہوتا ہے، لہٰذا یوں لکھ دو: قادیانی گروپ۔ لاہوری گروپ جو اپنے آپ کو احمدی کہلاتے ہیں اور پھر الحمد للہ اس پر فیصلہ ہو گیا۔ (ماہنامہ "الحق" اکوڑہ خٹک جنوری ۱۹۷۵ء ص: ۴۱)

پارلیمنٹ کا تاریخ ساز فیصلہ

بڑی جانفشانی کے ساتھ علمائے اسلام نے مرزائیت کے باطل دعاوی و افکار کی روشنی میں جو قرارداد پیش کی، اس کی تمام ممبران پارلیمنٹ بشمول دینی، علمی، سیاسی، سیکولر، مسلم و غیر مسلم حضرات نے اس کی توثیق کی جس میں قادیانیوں اور لاہوری گروپ دونوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ یہ متفقہ بل درج ذیل ہے۔

آئین پاکستان میں ترمیم کے لیے بل
(دستوری بل ثانی ایکٹ ۱۹۷۴ء)

"ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لیے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے، لہٰذا بذریعہ ہذا حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے

① - مختصر عنوان اور آغاز و نفاذ

۱ - یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

۲ - یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

② - آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم

"اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا کہ دفعہ ۱۰۶ کی شق ۳ میں لفظ "فرقوں" کے بعد الفاظ اور قوسین "قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں" درج کیے جائیں گے۔"

③ - آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم

"آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی (۳) جو شخص حضرت محمد ﷺ جو کہ آخری نبی ہیں کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا، یا حضرت محمد ﷺ کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی بھی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے وہ آئین یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔"

بیان اغراض و وجوہ

"جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا یا جو حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔"

عبد الحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

امریکی پریس کا تبصرہ

۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے اس فیصلے پر دنیا بھر کے اشاعتی اداروں نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ امریکہ کے ابلاغی ادارے اس میں پیش پیش تھے، دیکھیے امریکی پریس کا تبصرہ:-

"The National Assembly and Senate, meeting, Separately September 7, 1974, adopted and constitutional amendment declaring the Ahmedis, minority Muslim set resolution are non-Muslims on the ground that they did not believe that Muhammad (peace be upon him) was the last Prophet of Islam."

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیگر قوانین میں ترامیم و حلف نامے

صدر کا حلف، آرٹیکل ۴۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں .....، صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، کتب الٰہیہ، جن میں قرآن پاک خاتم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بہ حیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، روز قیامت اور قرآن پاک و سنت کی جملہ مقتضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں

کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفا دار رہوں گا۔

کہ بہ حیثیت صدر پاکستان میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمان داری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفا داری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، یک جہتی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا۔

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔

کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو بہ حیثیت صدر پاکستان میرے سامنے غور کے لیے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت صدر اپنے فرائض کی کماحقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔

اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین

وزیر اعظم کا حلف، آرٹیکل ۹۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں .....، صدق دل سے حلف اٹھاتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں اور وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، کتب الٰہیہ، جن میں قرآن پاک خاتم الکتب ہے، نبوت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بہ حیثیت خاتم النبیین جن کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا، روز قیامت اور قرآن پاک و سنت کی جملہ مقتضیات و تعلیمات پر ایمان رکھتا ہوں

کہ میں خلوص نیت سے پاکستان کا حامی اور وفا دار رہوں گا۔

کہ بہ حیثیت وزیر اعظم پاکستان میں اپنے فرائض و کار ہائے منصبی ایمان داری، اپنی انتہائی صلاحیت اور وفا داری کے ساتھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور اور قانون کے مطابق اور ہمیشہ پاکستان کی خود مختاری، سالمیت، استحکام، یک جہتی اور خوش حالی کی خاطر انجام دوں گا۔

کہ میں اسلامی نظریہ کو برقرار رکھنے کے لیے کوشاں رہوں گا جو قیام پاکستان کی بنیاد ہے۔

کہ میں اپنے ذاتی مفاد کو اپنے سرکاری کام یا اپنے سرکاری فیصلوں پر اثر انداز نہیں ہونے دوں گا۔

کہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کو برقرار رکھوں گا اور اس کا تحفظ اور دفاع کروں گا۔

کہ میں ہر حالت میں ہر قسم کے لوگوں کے ساتھ، بلا خوف و رعایت اور بلا رغبت و عناد، قانون کے مطابق انصاف کروں گا۔

اور یہ کہ میں کسی شخص کو بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی ایسے معاملے کی نہ اطلاع دوں گا اور نہ اسے ظاہر کروں گا جو بہ حیثیت صدر پاکستان میرے سامنے غور کے لیے پیش کیا جائے گا یا میرے علم میں آئے گا بجز جب کہ بحیثیت وزیر اعظم اپنے فرائض کی کماحقہ انجام دہی کے لیے ایسا کرنا ضروری ہو۔

اللہ تعالیٰ میری مدد اور رہنمائی فرمائے۔ آمین

درخواست فارم برائے حصول شناختی کارڈ میں درج حلف نامہ

درخواست فارم برائے حصول شناختی کارڈ میں "مذہب" کے اندراج کے لیے قادیانیوں احمدیوں کے لیے الگ خانہ مختص کیا گیا ہے۔ نیز ہر وہ درخواست دہندہ جو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس کے لیے درج ذیل حلف نامہ کی تصدیق کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے:-

"I Solemny affirm that, I believe completely and unconditionally in the finality of the Prophethood of the Prophet MUHAMMAD (PBUH), and that I am not a follower of any person who claims Prophethood on the basis of any interpretation of this word, neither I believe such a claimant to be a reformer or a prophet, nor I belong to Qaidiani or Lahori group or call myself Ahmedi."

ترجمہ: "میں حلفاً تصدیق کرتا / کرتی ہوں کہ کہ میں حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر یقین رکھتا / رکھتی ہوں اور میں کسی ایسے شخص کا / کی پیروکار نہیں جو کسی بھی تشریح کے لحاظ سے نبی یا مذہبی مصلح ہونے کا دعویدار ہو، میں نہ کسی ایسے شخص کو پیغمبر مانتا / مانتی ہوں نہ ہی مذہبی مصلح، اور نہ ہی میں قادیانی یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا / رکھتی ہوں اور نہ ہی خود کو احمدی کہلواتا / کہلواتی ہوں۔"

درخواست برائے حصول پاسپورٹ میں درج حلف نامہ

I...... S/O, W/O, D/O ...... aged....... years, Adult Muslim resident of .... declare:-

1. I am Muslim and beleive the absolute and unqualified

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

finality of the Prophethood of MUHAMMAD (PBUH) as the last of the Prophets.

2. I do nat recogniye any person who claims to be a Prophet in any sense of the word or of any description whatsover after Muhammad (PBUH) or recognize such a claimant as Prophet or a religious reformer or as a Muslim.

3. I consider Mirza Ghulam Ahman Quadiani to be an imposter Nabi and also consider his follower whether belonging to the Lahori or Quadiani group to be non-muslim.

ترجمہ: ''میں ...... بن/بنت/زوجہ ...... عمر ...... بالغ، مسلمان رہائشی ...... اعلان کرتا/کرتی ہوں:-

①- میں ایک مسلمان ہوں اور حضرت محمد ﷺ بہ حیثیت خاتم النبیین کی مکمل (حتمی) اور غیر مشروط ختم نبوت پر ایمان رکھتا/رکھتی ہوں۔

②- میں کسی ایسے شخص کو نبی یا مذہبی مصلح یا مسلمان نہیں مانتا / مانتی جو کسی بھی معنی یا اصطلاح میں حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویدار ہو۔

③- میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ایک دھوکے باز خیال کرتا/کرتی ہوں اور ان کے پیروکاروں خواہ لاہوری گروپ سے ہوں یا قادیانی گروپ سے، غیر مسلم خیال کرتا/کرتی ہوں۔

صدارتی فرمان نمبر ۸ مجریہ سال ۱۹۸۲ء

چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ سال ۱۹۷۴ء) کے ذریعے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور ۱۹۷۳ء میں ترامیم کی گئی تھیں تاکہ صوبائی اسمبلیوں میں نمائندگی کی غرض سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کو (جو خود کو احمدی کہتے ہیں) غیر مسلموں میں شامل کیا جائے اور تاکہ یہ قرار دیا جائے کہ کوئی شخص خود کو خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو، یا ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہو، دستور یا قانون کی اغراض کے لیے مسلمان نہیں ہے۔

اور چونکہ فرمان صدر نمبر ۱۷ مجریہ سال ۱۹۷۸ء کے ذریعے من جملہ اور چیزوں کے قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں میں غیر مشروط مسلم بہ شمول قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں) مناسب نمائندگی کے لیے حکم وضع کیا گیا تھا۔ اور چونکہ فرمان عارضی دستور، ۱۹۸۱ء فرمان CML no.1 مجریہ سال ۱۹۸۱ء) نے مذکورہ بالا دستور کے ایسے احکام کو جو متعلقہ تھے اپنا جز قرار دیا تھا۔

اور چونکہ مذکورہ بالا فرمان میں واضح طور پر لفظ ''مسلم'' کی تعریف کی گئی ہے جس سے ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ یا پارسی فرقہ سے تعلق رکھنے والا شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کوئی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء نے دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بہ شمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا، جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے، مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعے کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔ لہٰذا اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بہ موجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر نے قانونی صورت حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لیے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے۔

①-مختصر عنوان اور آغاز نفاذ (۱) یہ فرمان ترمیم دستور (استقرار) کا فرمان مجریہ سال ۱۹۸۲ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

②- یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔ استقرار ...... بذریعہ ہٰذا اعلان کیا جاتا ہے اور مزید توثیق کی جاتی ہے کہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) کی جدول اول میں دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۱۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) کی شمولیت سے، جس کی رو سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور، ۱۹۷۳ء میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کی گئی تھیں۔

(الف) مذکورہ بالا ترامیم کا تسلسل متاثر نہیں ہوا ہے اور نہ ہوگا جو مذکورہ بالا دستور کے جزو کی حیثیت سے برقرار ہیں یا

(ب) قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کے اشخاص کی (جو خود کو ''احمدی'' کہتے ہیں غیر مسلم کے طور پر حیثیت تبدیل نہیں ہوتی ہے اور نہ ہوگی اور وہ بدستور غیر مسلم ہیں۔

متذکرہ بالا متن سے ظاہر ہے کہ قادیانیوں کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئینی و قانونی حیثیت بہ طور غیر مسلم قطعی طور پر مسلمہ اور قائم ہے۔ کچھ حلقوں نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ متذکرہ بالا صدارتی فرمان اور فرمان عارضی دستور مجریہ سال ۱۹۸۱ء چونکہ عارضی قانونی اقدامات ہیں لہٰذا ان کے منسوخ ہو جانے پر مسلم اور غیر مسلم کی تعریف جو فرمان عارضی دستور کے آرٹیکل نمبر ۱ الف میں بیان کی گئی ہے، بھی ختم ہو جائے گی اور چونکہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء (نمبر ۴۹ بابت سال ۱۹۷۴ء) جس کی رو سے ۱۹۷۳ء کے دستور میں ترامیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا، وفاقی قانون (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء کے ذریعے منسوخ ہو چکا ہے، اس لیے دستور کے بحال ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہو گی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل طور پر بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع کردہ

وزارت اطلاعات ونشریات

محکمہ فلم ومطبوعات، اسلام آباد

۱۸ مئی ۱۹۸۲ء

قادیانی مؤقف اور حقائق

اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کا قومی اسمبلی میں قادیانی مؤقف پر حقیقت افروز بیان

قومی اسمبلی میں مسئلہ قادیانیت پر بحث کرنے کے لیے قومی اسمبلی کے تمام ممبران خصوصی کمیٹی کے ممبران قرار پائے تھے۔ ان سے یہ طے ہوا کہ وہ اپنی تسلی کے لیے از خود قادیانیوں سے ان کے مذہب کے متعلق سوالات کریں لیکن اس کا طریقہ کار یہ بنایا گیا کہ وہ اٹارنی جنرل جناب یحییٰ بختیار کے ذریعے ہوں گے۔ زیر نظر مضمون جناب یحییٰ بختیار کے اس نقاب کشا بیان کا ایک مختصر حصہ ہے جو انھوں نے پانچ اور چھے ستمبر ۱۹۷۴ء کو پارلیمنٹ سے بحیثیت اٹارنی جنرل دیا تھا اور جس کے نتیجے میں قانون ساز اسمبلی نے بالآخر قادیانیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم قرار دیا تھا۔ اگرچہ تاریخی اہمیت کا حامل یہ بیان کافی طویل ہے۔ تاہم یہاں اس کا ایک حصہ درج کیا جا رہا ہے:-

انھوں نے کہا: "اس کے بعد ہم اس (مرزا غلام احمد) کی زندگی کے تیسرے دور کی طرف آتے ہیں، لیکن اس کا ذکر کرنے سے پیشتر میں ایوان کی توجہ ایک دو حوالہ جات کی طرف مبذول کراؤں گا۔ یہ ان کے مطابق لفظ "خاتم النبیین" کے معنی کے بارے میں ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ قادیانیوں یا مرزا غلام احمد یا اس کے پیروکاروں کے عقیدے کی رو سے نبی کی ضرورت کیوں تھی؟ اس دلیل کا ذکر "کلمۃ الفصل" جو ریویو آف ریلیجن کی جلد نمبر ۱۴ کے شمارے نمبر ۳، ۴ مارچ، اپریل ۱۹۱۵ء میں ملتا ہے۔ یہ دلچسپ ہونے کے ساتھ جگر سوز بھی ہے۔ ایسا کیوں ہے، میں نہیں جانتا مگر مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کرنے کا پس منظر صفحہ نمبر ۱۰۱ پر اس طرح درج ہے:-

"دجال نے پورے زور کے ساتھ خروج کیا تھا۔ یاجوج ماجوج کی فوجیں ہر ایک جگہ سے اُمڈی چلی آتی تھیں۔ اسلام عیسائیت کے پاؤں پر جان کنی کی حالت میں پڑا تھا اور دہریت اپنے آپ کو ایک خوبصورت شکل میں پیش کر رہی تھی مگر اس پر بھی مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ خواب غفلت میں سو گئے۔ حتیٰ کہ وقت آیا جب محمد ﷺ کی روح اپنی امت کی حالت زار دیکھ کر تڑپتی ہوئی آستانہ الٰہی پر گری اور عرض کیا کہ اے بادشاہوں کے بادشاہ! اے غریبوں کی مدد کرنے والے! میری کشتی ایک خطرناک طوفان میں گھر گئی ہے، میری بھیڑوں پر بھیڑیے ٹوٹ پڑے ہیں، میری امت شیطان کے پنجے میں گرفتار ہے، تو خود میری مدد فرما اور میری بھیڑوں کے لیے کسی چرواہے کو بھیج۔ تب یکا یک آسمان سے ظلمت کا پردہ پھٹا اور خدا کا ایک نبی فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے زمین پر اترا تاکہ دنیا کو اس طوفانِ عظیم سے بچائے اور امت محمدیہ کی گرتی ہوئی عمارت کو سنبھال لے۔"

مزید وہ کہتا ہے:-

"وہ جو دنیا کا آخری نجات دینے والا بن کر آسمان پر سے دنیا کی مصیبت کے وقت زمین پر اترا، وہ جو امت محمدیہ کی بھیڑوں پر حملہ کرنے والے بھیڑیوں کو ہلاک کرنے کے لیے آیا۔ وہ جو اسلام کی کشتی کو طوفان میں گھرے دیکھ کر اٹھا، تاکہ اسے کنارہ پر لگائے، وہ جو خیر الامم کو شیطان کے پنجہ میں گرفتار پاکر شیطان پر حملہ آور ہوا، وہ جو دجال کو زوروں پر دیکھ کر اس کے ظلم کو پاش پاش کرنے کے لیے آگے بڑھا، وہ جو یاجوج ماجوج کی فوجوں کے سامنے اکیلا سینہ سپر ہوا، وہ جو مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں کو دور کرنے کے لیے امن کا شہزادہ بن کر زمین پر آیا، وہ جو دنیا پر اندھیرا ہوا پاکر آسمان پر سے نور کو لایا، ہاں وہ محمد کا اکلوتا بیٹا، جس کے زمانہ پر رسولوں نے ناز کیا تھا، جب وہ زمین پر اترا تو امت محمدیہ کی بھیڑیں اس کے لیے بھیڑیے بن گئیں۔ اس پر پتھر برسائے گئے، اس کو مقدمات میں گھسیٹا گیا، اس کے قتل کے منصوبے کیے گئے، اس پر کفر کے فتوے لگائے گئے اس کو اسلام کا دشمن قرار دیا گیا، اس کے پاس جانے سے لوگوں کو روکا گیا، اس کے متبعین کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں۔"

جناب والا! مجھے اس پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک طرف احمدیوں یا قادیانیوں کی طرف سے بڑے طمطراق سے کہا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آسمان سے نہیں ہوگا (جبکہ دوسرے مسلمانوں کا ایمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نزول فرمائیں گے) لیکن اس اقتباس میں پُر زور طریقے سے ایسی تصویر پیش کی گئی ہے، گویا وہ جسمانی طور سے آسمان سے اتر رہے ہیں۔ اس سارے قصے کا جگر سوز پہلو یہ ہے کہ ایک طرف بتایا جا رہا ہے کہ اس (مرزا غلام احمد) کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس قدر شدید ضرورت تھی۔ اس نے کیا کیا کارنامے انجام دینے تھے اور مسلمانوں کی مدد کے لیے اس کے کیا کیا مقاصد تھے، لیکن وہ کہتا ہے کہ "بھیڑیں، بھیڑیے بن گئیں" یہ ردّ عمل کیوں ہوا ؟ ایک اپنے آدمی کے خلاف، جو ایک دوست تھا، ہیرو تھا، امداد کر رہا تھا، اس قدر شدید مخالفت کیوں ہوئی ؟ اس پر ہمیں غور کرنا ہے اور اس کا جواب بالکل سادہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کے بنیادی عقیدہ ایمان پر حملہ کیا تھا۔ میرا مطلب مسلمانوں کے "خاتم النبیین" کے آسمانی تصور سے ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان اس کی اس قدر شدید مخالفت کرتے۔

جناب والا ! مرزا غلام احمد نبی اور مسیح موعود کیوں بنا؟ اس کی ضرورت کیا تھی؟ مرزا غلام احمد اور اس کے پیروکاروں کے ختم نبوت کے متعلق کیا تصورات ہیں؟ ان سب سوالوں کا جواب مرزا محمود احمد کی کتاب "احمدیہ یا سچا اسلام" (Ahmadiyat or True Islam) ۱۹۳۷ء ایڈیشن صفحات نمبر ۱۰، ۱۱ پر ملتا ہے، جسے میں پیش کرتا ہوں:-

"ہمارا ایمان ہے کہ ماضی کی طرح مستقبل میں بھی انبیاء کی جانشینی کا سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ عقل اس سلسلہ کے دائمی طور پر موقوف ہونے کو تسلیم نہیں کرتی جب تک دنیا میں نفسانی تاریکیوں کے دور آتے رہیں گے، جب تک انسان اپنے خالق سے دور ہوتا رہے گا، جب تک لوگ صراطِ مستقیم سے بھٹکتے رہیں گے اور یاس و ناامیدی کے اندھیروں میں گم ہوتے رہیں گے..... اور جب تک حسن کے متلاشی سچائی کی تلاش کے لیے کوشاں رہیں گے، تو پھر یہ ناممکن ہے کہ حق کا راستہ دکھانے والے نورانی رہبروں کا ظہور موقوف ہو جائے، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کی صفت "رحمانیت" سے مطابقت نہیں رکھتی، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ علاج کی اجازت تو دے مگر اس کا علاج پیدا نہ کرے۔ وہ دلوں میں حق کی جستجو کی خواہش تو پیدا کرے مگر اس خواہش کی تکمیل کرنے والوں کی آمد کا سلسلہ بند کر دے۔ ایسا خیال کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی صفت "رحمانیت" کی توہین ہے۔ اور ایسا خیال روحانی اندھا پن ہے۔ اگر دنیا میں کبھی بھی کسی نبی کی ضرورت تھی تو آج یہ ضرورت سب سے زیادہ ہے کیونکہ مذہب اور سچائی کھوکھلے ہو چکے ہیں۔"

جناب والا ! یہ ایک مدلل بات معلوم ہوتی ہے۔ ان کے مطابق یہ دنیا کا سلسلہ ہے کہ اس میں ہر قسم کے لوگ پیدا ہوں گے اور جس طرح اللہ تعالیٰ پہلے انبیاء بھیجتا رہا ہے، آئندہ بھی آتے رہیں گے۔ بظاہر یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ سلسلہ بند نہیں ہونا چاہیے۔ انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی ضرورت رہے گی اور اسی طرح کسی ایسی ہستی کی بھی جو "وحی" کی ترجمانی کر سکے۔ یہ ان کی طرف سے ایک عقلی سی بات ہے۔ انھوں نے یہ کتاب انگلینڈ میں انگریزوں کے لیے شائع کی ہے۔ جب میں نے مرزا ناصر احمد سے سوال کیا کہ کیا حضرت محمد ﷺ کے بعد اور مرزا غلام احمد سے پہلے کوئی نبی آیا ؟ تو مرزا ناصر احمد نے نفی میں جواب دیا، چنانچہ یہ تمام دلائل دھند اور دھوئیں کی طرح مٹ گئے، تو اس کا پھر آخر مطلب کیا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کو نعوذ باللہ خاتم النبیین مانتے ہیں، یہی ان کا مقصد ہے۔

اب میں کمیٹی کی خدمت میں احمدیوں کے وہ ثبوت پیش کروں گا جن کے مطابق وہ (مرزا غلام احمد) کے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ (مسیح موعود) تاریخ کے اس دور میں حاضر ہوگا جب رسل و رسائل کے ذرائع تبدیل ہو جائیں گے، زلزلے آئیں گے، جنگیں ہوں گی، وغیرہ وغیرہ۔ گدھے اور اونٹ کی جگہ زیادہ مفید اور کارآمد ذرائع پیدا ہو جائیں گے۔ یہ تمام نشانیاں جن کا قدیم کتابوں میں ذکر ہے، مرزا غلام احمد کے زمانے پر صادق آتی ہیں..... اور مزید کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد ہی مسیح موعود تھا۔ اس سلسلہ میں، میں "احمدیت یا سچا اسلام" کا حوالہ اقتباس پیش کرتا ہوں:-

"اسی طرح یہ پیش گوئی کی گئی کہ مسیح موعود دو عارضوں میں مبتلا ہوگا جن میں سے ایک جسم کے اوپر والے حصے میں اور دوسرا نیچے والے حصہ میں ہوگا۔ اس کے سر کے بال کھڑے ہوں گے، رنگ گندمی ہوگا اور زبان میں قدرے لکنت ہوگی۔ اس کا تعلق زمیندار گھرانے سے ہوگا اور بات کرتے ہوئے، وہ کبھی کبھی اپنا ہاتھ ران پر مارا کرے گا۔ اس کا ظہور قادر نامی گاؤں میں ہوگا اور اس کی ذات مسیح موعود اور مہدی، دونوں پر مشتمل ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ احمد مسیح موعود کو ایک تو چکروں کا عارضہ تھا اور دوسرا ذیابیطس کا، اس کے بال کھڑے تھے، گندمی رنگ تھا اور گفتگو میں لکنت تھی۔ بات چیت کرتے ہوئے اپنا ہاتھ ران پر مارنے کی عادت تھی۔ زمیندار خاندان سے تعلق تھا، قادیان یا کدعہ (جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے) کا رہنے والا تھا۔ قصہ مختصر جب ہم ان سب پیش گوئیوں کو اجتماعی شکل میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ان تمام کا تعلق اسی زمانے سے ہے اور مرزا غلام احمد کی ذات سے ہے۔ یہی زمانہ مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ ہے۔ جس کا ذکر گزشتہ انبیاء نے کیا تھا اور مرزا غلام احمد ہی وہ مسیح موعود ہے جس کا صدیوں سے انتظار تھا۔"

مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کا یہی ثبوت اور دلیل ہے، میں اس پر تبصرہ نہیں کروں گا۔ کمیٹی فیصلہ کرسکتی ہے کہ آیا یہ ثبوت اور دلیل صرف مرزا غلام احمد پر ہی صادق آتی ہے یا اس زمانے کے سینکڑوں، ہزاروں لوگوں پر۔ اب میں اس کے تیسرے مذہبی دور پر آتا ہوں۔ یہاں وہ مکمل نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا دعویٰ کیا، پھر تمام انبیاء پر برتری کا دعویٰ کیا اور اس کے بعد حضرت محمد ﷺ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کیا اور آخر کار نبی آخر الزماں پر بھی (معاذ اللہ) برتری کا دعویٰ کیا۔ مجمل طور پر یہ اس کی مذہبی زندگی کا خاکہ ہے۔ اب میں مختصر طور پر آپ کی توجہ ان حوالہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جات کی طرف دلواؤں گا جن سے میری گزارشات کی تائید ہوتی ہے۔

کل میں نے حوالہ دیا تھا، جس میں وہ (مرزا غلام احمد) کہتا ہے:-

"بغیر نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ تم نعمتیں کیونکر پا سکتے ہو۔" (تجلیات الٰہیہ، ص ۲۵، روحانی خزائن، ص ۴۲۷، ج ۲۰)

پھر کہتا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس کے دعوئی کی بنیاد ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد صرف وہی (مرزا غلام احمد) نبی ہے:-

"جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء، ابدال، اقطاب اس امت میں گزر چکے ہیں ان کو حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔"

یہ ماضی اور مستقبل پر یکساں لاگو ہے۔ یہ اقتباس "روحانی خزائن" میں شائع شدہ "حقیقت الوحی" جلد نمبر ۲۲، صفحہ نمبر ۴۵۶، ۴۵۷ سے ہے۔

اس زمانے میں وہ مزید کہتا ہے:-

"میں رسول اور نبی ہوں یعنی بہ اعتبار ظلیت کاملہ کے، میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔" (نزول المسیح، ص ۳، روحانی خزائن، ج ۱۸، ص ۳۸۱)

اور پھر کہتا ہے:-

"اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لیے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اس وجہ سے آپ ﷺ کا نام خاتم النبیین ٹھہرایا گیا یعنی اپنی پیروی کے کمالات کو نبوت بخشی۔ اور آپ کی توجہ روحانی، نبی تراش ہے۔ اور قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔" (دافع البلاء، ص ۱۱، روحانی خزائن، ص ۱۰۰، ج ۱۸)

پھر دلچسپ دور آتا ہے جس میں وہ (مرزا غلام احمد) اپنے اندر تمام انبیاء کی صفات کا دعویٰ کرتا ہے۔ جس کے لیے میں "روحانی خزائن"، براہین پنجم، جلد ۲۱، ص ۱۱۷، ۱۱۸ کا حوالہ پیش کرتا ہوں:-

"اس زمانے میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز اور مقدس نبی گزر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کیے جائیں، تو وہ میں ہوں۔ اس طرح اس زمانے میں بدوں کے نمونے بھی ظاہر ہوئے۔ فرعون ہو یا وہ یہودی جنھوں نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا..... یا ابوجہل ہو، سب کی مثالیں اس وقت موجود ہیں۔"

چنانچہ وہ کہتا ہے کہ اللہ اپنے تمام نبیوں کی عمدہ اور بہترین صفات کو ایک شخص میں یکجا کرنا چاہتا تھا اور وہ واحد شخص میں ہوں۔ یہی وہی دور ہے جب وہ کہتا ہے:-

"میں خدا کی تیس برس کی وحی کو کیسے رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں۔"

جناب والا! یہ اقتباس بھی "روحانی خزائن" "حقیقت الوحی" جلد ۲۲، ص ۲۲۵ سے ہے، وہ کہتا ہے:-

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا تعالیٰ جل شانہ کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔"

جناب والا! یہ ایک بہت ہی بڑا دعویٰ ہے جو کہ اس (مرزا غلام احمد) نے اس دور میں کیا۔ وہ کہتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جو وحی اس کو آتی ہے وہ مرتبے اور تقدس میں پیغمبر اسلام ﷺ کی وحی کے برابر ہے۔ جیسی وحی اس پر آئی وہ پیغمبر اسلام ﷺ کی وحی کے برابر تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو کچھ مرزا غلام احمد نے کہا وہ (نعوذ باللہ) قرآن کریم کے برابر ہے۔ یہ اس کا دعویٰ ہے۔ وہ پیغمبر اسلام ﷺ کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے اور اس زمانے میں اس نے مشہور زمانہ فارسی کے شعر کہے، جن میں کہتا ہے:-

"انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بہ فرعون نہ کمترم از کسے"

"اگرچہ بے شمار نبی آئے ہیں مگر میں کسی سے کم تر نہیں ہوں۔"

"آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بہ تمام"

"اس (خدا) نے ہر نبی کو جام دیا ہے۔ مگر وہی جام مجھے لبالب بھر کر دیا ہے۔" (نزول المسیح، ص ۹۹، روحانی خزائن، ص ۴۷۷، ج ۱۸)

یہاں وہ (مرزا غلام احمد) کہتا ہے کہ وہ تمام نبیوں سے اعلیٰ اور افضل ہے لیکن اس زمانے اس نے حضرت محمد ﷺ پر برتری کا دعویٰ نہیں کیا تھا اور صرف یہ دعویٰ تھا کہ اس کی (مرزا غلام احمد کی) وحی اور جو وحی محمد ﷺ پر آتی تھی، دونوں برابر ہیں کیونکہ وہ دونوں ہی مقدس ہیں۔

میں نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے، مرزا ناصر احمد کو (وحی کی برابری کے دعویٰ کی) نشاندہی کی اور اس نے انکار نہیں کیا۔ کمیٹی کو یاد ہوگا جب مرزا ناصر احمد نے جواب دیا تھا کہ چونکہ دونوں وحیوں کا ماخذ ایک ہے، اس لیے دونوں کا مرتبہ برابر ہے، ماخذ اللہ ہے، وہ دونوں کو برابر مانتے ہیں۔ جناب والا! اس تمام عرصے میں جس کا ذکر میں کر چکا ہوں، مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ "میں ایک امتی نبی ہوں، غیر شرعی نبی" لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ سمجھتا تھا کہ اس نے حضرت محمد ﷺ کی برابری حاصل کر لی ہے، ماسوائے اس بات کے کہ وہ امتی ہے۔

اس طرح اس نے ذیلی شریعت حاصل کر لی کیونکہ اس کے پاس نئی شریعت نہیں تھی، اس نے کہا کہ اس کی اپنی کوئی شریعت نہیں لیکن اپنا مرتبہ مزید بھی بلند کرتا ہے اور کہتا ہے، میں ایک بار پھر "روحانی خزائن" جلد ۱۷، صفحہ ۴۳۵ کا حوالہ دیتا ہوں:-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''ما سوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کیے اور اپنی امت کے لیے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب شریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔''

یہاں وہ کہتا ہے کہ اس کی وحی میں بھی احکام موجود ہیں ''یہ کرو، یہ نہ کرو''، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قانون میں تھا۔ جناب والا! یہ تین دور ہیں، جن کا میں نے مختصر ذکر کیا ہے۔ چونکہ میں نے ابھی اور بہت سی باتوں کا ذکر کرنا ہے۔ اسی لیے مزید تفصیل میں نہیں جاؤں گا۔ تاہم اتنا عرض کروں گا کہ اب یہ کمیٹی فیصلہ کرے کہ کیا مرزا غلام احمد نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور کس قسم کے نبی ہونے کا؟

جناب والا! جب اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کے دعویٰ کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟ یہ بے چینی اور اضطراب کیوں پیدا ہوا؟ اس دعوے کے خلاف اتنا شدید ردِ عمل کیوں ہوا؟ یہ سب حالات ہمیں ''خاتم النبیین'' کے تصور کی طرف لے جاتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

تمام عالم اسلام میں پھر شدید ردِ عمل کیوں؟ مسلمان احسان فراموش نہیں ہوتے، وہ اپنے لیڈروں اور علماء کی عزت کرتے ہیں۔ آخر وہ ایک شخص کے خلاف کیوں ہو گئے جسے وہ اپنا ہیرو مانتے تھے۔ مرزا غلام احمد کا اپنا بیٹا کہتا ہے:-

''اس کی بھیڑیں، بھیڑیے بن گئے۔''

ایسا کیوں ہوا؟ اس کا جواب دینے کے لیے اپنے محدود علم کے مطابق ایوان کی اجازت سے میں ''ختم نبوت'' کے تصور کا مطلب پیش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ اگر میں کہیں غلطی کروں تو ایوان کے اندر موجود میرے فاضل دوست اور علماء میری تصحیح فرمائیں گے۔ جناب والا! ''خاتم النبیین'' کا لفظی مطلب ''مہر نبوت'' ہے۔ گزشتہ چودہ سو سال میں عام طور پر مسلمانوں کے نزدیک مہر نبوت کا مطلب آخری نبی ہیں، جن پر اللہ کا پیغام (وحی) نازل ہوا، بدرجہ اتم مکمل ہوا، طور پر طے کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے اپنا آخر پیغام انسانیت کے لیے اتارا جو تا قیامت نافذ العمل ہے کیونکہ ہر دور میں بنیادی انسانی ضروریات، مسائل، دشواریاں اور تکالیف ایک جیسی ہوتی ہیں، البتہ حالات کے تحت ان کی نوعیت بدلتی رہتی ہے۔ اللہ کریم نے اپنا آخری پیغام اپنے آخری نبی کے توسط سے نازل فرمایا اور حکم فرمایا کہ قیامت تک اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی کوئی اس میں کسی قسم کا ردّ و بدل کر سکتا ہے۔ یہی ''خاتم النبیین'' یا ''ختم نبوت'' کا تصور ہے۔ عام الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ''وحی'' کا دروازہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔

جناب والا! اب دیکھنا یہ ہے کہ اس تصور کی حکمت کیا ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ جب مسلمان ''خاتم النبیین'' کہتے ہیں تو اس کا مطلب کیا ہوتا ہے، لیکن اس کی سب سے زیادہ محکم اور مقتدر تعبیر خود نبی کریم ﷺ نے فرما دی ہے۔ انھوں نے فرمایا: ''لا نبی بعدی'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اس کا ماننا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس حدیث کی سند کو مسلمانوں کے کسی فرقہ نے کبھی بھی متنازعہ نہیں سمجھا۔

جناب والا! جب آپ اس حدیث میں پوشیدہ حکمت پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی آخری حالت کے دوران اپنے صحابہ سے فرمایا کہ جب تک وہ ان کے درمیان موجود ہیں وہ ان کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔ جب وہ اس دنیا سے پردہ پوشی فرما لیں تو پھر وہ نبی کریم ﷺ کے الفاظ کے مطابق ''قرآن کو مضبوطی سے پکڑیں اور جس چیز سے قرآن نے منع فرمایا، اس سے باز رہیں اور جس چیز کو قرآن نے اجازت دی اس کو جائز سمجھیں۔''

جناب والا! ہم نے اس عالیشان سبق کی حکمت اور رعنائی کی قدر نہیں کی، جیسا کہ عرض کر چکا ہوں۔ انسانیت کی تکمیل ہو چکی تھی۔ اللہ کا پیغام مکمل ہو چکا تھا۔ جب نبی کریم ﷺ نے یہ حدیث بیان فرمائی۔ اس وقت دنیا کے کیا حالات تھے۔

آج سے چودہ سو سال پہلے کے معاشرے کا خیال کریں جب راجے، مہا راجے، بادشاہوں اور قبائلی سرداروں کا زمانہ تھا۔ ان کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ قانون کا درجہ رکھتا تھا۔ اس کے علاوہ معاشرہ کسی زور قانون سے واقف ہی نہ تھا۔ دنیا میں پہلی بار نبی کریم ﷺ کی مندرجہ بالا سادہ سی حدیث مقدس میں قانون کی بالا دستی کا تصور پیش کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:-

''ان کے بعد تم پر کسی کی اطاعت واجب نہیں، صرف اللہ اور اس کے پیغام (قرآن کریم) اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو، قرآن پر سختی سے عمل پیرا رہو، جو وہ حکم دے، کرو، جسے سے منع کرے، رک جاؤ'' یہی اس حدیث مقدس کا حسن ہے کہ پہلی بار دنیا کو قانون کی بالا دستی کا تصور دیا گیا۔ میری ناقص رائے میں پوری انسانیت کے لیے یہ اعلان آزادی تھا کہ آج کے بعد کوئی کسی بادشاہ، حاکم یا ڈکٹیٹر کا غلام نہیں، صرف قانون کی حکمرانی ہوگی...... اور وہ قانون (قرآن کریم) موجود ہے۔ تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں کیا معلوم ہوتا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوتا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوتے ہیں۔ انھوں نے سب سے پہلا خطبہ کیا دیا، وہ کیا فرماتے ہیں؟ ان کا پیغام ہے:-

''جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں، تم میری اطاعت کرو۔ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت واجب نہیں۔''

یہ ہے قانون کی بالا دستی اور اس کا صحیح تصور۔ میرے خیال میں یہی وجہ ہے کہ جب ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ ''مجھے الہام ہوتا ہے، وحی آتی ہے، میں حکم دوں گا، جس کا ماننا تم پر فرض ہوگا'' تو عالم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں ہیجان پیدا ہو گیا۔ .....عالمِ اسلام میں بے چینی کی سب سے بڑی یہی وجہ تھی۔

ایک اور پہلو جس کی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں، یہ آزادیٔ فکر کا پہلو ہے۔ تمام مسلمان قرآن میں تدبر کرنے اور معنی سمجھنے میں مکمل آزاد ہیں۔ کوئی کسی دوسرے پر اپنی تفسیر مسلط نہیں کرسکتا۔ علامہ اقبال نے کہا ہے کہ ''نبی کریم ﷺ کے سوا کسی دوسرے کی بات حرفِ آخر نہیں ہوسکتی'' چنانچہ یہ ایک طرح کا اعلانِ آزادی ہے کہ آپ کی سوچ پر کوئی قدغن نہیں۔ جناب والا ! اس میں شک نہیں کہ یہ آزادیٔ فکر اسلام کے بنیادی اصولوں کے دائرہ تک محدود ہے۔ مثال کے طور توحید اور اللہ کی وحدانیت کا اصول، کوئی کسی قسم کی آزادیٔ فکر اس اصول کو چیلنج نہیں کرسکتی۔

دوسرا بنیادی اصول حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے یا ختمِ نبوت کا ہے۔ اس اصول کو بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے علاوہ دیگر امور میں ان بنیادی اصولوں کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے آپ اپنی تعبیر کر سکتے ہیں اور جو راستہ آپ صحیح سمجھتے ہیں، اختیار کر سکتے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس آزادیٔ فکر کی وجہ سے ہم بہت سے فرقوں میں بٹ چکے ہیں۔ گو یہ فرقہ بندی اسلام کا ایک طرۂ امتیاز ہے اور جمہوریت نوازی کا مظہر ہے۔

اب میں بڑے ادب کے ساتھ آپ کی توجہ اس بات کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ مختلف فرقوں اور ان کے آپس میں کفر کے فتووں کے متعلق علامہ اقبال کیا کہتے ہیں۔ یہ اقتباس اس مباحثہ سے ماخوذ ہے۔ جب پنڈت جواہر لعل نہرو نے احمدیوں کے بارے میں کچھ کہا تو علامہ اقبال بھی اس مباحثہ میں شامل ہو گئے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں:-

''ختمیت کے نظریے سے یہ مطلب نہ اخذ کیا جائے کہ زندگی کے نوشتہ تقدیر کا انجام استدلال کے ہاتھوں جذباتیت کا مکمل انخلا ہے۔ ایسا وقوع پذیر ہونا نہ تو ممکن ہی ہے اور نہ پسندیدہ ہے۔ کسی بھی نظریے کی دینی قدر و منزلت اس میں ہے کہ کہاں تک وہ نظریہ عارفانہ واردات کے لیے ایک خود مختارانہ اور نافذانہ نوعیت کے تحقیقی نقطۂ نگاہ کو جنم دینے میں معاون ہے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے اندر اس اعتقاد کی تخلیق بھی کرے کہ اگر کوئی مقتدر شخص ان واردات کی وجوہ پر اپنے اندر کوئی مافوق الفطرت بنیاد کا داعیہ پاتا ہے تو وہ سمجھ لے کہ اس نوعیت کا داعیہ تاریخ انسانی کے لیے اب ختم ہو چکا ہے۔ اس طرح یہ اعتقاد ایک نفسیاتی طاقت بن جاتا ہے۔ جو مقتدر شخص کے اختیاری دعویٰ کو نشو و نما پانے سے روکتا ہے۔ ساتھ ہی اس تصور کا فعل یہ ہے کہ انسان کے لیے اس کے واردات قلبیہ کے میدان میں اس کے لیے علم کے نئے مناظر کھول دے۔''

پھر مرزا غلام احمد کے حوالے سے علامہ اقبال فرماتے ہیں:-

''اختتامیہ جملے سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ ولی اور اولیاء حضرات نفسیاتی طریق پر دنیا میں ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہیں گے۔ اب اس زمرہ میں مرزا صاحب شامل ہیں یا نہیں، یہ علیحدہ سوال ہے، مگر بات اصل یہی ہے کہ بنی نوع انسان میں جب تک روحانیت کی صلاحیت قائم ہے، ایسے حضرات مثالی زندگی پیش کر کے لوگوں کی رہ نمائی کے لیے تمام اقوام اور تمام ممالک میں پیدا ہوتے رہیں گے۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف رائے رکھتا ہے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ اس نے بشری توقعات سے روگردانی کی۔ فرق صرف یہ ہے کہ آدمی کو فی زمانہ یہ حق ہے کہ ان حضرات کے وارداتِ قلبیہ کا ناقدانہ طور پر تجزیہ کرے۔ ختمیتِ انبیاء کا مطلب یہ ہے جہاں اور بھی کئی باتیں ہیں، کہ دینی زندگی میں جس کا انکار عذاب اخروی کا ابتلا ہے، اس زندگی میں ذاتی نوعیت کا تحکم و اقتدار اب معدوم ہو چکا ہے۔''

اس لیے جناب والا ! آئندہ کوئی فرد یہ کہنے نہیں آئے گا کہ مجھے وحی الٰہی ہوتی ہے اور یہ اللہ کا پیغام ہے، جس کا ماننا تم پر لازم ہے۔ لازم صرف وہی ہے جو قرآن پاک میں پہلے سے آ چکا ہے۔ آگے علامہ اقبال کہتے ہیں:-

''محمد رسول اللہ ﷺ کا سیدھا سادا ایمان دو اصولوں پر مبنی ہے کہ خدا ایک ہے، اور دائم کہ محمد ﷺ ان مقدسات حضرات کے سلسلہ کی آخری ہستی ہیں۔ جو تمام ممالک اور قرآن میں وقتاً فوقتاً بنی نوع انسان کو معاشرتی زندگی کا صحیح طریقہ گزارنے کی راہ بتلانے آتے رہے ہیں۔ کسی عیسائی مصنف نے عقیدے کی یہ تعریف کی ہے کہ عقیدہ ایک مسئلہ ہے جو عقلیت سے ماورا ہے اور جس کے ما بعد الطبیعاتی مفہوم کو سمجھے بوجھے بغیر ماننا مذہبی یک جہتی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اگر یہ بات ہے تو اسلام کی ان دو سادہ سی تجاویز کو عقیدے کے نام نامی سے موسوم ہی نہیں کہا جانا چاہیے کیونکہ ان دونوں کی واقفیت کی دلیل وارداتِ باطنہ بشریہ پر موید ہے اور بوقت بحث معقولیت کی صلاحیت کافی حد تک رکھتی ہے۔''

جناب والا ! جیسے میں نے کفر کے بارے میں گزارشات کیں اور مختلف فرقوں کے ایک دوسرے پر کفر کی الزام تراشی کا ذکر کیا تو اس سلسلے میں محترم علامہ اقبال کہتے ہیں:-

''کفر کے مسئلہ پر صادر کرنا فلاں مخترع شخص دائرہ کے اندر ہے یا باہر، اور وہ بھی ایسے مذہبی معاشرے کے اندر..... جو اتنے سادہ مسائل پر مبنی ہو، جب ہی ممکن ہے جب کہ منکر ان دونوں سے یا ان میں سے ایک سے انکار کر دے۔''

محترم جناب علامہ اقبال کے نقطۂ نظر سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اگر وہاں دو اہم اصولوں میں سے کسی ایک کو بھی مسترد کرتا ہے، یعنی توحید اور ختمِ نبوت۔ اور کفر کی قسم کا یہ مظہر چونکہ اسلام کی حدود پر خصوصیت سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس لیے اسلام کی تاریخ میں ایسا وقوعہ شاذ و نادر ہی ہوا ہے۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ہر مسلمان کے جذبات اتنے زیادہ شدید ہوئے۔

ہاں تو میں اس بات کی وضاحت کر رہا تھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کس وجہ سے مرزا صاحب کے دعویٰ کے خلاف شدید ردِ عمل ہوا۔

اٹارنی جنرل آف پاکستان کا بیان ابھی جاری ہے مگر صفحات کی تنگ دامنی کی وجہ سے اسے مختصر کیا گیا ہے، جو قادیانی مؤقف اور حقائق جاننے کے لیے کافی شافی ہے۔ اب دیکھتے ہیں پارلیمنٹ کے اس فیصلے پر قومی پریس نے کیا لکھا۔

فیصلے پر قومی پریس کا اظہارِ خیال

پیپلز پارٹی کے دورِ اقتدار میں نوے سالہ قادیانی مسئلہ اپنے انجام کو پہنچا۔ اس دور کے قومی پریس نے اس فیصلے کی اہمیت و مضمرات پر اپنے اپنے انداز میں روشنی ڈالی اور اسے اسلامیانِ پاکستان کے لیے ایک سنگِ میل قرار دیا کہ آئین پاکستان اور قرآن و سنت کی روشنی میں یہ بات طے ہو چکی کہ قادیانیت اسلام کا حصہ نہیں ہے اور یہ فیصلہ خود ایک لحاظ سے قادیانیوں (اور ان کے ہم خیال گروہ) لاہوریوں کے لیے بھی مناسب ترین ہے فیصلہ قادیانیت کے بعد دنیا بھر کے میڈیا نے اسے موضوعِ بحث بنایا۔ ذیل میں ہم صرف دو قومی اخبارات کے اداریے درج کرتے ہیں۔ ایک کا تعلق انگریزی اخبار سے ہے اور دوسرے کا اردو اخبار سے۔

① – روزنامہ ''جنگ'' لاہور

قومی صحافتی افق پر روزنامہ ''جنگ'' ایک خاص مقام رکھتا ہے۔ قومی اسمبلی کے فیصلہ مرزائیت کے موقع پر اخبار نے عوام الناس کو لحہ بہ لحہ حالات سے آگاہ رکھا۔ ''جنگ'' نے اس فیصلے کو پورے پاکستان بلکہ تمام امت مسلمہ کے لیے نیک شگون قرار دیا۔ مرزائیت کے ناسور کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں ''جنگ'' کی خدمات تاریخ کا حصہ ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے ۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کے ایک اداریے کو نقل کرتے ہیں جو ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلے کی بھرپور تائید میں لکھا گیا۔ عنوان ہے:-

''جرأت مندانہ اور صحیح فیصلہ''

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور عشق رسول ﷺ کا انعام ہے کہ پاکستانی قوم نوے (۹۰) سالہ پرانے قادیانی مسئلہ کو انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ حل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ قوموں کی زندگی میں کبھی کبھی ایسے مشکل مواقع آتے ہیں جب انھیں اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے پورے اعتماد اور جرأت مندی کے ساتھ قدم آگے بڑھا کر نہایت پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا پڑتا ہے۔ دلی مسرت اور اطمینان کی بات ہے کہ خدا کی رہ نمائی اور سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کے سہارے عوام کے منتخب نمائندے ایک دشوار مسئلہ کے حل کے لیے واضح دو ٹوک اور دور رَس فیصلہ کر کے سرخ رو ہو گئے۔ یہ جرأت مندانہ فیصلہ مکمل جمہوری انداز میں نہایت سلیقے اور قرینے کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اس موقع پر قومی اسمبلی و سینیٹ کے ارکان نے حزب اقتدار و حزب اختلاف کی تفریق کے بغیر جس اتحادِ فکر و جذبہ ایمانی کا ثبوت دیا ہے اسے نہ صرف پاکستان کی تاریخ میں بلکہ اسلام کی تاریخ میں بھی ایک یادگار حیثیت حاصل رہے گی۔ اس اتحاد اور جذبہ نے ۷ ستمبر کو ایک لا فانی دن بنا دیا ہے۔ ان شاء اللہ یہ عظیم الشان دن پاکستانی مسلمانوں کے دینی شعور کی علامت کے طور پر، ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ قادیانی مسئلہ کا صحیح طور پر حل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ جب کسی مسئلے پر درست مؤقف اختیار کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود بھی اپنے بندوں کی رہ نمائی اور ہمت افزائی فرماتے ہیں۔ یہ معاملہ اللہ کے دین اور اس کے محبوب ترین بندے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھنے اور اختیار کرنے کا تھا۔ اس سلسلے میں پاکستان کے تقریباً تمام لوگ یہ دیکھنے کے لیے بے تاب تھے کہ ان کے منتخب نمائندے پوری جرات مندی اور قوت ایمانی کے ساتھ درست مؤقف اختیار کریں۔ چنانچہ قومی اسمبلی و سینیٹ کے ارکان نے اس اعتماد کے عین مطابق جو ختمی مرتبت ﷺ کی امت نے ان پر کیا تھا، اپنا تمام وزن حق و انصاف کے پلڑے میں ڈال دیا۔ انھوں نے جس ثابت قدمی کے ساتھ ایک پریشان کن دینی مسئلہ کا فیصلہ کرایا ہے، اس کی وجہ سے پاکستان کے اسلامی وقار میں اضافہ ہوگا اور پورے عالم اسلام کو بڑی تقویت ملے گی کیونکہ عشق رسول کے انعام کے بارے میں یہ بات ہر شک و شبہ سے بالا تر ہے کہ

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

پاکستانی قوم کو ایک مستقل درد سر سے نجات دلانے کے سلسلے میں قومی اسمبلی و سینیٹ کے ارکان، حکومت اور سب سے بڑھ کر وزیر اعظم ذو الفقار علی بھٹو نے جو مثبت، جمہوری اور جرأت مند کردار ادا کیا ہے اس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ گزشتہ چند ماہ کے دوران قادیانی مسئلہ کی وجہ سے امن و امان کے مسائل پیدا ہو گئے تھے اور ایک ایسی فضا قائم ہوگئی تھی جس میں ہوش مندی کی بات منوانا آسان نہیں تھا۔ اس صورت حال میں وزیر اعظم بھٹو نے بہترین تدبر اور دانش مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسئلہ کو سڑکوں اور بازاروں سے نکالا اور اسے ملک کے سب سے اہم جمہوری ادارے قومی اسمبلی کے سپرد کر کے ایسا مناسب اقدام کیا جس سے دین اور جمہوریت کے تقاضوں کی تکمیل ہوئی۔ اگر وہ چاہتے تو وہ بھی ۱۹۵۳ء کے حکمرانوں کی طرح مسئلہ کو طاقت کے بل پر کچل سکتے تھے لیکن چونکہ یہ بات جمہوری روایات کے منافی ہوتی اور اس سے جمہوریت کی نشو و نما کو شدید نقصان پہنچتا۔ لہٰذا انھوں نے اس طرح مسئلہ کو دبانا اور اس کے حل کو محض ملتوی کرنا مناسب نہیں سمجھا مسٹر بھٹو قابل مبارکباد ہیں کہ ان کے اس پُر امن اور حقیقی طور پر جمہوری اقدام کی وجہ سے ہی قوم ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ ایک درست فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوئی۔ قادیانی مسئلہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں تھا اور وزیر اعظم کو بجا طور پر احساس تھا کہ اس نازک دینی مسئلہ کے حل کے لیے سب سے زیادہ ضرورت صبر و تحمل اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدبیر کی ہے تاہم اگر صبر وتحمل سے کام نہ لیا جائے تو نتائج سے پاکستان کی سیاست بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گی۔ ان کا یہ انداز فکر پاکستان اور قوم کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر بالکل درست تھا چنانچہ اس کا ثمرہ ہے کہ بہت کم وقت اندر نوے (۹۰) سالہ پرانے مسئلہ کو ہمیشہ کے لیے حل کر لیا گیا۔ اب جب کہ یہ اہم اور ضروری فیصلہ ہو گیا ہے پاکستانی قوم کو وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی ہدایت کے مطابق بڑی رواداری کا مظاہرہ کرنا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ قوم نے منکرین ختم نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دے کر ایک فرض ادا کیا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ایک بھاری ذمہ داری بھی قبول کی ہے۔ یہ ذمہ داری ہے پاکستان کے تمام غیر مسلم شہریوں کو مکمل تحفظ عطا کرنے کی۔ جس طرح ہم کل تک یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہونے سے انکار کرنے والے حلقہ بگوش اسلام رہیں، اسی طرح اب ہمیں یہ بھی برداشت نہیں کرنا چاہیے کہ پاکستان کے کسی غیر مسلم شہری کی جان و مال کو اس کے عقیدے کی بنا پر خطرہ لاحق ہو۔ اب قوم کا فرض ہے کہ وہ اپنے عمل سے دنیا پر ثابت کرے کہ ہم نے جو فیصلہ محمد ﷺ کے عشق میں اور اسلام کے بقا کے لیے کیا ہے، اس کی روشنی میں ہم اسی طرح اقلیتوں کی حفاظت کریں گے اور ان کے مقررہ حقوق دیں گے جس طرح آنحضرت ﷺ نے دیے تھے اور جو ہمیشہ سے اسلام کا طرۂ امتیاز رہے ہیں اگرچہ ہم عقیدے کے لحاظ سے منکرین ختم نبوت کے مخالف ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے اقلیت قرار دے کر ان کے حقوق کی مکمل ضمانت دی ہے۔ اب پاکستانی مسلمانوں کو اس ضمانت کے تقاضوں کے مطابق قادیانیوں کے ساتھ مکمل رواداری برتنی چاہیے اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر خدانخواستہ وہ کسی اقلیت کا تحفظ کرنے میں ناکام رہے تو اس سے پاکستان کا احترام بھی مجروح ہوگا اور اسلام کی مشہور زمانہ رواداری پر بھی حرف آئے گا۔"

④- Dawn (Karachi)

معروف قومی انگریزی اخبار (کراچی) نے ۱۰ ستمبر ۱۹۷۴ء کو "An Historic Decesion" (ایک تاریخی فیصلہ) کے عنوان سے اخبار کا اداریہ تحریر کیا۔ جس میں اس فیصلے کے بین الاقوامی سیاست نامے پر مرتب اثرات نیز قومی منظر نامے پر آئندہ کی مذہبی اور سیاسی سرگرمیوں کے تناظر میں متعدد اہم بلکہ اہم ترین پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ انگریزی خواں طبقہ اس سے خاصا مستفید ہو سکتا ہے۔ اداریہ نویس نے غیر جانبداری سے کام لیا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو بیان کرنے میں انھیں کوروک رکاوٹ نہیں ہوئی کہ یہ فرقہ مرزائیت پاکستان اور دوسرے ممالک میں اسلام کا نام لے کر جس انداز میں تبلیغ کرتا رہا ہے اس سے دنیا بھر میں اسلام اور اس کی تعلیمات کے متعلق کوئی اچھا تاثر پیدا نہیں ہوا۔ پورے مضمون پر ایک نظر ڈالیے:-

"An old controversy which posed a threat to public peace and tranquility and was not without elements of delicacy and complexity has at last been got out of the way. The resolution of the Qadiani question by Parliament, in conformity with the sentiments and aspirations of the people of Pakistan, is a matter of historic significance. For about 90 years the issue has been in existence like a volcano, sometimes dormant, sometimes active, but never extinct. It is of very great significance that the issue should have been settled in a constitutional manner and through a unanimous verdict delivered by the representatives of the people. Thus when the National Assembly and the Senate passed the Constitution (Second Amendment) Bill declaring that non-believers in the absolute and un-qualified finality of the Prophet hood of Muhammad (PBUH) would be excluded from the fold of Islam not only was a painful chapter of religious controversy closed but a glorious example laid down for future reference and emulation. The manner in which the decision was taken augurs well for the growth of democracy in the country. Constitutionality is the breath of life in a democracy. The same decision coming as an official decree would not have meant the same thing. Prime Minister Zulfaqar Ali Bhutto deserved our praise and gratitude for first facing the issue boldly and then submitting in to the country's supreme sovereign body.

The achievement of unanimity by the National Assembly which functioned for several weeks as a Special Committee of the whole House is a matter of great significance. Though it conducted its proceedings in camera, its deliberations were held against the background of an intense national upheaval. This began with the Rabwah incident at the end of May and then spread, to quote the Prime Minister, like "a prairie fire". There was loss of life and property. Truly this eruption was rooted in emotions which had been suppressed for long

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

and the time had come when the devout followers of Islam could stand it no longer. It was wise on the part of the Government to decide not to delay it further. As the Prime Minister said, human ingenuity could always devise some method of postponing decisions, and this could be tried once more. For the logical decision needed great courage and strong conviction. It should be a matter of pride for us that the Government and the elected representatives of the people have demonstrated that courage and that conviction. But it certainly was not an easy task taking into account, as Mr. Bhutto said, the many ramifications of the decision in political and economic spheres as well as in matters involving the security of the state. He was not over stating a bit when he called it the most difficult decision in the history of Pakistan. Why it was very necessary was summarized by him when he said that the basis of Pakistan is Islam and "if a decision were taken which body of Muslims in this country feels to be against the tenets or the fundamental beliefs of Islam, it would dangerously affect the rationale and raison d'être of Pakistan."

Leading Ulema, who had led the campaign to keep Qadianis out of the fold of Islam, have welcomed the decision whole-heartedly and called it significant not only in the history of Pakistan but also of Islam. It is now partly their responsibility to see that the Qadianis, who have now been declared a minority, are treated in the true spirit of Islam. The life, property and honor of the Qadianis are as much a sacred trust as the life, property and honor of other minorities. It is the duty of Government to ensure that the rights of every citizen are fully protected. The Prime Minster has emphasized it in no uncertain manner that his Government was determined to ensure full protection to all communities and guarantee them all fundamental rights enshrined in the Constitution. Besides the fundamental rights, the Qadianis like all minorities also deserve religious and natural rights. All kinds of social discrimination and boycott must come to an immediate end. Those not well disposed towards Pakistan can be expected to try to represent this decision to the world at large as one which proceeded from narrow mindedness and bigotry. The designs of such peddlers of calumny can be frustrated if both the elites and the common people live up to the glorious Islamic tradition of tolerance and respect for the brother hood ao all mankind. Lastly, there are also lessons for us in the manner in which the decision was reached. It will be a good augury for national unity if the same spirit of accommodation and concern for consensus is brought to bear upon the discussion and resolution of other vital national issues." (Dawn, Karachi: 10th September, 1974)

تحریکِ ختم نبوت اور وزیر اعظم پاکستان ذو الفقار علی بھٹو مرحوم

لاریب قادیانیت کی تردید اور اس کے بہتے سیلاب آگے بند باندھنے کا جتنا کردار تحریک ختم نبوت سے وابستہ علماء و مشائخ اور دینی کارکنان کا ہے اتنا ہی حصہ بعض نامور سیاسی، عسکری، رفاہی، سماجی شخصیات و کارکنان، دانشوروں اور صحافیوں کا بھی ہے۔ بلا شبہ سابق وزیر اعظم ذو الفقار علی بھٹو مرحوم کا شمار بھی ان ہی بلند فکر اصحاب سیاست میں ہوتا ہے کہ جنھوں نے مرزائیت کے فتنے کو سمجھا اور اس کا مستقل تدارک کیا۔ وہ دسمبر ۱۹۷۱ء سے ۵ جولائی ۱۹۷۷ء تک مملکت اسلامیہ پاکستان کے سربراہ رہے۔ اگرچہ ان کا دورِ اقتدار متعدد قومی مسائل میں الجھا نظر آتا ہے مگر ان سب سے قطع نظر پاکستان کی بقا و سلامتی اور اس کے تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے بھٹو صاحب نے جو چند اہم کارنامے سر انجام دیے، وہ انھیں تاریخ میں زندہ رکھنے کے لیے کافی ہیں۔

ممتاز دانشور و اسکالر مولانا زاہد الراشدی مئی ۱۹۹۷ء میں لکھے گئے اپنے ایک کالم میں جناب بھٹو مرحوم کی زیرک شخصیت کا اعتراف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"بھٹو صاحب مرحوم انتہائی ذہین اور معاملہ فہم سیاسی راہنما تھے اور میرا ذاتی تاثر یہ ہے کہ بعض ذاتی قسم کی کمزوریاں ان پر غالب نہ آجاتیں تو قائد اعظم کے بعد ان سے زیادہ باشعور، حوصلہ مند، قومی حمیت سے بہرہ ور لیڈر قوم کو میسر نہیں آتا۔ انھوں نے قادیانیوں کی نفسیات کا بالکل صحیح اندازہ کرلیا تھا کہ یہ مختصر سا مذہبی گروہ پاکستان میں وہی حیثیت حاصل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کی کوشش کر رہا ہے جو امریکہ میں یہودیوں نے حاصل کر رکھی ہیں کہ تمام فیصلہ ساز اداروں میں یہودی کلیدی مقام پر فائز ہیں اور امریکہ کی تمام پالیسیوں کا کنٹرول ان کے ہاتھ میں ہے۔ قادیانیوں نے پاکستان بننے کے بعد مسلسل اس بات کی کوشش کی ہے کہ قومی اداروں اور پالیسی ساز حلقوں میں وہ کلیدی پوزیشن حاصل کر لیں اور ایک وقت ایسا بھی آیا کہ "کی پوسٹوں" پر ہر طرف قادیانی ہی قادیانی نظر آتے تھے۔ اس کے لیے سابق وزیر خارجہ چودھری ظفر اللہ خاں اور یحیٰی خان کے دست راست ایم ایم احمد نے اپنے اپنے دور میں انتہائی متحرک کردار ادا کیا۔ لیکن ملک کے دینی اور سیاسی حلقوں کی بیداری اور بر وقت اقدامات کے باعث قادیانیوں کو اس میں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔" (روز نامہ "نوائے وقت"، مئی ۱۹۹۷ء)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے آغاز ہی میں ۱۳ جون ۱۹۷۴ء کو جناب بھٹو صاحب نے اپنی ایک نشری تقریر میں کھل کر کہا:-

"میں مسلمان ہوں، مجھے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔ کلمہ کے ساتھ پیدا ہوا تھا اور کلمہ کے ساتھ مروں گا۔ ختم نبوت پر میرا ایمان کامل ہے اور ان شاء اللہ عوام کے تعاون سے قادیانیوں کا مسئلہ مستقل حل کر دوں گا۔ یہ اعزاز بھی مجھے حاصل ہوگا اور یوم حساب اللہ کے حضور اس کام کے باعث سرخرو ہوں گے۔"

بھٹو صاحب مرحوم نے اپنے وعدے کے مطابق ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ کیا تو قادیانیوں کے مربی و آقا امریکہ کو اس کا بہت دکھ پہنچا۔ اس کے بعد بھٹو صاحب پر کافی دباؤ ڈالا گیا بلکہ ہر حربہ استعمال کیا گیا مگر بھٹو صاحب اللہ کی مہربانی سے اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے۔

"بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن"

کرنل رفیع الدین اپنی کتاب "بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن" میں لکھتے ہیں کہ

"احمدی مسئلے پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔ ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو ایک خاص طبقے (یہودیوں کی طرف اشارہ ہے) کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔ ایک بار بھٹو صاحب نے کہا کہ: قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا ہے، اس میں میرا کیا قصور؟ ایک دن اچانک دریافت کیا کہ کرنل رفیع! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں مجھ پر مصیبتیں ان کے خلیفے کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔ اس لیے میں کال کوٹھری میں پڑا ہوا ہوں۔ ایک مرتبہ کہنے لگے کہ اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ (قادیانی) حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے: میں تو بڑا گناہ گار ہوں، کیا معلوم میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کا سبب بن جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔"

کرنل رفیع الدین مزید لکھتے ہیں:-

"میں نے بھٹو صاحب کی باتوں سے اندازہ لگایا تھا کہ شاید ان کو گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے محسوس ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔" ("بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن، از کرنل رفیع الدین)

قومی اسمبلی میں وزیر اعظم بھٹو کا یادگار خطاب

تحریک ختم نبوت کے دوران پاکستان کی قومی اسمبلی کے تمام ارکان نے بطور تحقیقاتی کمیٹی جب اپنی کارروائی مکمل کر لی اور دستور پاکستان میں ترمیم کر کے منکرین ختم نبوت (قادیانیوں اور لاہوریوں دونوں گروہوں) کے غیر مسلم ہونے کا فیصلہ کیا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو اس کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیا گیا۔ فیصلے کے وقت قومی اسمبلی کے اجلاس میں بحیثیت وزیر اعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے انگریزی میں ایک طویل مگر پر اثر معنی خیز خطاب کیا۔ اس باب میں ان کے خطاب کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس خطاب کو پڑھ کر جہاں بہت سے قادیانی اور ملکی حقائق وا ہوتے ہیں وہاں کچھ ملکی و غیر ملکی این جی اوز کے اس پروپیگنڈے کا بھی رد ہوتا ہے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ صرف علماء و مشائخ کے اصرار اور حکومت کے خلاف ان کی تحریک کو روکنے کے لیے کیا گیا تھا۔ خطاب سے صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ فیصلہ پوری قوم کی امنگوں کے عین مطابق ان کے دین و ایمان کی سلامتی کی خاطر ان ہی کی ایماء پر کیا گیا۔ جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کرام و دانشور سمیت سول سوسائٹی کے سرکردہ نمائندے شامل تھے۔ جب کہ ترمیم کے خلاف ایک ووٹ بھی نہیں ڈالا گیا۔ گویا کہ یہ ایک متفقہ فیصلہ تھا۔ جناب بھٹو صاحب کے اس یادگار خطاب کو National Assembly of Pakistan, Proceeding, September, 1974, P: 565-570 پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اب سطور ذیل میں بھٹو صاحب کے خطاب سے مستفید ہوں:-

"جناب اسپیکر! میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ ایوان کا متفقہ فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لیے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلہ خیال کیا۔ جن میں تمام پارٹیوں اور ہر طبقہ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ اور آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کا عکاس ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلے کی تحسین کی مستحق قرار پائے، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلے کی تعریف و تحسین کا حق دار بنے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ مشکل فیصلہ، کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حاکمیت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ ایک بہت پرانا مسئلہ ہے۔ یہ ۹۰ سال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پرانا مسئلہ ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا ہے۔ اس نے ہمارے معاشرے میں بہت سی تلخیاں اور تفرقے پیدا کیے ہیں۔ لیکن آج کے دن تک اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا جا سکا۔ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ ماضی میں بھی پیدا ہوا تھا ایک بار نہیں بلکہ کئی بار، ہمیں بتایا گیا کہ ماضی میں اس مسئلے پر جس طرح قابو پایا گیا تھا، اسی طرح اس بار بھی ویسے ہی اقدامات سے اس پر قابو پایا جا سکتا ہے مجھے معلوم نہیں کہ ماضی میں اس مسئلے سے کس طرح نبٹا جاتا رہا، لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ ۱۹۵۳ء میں اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے کیا کیا گیا تھا۔''

''۱۹۵۳ء میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے وحشیانہ انداز سے طاقت کا استعمال کیا گیا تھا۔ جناب اسپیکر اور اس ایوان کے محترم ارکان، کسی مسئلے کو دبا دینے سے آپ اس مسئلے کا حل نہیں نکال سکتے۔ اگر اسی طرح کے کچھ صاحبانِ عقل و فہم، حکومت کو یہ مشورہ دیتے کہ عوام پر تشدد کر کے اس مسئلے کو حل کیا جائے اور عوام کے جذبات اور ان کی خواہشات کو کچل دیا جائے، تو ہم شاید اس صورت میں ایک عارضی حل نکال لیتے، لیکن یہ مسئلے کا صحیح اور درست حل نہ ہوتا۔ اس سے ابھرے ہوئے جذبات کو دبایا نہ جا سکتا۔ ممکن ہے مسئلہ پس منظر میں چلا جاتا، لیکن یہ مسئلہ ختم نہ ہوتا۔ ہماری موجودہ کوششوں کا مقصد ہی رہا ہے کہ اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کیا جائے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے صحیح اور درست حل تلاش کرنے کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ درست ہے کہ لوگوں کے جذبات مشتعل ہوئے، اور غیر معمولی احساسات ابھرے، قانون اور امن و امان کا مسئلہ بھی پیدا ہوا، جائیداد اور جانوں کا نقصان ہوا، پریشانی کے لمحات بھی آئے۔ پوری قوم گزشتہ تین ماہ سے تشویش کے عالم میں رہی، کشمکش اور امید اور بے امیدی کے عالم میں رہی۔ طرح طرح کی افواہیں کثرت سے پھیلائی گئیں اور تقریریں کی گئیں۔ مسجدوں اور گلیوں میں بھی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا، جس سے اور زیادہ پریشانی ہوئی۔''

''میں یہاں اس وقت یہ دہرانا نہیں چاہتا کہ ۲۲ اور ۲۹ مئی (۱۹۷۴ء) کو کیا ہوا تھا۔ میں موجودہ مسئلے کی فوری وجوہ کے بارے میں بھی کچھ کہنا نہیں چاہتا، کہ یہ مسئلہ کس طرح رونما ہوا، اور کس طرح اس نے جنگل کی آگ کی طرح تمام ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ میرے لیے اس وقت یہ مناسب نہیں ہے کہ موجودہ معاملات کی تہہ تک جاؤں لیکن میں اجازت چاہتا ہوں کہ اس معزز ایوان کی توجہ اس تقریر کی طرف دلاؤں، جو میں نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے ۱۳ جون کے روز کی تھی۔''

''اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام ہے۔ پاکستان، مسلمانوں کے مادر وطن کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کر دیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت، اسلام کی تعلیمات اور عقیدے کے خلاف سمجھتی، تو اس سے پاکستان کے مقصد وجود اور اس کے تصور کو بھی خطرناک حد تک صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا، اس لیے میری حکومت کے لیے یا ایک فرد کی حیثیت سے میرے لیے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ جون ہی کو کوئی فیصلہ دے دیا جاتا۔ لاہور میں مجھے ایسے بہت سے لوگ ملے، جو اس مسئلے کے باعث شدید طور مشتعل تھے، وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ ''آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کر دیتے، جو پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔'' اور اگر یہ اعلان کر دو تو اس سے میری حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور ایک فرد کے طور پر نہایت شان دار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ''اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا، تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقعے سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔''

میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ ''یہ ایک انتہائی پیچیدہ، گہرا اور نہایت بنیادی نوعیت کا مسئلہ ہے۔ اس مسئلے نے برعظیم کے مسلمانوں کو فکری سطح پر ۹۰ سال سے مشتعل کر رکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی پاکستان کے مسلمانوں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔'' میرے لیے یہ مناسب نہیں تھا کہ میں اس اضطراری موقعے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش میں کوئی فیصلہ کر دیتا۔ میں نے ان کرم فرماؤں سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت قائم کی ہے۔ ہم نے جمہوریت بحال کی ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے۔ یہ ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بلند مرتبہ ادارہ ہے۔ میری رائے میں، میری ناچیز رائے میں اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے پاکستان کی قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے اور پاکستان کی قومی اسمبلی میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر ہونے کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلے کے حل کو ارکانِ قومی اسمبلی کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں اور اپنی پارٹی کے ارکان کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ارکانِ اسمبلی میری اس بات کی گواہی دیں گے کہ جہاں میں نے کئی مواقع پر انھیں بلا کر اپنی پارٹی کے مؤقف سے آگاہ کیا اور انھیں پالیسی کے مطابق ہدایات دی ہیں، اور وہیں اس مسئلہ میں پارٹی کے ایک ممبر کو بھی بلا کر نہ کوئی ہدایت دی ہے اور نہ اس پر اثر انداز ہونے کی کوئی کوشش کی ہے۔ آپ کو بتاتے ہوئے جناب اسپیکر مجھے حیرت نہیں ہو رہی کہ اس مسئلے کے باعث اکثر میں پریشان اور راتوں کو نیند سے محروم رہا ہوں۔ اس مسئلے پر جو فیصلہ ہوا ہے میں اس کی شاخ در شاخ پیچیدگیوں اور اس ردِ عمل سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ جس کا اثر، مملکت کی سلامتی پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی سا مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے کہ پاکستان وہ ملک ہے جو برعظیم کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنے لیے علیحدہ مملکت چاہتے تھے اور اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلے کو جمہوری طریقے سے راہ یاب کرنے میں، اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کر رہا:-

① - پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہی ہمارا دین ہے، اسلام کی خدمت پاکستان پیپلز پارٹی کے لیے اوّلین اہمیت رکھتی ہے۔

② - ہماری سیاست کا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری سیاست ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے فقط یہی راستہ درست تھا کہ ہم اس مسئلے کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔

③ - اور اس کے ساتھ میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں پر یقین رکھتے ہیں۔"

"یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے اس فیصلے میں ہم نے اپنے کسی اصول سے انحراف نہیں کیا ہے۔ ہم اپنی پارٹی کے تینوں بنیادی اصولوں پر پختگی سے پابند رہے ہیں۔ میں نے بارہا یہ بات کہی ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول اور اعلیٰ ترین معیارات سماجی انصاف کے حصول کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہیں اور سوشلزم کے ذریعے معاشی استحصال کو ختم کرنے کے حامی ہیں۔ یہ ایک مذہبی فیصلہ بھی ہے اور ایک سیکولر فیصلہ بھی۔ مذہبی فیصلہ اس لحاظ سے ہے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے، جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں، اور سیکولر فیصلہ اس لحاظ سے کہ ہم دورِ جدید میں رہتے ہیں۔ ہمارا آئین ایک دنیاوی آئین ہے۔ اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔ ہر پاکستانی کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ فخر و اعتماد سے، بغیر کسی خوف کے اپنے مذہبی عقائد، اپنے طبقے کی امنگوں اور اپنے مکتبِ فکر کی سوچ کا اظہار کر سکے۔ پاکستان کے آئین میں، پاکستانی شہریوں کو اس امر کی ضمانت دی گئی ہے۔ میری حکومت کے لیے اب یہ بات انتہائی اہم فرض کی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت کرے۔ یہ نہایت ضروری ہے اور میں اس بات میں کسی قسم کے ابہام کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتا۔ پاکستان کے تمام شہریوں کے حقوق کی حفاظت ہمارا اخلاقی اور مقدس اسلامی فرض ہے۔"

"میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں جناب اسپیکر، اور اس ایوان سے باہر کے ہر شخص کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ فرض پوری طرح اور مکمل طور پر ادا کیا جائے گا۔ اس سلسلے میں کسی شخص کے ذہن میں کوئی شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ ہم اپنے ملک میں کسی قسم کی غارت گری اور تہذیب سوزی یا کسی پاکستانی طبقے یا شہری کی توہین اور بے عزتی برداشت نہیں کریں گے۔ جناب اسپیکر گزشتہ تین مہینوں کے دوران، اور اس بڑے شدید بحران کے عرصے میں کچھ گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ کئی لوگوں کو جیل بھیجا گیا مزید اقدامات کیے گئے یہ بھی ہماری منصبی ذمہ داری تھی۔ ہم اس ملک میں بد نظمی اور فسادی عناصر کا غلبہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ بد نظمی اور سرکش قوتیں حاوی ہو جائیں۔ حفاظتی اقدامات کرنا ہمارے فرائض میں شامل تھا، جن کے تحت ہمیں یہ سب کچھ کرنا پڑا لیکن میں اس موقعے پر، جب کہ تمام ایوان متفقہ طور پر ایک اہم فیصلہ کر لیا ہے، آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم ہر معاملے پر فوری اور جلد از جلد غور کریں گے۔ اب جب کہ اس مسئلے کا باب بند ہو چکا ہے۔ ہمارے لیے یہ ممکن ہوگا کہ ایسے افراد سے نرمی برتی جائے۔ مجھے امید ہے کہ ان لوگوں کو جلد رہا کر دیا جائے گا، جنھوں نے اس عرصے میں اشتعال انگیزی سے کام لیا، یا کوئی اور مسئلہ پیدا کیا تھا۔ جناب اسپیکر، جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ہمیں امید کرنی چاہیے کہ ہم نے اس مسئلے کا باب بند کر دیا ہے۔ یہ میری کامیابی نہیں، یہ حکومت کی بھی کامیابی نہیں ہے۔ میں بار بار زور دے کر کہتا ہوں کہ یہ کامیابی پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے، جس میں ہم بھی شریک ہیں۔ میں اس فیصلے پر سارے ایوان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔ مجھے احساس ہے کہ یہ فیصلہ متفقہ طور پر نہ کیا جا سکتا تھا، اگر تمام ایوان کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا۔ آئین سازی کے وقت بھی ہم میں تعاون اور سمجھوتے کا یہ جذبہ موجود تھا۔ آئین ہمارے ملک کا بنیادی قانون ہے۔ اس آئین کے بنانے میں ۲۷ برس صرف ہوئے، اور وہ وقت پاکستان کی تاریخ میں تاریخی اور یادگار لمحہ تھا، جب اس آئین کو تمام پارٹیوں نے قبول کر لیا۔ اسی جذبے کے تحت ہم نے یہ مشکل فیصلہ بھی کر لیا ہے۔ یہ بات کسے معلوم ہے جناب اسپیکر! کہ مستقبل میں ہمیں مزید مشکل اور زیادہ مشکل ترین کا سامنا کرنا پڑے۔ لیکن میری ناچیز رائے میں میں سوچتا ہوں کہ جب سے پاکستان کا وجود آیا ہے۔ یہ مسئلہ سب سے زیادہ مشکل ترین مسئلہ تھا۔ میں شاید یہ سوچنے کی غلطی پر ہوں کہ کل کو اس سے بھی زیادہ پیچیدہ اور مشکل مسائل ہمارے سامنے آ سکتے ہیں جن کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ماضی کو دیکھتے ہوئے اور اس مسئلے کے تاریخی پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرتے ہوئے میں پھر کہوں گا کہ یہ بہت زیادہ مشکل مسئلہ تھا گھر گھر میں اس کا اثر تھا۔ ہر گاؤں میں اس کا اثر تھا اور ہر فرد پر اس کا اثر تھا۔ یہ مسئلہ اپنی وسعت کے ساتھ سنگین سے سنگین تر ہوتا چلا گیا اور وقت کے ساتھ ساتھ ایک عفریت کی شکل سی اختیار کر گیا۔"

"ہمیں اس مسئلے کو حل کرنا ہی تھا۔ ہمیں تلخ حقائق کا دیانت داری سے سامنا کرنا ہی تھا کہ ہمارے لیے اس سے فرار کی کوئی راہ نہیں تھی۔ بلاشبہ ہم ٹال مٹول سے کام لینے کے لیے، اس مسئلے کو سپریم کورٹ یا اسلامی مشاورتی کونسل کے سپرد کر سکتے تھے یا اسلامی سیکرٹریٹ کے سامنے اس کو پیش کر سکتے تھے۔ ظاہر ہے کہ حکومت اور حتیٰ کہ افراد بھی مسائل کو ٹالنے کا فن جانتے ہیں اور جس کے تحت وہ انھیں جوں کا توں رکھ سکتے ہیں، اور درپیش صورت حال سے نمٹنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے معمولی اقدامات پر گزارا کر سکتے ہیں۔لیکن ہم نے اس مسئلے کو اس انداز سے نبٹانے کی کوشش نہیں کی ہے، کیونکہ ہم اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کا جذبہ رکھتے تھے۔''

''ہم نے اس مسئلے کو حتمی طور پر حل کرنے کے جذبے سے قومی اسمبلی کو ایک کمیٹی کی صورت میں رازدارانہ اجلاس کرنے کا کام سونپا۔ پھر قومی اسمبلی کے رازدارانہ اجلاس شروع ہوئے۔ قومی اسمبلی کے رازدارانہ اجلاس منعقد کرنے کی کئی وجوہ تھیں۔ اگر قومی اسمبلی اس رازداری سے اجلاس نہ کرتی، تو جناب اسپیکر! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یہ تمام سچی باتیں اور حقائق ہمارے سامنے آسکتے تھے؟ اور لوگ اس طرح آزادی کے بغیر جھجک کے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے تھے؟ اگر ان کو معلوم ہوتا کہ یہاں گیلری پر بیٹھنے والوں کا ان پر دباؤ ہے اور لوگوں تک ان کی باتیں پہنچ رہی ہیں۔ اور ان کی تقاریر اور بیانات کو اخبارات کے ذریعے شائع کر کے ان کا ریکارڈ رکھا جا رہا ہے تو قومی اسمبلی کے ممبران اس اعتماد اور کھلے دل سے اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکتے جیسا کہ انھوں نے رازدارانہ اجلاسوں میں اظہار خیال کیا۔''

''اب ہمیں ان رازدارانہ اجلاسوں کی کارروائی کا کافی عرصے تک احترام کرنا چاہیے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ کوئی بات بھی خفیہ نہیں رہتی۔ تام ان باتوں کے عام کرنے کا ایک موزوں وقت ہوتا ہے۔ چونکہ اسمبلی کی کارروائی خفیہ رہی ہے اور ہم نے اسمبلی کے ہر رکن کو اور ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی جو ہمارے سامنے پیش ہوئے انھیں یہ کامل یقین دلایا تھا کہ ان کی باتوں کو راز رکھا جائے گا۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں ان بیانات کو توڑ مروڑ کر پیش نہیں کیا جائے گا ان باتوں کو سیاسی یا کسی اور مقصد کے لیے بھی استعمال نہیں کیا جائے گا۔''

''میرے خیال میں ایوان کے لیے یہ ضروری اور مناسب ہے کہ وہ ان اجلاسوں کی کارروائی کو ایک خاص وقت تک راز داری میں رکھے اور ظاہر نہ کرے۔ ایک مناسب وقت گزرنے کے بعد ہمارے لیے ممکن ہوگا کہ ہم ان خفیہ اجلاسوں کی کارروائی کو منظر عام پر لے آئیں۔ کیونکہ اس کے ریکارڈ کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان اجلاسوں کے ریکارڈ کو دفن ہی کر دیا جائے، ہرگز نہیں۔ اگر میں یہ کہوں تو یہ ایک خلاف واقعہ اور غیر حقیقت پسندانہ بات ہوگی۔ میں فقط یہ کہتا ہوں کہ اگر اس مسئلے کا باب ہمیشہ کے لیے بند کرنے، اور ایک نئے آغاز کے لیے، نئی بلندیوں تک پہنچنے کے لیے، آگے بڑھنے کے لیے اور قومی مفاد کو محفوظ رکھنے کے لیے اور پاکستان کے حالات کو معمول پر رکھنے کے لیے اور اس مسئلے کے حوالے سے ہی نہیں، بلکہ دوسرے مسائل کی بھی مناسبت سے، ہمیں ان امور کو خفیہ رکھنا ہوگا۔''

''میں ایوان پر یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کا حل، دوسرے کئی مسائل پر تبادلہ خیال اور بات چیت اور مفاہمت کا نقیب بنے گا۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ حل ہمارے لیے نیک شگونی کا باعث ہے۔ اور اب ہم آگے بڑھیں گے اور تمام توقعات، لڑائی جھگڑے کی دعوت دینے والے مسائل کو مفاہمت اور مطابقت کے جذبے سے حل کریں گے۔ جناب اسپیکر! میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔ اس معاملے کے بارے میں میرے جو احساسات تھے، انھیں بیان کر چکا ہوں۔ میں ایک بار پھر دہراتا ہوں کہ یہ ایک مذہبی معاملہ ہے۔ یہ ایک فیصلہ ہے۔ جس کا ہمارے عقائد سے تعلق ہے۔ یہ پورے ایوان اور پوری قوم کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ عوامی خواہشات کے مطابق ہے۔ میرے خیال میں یہ انسانی طاقت سے باہر تھا کہ یہ ایوان اس سے بہتر کچھ فیصلہ کر سکتا۔ اسی طرح میرے خیال میں یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ اس مسئلے کو ہمیشہ کے لیے حل کرنے کے لیے موجودہ فیصلے سے کم کوئی اور فیصلہ ہو سکتا۔''

''کچھ لوگ ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو اس فیصلے سے خوش نہ ہوں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فیصلہ ناگوار ہو۔ یہ ایک فطری سی بات ہے ہم یہ توقع کیسے کر سکتے ہیں کہ اس مسئلے کے فیصلے سے تمام لوگ خوش ہوں گے جو گزشتہ ۹۰ سال سے حل نہیں ہو سکا۔ اگر یہ مسئلہ سادہ سا ہوتا اور ہر ایک کو خوش رکھنا ممکن ہوتا تو یہ مسئلہ بہت پہلے حل ہو گیا ہوتا، لیکن ایسا ممکن نہیں ہو سکا تھا۔ ۱۹۵۳ء میں بھی ممکن نہیں ہو سکا تھا۔''

''وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ ۱۹۵۳ء میں حل ہو چکا تھا۔ وہ لوگ اصل صورت حال کا صحیح تجزیہ نہیں کرتے۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فیصلے پر نہایت ناخوش ہوں گے۔ اب میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ میں ان لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ لیکن میں یہ کہوں گا کہ یہ ان لوگوں کے طویل المیعاد مفاد میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ غالباً ناخوش ہی ہوں گے، انھیں یہ فیصلہ پسند نہیں ہوگا اور اس فیصلے پر رنجیدہ ہوں گے۔ لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور ذاتی طور پر ان لوگوں سے یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا ہی چاہیے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا، اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوگئی۔''

''مجھے یاد ہے کہ جب حزب اختلاف کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی، تو انھوں نے ان لوگوں کو فیصلے کی روشنی میں مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا۔ جو اس فیصلے سے متاثر ہوں گے۔ اس یقین دہانی پر یہ پورا ایوان اور پوری قوم پُرعزم ہے۔ اب یہ ہر پارٹی کا فرض ہے۔ یہ حکومت کا فرض ہے۔ یہ حزب اختلاف کا فرض ہے اور یہ ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کرے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اسلام کی یہی روح ہے، اور اس کی نصیحت رواداری ہے۔ مسلمان ہمیشہ رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ نہیں کی بلکہ پوری تاریخ میں اسلامی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشروں کے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آ کر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے حکمران معاشروں سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہماری مملکت ایک اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ فراہم کریں۔ جناب اسپیکر! ان الفاظ کے ساتھ ہی میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ آپ کا شکریہ۔''

کیا قادیانیت کے خلاف پارلیمانی فیصلہ متنازعہ تھا؟

قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر مرزائیوں کے دونوں گروہوں ''ربوی قادیانی'' اور ''لاہوری قادیانیوں'' کو کافر قرار دے دیا۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ پارلیمنٹ میں دونوں گروہوں کے سربراہان مرزا ناصر اور صدر الدین کو اپنے دلائل دینے کا پورا پورا موقع فراہم کیا گیا۔

اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار، علمائے اسلام و دیگر ممبرانِ اسمبلی نے ان دونوں شاخوں کے سربراہان کی وہ گت بنائی کہ دونوں آئیں بائیں شائیں کرنے لگے۔ وہ اپنے علمی محاسبہ سے گھبرا گئے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پارلیمنٹ کی اس کارروائی کو ''پارلیمنٹ میں قادیانی شکست'' کے نام سے کتابی صورت میں چھاپ دیا ہے جو قادیانیوں کے لیے تازیانہ عبرت کا درجہ رکھتی ہے۔ انھیں خالی الذہن ہو کر اس کا مطالعہ کرنا چاہیے امید ہے جب وہ اپنے اکابر کو ننگی کا ناچ ناچتا دیکھیں گے تو کفر و دجل پر لعنت بھیج کر دامنِ اسلام میں آ جائیں گے۔ لیکن پارلیمنٹ کے اس تاریخی اور متفقہ فیصلے کو مرزائی بڑی ڈھٹائی سے رد کرتے ہیں بلکہ طرفہ تماشہ تو یہ ہے کہ وہ طنزاً مسلمانوں کو سرکاری مسلمان کہتے ہیں اور خود کو اصلی مسلمان گردانتے ہیں۔ قومی اسمبلی کے اندر اور باہر کی دینی اور علمی شخصیات مولانا مفتی محمود، مولانا محمد ابراہیم کیر پوری، مولانا ظفر احمد انصاری، محمود اعظم فاروقی، مولانا صدر الشہید، مولانا محمد یوسف کلکتوی، مولانا نعمت اللہ انصاری، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا ابو الاعلیٰ مودودی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا عبد الحکیم، نوابزادہ نصر اللہ خان، نوابزادہ محمد شاکر قریشی، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد، حاجی علی احمد تالپور ایسے اساطین علم و فن، دانشور و اسکالرز کے متعلق اپنی زبانیں ہمیشہ دراز ہی کرتے ہیں۔ صرف دو مقامات ملاحظہ فرمائیں۔ قادیانی صحافی ثاقب زیروی ایڈیٹر پندرہ روزہ جریدہ ''لاہور'' ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے:-

''یہ سب شرابی، زانی، منشیات کے اسمگلر، مرتشی، بدعنوان، غاصب، جابر، متشدد المزاج، لاف زن، شیخی خورے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں سے عاری، آزادانہ جنسی تعلقات کے عادی، بدکردار، بڑی بے شرمی اور بے حیائی سے شادیاں رچا کر پھر ان عورتوں کو بازارِ حسن کی زینت بنا دینے والے، پرمٹ لائسنس اور ویزہ فروش، بحری قزاق، مجرمانہ ذہنیتوں کے حامل، رسہ گیر، قاتل اور قاتلوں کے پشت پناہ، قوم کی بیٹیوں پر برملا دست درازیاں کرنے والے، ناجائز درآمدات و برآمدات میں ملوث اور کسٹم ڈیوٹی میں ہیرا پھیری کے ذریعے خزانہ عامرہ کو نقصان پہنچانے والے اس دور کے مفتیانِ دین و شرع متین ہیں جنھوں نے ستمبر ۱۹۷۴ء میں بھٹو کے اقتدار کو دوام بخشنے کی غرض سے احمدیوں کو بزورِ سیاست و اغراض کے لیے ''ناٹ مسلم'' قرار دیا تھا۔'' (پندرہ روزہ قادیانی جریدہ ''لاہور'' ۱۱ فروری ۱۹۷۹ء)

ان بزرگ علماء و دانشوروں کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے ماسٹر امیر عالم قادیانی پندرہ روزہ ''لاہور'' کی اشاعت ۲۶ نومبر ۱۹۷۴ء میں اپنے ایک مضمون میں یوں زہر افشانی کرتا ہے:-

''قومی اسمبلی کی ہیئت ترکیبی سراسر ناموزوں اور خلاف ضابطہ شرع متین تھی اور اس نے آئین میں متذکرہ ترمیم کرنے میں بے اعتدالی سے کام لیا۔ غرض یہ کہ ایک طرف ختم نبوت کا اہم ترین دینی مسئلہ اور دوسری طرف تعیش پسند چھوکرے، جن کی شکلیں دیکھ کر گھن آتی ہے۔ ان کے ہاتھوں میں یہ مسئلہ دے دینا ایسا ہی تھا جیسے کسی بوڑھے بزرگ کی داڑھی شریر بچوں کے ہاتھوں میں آ جائے، نتیجہ معلوم! پھر اس داڑھی کا جو حشر ہو سکتا ہے ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے۔''

(پندرہ روزہ جریدہ ''لاہور''، ۲۶ نومبر ۱۹۷۹ء)

قادیانیوں کا واویلا فضول ہے، قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس وقت کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر آپ پڑھ چکے ہیں جس میں انھوں نے قادیانیوں کے کفر و ضلالت کی باقاعدہ توثیق کی۔ اس میں انھوں نے واضح لفظوں میں کہا:-

''قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ سیاسی نہیں بلکہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے۔ یہ ایک قومی فیصلہ ہے۔ یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کا عکاس ہے۔ پاکستان اسلام کی بنیاد پر بنا ہے، پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت جس چیز کو اعتقادات کے خلاف سمجھتی ہے، اس کے حق میں فیصلہ کرنا پاکستان کے تصور کو ٹھیس لگانے کے مترادف ہوگا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا مذہبی فیصلہ بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے جائز مطالبات پورے کرے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا حکومت کی نہیں پاکستان کے عوام کی کامیابی ہے۔ اگر تمام جماعتوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا تو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔''

جناب بھٹو مرحوم کے ان صاف اعترافات کے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

باوجود بزعمِ خود دانشور اور مرزائی کہتے ہیں کہ

"احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا۔"

تحریکِ ختم نبوت کے عظیم کارکن جناب سہیل باوا لندنی اپنی ایک تحریر میں لکھتے ہیں:-

"قادیانیوں غیر مسلم قرار دینا اگر متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا تو اس فیصلے سے قبل پاکستان کے سینے پر مرزائیت کے خنجر کس نے گھوپے، قادیانی وزیر خارجہ ظفر اللہ کی ایما پر سیٹو اور سینٹو جیسے معاہدوں پر دستخط کر کے پاکستان کو امریکی استعمار کی غلامی میں کس نے دیا؟ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانیوں کی "فرقان بٹالین" نے پاک فوج کو بے دست و پا کیوں کیا؟ کیا نوبل انعام یافتہ قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبد السلام نے پاکستان کے ایٹمی راز فاش نہیں کیے؟ قادیانی پاکستان کے سینے پر مونگ دل رہے تھے، پاکستان کے عوام کو یرغمال بنا کر اپنے استعماری ایجنڈے کی تکمیل کے لیے اسلام کو اپنے نشانے پر رکھے ہوئے تھے، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک خالصتاً قومی، سیاسی اور مذہبی مسئلہ تھا، اگر اس طبقے کو اسلام کی صفوں سے باہر نہیں نکالا جاتا تو آج نہ جانے کتنے بنگلہ دیش بن چکے ہوتے۔ قائد اعظم سے جب دورۂ کشمیر کے موقع پر قادیانیوں کی بابت دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ پاکستانی عوام کی اکثریت احمدیوں کے اسلام کے حوالے سے مشکوک ہے اور پاکستانی عوام کی اکثریت کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا۔"

قادیانی خود اس بات کے قائل ہیں کہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں ان کے مذہب سے متعلق متفقہ فیصلہ پاکستانی عوام کی امنگوں کا ترجمان ہے۔ ۸ جولائی ۲۰۱۰ء کو عربی جریدے نے ہفت روزہ "الاخبار" میں ایک قادیانی عبادت گاہ شمشاد نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ

"پاکستانی حکومت اور پاکستانی عوام کی اکثریت قادیانیت کو تسلیم نہیں کرتی ہے تو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کو متنازعہ کہنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جمہوری معاشروں میں اکثریت کے فیصلے کو ریاست کی تائید ملتی ہے اور قادیانیوں کی حمایت میں پاکستان سمیت دنیا بھر کے مسلمان ایک لفظ سننے کو تیار نہیں، قادیانی کل بھی غیر مسلم تھے، قادیانی آج بھی غیر مسلم ہیں۔"

قادیانی آئینِ پاکستان کے منکر ہیں۔ وہ اپنے پراگندہ خیالات کو اہل اسلام کے دماغ میں انڈیلنا چاہتے ہیں۔ یہ اللہ کا خصوصی کرم ہے کہ اس نے پارلیمنٹ کے فیصلے کی شکل میں پوری ملت اسلامیہ پر اپنی رحمت بکھیر دی۔ مرزائی اس فیصلے کو مانیں یا نہ مانیں اس سے کیا فرق پڑے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ ملک کلمہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے اور اسے تاجدارِ ختم نبوت حضرت محمد ﷺ کے سچے پیروکاروں نے اپنے خون سے تعمیر کیا ہے۔ اس لیے اس ملک میں کسی گستاخ رسول، کسی باغی عقیدہ ختم نبوت اور کسی جھوٹے نبی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔

قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی کا ریکارڈ منظر عام پر

قومی اسمبلی کے فلور پر قادیانی مذہب اور ان کے اعتقادات پر ۵ اگست سے ۲۸ اگست ۱۹۷۴ء تک بحث ہوتی رہی۔ تفصیل کے مطابق ۵ اگست ۱۹۷۴ء سے ۱۰ اگست اور ۲۰ اگست سے ۲۴ اگست تک قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کا بیان اور اس پر جرح ہوئی۔ ۲۷ اور ۲۸ اگست دو دن مرزا غلام قادیانی کے دوسرے پیروکار لاہوری گروپ کے بیان اور اس پر جرح کی گئی۔

یہ وہ زمانہ تھا جب قومی اسمبلی کی کارروائی کے دوران وڈیو کے بجائے تمام تر کارروائی آڈیو ریکارڈنگ کے ذریعہ محفوظ کی جاتی تھی۔ چنانچہ مسئلہ قادیانی پر بحث وتمحیص کو خصوصی کمیٹی کی اس تمام تر کارروائی کو انتہائی خفیہ طور پر سیل بند کر کے محفوظ کر دیا گیا۔ اسمبلی کی کارروائی قواعد وضوابط کے مطابق چونکہ لکھ کر کتابی صورت میں لائی جاتی ہے اس لیے ضابطہ کے عین مطابق قادیانیوں کے متعلق تمام سوالات و جوابات اور جرح کو آڈیو کیسٹوں سے قرطاس پر اسمبلی کے ذمہ دار عملہ نے منتقل کر دیا۔ یہ کارروائی روزانہ کی بنیاد پر مرتب کی گئی تھی جو بڑے سائز کے سولہ رجسٹروں پر مشتمل تھی۔

مرزائی اگرچہ غیر مسلم قرار دیے جا چکے تھے مگر ابھی تک ان کے سیاسی حلقوں اور اسٹیبلشمنٹ میں جڑیں کافی مضبوط تھیں۔ وہ کبھی نہیں چاہتے تھے کہ ان کا اسمبلی کے فلور پر بوگس اور شرم آمیز دلائل پر مشتمل بیانات قادیانی حلقوں میں ظاہر نہ ہو۔ اصل میں انھیں اپنے مکروہ خیالات اور جھوٹ پر کھڑی کی جانے والی جعلی نبوت کے دھڑام سے گر جانے کے ظاہر ہونے کا اندیشہ دامن گیر تھا۔ کیونکہ جس طرح دونوں گروہ اپنے اپنے بیانیے کی روشنی میں ذلیل وخوار ہوئے، ان کا کچا چٹھا سب کھل گیا۔ ایک دن کچھ بیان دیتے اور اگلے روز اس میں ترمیم کر کے کچھ اور پیش کرتے۔ ان کے کئی سفید جھوٹ پکڑے گئے تھے دوسرے لفظوں میں ان کی خانہ ساز نبوت کا جنازہ نکل گیا تھا اور وہ شرمسار و بے مراد ہو کر پارلیمنٹ سے نکلے۔

"تاریخی قومی دستاویز"

بعض خفیہ طاقتوں کی سفارش اور خود مرزائیوں کی خواہشات کی تکمیل اور خوشامد میں قومی اسمبلی کی اس خفیہ کارروائی کو، جو صفحات پر منتقل بھی کی جا چکی تھی، کو منظر عام پر نہ لایا گیا لیکن مرزائی حلقے اپنے لوگوں کو بیوقوف بنانے اور عوام الناس میں پروپیگنڈے کی خاطر یہ کہتے رہے کہ اگر اسمبلی کی یہ خفیہ کاروائی منظر عام پر آجائے تو آدھا پاکستان مرزائی (قادیانی) ہو جائے۔ اس سلسلے میں مرزائیوں کے بزعم خود چوتھے خلیفہ مرزا طاہر اور دیگر کے بیانات ریکارڈ پر ہیں۔

شاہین ختم نبوت، مفکر اسلام میرے نہایت مکرم بزرگ حضرت مولانا اللہ وسایا ﷿ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

"ان دنوں جس ٹیم نے قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کے لیے محنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی فقیر راقم کو بھی ان کے ساتھ بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ تب مفکر اسلام مولانا مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، چوہدری ظہور الٰہی اور دیگر اراکین اسمبلی دن بھر کی کارروائی سنانے کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کے پاس راول پنڈی پارک ہوٹل تشریف لاتے۔ ان کی تمام گفتگو، قادیانیوں سے سوالات و جوابات کو تفصیل کے ساتھ فقیر کاپی پر نوٹ کرتا رہتا۔ اسمبلی میں بھی رپورٹنگ کے لیے ساتھی موجود ہوتے تھے۔ جو کمنٹس لیتے رہتے تھے۔ وہ تمام کارروائی فقیر قلمبند کرتا رہا۔ کچھ مواد ممبران سے بھی مل جاتا۔ اس طرح "تاریخی قومی دستاویز" کتاب تیار ہوگئی۔"

"اس دوران اللہ رب العزت کے کرم کا معاملہ ہوا کہ جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں لاہوری گروپ کی طرف سے ایک کیس دائر ہوا۔ جوہانسبرگ افریقہ کے مسلمانوں نے رابطہ عالم اسلامی سے اس کیس کی پیروی کے لیے مدد مانگی۔ رابطہ نے پاکستان کے اس وقت کے صدر جناب ضیاء الحق سے اس کی پیروی کی درخواست کی۔ پاکستان سے بھاری بھرکم سرکاری وفد افریقہ کے لیے گیا۔ اس میں پاکستان کے لاء سیکرٹری جناب جسٹس (ر) محمد افضل چیمہ صاحب بھی تھے۔ چنانچہ چیمہ صاحب کے ذریعہ وفد کو پاکستان کی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی وہ کارروائی جو آڈیو سے جسٹروں پر منتقل کی گئی تھی اس کی مکمل کاپی صدر مملکت کے حکم پر فراہم کی گئی۔"

مولانا اللہ وسایا ﷾ خراج تحسین کے مستحق

مولانا اللہ وسایا عالی ہمت شخصیت ہیں۔ مسئلہ ختم نبوت کی ترویج و احیاء میں ہزاروں صفحات کے خالق ہیں۔ عقیدہ ختم نبوت کے ذیل میں ان کی بے پناہ خدمات ہیں۔ "تاریخی قومی دستاویز" کی ترتیب و تہذیب ان کا شاہکار کارنامہ ہے یہ کتاب پونے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے کر لیں کہ مرزائی حضرات اکثر یہ کہتے ہیں کہ اسمبلی کی کارروائی منظر عام پر کیوں نہیں لاتے۔ ڈرتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ جب کہ اندرون خانہ وہ خود اس کی اشاعت میں حائل تھے۔ جب قادیانیوں کے سامنے مولانا مدظلہ کی مرتب کردہ "تاریخی قومی دستاویز" لائی جاتی تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگتے۔ وہ اس تاریخی دستاویز سے خاصے نالاں تھے۔ بھٹو حکومت اور ان کی قومی اسمبلی کو گالیوں سے نوازتے۔ جب ہر جگہ مرزائیوں کے اس دستاویز کا ذکر کیا جاتا تو ان کی مشاورتی ٹیم نے ایک مضمون جو درحقیقت جھوٹ کا پلندہ تھا، تیار کر کے انٹرنیٹ پر رکھ دیا گویا کہ یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ دستاویز میں ذکر کیے گئے حقائق اصلی نہیں۔ مولانا صاحب نے کئی فورمز پر قادیانیوں کو چیلنج دیا کہ آپ کے خیال کے مطابق یہ دستاویز درست نہیں ہیں تو براہ مہربانی اصلی دستاویز سامنے لائیں۔ مگر ان سے اس کا کوئی جواب نہیں بن پایا۔ فبھت الذی کفر

خفیہ ریکارڈز کی اشاعت وقت کی ضرورت

"تاریخی قومی دستاویز" مرزائیت کے تابوت میں کیل ٹھوکنے کے لیے کافی شافی کتاب ہے۔ لیکن اشد ضرورت تھی کہ قومی اسمبلی کا وہ ریکارڈ من وعن منظر عام پر آ جائے۔ ۱۹۹۳ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو کے عہد حکومت میں یہ خبر آئی کہ قومی اسمبلی کے ریکارڈ روم میں آگ لگ گئی ہے اور اس میں متعدد قومی ریکارڈز کی دستاویزات بھی جل کر راکھ ہوگئیں ہیں۔ دینی حلقوں میں باعث تشویش بات یہ تھی کہ قادیانی ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلے کی دستاویز کو ضائع کرنے کے درپے تھے ممکن ہے یہ آڈیو ریکارڈ جو تاریخی دستاویز پر مشتمل تھا، بھی آگ کی نذر نہ ہوگئی ہو۔ لیکن دوسرے طرف اطمینان بخش صورت حال یہ بھی تھی کہ وڈیو سے وہ قرطاس پر منتقل شدہ ریکارڈ محفوظ ہاتھوں میں تھا۔ ستمبر ۲۰۱۱ء میں اخبارات میں یہ خبر آئی کہ محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا صاحبہ اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان نے اس تمام ریکارڈز کو اوپن کرنے کا حکم دے دیا ہے اور قومی اسمبلی سیکرٹریٹ حسب روایت اسے شائع کرے گا۔

حکومت کے اس اعلان کو تمام حلقوں میں سراہا گیا۔ ایک بار پھر یہ موضوع اخبارات و جرائد کی زینت بننے لگا جس سے قادیانی قیادت زخمی سانپ کی طرح تڑپ کر رہ گئی۔ ۲۰ جنوری ۲۰۱۲ء کے روزنامہ "جنگ" میں اس بارے میں ایک اہم خبر یوں شائع ہوئی:-

"قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈز اوپن کر دیا گیا۔

اسلام آباد (طاہر جلیل) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈز اوپن کر دیا گیا۔ اسپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے ۳۸ سال بعد قادیانی آئینی ترمیم کا خفیہ ریکارڈز اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو بھٹو دور میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے قومی اسمبلی نے تیسری آئینی ترمیم کی منظوری دی تھی۔ اس مقصد کے لیے پورے ایوان کو قائمہ کمیٹی قرار دے کر اس کے خفیہ اجلاس منعقد کیے گئے۔ چار خفیہ اجلاس میں جماعت احمدیہ کے اس وقت کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے دلائل دیئے تھے۔ جس پر اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار نے تفصیلی جرح کی۔ چونکہ ساری کارروائی خفیہ تھی اس لیے تحریری ریکارڈ پارلیمنٹ میں سر بمہر رکھا گیا۔ ذرائع نے کہا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کوئی بھی دستاویز ۳۰ سال تک خفیہ رہ سکتی ہے تیس سال کے بعد اسے اوپن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۳۸ سال کے بعد موجود اسپیکر نے خفیہ قادیانی ترمیمی بل کا سارا ریکارڈز اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔

ذرائع نے یہ بھی انکشاف کیا کہ قادیانی آئینی بل کا خفیہ آڈیو ریکارڈ بے نظیر دور ۱۹۹۳ء میں جل گیا تھا۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے خفیہ ریکارڈز کی تیاری اور طباعت پر قومی اسمبلی کو ۴۶ لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے ہیں اور سارا ریکارڈز اوپن کر کے جمعرات کو پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں اراکان اس سے استفادہ کر سکیں گے۔ علاوہ ازیں سینٹ کے اپوزیشن لیڈر مولانا عبد الغفور حیدری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے بھی قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا پارلیمانی ریکارڈ حاصل کرنے کے لیے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ سے باضابطہ رابطہ کرلیا ہے۔''

امتناع قادیانیت آرڈیننس ۱۹۸۴ء

قادیانی کافر قرار دیے جانے کے بعد بھی اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے خود کو ملت اسلامیہ ہی کا فرد گردانے پر اصرار کرتے رہے اور یہ اصرار ان کا اب بھی جاری ہے۔ کھلے عام اسلامی شعائر کا استعمال یعنی اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کہنا اور ان میں باآواز بلند اذان دینا، گھر اور عمارتوں پر کلمہ طیبہ لکھنا وغیرہ سے باز نہ آنا جبکہ وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہو چکے ہیں، جس کے بعد شعائر اسلامی و دیگر اسلامی اصطلاحات کو استعمال کرنے کا کوئی حق انھیں نہیں پہنچتا۔ چنانچہ اس کی حد بندی کے لیے اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم نے ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس کی رو سے قادیانی اور لاہوری دونوں گروہ شعائر اسلامی و اسلامی اصطلاحات کا ہرگز ہرگز استعمال نہیں کر سکتے۔ جس کی رو سے دونوں گروہوں پر ہمہ قسمی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی۔ ۱۹۸۵ء میں قومی اسمبلی کی منظوری کے بعد یہ قادیانیت آرڈیننس بھی آئین کا حصہ بن گیا۔

آرڈیننس نمبر ۲۰، مجریہ سال ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کا آرڈیننس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لیے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنا پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

لہٰذا اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بہ موجب اور اس سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول

ابتدائیہ

مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

① - یہ آرڈیننس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

② - یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا: آرڈیننس، عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔ اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے۔

حصہ دوم

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

③ - ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات ۲۹۸ ب اور ۲۹۸ ج کا اضافہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں)، دفعہ ۲۹۸ الف کے بعد حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائے گا یعنی

۲۹۸ ب بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال

① - قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے:-

الف: حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب: حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج: اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارتے تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کو بھی مستوجب ہوگا۔

② - قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کا اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

۲۹۸ ج قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۹۹۸ء

(ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) کی ترمیم

④ - ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹ الف کی ترمیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ء (ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء) میں جس کا حوالہ بعد ازیں مذکورہ مجموعہ کے طور دیا گیا ہے دفعہ ۹۹ الف میں ذیلی دفعہ (۱) میں

الف : الفاظ اور سکتہ ''اس طبقہ کے'' بعد الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور سکتے اس نوعیت کا کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ذیلی دفعہ (۱) کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے۔ شامل کر دیئے جائیں گے اور

ب : ہندسہ اور حرف ۲۹۸ الف کے بعد الفاظ، ہندسے اور حرف یا دفعہ ۲۹۸ ب یا دفعہ ۲۹۸ ج شامل کر دیئے جائیں گے۔

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

مذکورہ مجموعہ میں جدول دوم میں دفعہ ۲۹۸ الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل اندراجات شامل کر دیے جائیں گے یعنی (ملاحظہ ہو: صفحہ ہذا پر نقشہ جدول)

حصہ چہارم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) کی ترمیم

④- مغربی پاکستان آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ کی ترمیم

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس ۱۹۶۳ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر ۳۰ مجریہ ۱۹۶۳ء) میں دفعہ ذیلی (۱) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کر دی جائے گی۔ یعنی

''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی دفعات ۲۹۸ الف، ۲۹۸ ب یا ۲۹۸ ج میں دیا گیا ہے۔'' یا''

شایع کردہ

محکمہ فلم و مطبوعات

وزارت اطلاعات و نشریات، اسلام آباد، پاکستان

مورخہ ۶ جون ۱۹۸۴ء۔''

قادیانیوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ہمارا اصل کام

مرزائیوں کے متعلق پارلیمنٹ نے تو اپنا کام کر دیا۔ اب ساری ذمہ داری ہمارے کندھوں پر آن پڑی ہے آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قادیانی گروہ کی بڑھتی ہوئی اندرون و بیرون ملک سرگرمیوں کا سنجیدگی سے جائزہ لیا جائے اور حقیقی معنوں میں تمام مکاتب فکر پر مشتمل مجلس تحفظ ختم نبوت کو از سر نو منظم کیا جائے تاکہ مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ نئی نسل کو ان کے کفر و فریب سے بچایا جا سکے۔

حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوری نے اکتوبر ۱۹۷۴ء میں ماہنامہ ''بینات'' (کراچی) کے اداریہ میں لکھا کہ

''مرزائیوں کی حیثیت قابل ازیں کفار کا ذمین کی تھی اور قومی اسمبلی کے فیصلہ کے بعد ان کی حیثیت پاکستان کے غیر مسلم شہریوں کی ہے جن کو ذمی کہا جاتا ہے (بشرطیکہ وہ بھی پاکستان میں بحیثیت غیر مسلم کے رہنا قبول کر لیں، اس لیے کہ عقد ذمہ دو طرفہ معاہدہ ہے) اور کسی ذمی کے جان و مال پر ہاتھ ڈالنا اتنا سنگین جرم ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن بارگاہِ الٰہی میں ایسے شخص کے خلاف نالش کریں گے۔ اس بنا پر تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کی جان و مال کی حفاظت کریں۔ مجلس عمل نے مرزائیوں سے سوشل بائیکاٹ کا فیصلہ کیا تھا جو مسلمانوں کے دائرہ اختیار کی چیز تھی لیکن جن مرزائیوں نے قومی اسمبلی کا فیصلہ تسلیم کر کے اپنے غیر مسلم شہری ہونے کا اقرار کر لیا ہو۔ اب ان سے سوشل بائیکاٹ نہیں ہوگا۔ اور جو مرزائی اس فیصلے کو قبول نہ کر رہے ہوں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں سے ترک محاربت پر آمادہ نہیں۔ مرزائیوں کو آئینی حیثیت سے غیر مسلم تسلیم کرنے کے بعد کچھ انتظامی اقدامات ہیں جو حکومت پاکستان سے متعلق ہیں۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ حکومت اس بات میں تغافل سے کام نہیں لے گی۔ اس سلسلہ میں زیادہ اہم امر یہ ہے کہ خفیہ ریشہ دوانیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور کسی نئی سازش برپا کرنے کے امکانات کو نظر انداز نہ کیا جائے۔ حکومت اور عام مسلمانوں سے متعلق جو چیز ہے، وہ یہ ہے کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر ہمارا مشن پورا نہیں ہو جاتا، بلکہ یہ تو کسی مادی غرض یا کسی غلط فہمی کی بنا پر اس مرزائیت سے وابستہ ہوئے انھیں آنحضرت ﷺ کے دامن ختم نبوت میں لانے کے لیے محنت کی جائے، ان کے کچھ شبہات

ایکٹ نمبر ۵ بابت ۱۸۹۸ء کی جدول دوم کی ترمیم

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۲۹۸-ب	بعض مقدس شخصیات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضاً	ایضاً	ناقابل ضمانت	ایضاً	تین سال کے لیے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانے	ایضاً
۲۹۸-ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً	ایضاً

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہوں تو ان کو زائل کیا جائے۔ ان کی کچھ مجبوریاں ہوں تو ان کو رفع کیا جائے۔ مرزائیوں نے عام طور پر مسلمانوں ہی کو شکار کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کو پوری ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ جہنم سے نکالنے کی فکر کی جائے۔ پاکستان کے اندر اور باہر جس قدر لوگ مرتد ہوئے انھیں پھر سے اسلام کی دعوت دی جائے غرض مرزائیوں کو خارج از اسلام قرار دینا اصل مقصد نہیں تھا، بلکہ انھیں داخل در اسلام کرنا اصل مقصد ہے۔" (بصائر و عبر، ج ۲، ص ۱۹۱، مکتبہ بینات کراچی)

قادیانیت دوسرے ممالک میں سرکاری وسائل کے ساتھ اسلام کے ساتھ نبرد آزما ہے تو ہمیں کامل بصیرت کے ساتھ دنیا کو یہ بتانا ہے کہ اس گروہ کا ملت اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اب ضروری ہو گیا ہے کہ دنیا بھر کی لائبریریوں اور تحقیقی مراکز میں مختلف زبانوں میں لٹریچر بھجوایا جائے۔ اس میدان میں کام کرنے والی تنظیمیں اور رجالِ کار بخوبی آگاہ ہیں کہ مرزائی بڑی دلیری اور برق رفتاری سے اپنے مشن احمدیت کی تکمیل کے لیے مستعد اور متفق ہیں۔ اب ہمیں سوچنا ہے کہ ہم ان کے مقابلہ میں اپنی وحدت، یکجہتی اور تنظیمی وسعت کے لیے کیا کچھ کر رہے ہیں۔ یہ دور پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا ہے ہمارے قابل قدر مفتیانِ کرام الیکٹرانک میڈیا کو بھرپور استعمال کرنے کے لیے قدم اٹھائیں لوگوں کو آگاہ کریں کہ کفر جدید میڈیا کے ذریعے ہماری نوجوان نسل کے ذہنوں پر حملہ آور ہے اس لیے اپنے اور اپنی نسل کے ایمان کو بچانے کے لیے الیکٹرانک میڈیا کا استعمال کیا جائے۔ ہمیں ایک ایسے ٹی وی چینل کی ضرورت ہے جس کا نام "مسلم امہ چینل" ہو جو صرف عقیدۂ ختم نبوت کے دفاع و احیاء اور قادیانیت و دیگر باطل فرقوں کے رد کے لیے کام کرے اور اس مشن کے لیے ایسے رجالِ کار کی ضرورت ہے جو اردو، عربی، انگریزی و دیگر بڑی بڑی زبانوں پر مہارت رکھتے ہوں۔ مخالفین کا دامن علم اور دلائل سے خالی ہے البتہ اسلام دلائل و براہین سے لبریز ہے اور رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا مسئلہ آفتاب و ماہتاب کی طرح روشن ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان مفکرین اور دانشور حضرات ایک مشترکہ فورم بنائیں اور اپنی تمام علمی، ادبی، فکری، قانونی، تحریری، تقریری، جماعتی، تنظیمی، اصلاحی اور فلاحی سرگرمیاں اس پر صرف کریں تو ان شاء اللہ غیب سے ہماری مدد کے دروازے بھی کھل جائیں گے اور ہمارے ذاتی اور ملکی مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔

بقیہ: تحریک ردِ قادیانیت اور مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی

مجاہد صاحب کو شکایت تھی کہ ان کے ٹریکٹ نمبر ۲ کا جواب نہیں دیا گیا، مولانا نے جواب حاضر کر دیا، تیسرے نمبر میں وفات مسیح سے متعلق چند بے اصل حدیثیں پیش کی تھیں، مولانا نے ص ۶۷ سے ۷۴ تک ان روایات پر جرح کر کے ان کی اصلیت بتلا دی۔

۱۶ دسمبر ۱۹۳۳ء کو جلسۂ اہل حدیث کانفرنس کے موقع پر جنرل سکریٹری انجمن احمدیہ کلکتہ نے ایک دو ورقہ اشتہار پنجاب فائن آرٹ پریس کلکتہ سے چھپوا کر تقسیم کرا دیا، مجاہد صاحب وہاں سے اشتہار لائے اور آخری دو لائن اڑا کر اپنے نام سے شائع کر دیا اور اس کا نام ٹریکٹ نمبر ۵ ظہور امام بجواب ٹریکٹ نمبر ۴ انجمن اشاعت الاسلام مدن پورہ بنارس رکھا، مولانا نے ص ۷۵ سے آخر کتاب ص ۷۸ تک ان کے اس رسالے کا دنداں شکن جواب دیا۔

⑨ دفع اوہام از ظہور امام

سلسلۂ مرزائیت کا ٹریکٹ نمبر ۱۲، منجانب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام بنارس، صفحات ۱۸۔

یہ رسالہ ۱۸ صفحات پر مشتمل ہے، انجمن احمدیہ مرزائیہ بنارس نے ظہور امام کے نام سے رسائل کا جو سلسلہ شروع کیا تھا، پہلے رسالے میں اپنے خیال کاذب میں قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی، آپ نے اس کا جواب اسی وقت تیار کر لیا تھا، لیکن وہ علمی اور طویل ہونے کی وجہ سے عام فہم نہیں تھا، اس لیے عوام کے شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے آسان زبان میں آپ نے یہ رسالہ ترتیب دیا اور ان میں ان آیات کا صحیح معنی و مفہوم کو واضح کیا، جن سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت کرنے کی فضول کوشش کی جاتی ہے۔

⑩ بارقۃ السیف

"بارقۃ السیف" مولانا سیف بنارسی کا مستقل رسالہ نہیں ہے اور رسالہ کی صورت میں کہیں طبع بھی نہیں ہوا، دراصل دس قسطوں میں اس عنوان سے آپ کا ایک طویل مضمون اخبار "اہل حدیث" امرتسر میں شائع ہوا، جس کی قسطیں ۴ اکتوبر ۱۹۳۵ء تا ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء مسلسل شائع ہوئیں، شروع کی علی الترتیب آٹھ قسطیں ردّ قادیانیت کے موضوع پر ہیں، ممکن ہے کہ یہ آپ نے مستقل رسالہ لکھا ہو، اس کا موضوع قادیانیوں کی وہ تحریفات ہیں، جو انھوں نے احادیث میں کیں، مولانا نے ایسی تمام احادیث خصوصاً دیلمی کی احادیث کا باریک بینی سے تحقیقی جائزہ لیا اور ان کی تحریفات کو واضح کیا۔

سب سے آخری خبر

"جب حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اسود عنسی کو قتل کیا، تو رحمت عالم ﷺ کو وحی کے ذریعے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کی کامیابی اور اسود عنسی کے قتل کی خبر دی گئی، آپ ﷺ نے یہ خبر سن کر خوشی و انبساط کا اظہار فرمایا، اس دنیا سے تشریف لے جاتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے وحی کے ذریعے سب سے آخری غیر ملکی خبر جو سماعت فرمائی وہ ایک جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کے قتل کی خبر تھی۔"

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت، ص ۳۴، از مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد یٰسین شاد

تحریکِ دفاع ختم نبوت، مفصل عدالتی فیصلہ

۱۹۷۴ء کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی پارلیمنٹ قومی اسمبلی و سینیٹ نے قادیانی مرزائی (بزعم خود احمدی) لاہوری گروپوں پر مشتمل منکرینِ ختم نبوت کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا تھا۔

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیوں کو روکنے کے لیے اور قانون میں ترمیم کے لیے آرڈیننس بنام "امتناع تعزیرات ۱۹۸۴ء" نافذ کیا۔ جس میں تعزیرات پاکستان میں دفعہ ۲۹۸ بی کا اضافہ کیا گیا ہے جس کی رُو سے قادیانی گروپ اور لاہوری گروپ کے کسی بھی ایسے شخص کو جو زبانی یا تحریری طور پر یا کسی فعل کے ذریعے مرزا غلام احمد کے جانشینوں یا ساتھیوں کو "امیر المومنین"، یا "صحابہ" یا اس کی بیوی کو "ام المومنین" یا اس کے افرادِ خاندان کو "اہل بیت" کے الفاظ سے پکارے یا اپنی عبادت گاہ کو "مسجد" کہے، تین سال کی سزا اور جرمانہ کیا جا سکتا ہے۔

اس دفعہ کی رُو سے قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ یا احمدیوں کے ہر شخص کی بھی یہی سزا ہوگی جو اپنے ہم مذہب افراد کو عبادت کے لیے جمع کرنے یا بلانے کے لیے اس طرح اذان کہے یا اس طرح کی اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں۔

ایک نئی دفعہ ۲۹۸ سی کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کیا گیا جس کی رو سے متذکرہ گروپوں میں سے ہر ایسا شخص جو بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرے اور اپنے عقیدہ کو اسلام کہے یا اپنے عقیدے کی تبلیغ کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی انداز میں مسلمانوں کے جذبات مشتعل کرے اس سزا کا مستحق ہوگا۔

اس آرڈیننس نے قانونِ فوجداری ۱۸۸۹ء کی دفعہ ۹۹ اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی ہو ضبط کر سکتی ہے۔

نیز اس آرڈیننس کے سبب پاکستان پریس اور پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے۔ جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر دے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دے۔ جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔ آرڈیننس فوری طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ (قادیانی، لاہوری مرزائی دائرہ اسلام سے خارج کیوں ہیں؟ علمی جائزہ، ص ۲، از مولانا فضل الرحمٰن بن محمد، پارلیمنٹ میں قادیانی مقدمہ، مرتبہ عبد الرحمٰن یعقوب باوا، ص ۳۶۰)

یہی آرڈیننس دستور کی آٹھویں ترمیم میں موجود ہے۔

تحریک دفاع ختم نبوت کے سلسلہ میں مفصل عدالتی فیصلہ المعروف مقدمہ مرزائیہ بہاول پور، آغاز مقدمہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۶ء، فیصلہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء بعدالت جج محمد اکبر خاں ڈسٹرکٹ جج بہاول پور تین جلدوں میں مطبوع ہے۔ (اسلامک فاؤنڈیشن رجسٹرڈ، لاہور ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/ ۱۹۸۸ء)

اس سے قبل یہی مقدمہ کتاب "پیغامات ربانی بر ارتداد فرقہ قادیانی" از حافظ خالد لطیف حقانی بہاول پوری، "حیات شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری" از استاذ العلماء مولانا محمد رفیق اثری میں موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "احتساب قادیانیت" (۶۰ جلدیں)

موجودہ حکومت پاکستان نے الیکشن قوانین میں ترمیم و تبدیلی کی جس کے خلاف تمام دینی قوتوں نے بڑی زبردست جدوجہد کی، حلف کی تبدیلی عبارت کے بہانے حلفِ ختم نبوت کو ختم کر دیا۔ آئین پاکستان کی دفعہ سی بی ۷ کو بھی بدل دیا تھا۔ شدید احتجاج کے بعد دوبارہ حلف نامہ سابقہ بحال کر دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی عدالت عالیہ ہائی کورٹ اسلام آباد نے تبدیل شدہ شقوں کو معطل کر دیا۔

قادیانی ۱۹۴۷ء سے ہی درپردہ مخفی ریشہ دوانیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔ قادیانیوں کے بیرونی آقا ہمیشہ ان کے خلاف اسلام کاموں کی دست گیری کرتے ہیں۔ ان کے آلہ کار ہمیشہ موجود ہوتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت پر ضرب لگانے کی فراق میں رہتے ہیں اللہ تعالیٰ خادمینِ دفاعِ ختم نبوت کو ہمت و جرأت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عطا کرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور کوئی بھی دشمن ختم نبوت اس عقیدے پر ضرب نہیں لگا سکتا۔ مدعیانِ نبوت کاذبہ کل بھی ذلیل و خوار تھے اور آیندہ بھی ذلیل و خوار ہی رہیں گے۔

ترے وجود پہ فہرست انبیاء ہے تمام
تجھی پہ ختم ہے روح الامین کی نامہ بری

کلام اللہ تعالیٰ، قرآن مجید

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

ترجمہ: "لوگو! محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں مگر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

خاتم لفظ مہر کو کہتے ہیں اور مہر آخری عمل کو ہی کہا جاتا ہے۔ خاتم النبیین یعنی آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا مکمل خاتمہ کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا وہ نبی نہیں بلکہ جھوٹا کذاب و دجال ہوگا۔ تحریف کرنے والے تاویل کرتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی افضل النبیین کے ہیں۔ باطل تاویلات کرنے والے نبوت کے در کو کھلا رکھنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے گمراہ عقائد کی تبلیغ و تشہیر کر سکیں۔

حدیث نبوی

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۷۲، مسند احمد ص ۲۶۷، جلد سوم)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "رسالت و نبوت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے تو میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔"

مندرجہ بالا قرآنی آیت اور فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق حتمی اور قطعی فیصلہ ہے کہ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور رہیں گے اور سچے پیروکارانِ دینِ حنیف دفاع ختم نبوت کا فریضہ سدا سر انجام دیتے رہیں گے۔

مفصل عدالتی فیصلہ اور اس کا مختصر پس منظر

مقدمہ مرزائیہ بہاول پور

مولانا الٰہی بخش رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) سکنہ کوٹلہ مغلاں تحصیل جام پور سابقہ ضلع ڈیرہ غازی خان موجودہ ضلع راجن پور، تکمیلِ تعلیم کے بعد تدریس کے لیے "مدرسہ عربیہ" بستی مہند علاقہ چنی گوٹھ تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور حدود ریاست بہاول پور میں ذمہ داریاں سنبھالیں۔ اپنی دختر مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح صغرسنی میں اپنے رشتے دار مسمی عبد الرزاق ولد مولوی جان محمد سکنہ موضع جنگل داہ لودھراں علاقہ ضلع ملتان صوبہ پنجاب سے کر دیا۔ مولانا الٰہی بخش رحمہ اللہ کی دختر کی بلوغت عمر سے قبل ہی مذکورہ عبد الرزاق نے قبل از وقت رخصتی کا مطالبہ بڑی شدت اور زور و شور کے ساتھ شروع کر دیا۔ یہ آدمی (ناکح) اس وقت محکمہ انہار سب ڈویژن میلسی علاقہ ملتان (موجودہ ضلع وہاڑی) میں ملازم تھا اور خفیہ طور پر قادیانی مرزائی بن چکا تھا۔ اس کا مقصد تھا کہ نظریہ ارتداد مرزائیت کے طشت از بام ہونے سے قبل ہی رخصتی منکوحہ عمل میں آ جائے۔ مسماۃ غلام عائشہ کے والد محترم کو کسی طرح معلوم ہو چکا تھا کہ مذکورہ شخص مرزائی ہو گیا ہے لہٰذا انھوں نے اپنی بیٹی کی رخصتی سے انکار کر دیا۔ کیونکہ ناکح کے ارتداد کی وجہ سے نکاح ختم ہو چکا تھا۔

مولانا الٰہی بخش رحمہ اللہ نے بہاول پور ضلع کی عدالت لوئر کورٹ احمد پور شرقیہ میں تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کر دیا تھا۔ کیونکہ تکفیر و ارتدادِ شخصی کے لیے عدالت سے فیصلہ لینا از روئے شرعِ محمدی ناگزیر ہے۔ منکوحہ کی طرف سے یہ مؤقف پیش کیا گیا کہ مرزائی چونکہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر سلسلہ نبوت کے ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں اس لیے دائرہ اسلام سے خارج ہیں لہٰذا عبد الرزاق کے ساتھ مسماۃ غلام عائشہ کا نکاح فسخ کیا جائے مگر رائج الوقت قانون کی سقم کی وجہ سے یہ مقدمہ خارج ہو گیا۔ اپیل دائر ہوئی تو وہاں بھی مقدمہ خارج ہوا۔ پھر بہاول پور کی عدالت میں اپیل دائر کی گئی۔ عجب معاملہ! وہاں سے بھی اخراج مقدمہ کی صورت دیکھنی پڑی۔ آخر نہایت ہی مایوسی کی حالت میں ایک آخری کوشش کی کہ ایک درخواست بنام نواب محمد صادق عباسی (والیِ ریاست بہاول پور) کو لکھی۔ جس کے مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:-

"میں ایک مسلمان عالم ہوں۔ اپنی چھوٹی بچی کا نکاح صغرسنی میں اپنے رشتہ دار عبد الرزاق سے کر دیا تھا۔ ابھی میری بچی چھوٹی تھی کہ عبد الرزاق مرزائی بن گیا۔ شریعت اسلامیہ میں ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر نبوت ختم ہے۔ جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے یا ایسے مدعی نبوت کو مانے وہ مسیلمہ کذاب کی طرح ہے۔ میں نے جناب کی ریاست میں متعدد عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹائے ہیں لیکن تمام عدالتوں نے میری بات پر کان نہیں دھرا اور میری بیٹی کے دعویٰ تنسیخ نکاح کو خارج کر دیا ہے۔ مجھے اس دنیا میں آپ ہی آخری سہارا نظر آئے ہیں اس لیے آپ سے درخواست گزار ہوں کہ اس مسئلہ کو حل فرمائیں اور میری بچی کو اس کافر کے شر سے بچائیں۔" (سوانح مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری، ص ۱۰۵، ۱۰۶)

یہ عرضی مولانا نے نواب صاحب کو اپنے محل سے سوار کار نکلتے ہوئے پیش کی۔ نواب صاحب نے درخواست خود لے کر مکمل پڑھی۔ اس پر تحریر کیا کہ "عرض گزار کا مقدمہ شرعی اسلامی عدالت کے مطابق سنا جائے اور شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ کیا جائے۔ میرا یہ خصوصی حکم ہے کسی بھی عدالت کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں ہے۔"

درخواست واپس مولانا کو دے دی کہ عدالت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عالیہ میں چلے جائیں اور بڑے جج صاحب کے کمرۂ عدالت میں جا کر اس کی میز پر رکھ دیں اگر وہ درخواست پر غور نہ کرے تو پھر میرے پاس آ جانا۔

یاد رہے ریاست بہاول پور کی حدود میں مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو کاروں میں نہ کوئی سکونتی تھا اور نہ ہی کوئی مرزائی تھا۔ یہ فیصلہ ختم نبوت کی تاریخ میں شاہکار ثابت ہوا۔

عدالت عالیہ نے مقدمے کی سماعت شروع کی۔

اس اہم مقدمے کی سماعت ۱۹۲۴ء - ۱۹۲۶ء تک احمد پور شرقیہ کی عدالت میں ہوئی پھر ۳۱ مئی ۱۹۳۱ء کو ڈسٹرکٹ بہاول پور منتقل ہوا۔ یہاں سے بھی اخراج مقدمہ کے کے بعد نواب صاحب کے خصوصی حکم سے ۱۹۳۲ء کو شروع ہوا۔ ۷ فروری ۱۹۳۵ء/ ۳ ذیقعد ۱۳۵۳ھ کو فیصلہ سنایا گیا۔ یہ فیصلہ مطبوعہ تین جلد میں ۱۸۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اب اس اہم عدالتی فیصلہ و طویل کارروائی کا مختصر روداد پیش کی جاتی ہے:-

اس میں دونوں طرف سے فریقین مسلمان اور قادیانی علماء و وکلاء اپنے اپنے دلائل کے ساتھ پیش ہوتے رہے۔ مرزائی و قادیانی گروپ کی طرف سے جزوی طور پر بیرسٹر ظفر اللہ قادیانی ۱۹۴۷ء کے بعد پاکستان کے وزیر خارجہ کے برادر اصغر بیرسٹر اسد اللہ قادیانی اور مکمل پیروی جلال الدین شمسی قادیانی نے کی۔ (تحدیثِ نعمت، ص ۱۹۶)

مسلمانوں کی طرف سے بہاول پور میں "انجمن مؤید الاسلام" بہاول پور اسی مقدمہ دفاع ختم نبوت کے لیے بنائی گئی۔

اس میں درج ذیل علمائے اسلام نے خدمات سر انجام دیں:-

① - شیخ الاسلام مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ، شیخ الحدیث جامعہ عباسیہ بہاول پور

② - علامہ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

③ - علامہ محمد حسین لوکو تارڑوی رحمہ اللہ (نزد حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ، داماد مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ) ان کے دلائل دینے کی تعریف بعض تذکرہ نگاران مقدمہ بہاول پور نے بھی کی ہے اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ قادیانی وکیل نے جرح لوکوتارڑوی نہ کی۔

④ - مولانا نجم الدین رحمہ اللہ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور۔ یہ مولانا فقیر اللہ مدراسی کے داماد تھے اور استاذنا حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ شیخ الحدیث کے ہم زلف تھے۔

اس عظیم مقدمہ کے لیے مواد جمع کر کے فراہمی کا فریضہ مولانا حبیب اللہ امرتسری رحمہ اللہ ملازم محکمہ انہار جو کہ شیخ الاسلام مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بھانجے تھے، اور مولانا عبد اللہ معمار امرتسری رحمہ اللہ مؤلف "محمدیہ پاکٹ بک بجواب احمدیہ پاکٹ بک" نے احسن طریقے سے ادا کیا یہ دونوں اصحاب علم و فضل مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ تھے۔

شیخ الجامعہ عباسیہ علامہ غلام محمد گھوٹوی رحمہ اللہ نے اپنے عدالتی بیان میں مورخہ ۱۸ جنوری ۱۹۲۸ء/ ۲۴ رجب ۱۳۴۶ھ کو متعدد دلائل پیش کیے۔ (فیصلہ مقدمہ بہاول پور، جلد ۱، ص ۱۳۳)

یہ بھی ذکر ہے کہ "مولوی ثناء اللہ امرتسری ایک مستند اہل حدیث عالم ہے کا فتویٰ ہے کہ مرد کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح شرعاً فسخ ہو جاتا ہے۔"

دورانِ دلائل علماء نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف درج ذیل کے اقتباسات دیے:-

انجام آتھم، ازالۃ الاوہام، حقیقت الوحی، ضمیمہ حقیقت النبوۃ، اربعین، براہین احمدیہ، دافع البلاء، اعجاز احمدی، تریاق القلوب، انوار الخلافت، لوح ہدیٰ، حمامۃ البشریٰ جلد اول، مجموعہ فتاویٰ احمدیہ جلد اول۔

اس مقدمہ کی سماعت کے دوران والیِ ریاست بہاول پور نواب صاحب پر گورنمنٹ برطانیہ کا بہت زیادہ دباؤ تھا کہ فیصلہ مرزائیوں کے حق میں سنایا جائے اس شدید دباؤ کا تذکرہ نواب صاحب نے ملک خضر حیات ٹوانہ کے والد سر نواب عمر حیات ٹوانہ سے کیا کہ "انگریز گورنمنٹ کا مجھ پر دباؤ ہے کہ ریاست بہاول پور سے اس مقدمہ کو ختم کرا دیں۔" اور مشورہ طلب کیا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ سر عمر حیات ٹوانہ نے کہا کہ "ہم انگریز کے وفادار ضرور ہیں مگر دین و ایمان اور محبت رسالت مآب ﷺ کا تو ان سے سودا نہیں کیا۔ آپ ڈٹ جائیں اور ان سے کہیں کہ عدالت جو چاہے فیصلہ کرے میں حق و انصاف کے سلسلے میں اس پر دباؤ ڈالنا نہیں چاہتا۔" (فیصلہ مقدمہ مرزائیہ بہاول پور، واقعہ بذریعہ مولانا محمد علی جالندھری، ص ۳۲)

یہ سنہری فیصلہ جناب محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاول پور نے مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء بمطابق ۳ ذیقعد ۱۳۵۳ھ کو سنایا کہ مرزائی قادیانی احمدی مرتد ہیں۔ دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ مرزا کذاب مدعی نبوت ہے۔ کسی بھی مسلمان عورت کا نکاح کسی احمدی مرزائی سے طے پانے کی کارروائی کو باطل اور حرام قرار دیا۔ لہٰذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ (فیصلہ، جلد اول، ص ۱ تا ۱۰۴)

یہ ختم نبوت اور ناموس رسالت ﷺ کا فقید المثال فیصلہ جو سرزمین بہاول پور سے صادر ہوا آج بھی مسلمان امت اس پر فخر و انبساط کا اظہار کرتے ہوئے جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے۔ اس فیصلہ کے بعد مولانا الٰہی بخش صاحب رحمہ اللہ (فاضل دیوبند) نے اپنی دختر مساۃ غلام عائشہ کا نکاح مولانا عبد الحق ہاشمی مکی رحمہ اللہ کے مشورہ سے شیخ الحدیث مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ سے کیا۔ خطبہ نکاح و ایجاب و قبول مولانا عبد الحق محدث ملتانی رحمہ اللہ (تلمیذ رشید سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ) نے سر انجام دیا۔

اللہ تعالیٰ تمام اصحاب کو جنھوں نے مقدمہ مرزائیہ بہاول پور میں صداقت و حقیقت ختم نبوت کا دفاع کیا جنت المعلیٰ میں اعلیٰ درجہ سے نوازے۔ آمین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا گلزار احمد مظاہری رحمہ اللہ

قادیانیت، عدالت کے کٹہرے میں

الحمدللّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ وآلہ وصحبہ وسلم، امابعد!

حضور خاتم الانبیاء ﷺ کے تشریف لانے کے بعد سے آج چودہ سو سال میں منکرین ختم نبوت اور مدعیانِ نبوت کو مسلمان حکمرانوں، عدالتوں، علماء کرام اور ائمہ ہدیٰ نے کبھی مسلمان قرار نہیں دیا اور ہمیشہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہی سمجھا۔ اس لیے کسی مدعی نبوت کو ممالک اسلامی میں کبھی بھی برداشت نہ کیا گیا اور نہ ان کا کوئی سلسلہ چلا۔ انگریز حکومت نے اس فتنہ انکارِ ختم نبوت قادیانیت کو اپنی ضرورتوں کے لیے اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنے کے مذموم مقاصد کے لیے تیار کیا۔ پروان چڑھایا اور ہر طرح سر پرستی کی۔ پاکستان بننے کے بعد یہی توقع کرنی چاہیے تھی کہ اب اس افتراق و انتشار کی تحریک کا قلع قمع کر دیا جائے گا۔ لیکن افسوس غلط کار حکمرانوں کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا۔ سردار عبد القیوم صدر آزاد کشمیر لائق صد مبارک ہیں کہ انہوں نے جرأت مندانہ قدم اٹھایا اور قانونی طور پر آزاد کشمیر اسمبلی سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرار داد منظور کی۔

ہم تین عدالتی فیصلے نقل کر رہے ہیں۔ جن میں قادیانیوں کو مرتد، غیر مسلم قرار دیا گیا۔ آج تک عدالتوں میں جتنے مقدمات مسلمان و قادیانیوں کے متعلق گئے، ان کو کبھی بھی مسلم قرار نہیں دیا گیا۔ مسلمان حکمرانوں کو آنکھیں کھولنی چاہئیں۔ ضد سے باز آنا چاہیے اور اس فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کا انتظام کرنا چاہیے، ورنہ خدانخواستہ وہ روزِ بد نہ دیکھنا پڑے، جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

فیصلہ عدالت بہاول پور، ۷ فروری ۱۹۳۵ء

اوپر کی تمام بحث سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ بایں معنی نہ ماننے سے کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ارتداد واقع ہو جاتا ہے اور یہ کہ عقائد اسلامی کی رو سے ایک شخص کلمہ کفر کہہ کر بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

مدعا علیہ! مرزا غلام احمد قادیانی کو عقائد قادیانی کی رو سے نبی مانتا ہے اور ان کی تعلیم کے مطابق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ امت محمدیہ میں قیامت تک سلسلہ نبوت جاری ہے۔ یعنی کہ وہ نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین ﷺ بمعنی آخری نبی تسلیم نہیں کرتا۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نیا نبی تسلیم کرنے سے جو قباحتیں لازم آتی ہیں۔ ان کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدہ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جائے گا اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے بکلی انحراف کے لیے جائیں تو بھی مدعا علیہ مرزا قادیانی کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لیے قرآن کی تفسیر اور معمول بہ مرزا قادیانی کی وحی ہوگی نہ کہ احادیث و اقوال فقہاء جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام قائم چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے مستند ہونے کو خود مرزا قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ جو شرع محمدی پر مستزاد ہیں اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ مثلاً چندہ ماہواری کا دینا، جیسا کہ اوپر دکھلایا گیا ہے۔ زکوٰۃ پر ایک زائد حکم ہے۔ اس طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا، کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا، کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، شرع محمدی کے خلاف افعال ہیں۔

مدعا علیہ! کی طرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے اور کیوں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ لیکن یہ توجیہیں اس لیے کار آمد نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مذکور ہیں۔ اس لیے وہ ان کے نقطہ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جائے کہ وہ تمام غیر احمدی کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلمہ وغیرہ کاذب مدعیانِ نبوت کے سلسلہ میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ گواہ مذکور کے نزدیک دعویٰ نبوت کاذبہ ارتداد ہے اور کاذب مدعی نبوت کو جو مان لے وہ مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کاذب مدعی نبوت ہیں۔ اس لیے مدعا علیہ بھی مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہٰذا ابتدائی تحقیقات جو ۴ نومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں۔ بحق مدعیہ ثابت قرار دی جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے۔ لہٰذا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد سے مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہو سکتا اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کیے ہیں وہ گو عام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں، لیکن ان عقائد پر وہ ان ہی معنوں میں عمل پیرا سمجھا جائے گا جو معنی مرزا قادیانی نے بیان کیے ہیں اور یہ معنی چونکہ ان معنوں میں کے مغائر ہیں جو جمہور امت آج تک لیتی آئی۔ اس لیے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا ہے اور وہ ہر دو صورتوں میں مرتد ہی ہے اور یہ مرتد کا نکاح چونکہ ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے، لہٰذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہی۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی ازاں مدعا علیہ لینے کی حق دار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں اور اہلِ کتاب کا نکاح جائز ہے۔ اس لیے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہیے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں تو ان کے اپنے عقائد کی رو سے بھی باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے نہ کہ مردوں سے بھی، مدعیہ کے دعویٰ کی رو سے بھی مدعا علیہ مرتد ہو چکا ہے۔ اس لیے اہلِ کتاب ہونے کی حیثیت سے بھی اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح قائم نہیں رہ سکتا۔ مدعیہ کی یہ حجت وزن دار پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اس بناء پر بھی وہ ڈگری پانے کی مستحق ہے۔

مدعا علیہ کی طرف سے اپنے حق میں چند نظائر قانونی کا بھی حوالہ دیا گیا تھا۔ ان میں پٹنہ اور پنجاب ہائی کورٹ کے فیصلہ جات کو عدالت عالیہ چیف کورٹ نے پہلے واقعات مقدمہ ہذا پر حاوی نہیں سمجھا اور مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ کو عدالت معلی اجلاس خاص نے قابلِ پیروی قرار نہیں دیا۔ باقی رہا عدالت عالیہ چیف کورٹ بہاول پور کا فیصلہ بمقدمہ مسماۃ جندوڈی بنام کرم بخش اس کی کیفیت یہ ہے کہ یہ فیصلہ جناب مہتہ اور دھوداس صاحب جج چیف کورٹ کے اجلاس سے صادر ہوا تھا اور اس مقدمہ کا صاحب موصوف نے مدراس ہائی کورٹ کے فیصلہ پر ہی انحصار رکھتے ہوئے فیصلہ فرمایا تھا اور خود ان اختلافی مسائل پر جو فیصلہ مذکور میں درج تھے کوئی محاکمہ نہیں فرمایا تھا۔ مقدمہ چونکہ بہت عرصہ سے دائر تھا۔ اس لیے صاحب موصوف نے اسے زیادہ عرصہ معرضِ تعویق میں رکھنا پسند نہ فرما کر باتباع فیصلہ مذکور اسے طے فرما دیا۔ دربار معلیٰ نے چونکہ اس فیصلہ کو قابل پابندی قرار نہیں دیا جس فیصلہ کی بنا، پر کہ وہ فیصلہ صادر ہوا اس لیے فیصلہ زیر بحث بھی قابلِ پابندی نہیں رہتا۔

فریقین میں سے مختار مدعیہ حاضر ہے۔ اس کو حکم سنایا گیا مدعا علیہ کارروائی مقدمہ ہذا ختم ہونے کے بعد جب کہ مقدمہ زیر غور تھا، فوت ہو گیا ہے۔ اس کے خلاف یہ حکم زیر آرڈر ۲۲ رول، ۶ ضابطہ دیوانی تصور ہو گا۔ پرچہ ڈگری مرتب کی جائے اور مسل داخل دفتر ہو۔

مورخہ ۷ فروری ۱۹۳۵ء، مطابق ۳ ذیقعد ۱۳۵۳ھ

بمقام بہاول پور

دستخط: محمد اکبر ڈسٹرکٹ جج، ضلع بہاول نگر، ریاست بہاول پور

فیصلہ عدالت راول پنڈی، ۳ جون ۱۹۵۵ء

نقل فیصلہ از عدالت شیخ محمد اکبر صاحب، پی سی ایس ایڈیشنل سیشن جج

راول پنڈی مورخہ ۳ جون ۱۹۵۵ء، در اپیل ہائے دیوانی نمبر ۳۳، ۳۴ ۱۹۵۵ء، از مسماۃ امۃ الکریم بنام لیفٹننٹ نذیر الدین۔

فیصلہ کا آخری پیراگراف

چنانچہ مسلمان قادیانیوں کو مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں:-

(۱) آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت سے انکار، الفاظِ قرآنی کی غلط تاویلات اور اس دین کو لعنتی اور شیطانی قرار دینا جس کے پیروکار حضور ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں۔

(۲) مرزا غلام احمد کا تشریعی نبوت کا قطعی دعویٰ۔

(۳) یہ دعویٰ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ان (مرزا غلام احمد) پر وحی لاتے ہیں اور وہ وحی قرآن کے برابر ہے۔

(۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مختلف طریقوں سے توہین۔

(۵) نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے دین کا اہانت آمیز طور پر ذکر۔

(۶) قادیانیوں کے سوا تمام دوسرے مسلمانوں کو کافر قرار دینا۔

اوپر کی ساری بحث سے میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کیے ہیں:-

(۱) مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اللہ کے آخری نبی تھے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔

(۲) مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا وہ مسلمان نہیں۔

(۳) مسلمانوں کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔

(۴) مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعاوی تشریحات، تاویلات کی روشنی میں اور اپنے جانشینوں اور پیروؤں کی تشریحات و تاویلات اور فہم کی روشنی میں ایک ایسی وحی پانے کے مدعی تھے جسے نبوت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۵) اپنی اولین تصانیف میں مرزا قادیانی کے خود اپنے قائم کردہ معیار ان کے اس دعویٰ نبوت کو جھٹلاتے ہیں۔

(۶) انھوں نے واقعتاً دنیا بھر کے مانے ہوئے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح نبی کامل ہونے کا دعویٰ کیا اور ظل و بروز کی اصطلاحوں کی حقیقت ایک فریب کے سوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کچھ نہیں۔

⑥ نبی اکرم ﷺ کے بعد وحی نبوت نہیں آ سکتی اور جو کوئی ایسی وحی کا دعویٰ کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اس بحث اور اس سے اخذ کردہ نتائج کی بناء پر یہ بات بڑی آسانی کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ عدالت ساعت نے جو نتائج اخذ کیے ہیں وہ درست ہیں۔ چنانچہ میں ان سب کی توثیق کرتا ہوں۔ مسماۃ امۃ الکریم کی اپیل میں کوئی جان نہیں۔ لہٰذا میں اسے خارج کرتا ہوں۔

اعلان فیصلہ: ۳ جون ۱۹۵۵ء

دستخط: محمد اکبر ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج راول پنڈی

فیصلہ عدالت جیمس آباد

مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے دعویدار ہیں۔

انھوں نے شریعت محمدی میں تحریف کی۔

مدعا علیہ غیر مسلم اور مرتد ہے، مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں۔

متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہے کہ اسلام میں امتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے کہ وہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔

اس طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے شریعت محمدی سے انحراف کر کے اپنے ماننے والوں کے لیے ایک نئی شریعت وضع کی ہے۔ مسیح موعود کے بارے میں بھی ان کا تصور اسلامی نہیں ہے۔ مسیح کے صحیح اسلامی تصور کے مطابق وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔ حدیث رسول ﷺ کے مطابق مسیح علیہ السلام جب دوبارہ ظہور فرمائیں گے تو وہ دوسرا جنم نہیں لیں گے۔ اس طرح اس بارے میں مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ بھی باطل قرار پاتا ہے۔

جہاد کے بارے میں بھی ان کا نظریہ مسلمانوں کے عقیدے سے بالکل مختلف ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مطابق اب جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے اور یہ مہدی اور مسیح کی حیثیت سے تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی نفی ہوگئی۔

ان کا نظریہ قرآن پاک کی ۳۲ ویں سورۃ آیت ۳۹، ۴۰ اور دوسری سورۃ آیت ۱۹۲، ۱۹۴، بیسویں سورۃ آیت ۸، چوتھی سورۃ آیت ۷۴، ۷۵، نویں سورۃ آیت ۵ اور ۲۵ ویں سورۃ آیت ۵۳ کے بالکل برعکس اور منافی ہے۔

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر میں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور ان کے ممدوح مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے مدعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات وصول کرنے کے متعلق ان کے دعوے بھی باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے کے منافی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزولِ وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔

مسلمانوں میں اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے تو وہ صریحاً کافر اور مرتد ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو بھی توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے اور اس طرح انھوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے اور شریعتِ محمدی میں تحریف کی ہے۔ اس لیے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے۔ نیز مرزا قادیانی اور ان کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے۔ بلا کسی تردد کے غیر مسلم اور مرتد قرار دیا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہے کہ زیر نظر مقدمے میں فریقین کے درمیان شادی اسلام میں قطعی پسند نہیں اور قرآن پاک اور حدیث کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ کیونکہ فریقین نہ صرف مختلف نظریات کے حامل ہیں۔ بلکہ ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور یہ بات اس رشتے کے لیے سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے، جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں۔

اسلام میں کسی مسلمان کے لیے جنس مخالف کے ساتھ شادی کے سلسلے میں متعدد پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اور کسی بھی صورت میں کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم سے جائز شادی نہیں کر سکتی۔ جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں اور ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کا نکاح اسلام کی نظر میں غیر مؤثر ہے۔

اندریں حالات میں یہ قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں۔ بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی ساتھ سال کے ایک غیر مسلم (مرتد) کے ساتھ شادی ہے۔ لہٰذا" یہ شادی غیر قانونی اور غیر مؤثر ہے۔"

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر مسئلہ نمبر ۳، ۴، ۶، ۷ اور ۸ ساقط ہو جاتے ہیں اور ان پر غور کی ضرورت نہیں۔

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح جو غیر مسلم قرار پاتا ہے، غیر مؤثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعا علیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار دے۔ مدعیہ اس مقدمہ کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حق دار ہے۔

یہ فیصلہ ۱۳ جولائی کو جناب شیخ محمد رفیق گریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی جو ان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں۔ کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد متین خالد

فتنہ قادیانیت، آئین وقانون کی نظر میں

حضور ﷺ سے والہانہ عقیدت و محبت ہر مسلمان کا بنیادی عقیدہ ہے اور وہ اسے اپنے لیے باعث فخر اور باعث نجات سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا۔ حضور ﷺ کا مقام بے حد ارفع و اعلیٰ ہے۔ کائنات میں جہاں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے وہاں آپ ﷺ کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو اپنا حبیب بنایا ہے۔ میں نے آج تک ایسی کوئی چیز پیدا نہیں کی جو آپ ﷺ سے زیادہ میرے نزدیک مقرب ہو۔ میں نے دنیا اور اس کے رہنے والوں کو اس لیے پیدا کیا کہ میں آپ ﷺ کی عظمت اور مقام ارفع سے ان کو آگاہ کروں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ایک مرتبہ بھی نام لے کر نہیں پکارا بلکہ تعظیم و تکریم پر مبنی خوبصورت اور بہترین القابات پر مشتمل ناموں سے ہی آپ ﷺ کو پکارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا اور اپنی محبوبیت کو پانے کا واحد ذریعہ بھی آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا قرار دیا۔ آپ ﷺ کے مقام و مرتبہ اور فضائل و کمالات کا اظہار ممکن ہی نہیں کیونکہ مخلوق میں کوئی بھی نہ آپ ﷺ جیسا علم رکھتا ہے اور نہ مرتبہ۔ اس لیے آپ ﷺ کی تعریف کا حق صرف اللہ تعالیٰ ہی ادا کر سکتے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ ﷺ کی سب سے بڑی عظمت اور فضیلت آپ ﷺ کا سید المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔ ختم نبوت کے حقیقی معنی تکمیل نبوت کے ہیں کہ نبوت اپنی انتہا کو پہنچ کر حد کمال تک پہنچ گئی۔ اب کسی اور نئے نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لیے کہ نبوت کے جتنے کمالات تھے وہ سب آپ ﷺ کی ذات برکات میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ دین مکمل ہو گیا اور شریعت پر تکمیل کی مہر لگ گئی اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نبوت کاملہ کا نزول فرما کر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا۔

متحدہ ہندوستان میں انگریز جب مسلمانوں کے قلوب کو مغلوب نہ کر سکا تو اس نے ایک کمیشن قائم کیا جس نے ہندوستان کا سروے کر کے برطانوی پارلیمنٹ میں ایک رپورٹ پیش کی کہ مسلمانوں کے دلوں سے جذبہ جہاد مٹانے کے لیے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص سے نبوت کا دعویٰ کرایا جائے جو جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو مسلمانوں پر اولوالامر کی حیثیت سے فرض قرار دے۔ گورداسپور کی تحصیل بٹالہ کے ایک گاؤں کا رہنے والا مرزا غلام احمد قادیانی ان دنوں سیالکوٹ ڈی سی آفس میں معمولی درجہ کا کلرک تھا۔ اردو عربی اور فارسی اپنے گھر میں پڑھی تھی۔ مختاری کا امتحان دیا مگر ناکام ہو گیا۔ غرض یہ کہ اس کی تعلیم دینی و دنیاوی دونوں اعتبار سے ناقص تھی۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے انگریز ڈپٹی کمشنر کے توسط سے مسیحی مشن نے مرزا قادیانی کا انتخاب کیا کیونکہ مرزا کا خاندان جدی پشتی انگریز کا نمک خوار خوشامدی اور مسلمانوں کا غدار تھا۔ مرزا قادیانی نے مبلغ اسلام، مجدد، مہدی، خدائی، مثیل مسیح، ظلی نبی، مستقل نبی حتیٰ کہ "محمد رسول اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا۔ مرزا قادیانی کے "محمد رسول اللہ" ہونے کے دعوے پر اس کے بیٹے نے کہا کہ ہمیں کسی نئے کلمے کی ضرورت نہیں کیونکہ اب کلمہ محمد رسول اللہ سے مراد مرزا قادیانی ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریروں اور کفریہ عقائد پر پوری امت اسلامیہ نے متفقہ طور پر فیصلہ دیا کہ مرزا قادیانی اور اس کے سب ماننے والے کافر، مرتد، زندیق اور گستاخ رسول ہیں۔

قادیانی آنجہانی مرزا قادیانی کو "محمد رسول اللہ"، اس کی بیوی کو "ام المومنین"، اس کی بیٹی کو "سیدۃ النساء"، اس کے خاندان کو "اہل بیت"، اس کے مریدوں کو "صحابہ کرام"، اس کی نام نہاد وحی و الہامات کو "قرآن مجید"، اس کی گفتگو کو "احادیث رسول"، اس کے شہر قادیان کو "مکہ"، ربوہ کو "مدینہ"، اور اس کے قبرستان کو "جنت البقیع" قرار دیتے ہیں۔ یقیناً یہ سب باتیں ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بلکہ فاسق و فاجر مسلمان کے لیے بھی ناقابل برداشت ہیں اور اس کرۂ ارض پر کوئی بے حمیت مسلمان ایسا نہیں جو کسی سے ایسی گستاخانہ باتیں سننا گوارا کرے۔ علامہ اقبال نے فرمایا تھا: "قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں۔"

لاہور ہائی کورٹ نے قادیانیوں کے خلاف اپنے ایک فیصلہ میں لکھا:۔

"مرزا قادیانی نے "محمد رسول اللہ" ہونے کا دعویٰ کیا اور ان تمام لوگوں کے خلاف بے حد غلیظ زبان استعمال کی جنہوں نے اس کے نبوت کے دعویٰ کو مسترد کیا اور اس (مرزا قادیانی) نے خود اعلان کیا کہ وہ برطانوی سامراج کی پیداوار یعنی اس کا "خود کاشتہ پودا" ہے۔ لہٰذا جب وہ اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خود "محمد رسول اللہ" ہے اور اس کے پیروکار اس کو ایسا ہی مانتے ہیں، تو اس صورت میں وہ رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کی شدید توہین اور تحقیر کے مرتکب ہوتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔'' (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء، لاہور ۴۵۸)

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں چند سیٹوں پر مرزائی منتخب ہو گئے۔ اقتدار کے نشہ میں اور ایک سیاسی پارٹی سے سیاسی وابستگی نے انہیں دیوانہ کر دیا۔ وہ حالات کو اپنے لیے سازگار پا کر انقلاب کے ذریعہ اقتدار پر قبضہ کی اسکیمیں بنانے لگے۔ قادیانی جرنیلوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ اس نشہ میں دھت ہو کر انھوں نے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر چناب ایکسپریس کے ذریعہ سفر کرنے والے ملتان نشتر میڈیکل کالج کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔ جس کے نتیجہ میں تحریک چلی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی دعوت پر امت کے تمام طبقات جمع ہوئے۔ اس وقت قومی اسمبلی میں اپوزیشن مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان میں شریک ہو گئی۔ تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے متحد ہو کر ایک ہی نعرہ لگایا کہ مرزائیت کو غیر مسلم قرار دیا جائے۔ متفقہ طور پر اپوزیشن کی طرف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے مرزائیوں کے خلاف قرارداد پیش کی اور برسر اقتدار جماعت پیپلز پارٹی یعنی حکومت کی طرف سے دوسری قرارداد جناب عبد الحفیظ پیرزادہ نے پیش کی جو ان دنوں وزیر قانون تھے اور قومی اسمبلی میں قادیانی کفریہ عقائد پر بحث شروع ہو گئی۔

قومی اسمبلی میں قادیانی اور لاہوری گروپوں کے سربراہوں نے اپنا اپنا مؤقف پیش کیا۔ ان کا جواب اور امت مسلمہ کا مؤقف مولانا مفتی محمود نے پیش کیا۔ قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا ناصر کو قومی اسمبلی میں اپنا مؤقف پیش کرنے اور سوالات کے جوابات اور جرح کے لیے بلایا گیا تھا۔ یہ تاریخ کا واحد واقعہ ہے کہ حکومت نے فیصلہ کرنے سے پہلے مرزا ناصر کو پارلیمنٹ کے سامنے اپنا نکتہ نظر پیش کرنے کے لیے بلایا۔ اس وقت کے اٹارنی جنرل پاکستان یحیٰی بختیار نے اس پر جرح کی۔ گیارہ روز جرح ہوئی اور ۲ دن لاہوری گروپ والوں سے جرح ہوئی اور قادیانیت کی حقیقت کھل کر اسمبلی کے ارکان کے سامنے آ گئی۔ نوے روز کی شب و روز محنت اور کاوش کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عہد اقتدار میں متفقہ طور پر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے عبد الحفیظ پیرزادہ کی پیش کردہ قرارداد کو منظور کیا۔ اس طرح آئین کے آرٹیکل (۳) ۱۰۶ اور (۳) ۲۶۰ میں ترمیم کے ذریعہ متفقہ طور پر قادیانی مرزائی جماعتوں کے دونوں گروپ (ربوہ اور لاہوری) آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ قادیانی پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلہ کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں اور وہ الٹا ان مسلمانوں کو کافر اور خود کو مسلمان کہتے ہیں اور آئین میں دی گئی اپنی حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس طرح اپنے کفریہ عقائد و نظریات کی بھرپور تبلیغ و تشہیر اور شعائر اسلامی کا کھلم کھلا استعمال کرتے ہیں۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء (امتناع قادیانیت آرڈیننس)

فروری ۱۹۸۳ء کو مولانا اسلم قریشی مبلغ تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کو مرزائی سربراہ مرزا طاہر کے حکم پر مرزائیوں نے اغواء کیا۔ جس کے ردعمل میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی قیادت میں تحریک پھر منظم ہوئی جس کے نتیجہ میں ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس صدر پاکستان کے ہاتھوں جاری ہوا جس کی رو سے قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے اور اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر و اصطلاحات بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اس آرڈیننس کے ذریعہ تعزیرات پاکستان میں دو نئی دفعات 298/B اور 298/C کا اضافہ کیا گیا ہے۔

298/B

بعض مقدس شخصیات یا مقامات کے لیے مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

① - قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

(الف) حضرت محمد ﷺ کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین، صحابی، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔

تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

② - قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقہ یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

298/C

قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلاواسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مرئی نقوش کے ذریعہ اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے، کو کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

یہ جرم قابل دست اندازی پولیس اور ناقابل ضمانت ہوگا۔ نیز اس آرڈیننس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹-اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو تعزیراتِ پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، کو ضبط کر سکتی ہے۔ اس آرڈیننس کے تحت پاکستان پریس اینڈ پبلی کیشن آرڈیننس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے جس کی رُو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر دے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلیریشن منسوخ کر دے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کر لے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رُو سے پابندی ہے۔

یہ آرڈیننس، قادیانیت کے خلاف انتہائی اور آخری اقدام نہیں، بلکہ اسے ہلکے سے ہلکا اور کم سے کم درجہ کا اقدام قرار دیا جا سکتا ہے۔ ورنہ اسلامی فقہ کی رو سے کسی اسلامی مملکت میں کسی مدعی نبوت یا اس کے ماننے والوں کا وجود سرے سے قابل برداشت ہی نہیں۔ یہ لوگ اسلامی اصطلاح میں زندیق کہلاتے ہیں۔ پورے اسلامی تاریخ میں اس کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی کہ کسی مدعی نبوت یا اس کے پیروکاروں کے وجود کو غیر مسلم شہری کی حیثیت سے برداشت کیا گیا ہو۔ الغرض تمام فقہائے امت اس پر متفق ہیں کہ اسلامی مملکت میں ایک مرتد اور زندیق غیر مسلم شہری کی حیثیت سے رہ سکتا ہو۔ اس لیے اسلامی پاکستان میں قادیانی زندیقوں کے وجود کو برداشت کرتے ہوئے ان کے خلاف اسلامی سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنا ان کے ساتھ انتہائی درجہ کی رعایت ہے۔

تحریک ختم نبوت اور عدلیہ

قادیانیوں نے ان پابندیوں کو وفاقی شرعی عدالت، لاہور ہائی کورٹ، کوئٹہ ہائی کورٹ وغیرہ میں چیلنج کیا جہاں انہیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ بالآخر قادیانیوں نے پوری تیاری کے ساتھ سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر کی کہ انھیں شعائرِ اسلامی استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ سپریم کورٹ کے فل بنچ جو جناب جسٹس عبد القدیر چودہری، جناب جسٹس شفیع الرحمٰن، جناب جسٹس محمد افضل لون، جناب جسٹس سلیم اختر، جناب جسٹس ولی محمد خان پر مشتمل تھا، نے اس کیس کی مفصل سماعت کی۔ دونوں اطراف سے دلائل و براہین دیے گئے۔ اصل کتابوں سے متنازع ترین حوالہ جات پیش کیے گئے۔ فاضل جج صاحبان نے جب قادیانی عقائد پر نظر دوڑائی تو وہ لرز کر رہ گئے۔ فاضل جج صاحبان کا کہنا تھا کہ قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں جب کہ دھوکہ دینا کسی کا بنیادی حق نہیں ہے اور نہ دھوکہ باز کو روکنے سے اس کے حقوق سلب ہوتے ہیں۔ خود سپریم کورٹ کے فل بنچ نے اپنے نافذ العمل فیصلہ میں لکھا:-

"ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو، لازم ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان، والدین اور دنیا کی ہر شئے سے بڑھ کر پیار کرے۔" (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب رسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کسی مسلمان کو موردِ الزام ٹھہرایا جا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے؟ صد سالہ تقریبات کے موقع پر عوام کے احمدیوں کے ساتھ برتاؤ میں ہمیں اسی پس منظر کو ذہن میں رکھنا چاہیے اور اس ردِّعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے، جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ یا قانون شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے کی اجازت دے تو یہ اقدام اس احمدی کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔ کیا اس صورت میں انتظامیہ اس کی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید برآں اگر قادیانیوں کو گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے۔ یہ محض قیاس آرائی نہیں، حقیقتاً ماضی میں بارہا ایسا ہو چکا ہے اور بھاری مالی اور جانی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا۔ (تفصیلات کے لیے منیر رپورٹ دیکھی جا سکتی ہے)۔ صورت حال یہ ہے کہ جب کوئی احمدی یا قادیانی سرِ عام کسی پلے کارڈ، بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے، یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا ہے یا انھیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ رسول اکرم ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیائے کرام کے اسماء گرامی کی توہین کے ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے نئے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر اہل مذہب کے بھی تو اپنے رسومات کے لیے جداگانہ القاب و خطاب ہیں۔"

(ظہیر الدین بنام سرکار 1993 SCMR 1718)

بقیہ صفحہ نمبر ۳۴۴ پر ملاحظہ کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابو عمار سلیم کے قلم سے

سراپا درد

متعدد معاشرتی مسائل کے حل کے لیے
لکھے گئے پُر اثر مضامین کا مجموعہ

مکتبہ دار الاحسن

مبارک پرائڈ، یٰسین آباد، بلاک ۹، فیڈرل بی ایریا، کراچی
برائے رابطہ: 03002277551
03333738795, 03153411838

مولانا حمید اللہ خان عزیزؔ کا علمی شاہکار

ارمغان مولانا محمد اسحاق بھٹی

مولانا محمد اسحاق بھٹی پر لکھے گئے
نامور اہلِ قلم کے مضامین کا مجموعہ

ادارہ تفہیم الاسلام

محلہ رحمان آباد، احمد پور شرقیہ، ضلع بہاول پور
برائے رابطہ: 03022186601

عبد الرحمٰن اورینٹل اسلامک لائبریری، ملتان

بانی: محمد یٰسین شاد، فاضل'' جامعہ محمدیہ'' اوکاڑہ و فاضل وفاق المدارس السلفیہ قیام: یکم جنوری ۱۹۹۷ء

لائبریری کی تعمیر مکمل کی جا چکی ہے۔ علوم القرآن، علوم الحدیث، فقہ و فتاویٰ، سیر و سوانح، تاریخ و تذکرہ، اردو ادب، سفرنامے، آپ بیتی، مکاتیب اور رسائل و جرائد کا قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔

متعدد اصحابِ علم تشریف لا چکے ہیں۔ ایم فل و پی ایچ ڈی کے کئی طلابِ علم نے یہاں سے استفادہ کیا ہے۔

نوٹ: بیرونِ ملتان سے تشریف لانے والے احباب پیشگی اطلاع ضرور دیں۔

عبد الرحمٰن اسلامک اورینٹل لائبریری، گلشن فیض نہر قاسم پور، ڈاکخانہ ممتاز آباد، متصل مسجد السلام، ملتان

احمد دین سعودی بن عبد الرحمٰن (معاون لائبریری) برائے رابطہ: 03017578681

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

⑥

عقیدہ ختم نبوت اور فرائض امت

از قلم
مولانا سعید احمد پالن پوری، آغا شورش کاشمیری، مولانا ظہور احمد الحسینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا سعید احمد پالن پوری

ختم نبوت اور امت کی ذمہ داریاں

الحمد للہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی آلہ وصحبہ أجمعین، أمابعد!

اللہ رب العالمین کا تعارف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعونِ لعین کے سامنے اس طرح کرایا ہے:-

قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (طٰہٰ: ۵۰)

"کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر راہ نمائی فرمائی۔"

یعنی کائنات کی ہر چیز کو جیسا ہونا چاہیے تھا پہلے اس کو ویسا ہی بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر مخلوق کے لیے جو شکل وصورت اور جو اوصاف وکمالات مناسب سمجھے عطا فرمائے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی نے سب کی راہ نمائی بھی فرمائی جو مخلوق جس راہ نمائی کی محتاج تھی، سب کی حاجت روائی فرمائی۔ انسان پیدا کیا گیا تو اس کی سب سے پہلی اور سب سے بڑی ضرورت بقا تھی چنانچہ اس کی صورتیں اس کو الہام کی گئیں۔ بچے کو ابتدائے پیدائش کے وقت جبکہ اس کو کوئی بات سکھانا کسی کے بس میں نہیں تھا، یہ کس نے سکھایا کہ ماں کی چھاتی سے اپنی غذا حاصل کرے؟ چھاتی کو دبا کر چوسنے کا ہنر اس کو کس نے بتلایا؟ بھوک پیاس اور سردی گرمی کی تکلیف ہو تو رو پڑنا اس کی ساری ضروریات پوری کرنے کے لیے کافی ہو جاتا ہے، مگر یہ رونا اس کو کس نے سکھایا ہے؟ یہی وہ ہدایت ربانی ہے جو ہر مخلوق کو اس کی حیثیت اور ضرورت کے مطابق غیب سے بغیر کسی کی تعلیم کے عطا ہوئی ہے۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے ہر مخلوق کو ایک خاص قسم کا ادراک وشعور بخشا ہے جس کے ذریعے اس کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ کس کام کے لیے پیدا کی گئی ہے اور اسے کیا کرنا ہے۔

عام مخلوقات کے لیے تو اتنی ہی راہ نمائی کافی تھی، مگر اہلِ عقول جن وانس اس تکوینی ہدایت کے علاوہ ایک دوسری ہدایت کے بھی محتاج تھے اور وہ تھی روحانی یا تشریعی ہدایت۔ کیونکہ تکوینی ہدایت انسان کی صرف مادی ضروریات پوری کرتی ہے، جبکہ انسان کا قلب وضمیر اور عقل وفہم جن کی وسعت پذیری کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا سب سے زیادہ ہدایت ربانی کے محتاج تھے۔ سورت فاتحہ میں ان کو جو دعا تلقین فرمائی گئی ہے اور جسے بار بار پھیرنے کا ان کو حکم دیا گیا ہے وہ:-

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحۃ: ۵)

"الٰہی ہمیں سیدھا راستہ دکھلا دیجیے۔"

یہ دعا واضح کرتی ہے کہ انسان کے لیے تکوینی اور مادی ضروریات سے اہم اور مقدم روحانی اور تشریعی ہدایت ہے۔ پھر بھلا کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مادی ضروریات کا تو سامان کریں مگر اس کی سب سے اہم ضرورت سے صرفِ نظر فرما لیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ اور ربوبیت کاملہ نے انسان کی اس ضرورت کا بھی انتظام فرمایا اور سب سے پہلے انسان سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام مرسل بھی تھے اور مرسل الیہ بھی۔ اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل فرماتے تھے اور اس کے مطابق زندگی گزارتے تھے پھر ان کے ذریعے ان کی اولاد تک اللہ کی ہدایت پہنچی۔

روحانیت کا یہ نظام ہزاروں سال تک اپنے ارتقائی منازل طے کرتا رہا، تا آنکہ اس کی ترقی حدِ کمال تک جا کر رک گئی اور اپنی تمام تابانیوں کے ساتھ آفتابِ ہدایت طلوع ہوا، جس کی ضیاء پاشی سے عالم کا چپہ چپہ روشن ہو گیا اور دنیا نجوم وکواکب کی روشنی سے مستغنی ہو گئی اور انسانیت کو یہ مژدۂ جانفزا سنایا گیا:-

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدۃ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کر دیا اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔"

ساتھ ہی دینِ اسلام کی حفاظت کا اعلان بھی فرمایا گیا:-

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر: ۹)

"بے شک ہم ہی نے نصیحت (قرآن کریم) نازل فرمائی ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

جب دین پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، اللہ کی نعمتیں تام ہو گئیں اور دینِ اسلام کی قیامت تک کے لیے حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لے لی، تو اب سلسلۂ نبوت ورسالت کی کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ اس لیے ایک سلسلۂ بیان میں صاف اعلان کر دیا گیا:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الأحزاب: ۴۰)

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیثِ متواترہ میں بھی آپ ﷺ کی خاتمیت مختلف انداز سے واضح کی گئی ہے اور شروع سے آج تک پوری امت کا اس عقیدہ پر اجماع ہے کہ سرور کونین حضرت محمد مصطفی ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات سے قصرِ نبوت تکمیل پذیر ہو چکا ہے۔ اب کسی نبی کی ضرورت ہے نہ امکان ہے اور جو بو الہوس ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، افترا پرداز، مرتد اور ملعون ہے۔

اس جگہ پہنچ کر ایک سوال قدرتی طور پر ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ اللہ کی ہدایت کتاب و سنت کی شکل میں اپنی اصلی صورت میں آج موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گی۔ اس لیے اب کسی بھی طرح کے کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں ہے مگر انبیاء کے بغیر اللہ کی یہ ہدایت لوگوں تک پہنچائے گا کون؟!

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کا کام اللہ تعالیٰ سے ہدایات حاصل کر کے لوگوں تک پہنچانا تھا۔ آج چونکہ ہدایاتِ ربانی موجود ہے اس لیے تحصیل دین کی ضرورت تو نہیں ہے مگر تبلیغ دین تو بہرحال ضروری ہے۔ اسی طرح اپنوں اور پرایوں کی چیرہ دستیوں سے دین کی حفاظت کی بھی ضرورت ہوگی۔ یہ فریضہ کون انجام دے گا، اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ذمہ داری امت کے سپرد کی گئی ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے:-

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران: ۱۱۰)

"آپ لوگ (علمِ الٰہی میں) بہترین امت تھے جو لوگوں کے نفع کے لیے ظاہر کی گئی ہے جو نیک کام کا حکم دیتی ہے اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتی ہے۔"

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا گیا:-

"بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ آيَةً۔"

"میری طرف سے لوگوں کو (دین) پہنچاؤ، چاہے ایک ہی آیت ہو۔"

مشہور جملہ جو زبان زدِ عام و خاص ہے کہ:-

"علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل۔"

"میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔"

یہ جملہ حدیث ہونے کے اعتبار سے تو بے اصل ہے:-

"قال القاري: حديث: علماء أمتي كأنبياء بني إسرائيل، لا أصل له، كما قال الدميري، والزركشي، والعسقلاني" (المصنوع في الأحاديث الموضوع لعلي القاري، ص: ۱۲۳)

مگر مضمون کے اعتبار سے قرآن و حدیث کا نچوڑ ہے۔ اس قول میں علمائے امت کا مقام و رتبہ نہیں، بلکہ ان کی ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ جس طرح دینِ موسوی کی حفاظت و اشاعت کی ذمہ داری انبیائے بنی اسرائیل کو تفویض ہوتی تھی، اسی طرح دینِ مصطفوی کی تبلیغ و اشاعت حفاظت و صیانت کی ذمہ داری علمائے امت کو سپرد کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں پیشین گوئی کے انداز میں خبر دی گئی ہے کہ:-

"يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله، ينفون عن تحريف الغالين وانتحال المبطلين وتأويل الجاهلين۔" (مشكاة: باب العلم)

"یہ علم دین ہر آیندہ نسل کے معتبر لوگ حاصل کریں گے جو اس دین میں غلو کرنے والوں کی تحریفات، باطل پرستوں کی ادعات اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔"

الغرض! عقیدۂ ختمِ نبوت برحق ہے، دین کی حفاظت و اشاعت کے لیے اب کسی طرح کے کوئی نبی تشریف نہیں لائیں گے یہ فریضہ پوری امت کو اور خاص طور پر علمائے امت کو انجام دینا ہے۔ الحمد للہ امت کبھی اپنے اس فریضہ سے غافل نہیں ہوئی۔ مگر یہ بھی واقعہ ہے فی الوقت اندر اور باہر کام کا جو تقاضا ہے وہ پورا نہیں ہو رہا ہے۔ خود امت استجابہ میں ایک بڑی تعداد ایسی موجود ہے جن تک تعلیماتِ نبوی تفصیل کے ساتھ نہیں پہنچ سکی ہیں اور وہ دین کی بنیادی باتوں سے بھی بے خبر ہیں اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کو دین اس کی اصلی صورت میں نہیں پہنچا جس کی وجہ سے وہ طرح طرح کی بدعات و خرافات میں مبتلا ہیں۔ اس کے علاوہ انسانی دنیا کا آدھا حصہ وہ ہے جن تک دین کی دعوت بھی شاید نہیں پہنچ سکی ہے۔ ضرورت ہے کہ یہ نمایندہ اجتماع اس سلسلہ میں عملی اقدام کے لیے غور و فکر کرے اور اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے کمربستہ ہو کر میدانِ عمل میں اتر آئے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور مرزا قادیانی

مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:-

"مرزا صاحب قادیانی نے حضرت ممدوح کی زندگی میں لکھا تھا کہ حضرت مولانا نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ مجھ پر ایمان لے آئیں گے مگر جب انتقال فرما گئے تو اس ذلت اور کذب کو چھپانے کے لیے شائع کیا کہ "اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ مولوی نذیر حسین ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔" (البدر ۲۸ رجب ۱۳۲۰ھ)

سبحان اللہ! کیا کہنے ہیں اسی کا نام ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد"

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر: ۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مولانا منظور احمد الحسینی رحمہ اللہ

عقیدہ ختم نبوت اور مسلمانوں کی ذمہ داریاں

اسلام کی بنیاد توحید رسالت اور آخرت کے علاوہ جس بنیادی عقیدے پر ہے وہ عقیدۂ ختم نبوت ہے۔ حضرت محمد ﷺ پر نبوت اور رسالت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کے بعد کسی شخص کو اس منصب پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ یہ عقیدہ اسلام کی جان ہے۔ سارے دین اور ساری شریعت کا مدار اسی عقیدہ پر ہے۔ قرآن مجید کی ایک سو سے زائد آیات اور آنحضرت ﷺ کی سینکڑوں احادیث اس عقیدہ پر گواہ ہیں۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام رحمہم اللہ، تبع تابعین رحمہم اللہ، ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ اور چودہ صدیوں کے مفسرین، محدثین، فقہائ، متکلمین، علماء اور صوفیا کا اس پر اجماع ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:-

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پارہ ۲۲، الاحزاب: ۴۰)

یعنی: ''حضرت محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے آخری نبی ہیں۔''

تمام مفسرین کا اس پر اتفاق ہے'' خاتم النبیین'' کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو منصب نبوت پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ عقیدہ ختم نبوت جس طرح قرآن کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اسی طرح آپ ﷺ کی احادیث متواترہ سے بھی ثابت ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں:-

① - میں آیا پس میں نے نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

② - مجھے تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیا گیا اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (مسلم)

③ - رسالت و نبوت ختم ہو چکی ہے۔ پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے نہ نبی۔ (ترمذی، مسند احمد)

④ - میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ)

⑤ - میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ (کنز العمال)

ان ارشادات نبوی ﷺ میں اس امر کی تصریح فرمائی گئی ہے کہ آپ ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کسی کو اس عہدہ پر فائز نہیں کیا جائے گا۔ آپ ﷺ سے پہلے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ان میں سے ہر نبی نے اپنے بعد آنے والے نبی کی بشارت دی اور گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی۔ آپ ﷺ نے بھی گزشتہ انبیاء کی تصدیق کی مگر کسی نئے آنے والے نبی کی بشارت نہیں دی بلکہ فرمایا:-

① - ''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے قریب دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں۔ جن میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔'' (بخاری و مسلم)

② - ''قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں اور ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (ابو داود، ترمذی)

ان دو ارشادات میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ایسے مدعیان نبوت کے لیے ''دجال و کذاب'' کا لفظ استعمال فرمایا۔ جس کا معنی ہے وہ لوگ شدید دھوکے باز اور بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کو اپنے دام فریب میں پھنسائیں گے۔ لہٰذا امت کو خبردار کیا گیا کہ وہ ایسے مکار دعیار مدعیان نبوت اور ان کے ماننے والوں سے دور رہیں۔ آپ ﷺ کی اس پیش گوئی کے مطابق چودہ سو سال میں بہت سے کذاب و دجال مدعیان نبوت کھڑے ہوئے جن کا حشر اسلام کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے خوب جانتے ہیں۔ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری دور میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی نے کافی قوت پکڑ لی اور اس کا فتنہ یمن میں پھیل گیا۔ خاتم الانبیاء ﷺ نے اپنے ایک صحابی فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو (جو یمن میں رہتے تھے) خط ارسال کیا کہ اس فتنہ کا مقابلہ کرو اور اسود عنسی کا خاتمہ کر دو۔ چنانچہ آپ ﷺ کے انتقال سے کچھ ہی عرصہ پہلے حضرت فیروز دیلمیؓ نے موقع تاک کر اسود عنسی کو تہ تیغ کر کے اس کے فتنہ کو ختم کر دیا۔ جس رات اسود عنسی مارا گیا اس کے اگلے روز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان الفاظ میں خوشخبری سنائی:-

''قتل الاسود العنسی البارحہ قتلہ رجل مبارک من اھل بیت مبارکین، فقیل لہ من یا رسول اللہ فقال فیروز فاز فیروز۔''

گزشتہ رات اسود عنسی قتل کر دیا گیا۔ اس کو مبارک گھر والوں میں سے ایک مبارک شخص نے قتل کر دیا۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ یہ کام کس نے انجام دیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فیروز نے۔ فیروز کامیاب ہو گیا۔

آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے بعد مسیلمہ کذاب کا فتنہ بھی زور پکڑ چکا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کی معیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک لشکر اس کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ یمامہ کے میدان میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور مسیلمہ کذاب کے لشکر کے درمیان ایک خوفناک اور خون ریز جنگ ہوئی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۲۸ ہزار مسیلمہ کذاب کے ماننے والوں کو مع مسیلمہ کے تہ تیغ کیا۔ جب کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی تعداد مرتدین کے مقابلے میں شہید ہوئی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے مدنی دس سالہ دور میں جتنے جہاد ہوئے ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۲۵۹ ہے جب کہ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مرتدین کا مقابلہ کر کے شہید ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد ۱۲۰۰ ہے۔ جس میں ۷۰ بدری اور ۷۰۰ صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے قاری اور حافظ تھے۔ جن میں مسجد قباء کے امام، چار بڑے قاریوں میں ایک بڑے قاری حضرت سالم مولی حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت زید رضی اللہ عنہ بن خطاب، حضور اکرم ﷺ کے خطیب ثابت بن قیس بن شماس انصاری، مشہور صحابہ حضرت طفیل بن عمر دوسی اور حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ اسوہ رسول اکرم ﷺ اور اسوہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور اسوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے سامنے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے مشرکین مکہ سے صلح حدیبیہ نامی معاہدہ کیا۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد یہودیوں سے میثاق مدینہ ہوا۔ عیسائیوں کا مشہور وفد، وفد نجران، مسجد نبوی میں آ کر ٹھہرا مگر آپ ﷺ نے جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی سے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسیلمہ کذاب سے کسی قسم کی نرمی نہیں برتی اور نہ کوئی وفد اس کو سمجھانے اور تبلیغ کرنے کو بھیجا۔ اسی پر بس نہیں مسیلمہ کذاب کے بعد بھی جس بدبخت نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کا یہی حشر ہوا۔ مشہور عالم عیاض قاضیؒ اپنی کتاب "الشفاء" میں لکھتے ہیں:-

"خلیفہ عبد الملک بن مروان نے مدعی نبوت حارث کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا تھا اور بے شمار خلفاء اور سلاطین نے اس قماش کے لوگوں کے ساتھ یہی سلوک کیا اور اس دور کے تمام علماء نے بالاجماع ان کے اس فعل کو صحیح اور درست قرار دیا اور جو شخص مدعی نبوت کے کفر میں اجماع کا مخالف ہو وہ خود کافر ہے۔" (الشفاء، جلد ۲، ص ۲۵۷)

انیسویں صدی کے اوائل میں مغربی استعمار اسلامی ممالک کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اس نے اپنے اقتدار کو طول دینے کے لیے اپنی سرپرستی میں بہت سے باطل تحریکوں کی بنیاد رکھی۔ جن میں ایک تحریک قادیانیت ہے۔ جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ اس نے اسلام کا صحیح راستہ چھوڑ کر ارتداد کا راستہ اختیار کیا اور نہ صرف نبوت کا دعویٰ بلکہ حق تعالیٰ کی شان میں ہرزہ سرائی کا بھیانک مظاہرہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ کی توہین وتحقیر کی۔ اپنے آپ کو بعینہ محمد رسول اللہ کہا اور آپ کی شان، نام، و منصب اور مرتبہ سب پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین وتحقیر کی۔ وحی نبوت کا دعویٰ کیا۔ قرآن کریم کو منسوخ قرار دیا۔ اپنی جعلی وحی کا نام قرآنی نام پر تذکرہ رکھا۔ اپنی خود ساختہ وحی کو قرآن کی طرح ہر خطا سے پاک قرار دیا۔ قرآن پاک میں لفظی اور معنوی تحریفات کیں اسلام کو نعوذ باللہ مردہ اور لعنتی قرار دیا۔ صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بازاری زبان استعمال کیا اور ان پر طعن و تشنیع کے نشتر چلائے۔ مرزا نے اپنے ماننے والے مرتدوں کی جماعت کو "صحابہ رسول" کے نام سے پکارا۔ اپنی بیوی کو "ام المومنین" کے نام سے تعبیر کیا۔ اپنے گھر والوں کو "اہل بیت" کا نام دیا۔ اصحاب صفہ کے مقابلہ میں "اصحاب صفہ"، رسول مدنی کے مقابلے میں "رسول قدنی" گنبد خضراء کے مقابلے میں "گنبد بیضاء" روضہ اطہر کے مقابلے میں "روضہ مطہر"، تین سو تیرہ بدری صحابہ کے مقابلے میں اپنے تین سو تیرہ چیلوں کی فہرست تیار کی۔ جہاد کو حرام اور انگریز کی اطاعت کو فرض قرار دیا۔

مرزا قادیانی اپنی "جنم بھومی" قادیان کو مکہ اور روضہ مبارک سے افضل اور قادیان آنے کو "ظلی حج" قرار دیا۔ جنت البقیع کے مقابلے "بہشتی مقبرہ" تیار کر لیا۔ احادیث رسول اللہ ﷺ کو بگاڑا۔ اقوال صحابہ اور بزرگان کو مسخ کیا۔ اولیائے امت اور علماء کرام کو مغلظات سنائیں۔ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر، جہنمی، عیسائی، یہودی اور مشرک قرار دیا۔ مسلمانوں کو جنگلوں کے سور اور رنڈیوں کی اولاد کہا۔ تمام مسلمانوں سے معاشرتی مقاطعہ کا اعلان کیا۔ شادی بیاہ سے لے کر جنازہ، کفن دفن اور تمام معاملات میں بائیکاٹ کی تعلیم دی۔ اس سلسلہ میں غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے چند حوالے ملاحظہ ہوں:-

① - "آوابن، خدا تیرے اندر اتر آیا۔" (تذکرہ)

② - "ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد قادیانی ہے۔" (دافع البلاء)

③ - "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔" (دافع البلاء)

④ - "پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑو۔ اب نئی خلافت لو۔ ایک زندہ علی تم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔" (ملفوظات احمدیہ، ج ۲، ص ۱۲۲)

⑤ - "کربلا یست سیر ہر آنم، صد حسین است در گریبانم" (ہر وقت میں کربلا کی سیر کرتا ہوں اور سو حسین میرے گریبان میں ہیں۔) (نزول مسیح)

⑥ - "مسیح علیہ السلام کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، نہ عابد نہ زاہد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔" (مکتوبات احمدیہ، ج ۳، ص ۲۱ تا ۲۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کا آخری عقیدہ جس پر اس کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہے۔ چنانچہ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخری خط میں جو ٹھیک اس کے انتقال کے دن شائع ہوا واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے :-

"میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر اس کا انکار کر سکتا ہوں۔ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گذر جاؤں۔" (اخبار عام، مورخہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء، مجموعہ اشتہارات، ج ۳، مباحثہ راولپنڈی، ص ۱۳۶)

یہ خط مورخہ ۲۳ مئی کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو اخبار عام لاہور میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا قادیانی کا انتقال ہوا۔ مرزا قادیانی نے ایک سو سال پہلے اپنی جماعت کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۰۸ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی جماعت میں کوئی اختلاف نہ تھا۔ دونوں گروپوں کے لوگ مرزا قادیانی کو نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی معہود اور نجات دہندہ مانتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد اس جماعت کا پہلا سربراہ حکیم نور الدین بنا جس کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا۔ اس وقت بھی جماعت قادیان اور جماعت لاہور کوئی الگ الگ جماعتیں نہیں تھیں۔ اس چھ سالہ عرصہ میں بھی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین، صدر الدین اور لاہوری پارٹی کے تمام افراد مرزا غلام احمد قادیانی کو رسول اور نبی کہتے رہے اور مانتے رہے۔ ۱۹۱۳ء میں محمد علی لاہوری اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے اخبار پیغام صلح میں حلفیہ بیان شائع ہوا جس میں انہوں نے لکھا "ہم حضرت مسیح موعود مہدی معہود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو اس زمانہ کا نبی، رسول اور نجات دہندہ مانتے ہیں۔" (پیغام صلح، مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۳ء)

حکیم نور الدین کے مرنے کے بعد اقتدار اور اختیارات کے حصول کا جھگڑا ہوا کہ اب سربراہ کون بنے گا۔ محمد علی لاہوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اسے سربراہ ماننے سے انکار کر دیا اور قادیان چھوڑ کر لاہور چلے آئے۔ لاہور آنے کے بعد لاہوری گروپ نے عام مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد اور مسیح موعود کہنے کا ڈھونگ رچایا۔ مگر جس شخص نے خود اپنی زندگی میں نبوت ملنے اور وحی آنے کا دعویٰ کیا ہو ایسے شخص کو مجدد تو کیا ایک مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے۔ وہ صرف کافر و دجال اور کاذب ہی ہو سکتا ہے اور اس کے تمام پیرو بھی چاہے وہ اپنا کوئی سا بھی نام رکھ لیں اسی زمرہ کفار میں شامل ہوں گے۔ یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ جب کوئی مدعی نبوت دعویٰ کرے گا تو لامحالہ فوراً کفر اور ایمان کا سوال اٹھ کھڑا ہوگا۔ اس کے ماننے والے ایک امت اور نہ ماننے والے دوسری امت قرار پائیں گے اور یہ اختلاف فروعی اختلاف نہ ہوگا بلکہ بنیادی اور اصولی ہوگا۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں دعویٰ نبوت اور رسالت سے بھری ہوئی ہیں اور نام نہاد خود ساختہ الہامات سے جن کو وہ وحی کہتا ہے پُر ہیں۔ اب یہ سوال نہیں کہ لاہوری، مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا مانتے ہیں یا کیا سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ دیکھا جا سکتا ہے مدعی اپنے بارے میں کیا کہتا ہے؟ کیونکہ مدعی کا قول سب سے مضبوط دلیل ہوتی ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مثلاً اگر ایک شخص ڈاکٹر ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ڈاکٹر ہوں اور فلاں میڈیکل کالج سے ایم بی بی ایس کیا ہے۔ دوسرا اس کو کہے کہ نہیں صاحب آپ ڈاکٹر نہیں ہیں انجینئر ہیں۔ ظاہر ہے کہ بات مدعی کی مانی جائے گی اور اس کو ڈاکٹر ہی سمجھا جائے گا۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی کا جھوٹا مدعی نبوت ہونا ثابت ہو چکا ہے تو اسے مجدد، مصلح، عالم یا عام مسلمان ماننا کھلا ہوا کفر اور زندقہ ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی ابوجہل کو کہے کہ وہ مسلمان تھا۔ نعوذ باللہ۔

پوری دنیا کے علماء اور مسلمانوں کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی، اس کے ماننے والے دونوں گروپ جو اپنے کو احمدی کہتے ہیں (احمدی لاہوری اور احمدی قادیانی) کافر، زندیق، مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ وہ ہرگز ہرگز اسلامی برادری کے فرد نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک لاہوری گروپ، قادیانی گروپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ یہ مجدد مجدد کا ڈھونگ رچا کر عام مسلمانوں کے لیے زیادہ دھوکے کا باعث بن رہے ہیں۔ ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی نے ان دونوں گروپوں کے سربراہوں مرزا ناصر احمد اور صدر الدین لاہوری کو اسمبلی میں بلایا۔ ان دونوں نے وہاں اپنے دلائل دیئے۔ اسلامی علماء کی طرف سے جوابی دعویٰ داخل کیا گیا۔ پھر قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد پر گیارہ دن اور لاہوری سربراہ صدر الدین پر دو دن جرح ہوتی رہی۔ مگر دونوں مسلمانوں کی کسی دلیل کا جواب نہیں دے سکے۔ لہٰذا ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو علم و دلائل کی روشنی میں دونوں گروپوں کو اتفاقی طور پر غیر مسلم قرار دیا گیا۔

ایک اہم مسئلہ جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں وہ ان دونوں گروپوں کے ساتھ معاشرتی و مذہبی میل جول ہے جو شریعت اسلامیہ کے اعتبار سے قطعاً ناجائز ہے۔ میں اس سلسلہ میں رابطہ عالم اسلامی کی قرار داد دلیل کے طور پر پیش کروں گا۔ جو اپریل ۱۹۷۴ء کے ایک بڑے اجتماع میں مکہ مکرمہ میں منظور ہوئی جس میں اسلامی ممالک اور ۱۴۴ مسلم آبادیوں کی تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ جس کی شق ۳ یہ ہے کہ "مرزائیوں (دونوں گروپ) سے مکمل عدم تعاون اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی ہر میدان میں مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور ان کے کفر کے پیش نظر ان سے شادی بیاہ کرنے سے اجتناب کیا جائے اور ان کو مسلمانوں کے قبرستانوں میں دفن نہ کیا جائے۔" اس شق کے پیش نظر تمام دنیا کے وہ مسلمان جو ان دونوں گروپوں کی ضرر رسانی اور ان کے کفر اور زندقہ کا بخوبی علم رکھتے ہیں اور وہ اس بات کو بھی جانتے ہیں ان دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گروپوں کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ حضرت محمد ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف خرچ ہوتا ہے۔ انھوں نے ان دونوں گروپوں کا سوشل بائیکاٹ کر رکھا ہے کیونکہ ان کے ذہن میں ہے کہ ان کے ساتھ ادنیٰ سا تعلق بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور جو نہیں جانتے ان کو خبردار کیا جا رہا ہے کہ ساری دنیا کے مسلمان جہاں کہیں بھی رہتے ہیں، ان دونوں گروپوں سے مکمل بائیکاٹ کریں۔ ان کے ساتھ میل جول اٹھنا بیٹھنا خرید و فروخت، ان کی دعوت میں شریک ہونا اور ان کے مردوں کو اپنے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیں۔ جب کہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ اسلام، عیسائی اور یہودی وغیرہ دیگر غیر مسلموں کو برداشت کرتا ہے۔ سوائے موالات (قلبی دوستی) کے، مواسات (ہمدردی نفع رسانی)، مدارات (ظاہری خوش اخلاقی)، سماجی تعلقات اور معاملات کی اجازت دیتا ہے۔ عیسائی کافر ہیں مگر ان کا نبی سچا تھا۔ یہودی خود غلط ہیں مگر جن کو وہ نبی مانتے ہیں وہ صادق تھے۔ سچے نبی کے جھوٹے پیروکاروں سے تعلقات ہو سکتے ہیں مگر کذاب و دجال کے پیروکاروں، حضرت محمد ﷺ کے باغیوں اور کفر کو اسلام کا لبادہ پہنا کر دھوکہ دینے والوں سے تعلقات نہیں رکھے جا سکتے۔ اسلام کی غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمانوں سے محبت کی جائے اور گستاخان رسول ﷺ گستاخان اسلام سے نفرت کی جائے۔ ہم مانتے ہیں کہ مغربی ممالک میں ایسا نہیں ہوتا مگر مسلمان جہاں کہیں بھی ہے وہ پہلے مسلمان ہے بعد میں کچھ اور۔ اگر شریعت کے اصل حکم کو ہم یہاں جاری نہیں کر سکتے مگر جس عمل کو ہم کم از کم اپنا سکتے ہیں وہ تو اپنائیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم مرزائیوں کے دونوں گروپوں خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی، ان سے مذہبی سماجی اور معاشرتی کوئی رابطہ نہ رکھیں۔ ہم نے اپنا فرض سمجھتے ہوئے آپ پر اس بات کو کھول دیا ہے اور اس سلسلہ میں ملی رہنمائی کا مکمل فریضہ ادا کر دیا ہے۔ اب آپ اپنی ذمہ داری نبھائیں۔ آپ حضرات سے آخری گزارش ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی مرزائی کو ہدایت دے دیں اور وہ مسلمان ہونا چاہے تو اس کے مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرزا قادیانی سے اپنی برائت کا کھلم کھلا اظہار کرے۔ عام مجمع میں ثقہ گواہوں کے سامنے حلفیہ اقرار نامہ لکھے اور منہ سے کہتا جائے کہ میں فلاں بن فلاں سکنہ فلاں مرزا غلام احمد قادیانی کو دجال، کذاب، دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور اس کو نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی معہود، مجدد، مصلح، عالم یا مسلمان نہیں مانتا اور اسی طرح اس کے ماننے والوں گروہوں کو خواہ وہ مرزائی قادیانی ہوں یا مرزائی لاہوری (جو اپنے آپ کو احمدی قادیانی اور احمدی لاہوری کہتے ہیں) کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ آج سے میرا تعلق ان سے ختم ہے اور آئندہ میں ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں رکھوں گا۔ جو میرا مرزائی لاہوری یا قادیانی گروہ (جو اپنے آپ کو احمدی قادیانی یا احمدی لاہوری کہتے ہیں) سے تعلق تھا میں اس پر سب لوگوں کے سامنے توبہ کرتا ہوں اور اپنے اسلام لانے کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ اسلام نامہ اور توبہ نامہ ہر بالغ مرد اور عورت کے لیے ضروری ہے۔ ہم نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے تعلق سے چند چیزوں پر روشنی ڈالی ہے۔

قادیانی اور لاہوری دونوں گروپوں کا کافر سمجھا جائے۔ ان سے دنیا بھر میں مذہبی و معاشرتی مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہونا چاہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والوں سے اپنی علیحدگی اور برائت کا اظہار کرے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ اس ذمہ داری سے ضرور عہدہ برآ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

علامہ محمد حسن صاحب فیضی

"مولانا علامہ ابو الفیض محمد حسن صاحب فیضی (متوفی ۱۹۰۱ء) مولانا ابو الفضل محمد کریم الدین صاحب دبیرؔ کے چچا زاد بھائی تھے، ادب عربی کے ماہر، نظم میں ممتاز، بے نقط عربی قصائد لکھنے میں انھوں نے شہرت دوام حاصل کی. مدرسہ انجمن نعمانیہ لاہور میں کئی سال تک مسند درس و تدریس پر جلوہ گر رہے۔ حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب سے بیعت کا شرف حاصل تھا، مرزا غلام احمد قادیانی کے فتنے کے استیصال میں آپ نے اپنی خداداد صلاحیتوں کے جوہر دکھائے۔"

(تذکرہ مجاہدین ختم نبوت،ص ۱۳۹، ۱۴۰، از مولانا اللہ وسایا حفظہ اللہ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آغا شورش کاشمیری رحمہ اللہ

غدارانِ ختمِ نبوت کا انجام

جن لوگوں نے تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت پر ظلم کیا تھا، وہ کیونکر مرے اور ان کے ساتھ کیا بیتی

اللہ تعالیٰ سردار عبد الرب نشتر کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ایک دن عند الملاقات راقم سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:-

"ختم نبوت کی تحریک (۱۹۵۳ء) کے دوران جن جن لوگوں نے اقتدار کے زعم میں فدایان محمد ﷺ کا خون بہایا، ان کا انجام ورق عبرت ہو گیا ہے۔ انہیں قدرت نے اتنی زبردست سزا دی کہ اس کا تصور کرتے ہوئے جی کانپتا ہے۔"

وہ سزا کیا تھی اور عبرت کیا؟ سردار صاحب نے تفصیلات نہیں بتائیں لیکن راقم بعض واقعات سے آگاہ ہے۔ مثلاً قلعہ لاہور میں علماء کو تفتیش کے لیے رکھا گیا تو پولیس کا جو افسر ان علماء پر مامور تھا، اس نے اتنی گندی زبان استعمال کی کہ ہم ملفوف سے ملفوف الفاظ میں بھی بیان نہیں کر سکتے۔ پھر اس کا جو انجام ہوا ہمارے سامنے ہے۔ اگلے ہی دن اس کی جوان لڑکی تالاب میں ڈوب کر مر گئی، قدرت یوں ہی عبرت سکھاتی ہے۔

ایک دوسرے سپرنٹنڈنٹ پولیس جو ان دنوں سی آئی ڈی میں اے سیکشن کے انچارج تھے، ایک مسلح پولیس دستہ لے کر مال روڈ پر نوجوانوں کو شہید کرتے رہے۔ انہوں نے مال روڈ پر چینی لنچ ہوم کے سامنے دو درجن نوجوانوں کے ایک ہجوم پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کی پاداش میں گولیوں کی بارش کروادی۔ کئی ایک نوجوان شہید ہو گئے۔ وہ ان کی لاشوں کو ٹرک میں لاد کر جانے کہاں لے گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سپرنٹنڈنٹ پولیس کو چند دنوں میں ہی سزا دی۔ اس کا بیٹا کھیلتا ہوا اس طرح گرا کہ اس کے پیٹ میں شکستہ بوتل کے ریزے چلے گئے اور وہ آناً فاناً رحلت کر گیا۔

وہ ایک ایسا سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا جو اپنے حلقہ میں کبھی عزت پیدا نہ کر سکا۔ اس پر پولیس کے اہلکار افسر بھی لعنت بھیجتے رہے کہ وہ نوکری کے غرور میں اندھا ہو چکا ہے۔ ہر شخص کو معلوم ہے کہ ایک ڈپٹی کمشنر جس نے مسلمان عوام پر تحریک کے چار دنوں میں وحشیانہ ظلم کیے، پاگل ہو گیا تھا اور بہت دنوں تک پاگل خانے میں رہا۔ یہ تو خیر معمولی افسروں کے واقعات ہیں اور راقم کو ذاتی طور پر معلوم ہے کہ بعض پولیس افسر جو فدایان ختم نبوت کے معاملہ میں فرعون ہو گئے تھے ان کا کیا انجام ہوا اور وہ کس طرح تڑپ تڑپ کر مرتے رہے اور ان کی اولاد پر کیا بیتی۔

ملک غلام محمد ان دنوں گورنر جنرل تھے، انہوں نے ہماری ثقہ معلومات کے مطابق شیخ دین محمد گورنر سندھ کی اس تجویز کو مسترد کر دیا تھا کہ قادیانیوں کو فی الفور اقلیت قرار دیا جائے۔ شیخ صاحب نے اس سلسلہ میں ایک آئینی و دستوری مسودہ تیار کیا۔ الحمد للہ وہ محفوظ ہے لیکن ملک غلام محمد بعض عادتوں میں سر ظفر اللہ خاں کے ساتھی تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کے مضمرات پر غور نہ کیا اور وہ قیمتی مسودہ ٹھکرا دیا بلکہ اس جرم میں ایک سازش کے تحت شیخ صاحب کو گورنری سے سبکدوش کر دیا۔ ملک غلام محمد کس طرح مرے سب کو معلوم ہے۔ وہ آخری ایام میں دماغ کے تعطل کا ورق عبرت تھے۔ کسی مسلمان کہلانے والے کی موت اس سے زیادہ عبرت ناک کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مر جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں جگہ نہ ملے۔ ملک غلام محمد گوروں کے قبرستان میں دفن کیے گئے اور اب شائد وہ قبر بھی مٹ گئی ہے۔ کسی پھول اور چراغ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی مسلمان انہیں عزت سے یاد نہیں کرتا اور نہ کسی رعایت و احترام سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ وہ اللہ اور عوام دونوں کے معتوب ہو کر مرے۔

سکندر مرزا اس زمانہ میں ڈیفنس سیکریٹری تھے، وہ ختم نبوت کی تحریک کو کچلنے کے لیے اتنے بے تاب تھے لاہور گورنر ہاؤس میں افسران مجاز سے چیخ چیخ کر پوچھتے تھے مجھے یہ نہ بتاؤ کہ فلاں جگہ امن قائم ہو گیا ہے، یہ بتاؤ کہ تم کتنی لاشوں کا مژدہ لائے ہو، کوئی گولی ضائع تو نہیں ہوئی۔ اسکندر مرزا کے انجام سے ایک دنیا واقف ہے کہ ملک سے نکالا گیا۔ لندن کے ایک ہوٹل میں منیجر ہو گیا پھر وہاں فاحشہ عورتوں کی دلالی کرتا رہا آخر بے بسی میں نذر اجل ہوا تو لحد کے لیے وطن کی زمین نصیب نہ ہوئی۔ دیار غیر میں مرا اور ایک دوسرے ملک میں قبر کے لیے جگہ ملی۔

یہ واقعات ہم نے اس لیے لکھے ہیں کہ آج بھی سرکاری ایوانوں میں بعض اس قسم کے وزراء و حکام موجود ہیں جنہیں مزدور کے پسینہ سے تو ہمدردی ہے لیکن ختم المرسلین ﷺ کے ناموس سے نہیں۔ ہم انہیں یہی کہیں گے:-

اللہ کی غصہ میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے ڈرو!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⑦

حصہ انگریزی

از قلم

محمد عالمگیر، محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Let not the Doctrine of the Finality of Prophethood be subjected to Controversy

A wakeup call from Muhammad Tanzeel as-Siddiqui al-Hussaini
Translated by : Muhammad Alamgir

The concept of the Finality of Prophethood is fundamental to Islam's Doctrine of Faith and Guidance. Without affirming to this, no one can enter the fold of Islam. This is the common inheritance of all Muslims, meaning, it is not exclusive to any sect as such. A Muslim cannot cold shoulder this important doctrine even for a moment.

This is not a doctrine that is expressed and described merely as a formality. As a matter of fact, this doctrine has created an all-embracing and abiding revolution in the life of mankind. The astonishing effect of this doctrine is that it has well and truly confounded the world of those who have rejected Islam. That is the reason why they continually weave conspiracies against this doctrine.

It must be said emphatically that the Holy Prophet (s) is the Final Prophet, and Muslims are the last Ummah (people). Therefore, on the one hand, this doctrine upholds the dignity and honour of the Prophet (s); and on the other, it emphasizes the prominent status of the Muslim Ummah.

There will never be another prophet after the Holy Prophet (s), hence no other Ummah will be brought forth after this. The Ummah of Muhammad (s) is the last to be so elected by Allah, the Most Glorified. Consequently, this Ummah is now solely responsible to broadcast and propagate the Message of Tawhid built around the doctrine of the Oneness of God. We must remember that the successive appearance of all revealed guidance in the past has come to an end. Reason being, The Book of Guidance is now here!

The earlier scriptures had tenure for a limited period. No wonder, all of them had to be replaced after their term expired. Naturally therefore, their contents too were not meant to be protected. However, the Qur'an being the Final Guidance from Allah has come to stay. It is meant to overshadow and supplant every other scripture that was ever there. Evidently, it remains fully protected and secured from the time it made its first appearance. Therefore the Ummah, upon whom it was revealed, have been assigned to carry on with the responsibility first undertaken by the Prophet (s) himself. As a matter of fact, no previous Ummah was considered deserving of this high esteem, nor were they honoured with a role quite like this. Consequently, the Muslim Ummah cannot afford to be negligent of this collective Islamic legacy of supreme honour, even for a moment.

The eminence of the prophethood of Muhammad (s) has always been challenged by the evil intents of an endless procession of detractors, but the Muslim Ummah has successfully brought all the Dajjals and Liars to their heels in every age. Ignominious end has always been the destiny of these hecklers by virtue of divine intervention. The Ummah as a whole has been vigilant on the question of the Finality of Prophethood. Every school of thought within the Islamic environment has played its role in this task, because this is not the inheritance of any one group. For God's sake, do not let it become a subject of controversy.

Until now, only the external forces had been feverishly conspiring against this doctrine, but now even internal troublemakers have started to weave a conspiracy web. However, all their clever plots are fast heading towards their natural doom. In the past fourteen centuries, (See on Page : 257)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

completed My favor upon you and have approved for you Islam as religion.— Sura Maida, 5:3.(1) So, if the message is completed and perfected, and a guarantee of its protection has been issued, then the Qur'an must be the final Revelation from Allah, and Muhammad (s) must be that Prophet after whom there will not be any other divinely appointed prophet.

This status of the Prophet (s) has been clearly stated in the Qur'an as well, when it says: *Muhammad is not the father of (any) one of your men, but (he is) the Messenger of Allah and last of the Prophets.* — Sura Ahzab, 33:40.(2)

Having established that the message of the Qur'an is immutable, the two statements above, one about the completion of Allah's message, and the other about the finality of the Prophet (s), do not need any further interpretation or elaboration. However, since the Qur'an is now completed, and the Last Prophet (s) has delivered the message of Allah to mankind, the only sermon the followers of the Prophet (s) need, is: *YOU ARE indeed the best community that has ever been brought forth for [the good of] mankind: you enjoin the doing of what is right and forbid the doing of what is wrong, and you believe in God.*— Sura Al-i-Imran, 3:110.(3)

For the rest of the sermons, read the Qur'an. For its wise application, read the precepts of the Prophet (s). For its interpretation according to the dynamics of time, read the books of the great masters of the past and present. May Allah make it easy for us to produce the best result out of it, generally for the benefit of mankind, and particularly for the benefit of the Muslim community!

The Rest : Let not the Doctrine of the Finality of Prophethood be subjected to Controversy

no one in the Muslim Ummah had dared to utter a word of defiance against this doctrine. Alas, today it is being discussed in open forums with wicked intent! It will not be wrong to say that Kufr is now being peddled in the garb of Iman. In a predicament like this, it is mandatory for the entire Ummah of Muhammad (s) to present a united front.

For centuries the Devil has carefully fostered the poison of sectarianism among Muslims. The same sectarian sentiments and religious prejudices are now being engineered to transfigure the Doctrine of the Finality of Prophethood into a subject of controversy. Wisdom dictates that either we wake up to the task of shielding this Doctrine, or we end up in a disgraceful abyss. On the one hand is the collective responsibility of protecting the Islamic legacy from which no Muslim can be exempted. On the other I sa sectarian loyalty whose venom is sure to render the universality of Islam into a limited and extremely backward approach to life. We must choose carefully between the two.

Divine laws have never changed. They are the same today as they have always been. Betrayal with the Finality of Prophethood has always met with humiliation in the past, hence it will surely bite the dust even today. Allah did bring out people who in the past remained vigilant on the issue of the Finality of Prophethood. He will surely do the same in the future as well, i.e., a people who will always keep vigil on this sensitive matter. The hypocrites among Muslims, who at the beck and call of their foreign masters, wish to inflict a fatal blow to the essence of Iman. However, they will soon meet a most degrading end in their evil quest. This will be a destiny of their own choosing. Perchance, after they are obliterated, the divine law does not have to come into play anymore.

It is our prayer to the Lord on High that he give us the good fortune to be among those who remain steadfast as the protectors of the reality of the Finality of Prophethood. By the same token, may He also keep us at a safe distance from petty sectarian prejudices. Amin!

1 الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا

2 مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ

3 كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

My Miracle is the Qur'an: Muhammad Alamgir

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

long years. Astonishingly, they were not revealed in the same sequence as we have them today. At times, a whole chapter would be revealed that would be inserted somewhere within the current compilation. At other times, a few verses would be added anywhere in an existing chapter.

Suffice it to say that it was certainly an onerous task to keep track of which verse followed which. And with all the random additions, the shape of the book was indeed in a state of flux. Interesting to note though, that once a verse or a chapter was included in the text, it remained part of book forever, i.e., no text was ever deleted nor replaced by some other text. This is unthinkable for anyone of us who writes even a single paragraph, let alone a chapter or a book. Chopping and changing of text is the norm for any writer or poet or philosopher.

Of course, there were special attendants among the Companions of the Prophet (s) whose task it was to write down the revelations as well as memorize them. But the Prophet (s) never had to correct his memory from these compilations. When leading prayers, he was never prompted from behind, because he never suffered from loss of memory, nor made a mistake.

The more we dwell on this phenomenon, the more we find this to be truly incredible. The words "superhuman", "miracle" etc. fail us here. In short, what the Prophet (s) was doing was not possible for a human being. However, the Qur'an says emphatically that the Prophet (s) was indeed a human being, not a divine being visiting the world of mortals.

قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا

Say: I am but a man like yourselves, Revelation has come to me, that your Allah is one Allah:
So, whoever expects to meet his Lord, let him work righteousness,
And, in the worship of his Lord, admit no one as partner. —Sura Kahf, 18:110

In the end, it must be said that this single phenomenon of reading portions of the Qur'an flawlessly from memory, five times a day, in the presence of his Companions is the evidence that it was not humanly possible without the aid of God. That proves that there is a God, and that the Qur'an is His message to humanity, and the message was communicated to the Prophet (s) according to God's plan. As a human being, the Prophet (s) could not produce a book like this, nor remember its latest contents which was growing non sequentially with every passing moment. To reiterate, this could only be accomplished with a direct involvement from the Divine. And, to a lesser degree, that is true for the Muslims the world over.

No wonder, the Prophet (s) has said: *My miracle is the Qur'an*. Actually, it is not an overstatement to say that all the events in his life were miraculous. But the evidence of all that, as well as the evidence of miracles of the other prophets, are not within our reach anymore.

It is not an exaggeration to say that the Qur'an is a living miracle. So, if the world at large, especially the misguided Muslims, wish to extricate themselves from the snares of the Devil, the only Rope[1] for them is the Qur'an and a sincere attachment with Muhammadur Rasulullah, sallallaho alayhe wa sallam.

Five: Implications

The foregoing analysis of a living phenomenon in the life of a Muslim dispels all doubts and theories regarding the existence of God, the divine origin of the Qur'an, and the prophet hood of Muhammad (s). In passing, this analysis highlights the historical fact that the messages brought by thousands of other prophets were eventually mutilated, creating a need for sending yet another prophet. The phenomenon of divinely-aided protection of the message brought by the Prophet (s) implies that nothing contained in the Qur'an has ever been deleted or replaced, nor anything added.

That being so, the need for another update of the message of Allah has not arisen so far, nor will it ever arise, according to the declaration of Allah Himself: *This day I have perfected for you your religion and*

1 For example: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا And hold fast to the ROPE of Allah, all of you together, and do not be divided— Sura Al-i-Imran, 3:103.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

banishment, but that backfired on his mortal enemies. It turned out to be a blessing in disguise, and became his platform of final victory. Along the way, he was forced into battles against everyone around. He had to organize military expeditions about thirty times. He participated physically in about eighteen of them, all at the age of fifty-five and above. To cut the story short, there isn't a single department of life in which his contribution does not remain unmatched.

Be that as it may, the globalist-cum-humanist-cum-godless sceptic remains adamant in his denial of Muhammad (s) of his rank of prophet hood and his position as the supreme guide of mankind. Say what they like, the fact remains that he alone dispelled all the mischief of the Devil and restored the glory and honour of Allah in the minds and psyche of mankind. Indeed, the Devil has brainwashed *a great multitude* of mankind into both actual and philosophical disrespect of Allah. In this context, let us be reminded of a caution in the Qur'an: *They esteem not Allah as He has the right to be esteemed*—Sura Zumar, 39:67.[1] But, the modern Western civilization and its cohorts are hell-bent on rejecting the prophet hood of Muhammad (s).

Four: Miracle of all miracles

So, we end up in a situation where no amount of logic will satisfy the detractors into believing: One, that God exists in His full glory, and transcends His own Creation; Two, that the Qur'an is God's message that He sent to salvage mankind from the guiles of the Devil; and Three, that Muhammad (s) is that messenger who was assigned with the role of delivering God's message to mankind.

It must be stressed that logic, comparisons, persuasions, etc. have limits. But hard evidence cannot be overlooked, unless one is blind. So, all the great things said about Prophet Muhammad (s) may still be watered down by the rejectionists, whose final sortie is: at best these reports are pious hagiography or undue reverence, and therefore *not necessarily true*. But they cannot take their eyes off a unique phenomenon which was a prominent feature in the life of the Prophet (s), as well as the lives of all Muslims ever since.

It is a common knowledge that the Muslims pray five times a day in order to praise and glorify Allah, the Creator. This compulsory practice was instituted by the Prophet (s) himself. Now, a Muslim's prayer is Invalid if he (alone or in a group or in the masjid) does not recite a portion — any portion, short or long — from the Qur'an. This requires every Muslim to memorize as much as he can from the text of the book. One may say sceptically, what is so special about it. But scepticism apart, this phenomenon is certainly exceptional when compared to all other scriptures, whose users do not have to memorize anything, nor use the text in prayers.

Amazingly, there are those among Muslims who memorize the entire book, which contains more than six thousand verses. And that is nothing less than a miracle! The number of such Muslims, labelled a *hafiz*, literally a protector, runs in millions throughout the land of Islam. Staggering indeed! Majority of these Muslims do not even know the Arabic language. Is there any man, Muslims included, who has memorized a single book of this volume, written in unfamiliar language, scripture or non-scripture, anywhere in the world? If we find someone who has accomplished such a feat, he will surely be in the Guinness Book of Records. But, in the Muslim world, it is a normal state of affairs. [By the way, there are hundreds of Muslims who memorize the books of Hadith as well— a truly daunting task].

In addition to reciting from the book in the daily prayers, the hafiz recites the entire book in Tarawih prayer during the fasting month of Ramadan. He does so in the sequence in which the book is found today. If he makes mistakes, there are always others behind him to make the correction.

But how was it in the life of the Prophet (s)? The book was not there when he started his mission. The first message he received was only five verses. The rest of the verses were revealed to him in twenty three

1 مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Undoubtedly, in the case of the known scriptures other than the Qur'an, claims of divine origin are not sustainable for many reasons. For instance, if we ask, where are the books in their original form? The answer is, nobody knows! What happened to the languages in which they were revealed? The answer is, they are extinct! Have these scriptures been reconstructed by human hand? The answer is, yes! Are these scriptures being modified even today? The answer is, yes! Do they have contradictions within the text? The answer is, yes! Do they contain information in them that defy scientific observations? The answer is, yes!

However, the globalists have a problem with the Qur'an. The above criticisms and sorry states of other scriptures do not apply to the Qur'an. This is the only scripture in which nothing has changed in fourteen hundred years, because it is not for the human beings to devise its protection and integrity. As a matter of fact, its protector is the Divine Himself, who says: *We have, without doubt, sent down the Message; and We will assuredly guard it (from corruption).*—Sura Hijr, 15:9.[1] Then, He says: *Had it (this Qur'an) been from other than Allah, they would surely have found therein much discrepancy (contradictions).*—Sura Nisa, 4:82.[2] Then, He says further: *and it is not for (even) a prophet (or any other human being) to produce a verse except by the command of Allah.*—Sura Ra'd, 13:38.[3] So, the Qur'an can neither be written nor corrupted by human beings, for, its author and protector is Allah Himself.

Indeed, there are many more verses in the Qur'an with similar accent. On the one hand, they assure the exclusive validity of the Qur'an, and on the other, they unerringly point to the existence of a living God; not a nameless god, which is a concept invented by those who have rejected Revelation. Hence, the globalist, who fancies himself as a *humanist,*[4] remains adamant in his Skepticism, Agnosticism and Atheism. To him, the words of Qur'an are *fables of the Ancients*[5] —Sura Nahl, 16:24; Sura Naml, 27:68; Sura Ahqaf, 46:17; Sura Qalam, 68:15; Sura Mutaffefin, 83:13.[6]

Three: Prophet hood of Muhammad (s)

Having discarded the myths of the Ancients and the speculations of the Age of Enlightenment, the godless globalist-cum-humanist still has an enigma to contend with. He has successfully done away with gods, and has thrown the scriptures out of the window. Yes indeed! After all, there is no point in glorifying any of that. But there is still a man standing between the globalist-cum-humanist and his last hurrah.

That man is Muhammad (s). Although born in a noble family, he started his life as an orphan. He received no education, neither formal nor informal. Hence, he could neither read nor write. He was neither a poet, nor a philosopher, nor a fortune teller. However, he was admired by all and sundry for his sterling character, his truthfulness and trustworthiness.

At length, this extraordinary man (peace and blessings on him) came out of his seclusion and started speaking in language which was impossible for human beings (poets and philosophers included) to compose. Eventually, he announced that he was chosen by Allah as His Messenger to guide mankind to the right path. History has it that when he made that declaration public, it did not go down well with the elite of his community. So, persecution descended on him. But he remained steadfast. "A powerful elite against a humble man without resources"— well describes his predicament. However, through all that, slowly but surely, he was inching ahead towards unparalleled success. Quite predictably, he was forced to choose

1 إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ

2 وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا

3 وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

4 Humanism: The idea that man, and not god or any other supernatural being, is the source of all knowledge that we need to build our life, including morality and spirituality.

5 The word Ancients generally points to antiquity, upto the times when the Roman Civilization came to an end.

6 أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

knowledge was anything from social sciences, physical sciences, pure reason, mystic experiences, as well as the revelations brought by the messengers of Allah.[1] Without exception, these sages created their own world-view, and within that, among other matters, presented their own whimsical ideas of god.

Later on in the middle-ages, fancifully called the Age of Enlightenment, a new generation of thinkers, who were not so elitist in their social ranks, took up the assignment of discovering the common thread in all these seemingly discordant views. Their approach has come to be known as Perennial Philosophy; an exercise in accepting as valid all the prevailing world-views; a last ditch attempt to cling to the products of the old, as it were. The result was a liberal prescription of Syncretism[2] —*if you are right, then I am right too*—so, there was no need to brand anyone as wrong. Without doubt, this was a romantic exposition of *live and let live.* That could happen only when god was not a reality anymore, but was still vaguely entertained as a concept.

In the face of such colossal confusions, Rabindranath Tagore, the Nobel Laureate from Bengal, who never quite abandoned the conceptual god, said in exasperation: *Religion will be one when god is dead.*[3] In essence, that is what happened to be the ultimate agenda of the think tank of the modern movement of globalization. In short, there was no room in the movement for so many concepts of god that popped up in every part of the world. However, in the interim, the psyche of the common man continued to be fed with pseudo glorification, of a supernatural being of man's own invention, through a colourful variety of poetry, music, fine art, creative art, and other forms of sophistry.

At last, in the melting pot of the contemporary world, all the accumulated knowledge has reached the common man, the non-elite, who is enjoying the liberty of using his own speculation and reasoning. As a result, Skepticism, Agnosticism, Atheism, and similar concepts are now plaguing the minds of men as never before.[4] First, there were so many concepts of god, whose *contents* and *forms* were different from one another. Then attempts were made to syncretize them, i.e., reconcile all the invented gods, or invented descriptions of God, in which *forms* were different, but the *contents* were not. Finally, with the arrival of globalization, time came to do away with all that, because none of the concepts of god could be trusted anymore. The slogan was: man has now matured. He does not need to be shackled with worship of gods who never existed in the first place.

Thus, centuries of efforts of misguided men, led by the Devil at every step of the way, created a logical position in which *the very concept of god had to be sacrificed at the altar of globalization.* That's what philosophers like Tagore proposed —*let's have a religion without god, because although eternal, he is unsearchable and nameless.* But it has to be a "religion", because the uncultured man cannot think of a life without religion.

Let us be reminded of what the Qur'an says: But he (the Devil) did lead astray a great multitude of you. Did ye not, then, understand?—Sura Yasin, 36:62.[5]

So, our first problem is: does God exist? And how do we describe Him?

Two: Validity of the Qur'an

The globalists have found reason to discredit religious scriptures which claim to be of divine origin.

1 In one word this exercise is known as Philosophy, in which every piece of knowledge including Revelation is subjected to the rigors of Speculation.

2 Mixture of religions and cultures.

3 Collected Poems and Plays of Rabindranath Tagore. MacMillan London Ltd; Papermac edition 1989; page 297.

4 Sceptics are the ones in whom the Devil has implanted chronic doubts. Agnostics are those who boast of neither accepting nor rejecting anything. They say they are incapable of this knowledge. Atheists are those who have made a bold choice of rejecting the existence of God.

5 وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنكُمْ جِبِلًّا كَثِيرًا ۖ أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

My Miracle is the Qur'an

An unchallengeable phenomenon

So said the Seal of the Prophets, Muhammad Mustafa, sallallaho 'alayhe wa sallam

Written by : Muhammad Alamgir

If we explore the context and implications of this supreme declaration, we find that this is not just an outstanding miracle of historical importance to be accepted academically, it is without doubt a standing miracle for everyone to see for all the times. For, in it lies the answer to three fundamental questions that has continued to bedevil a thinking being, Muslim or non-Muslim, from the earliest times. The questions are: One, is there any God, or Supreme Being? Two, did He send the Qur'an, i.e., did He communicate with human beings in order to equip them with infallible knowledge and guidance? And three, was Muhammad (s) that prophet who received such infallible knowledge and guidance? If these questions are not answered satisfactorily, then, for all practical purposes, the rest of the claims of Islam as the only failsafe constitution of life, become redundant.

We know, these questions have persisted in the minds of thinkers and guides of men for so many centuries. However, a brief look into their real nature will lead us to the discovery that speculation, logic and rational inquiry can never arrive at the plain and simple truth about the higher realm of life. That being so, this essay proposes to look into the most astounding phenomenon which provides answers to all three questions.

One: Existence of God

Briefly, we know how the Devil sought leave from Allah so he could mislead man from the path of truth when he said: Then [I swear] by Thy very might: I shall most certainly beguile them all into grievous error. —Sura Sad, 38:82.[1] Thus, every time Allah sent His messenger to bring back man into the right track, the Devil came right behind to corrupt the message inside out, in order to lead man to the path of perdition. During that time, man was still respectful to god despite his corrupt culture and practices. Hence, the Devil wanted to dislodge man from his attachment to god, which in any case was contaminated in many ways. So, for a long time in the history of mankind, the Devil's main attack was on the idea of god. He passed on to man his own disrespect of Allah, in attractive forms. Man, who still had an understanding of god in his psyche, fell into the trap of the Devil's deceptions and started to glorify his own power of reasoning. As a result, man succeeded in whipping up many colourful ideas of god. He discarded the description of God given to him by the thousands of prophets, and invented his own gods.

To illustrate this point, here are some examples of man's corrupted ideas of god:—That god and matter is the same.—That god is entwined with the creation, i.e., he is immanent in everything.— That god is not above creation, i.e., he is not a transcendent being, i.e., his essence is the same as that of the created beings. —That nothing exists other than god.— That god is man, and man is god, i.e., when he is upstairs he is god-man, when he is downstairs he is man-god.[2] And many similar ideas.

Looking back into the pre-Islamic times, the self-proclaimed and elitist wise men of every community assumed the role of rationalizing what ever there was in the common knowledge. The sources of such

1 قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ

2 For example: In death the many becomes one; in life the one becomes many.— Collected Poems and Plays of Rabindranath Tagore. MacMillan London Ltd; Papermac edition 1989; page 297. Here, "many" points to the terrestrial man, and "one" points to the celestial god.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادارہ

شرکائے بزم علمی کا تعارف

۱- مولانا حکیم محمد ادریس ڈیانوی

ولادت: ۱۸۸۱ء (ڈیانواں، پٹنہ، موجودہ ضلع نالندہ)، مشہور محدث علامہ شمس الحق عظیم آبادی کے فرزند، جید عالم و محدث، وفات: ۱۹۶۰ء (ڈھاکہ، بنگلہ دیش)۔

۲- مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی

ولادت: ۱۹۰۳ء (اورنگ آباد، مہاراشٹر)، عالم اسلامی کے نامور عالم، مفکر، رہ نما اور مفسر قرآن، "تفہیم القرآن" جیسی مشہور تفسیر کے مفسر، مدیر ماہنامہ "ترجمان القرآن"، بانی جماعت اسلامی، وفات: ۱۹۷۹ء (بفیلو، نیویارک)۔

۳- مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

ولادت: ۱۹۱۴ء (رائے بریلی، اتر پردیش)، عالم اسلام کے نامور عالم و مفکر، عربی کے ادیب شہیر، "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر" جیسی فکری کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۹۹ء (رائے بریلی)۔

۴- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی

ولادت: ۱۸۹۸ء (بجنور، اتر پردیش)، عالم، محقق، مؤرخ، مصنف، "قصص القرآن" جیسی محققانہ کتاب کے مصنف، علامہ انور شاہ کشمیری کے تلمیذ رشید، وفات: ۱۹۶۲ء (دہلی)۔

۵- محمد عالمگیر

ولادت: ۱۹۴۲ء، کولکتہ (مغربی بنگال)، فلسفی مزاج اسلامی اسکالر، موجودہ قیام: سڈنی (آسٹریلیا)۔

۶- پروفیسر یوسف سلیم چشتی

ولادت: ۱۸۹۶ء (بریلی، اتر پردیش)، معروف محقق، شاعر و ادیب، ماہر تصوف، ماہر اقبالیات، وفات: ۱۹۸۴ء (لاہور)۔

۷- مولانا منظور احمد چنیوٹی

ولادت: ۱۹۳۰ء، ممتاز عالم، ختم نبوت کے عالمی مبلغ، وفات: ۲۰۰۴ء (چنیوٹ، پنجاب)۔

۸- مفتی عبد الخالق

ولادت: ۱۹۷۰ء (مظفر آباد، کشمیر)، ممتاز عالم دین، فاضل جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، موجودہ قیام: کراچی۔

۹- شیخ محمد سید البلاسی

مصر کے نامور عالم، محقق، مؤرخ، جامعۃ الازہر کے استاذ۔

۱۰- مولانا عبد الرحیم اظہر الکریمی

ولادت: ۱۹۵۹ء (ڈیرہ غازی خان، پنجاب)، جید عالم و مدرس، موجودہ قیام: ڈیرہ غازی خان۔

۱۱- مولانا سید محبوب حسن واسطی

ممتاز عالم، مصنف، محقق، سیرت نگار۔

۱۲- علامہ ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری

ولادت: ۱۸۶۸ء (امرتسر)، عالم اسلام کے نامور عالم، فاضل، صحافی، مفسر، ہمہ جہت شخصیت کے حامل، فاتح قادیان، مناظر اسلام، ۲۰۰ سے زائد کتابوں کے مصنف، مدیر ہفت روزہ "اہل حدیث" امرتسر، وفات: ۱۹۴۸ء (سرگودھا، پنجاب)۔

۱۳- علامہ سید رشید رضا مصری

ولادت: ۱۸۶۵ء (قلمون، لبنان)، عالم اسلام کے نامور عالم، مفکر، صحافی و مفسر قرآن، "المنار" جیسے فکری جریدے کے مدیر، کئی عالمانہ کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۳۵ء (قاہرہ، مصر)۔

۱۴- علامہ عبد العزیز رحیم آبادی

ولادت: ۱۸۵۵ء (رحیم آباد، سمستی پور، بہار)، جید عالم، محقق، مصنف و مناظر، جماعت مجاہدین کے سرکردہ رہ نما، وفات: ۱۹۱۸ء (رحیم آباد)۔

۱۵- مولانا محمد منظور نعمانی

ولادت: ۱۹۰۵ء (سنبھل، اتر پردیش)، ممتاز عالم، محقق، مصنف و صحافی، مدیر جریدہ "الفرقان" لکھنؤ، وفات: ۱۹۹۷ء (لکھنؤ، اتر پردیش)۔

۱۶- جسٹس پیر کرم شاہ ازہری

ولادت: ۱۹۱۸ء (بھیرہ، سرگودھا، پنجاب)، ممتاز عالم، جسٹس، مفسر و سیرت نگار، مدیر ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور، وفات: ۱۹۹۸ء (بھیرہ)۔

۱۷- مولانا محمد داود غزنوی

ولادت: ۱۸۹۵ء (امرتسر)، نامور عالم دین، صحافی، تحریک پاکستان کے رہ نما، مدیر ہفت روزہ "توحید" امرتسر، وفات: ۱۹۶۳ء (لاہور)۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸- مولانا محمد حنیف ندوی

ولادت: ۱۹۰۸ء (گوجرانوالہ)، نامور عالم، فلسفی، محقق، مصنف و مفسر قرآن، ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور کے اوّلین مدیر، وفات: ۱۹۸۷ء (لاہور)۔

۱۹- مولانا سید انور حسین مونگیری

ممتاز عالم و مدرس، تلمیذ سید نذیر حسین محدث دہلوی، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، وفات: ۱۹۲۹ء (مونگیر، بہار)۔

۲۰- مولانا محمد اسماعیل سلفی

ولادت: ۱۸۹۵ء وزیر آباد (گوجرانوالہ)، نامور عالم دین، محدث، محقق، دانشور، کئی علمی کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۶۸ء (گوجرانوالہ)۔

۲۱- مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

ولادت: ۱۸۸۴ء (سیالکوٹ)، جید عالم، مفسر، سیرت نگار، تحریک پاکستان کے رہ نما، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، متعدد علمی کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۵۴ء (سیالکوٹ)۔

۲۲- ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان

ولادت: تقریباً ۱۹۴۷ء (گورداس پور، بھارتی پنجاب)، جید عالم، محقق و مؤلف، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، رد قادیانیت پر لکھے گئے علمی تراث کے محافظ، موجودہ قیام: نیو کیسل آن ٹائن (برطانیا)۔

۲۳- ابو عمار سلیم

ولادت: ۱۹۴۸ء، مصنف، مترجم، صحافی، سول انجینئر، ادارہ "الواقعۃ" کے بانی رکن، موجودہ قیام: کراچی۔

۲۴- مولانا سید محمود احمد رضوی

ولادت: ۱۹۲۴ء (آگرہ، اتر پردیش)، ممتاز عالم، محقق، مصنف، مدرس، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، وفات: ۱۹۹۹ء (لاہور)۔

۲۵- مولانا محمد اسحاق بھٹی

ولادت: ۱۹۲۵ء (ریاست فرید کوٹ، بھارتی پنجاب)، ممتاز ادیب و خاکہ نگار، متعدد کتب تذکرہ و سوانح کے مصنف، عالم و صحافی، وفات: ۲۰۱۵ء (لاہور)۔

۲۶- عبید اللہ لطیف

ولادت: ۱۹۷۸ء (فیصل آباد)، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، رد قادیانیت پر لکھی گئی کئی کتابوں کے مؤلف، "خاتم النبیین اکیڈمی" (فیصل آباد) کے مدیر، موجودہ قیام: فیصل آباد۔

۲۷- عبد المنان شورش

ولادت: ۱۹۸۵ء (ڈیرہ غازی خان)، ممتاز عالم، صحافی، مترجم و مدرس، موجودہ قیام: ڈیرہ غازی خان۔

۲۸- عمر ابو النصر

ولادت: ۱۸۸۸ء (بیروت، لبنان)، صحافی، مؤرخ و ادیب، کئی تاریخی کتابوں کے مصنف، وفات: ۱۹۶۰ء۔

۲۹- مولانا سید منت اللہ رحمانی

ولادت: ۱۹۱۴ء (مونگیر، بہار)، ممتاز عالم و رہ نما، امیر شریعت رابع بہار و اڑیسہ، وفات: ۱۹۹۱ء۔

۳۰- مولانا محمد ابو القاسم فاروقی

ولادت: ۱۹۵۳ء (پرتاپ گڑھ، اتر پردیش)، ممتاز عالم، مدرس، مصنف، صحافی، مدیر ماہنامہ "محدث" بنارس، موجودہ قیام: بنارس (اتر پردیش)۔

۳۱- مولانا حمید اللہ خان عزیز

ولادت: ۱۹۸۵ء، ممتاز عالم، محقق، صحافی، مبلغ، کئی علمی و تحقیقی کتابوں کے مصنف، ادارہ "تفہیم اسلام" کے بانی و مدیر، ماہنامہ "تفہیم اسلام" کے مدیر، موجودہ قیام: احمد پور شرقیہ (ضلع بہاول پور)۔

۳۲- مولانا محمد یٰسین شاد

ولادت ۱۹۶۰ء (وہاڑی، پنجاب)، ممتاز عالم، بانی "عبد الرحمٰن اورینٹل اسلامک لائبریری" ملتان، موجودہ قیام: ملتان۔

۳۳- مولانا گلزار احمد مظاہری

ممتاز عالم و مقرر، جماعت پاکستان کے مرکزی رہ نما، عقیدہ ختم نبوت کے خادم، وفات: ۱۹۸۶ء۔

۳۴- محمد متین خالد

ممتاز محقق و مصنف، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، رد قادیانیت پر لکھی گئی متعدد کتابوں کے مؤلف۔

۳۵- مولانا سعید احمد پالن پوری

ولادت: ۱۹۴۲ء (بناس کانٹھا، گجرات، بھارت)، جید عالم و مدرس، شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند، موجودہ قیام: (دیوبند، سہارن پور)۔

۳۶- مولانا منظور احمد الحسینی

ممتاز عالم دین، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، وفات: ۲۰۰۵ء (مکہ مکرمہ)۔

۳۷- آغا شورش کاشمیری

ولادت: ۱۹۱۷ء (لاہور)، ممتاز صحافی و سیاستدان، عقیدہ ختم نبوت کے خادم و مبلغ، مدیر ہفت روزہ "چٹان" لاہور، وفات: ۱۹۷۵ء (لاہور)۔

○ ○ ○ ○ ○

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

مجلہ

الواقعۃ کراچی

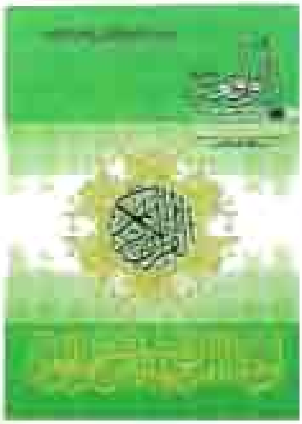

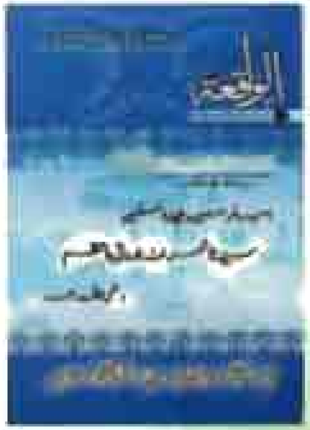

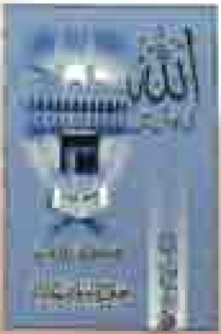

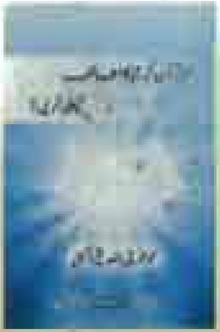

دار الاحسن

برائے رابطہ: 0333-3738795 , 0318-3411838